مومن کے ماہ وسال

اردو ترجمہ مع عربی متن

مَاثَبَتَ بِالسُّنَّةِ فِي اَيَّامِ السَّنَة

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس تعلیمات کی روشنی میں ہر مسلمان کے لئے
اعمال واشغال، نماز وروزہ، دُعا و استغفار کا ایک مکمل دستور العمل

عارف باللہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ

دارُالاشاعت کراچی

مومن کے ماہ و سال

اردو ترجمہ مع عربی متن

ما ثبت بالسنة في أيام السنة

عربی تصنیف

عارف باللہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ

اردو ترجمہ

مولانا اقبال الدین احمد صاحب

رسول اکرم ﷺ کی مقدس تعلیمات کی روشنی میں ہر مسلمان کے لئے پورے سال کے اعمال و اشغال، نماز، روزہ، دعا و استغفار کا ایک مکمل دستور العمل ہر مسلمان کو چاہئے کہ اپنی زندگی اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لئے ہر ماہ کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کے مطابق عمل کر کے اپنے دین و دنیا کو کامیاب بنائے

دارالاشاعت اردو بازار ایم اے جناح روڈ کراچی پاکستان 2213768

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی
طباعت : ۲۰۰۵ء علمی گرافکس کراچی
ضخامت : 352 صفحات

قارئین سے گزارش

اپنی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمد للہ اس بات کی نگرانی کے لئے ادارہ میں مستقل ایک عالم موجود رہتے ہیں۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تا کہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

﴿........ملنے کے پتے........﴾

ادارۃ المعارف جامعہ دار العلوم کراچی
بیت القرآن اردو بازار کراچی
ادارۂ اسلامیات موہن چوک اردو بازار کراچی
ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ B-437 دیب روڈ لسبیلہ کراچی
بیت القلم مقابل اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی
بیت الکتب بالمقابل اشرف المدارس گلشن اقبال کراچی
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد

ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
بیت العلوم 20 نابھہ روڈ لاہور
مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار لاہور
مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی
مکتبہ سلامیہ گامی اڈا۔ ایبٹ آباد

مکتبۃ المعارف محلہ جنگی۔ پشاور

﴿انگلینڈ میں ملنے کے پتے﴾

Azhar Academy Ltd.
At Continenta (London) Ltd.
Cooks Road, London E15 2PW

Islamic Books Centre
119-121, Halli Well Road
Bolton BL 3NE, U.K.

مقدمہ

از حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

حق تعالیٰ جل شانہ نے سال کے بارہ مہینوں میں مختلف مہینوں اور اس کے مختلف دنوں اور راتوں میں خاص خاص برکات اور خاصیات رکھی ہیں۔ جو آدمی ان کو معلوم کر کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقوں پر راتوں اور دنوں میں کام کرے، وہ دنیا و آخرت کے اپنے مقاصد میں بڑی کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ ان میں تھوڑی محنت اور معمولی کوشش سے وہ ثواب اور دینی و دنیوی فوائد ہو جاتے ہیں جو دوسرے اوقات میں بڑی محنت اور طویل مشقت سے بھی حاصل ہونا دشوار ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ آج کل عموماً مسلمانوں کو شریعت اور سنت کے عمل سے غفلت ولا پروائی کی بنا پر ان خاص اعمال وافعال اور ان کے آداب کا علم نہیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائے ہیں۔ اس لئے ان کی برکات سے محروم رہتے ہیں۔

اور صرف اتنا ہی ہوتا تو زیادہ جرم نہ تھا۔ ہونے یہ لگا کہ لوگوں نے اپنی طرف سے بہت سی رسمیں گڑھ لیں جن میں بہت سی چیزیں خلاف شرع بھی ہیں۔ اس کے نتیجہ میں وہ ان مبارک راتوں اور دنوں میں عظیم ثواب حاصل کرنے کے بجائے اور گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

مبارک راتوں اور دنوں میں جس طرح نیک عمل کا ثواب بڑا ہے اسی طرح ان میں اگر کوئی گناہ کرے تو وہ گناہ بھی بڑا ہے۔

اس لئے علماء امت نے مہینہ کی خاص راتوں اور دنوں سے متعلق جو قرآن و حدیث میں فضائل اور احکام وارد ہوئے ہیں ان کو مستقل کتابوں کی صورت میں لکھ دیا ہے۔ جو ہر زمانہ ہر خطہ اور ہر زبان میں شائع ہوتی رہی ہیں۔

انہیں کتابوں میں سے ایک بہت اہم کتاب ماثبت بالسنۃ ہے۔ اس کے مصنف

معتبر اور بلند پایہ ہونے کی ضمانت ہے۔ اہلِ علم میں وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ اس کتاب میں اس معاملے کے متعلق وارد شدہ روایات حدیث کو جمع بھی کیا گیا ہے اور ان کے مستند یا غیر مستند ہونے کی تحقیق بھی کی گئی ہے اور مزید ضروری اور مفید معلومات کا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔ یہ کتاب عرصہ سے نایاب تھی۔ اب برخوردار عزیز مولوی محمد رضی سلمہ نے اس کا اصل متن عربی اور شروع میں اس کا اردو ترجمہ اپنے مکتبہ دارالاشاعت سے شائع کیا ہے [1]۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور دین و دنیا میں سب کے لئے نافع و مفید بنا دے۔

بندہ محمد شفیع

دارالعلوم۔ کراچی

۲۶۔ ذی القعدہ ۱۳۸۵ھ

[1] پہلے یہ کتاب لکھنؤ میں کئی بار چھپ کر مقبول عام ہو چکی ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ اب ہم اس کا عکسی ایڈیشن پیش کر رہے ہیں۔ فقط ناشر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

دیباچہ از مصنف

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔ جس نے متبرک اوقات کو حسنات و برکات کا مقام دیا نیز پرہیز گاروں اور عابدوں کے لئے سبب فخر وعزت قرار دیا۔ تا کہ شب وروز کے اوقات میں اپنی تجارتوں سے استفادہ کریں دُگنے صلے پائیں اور چند در چند مرادیں حاصل کریں نیز اچھے اعمال کے ذریعہ قبولیت دعا کے امیدوار بنیں۔ یاد رہے کہ جو کوئی مواقع تجارت سے استفادہ نہ کرے وہی نقصان اُٹھانے والا ہے اور حد سے تجاوز کرنے والا ہی سب سے زیادہ نقصان اُٹھاتا ہے۔ بیش در بیش درود وسلام ہو رسولوں کے سردار متقیوں کے امام حضرت محمد مصطفٰی صلّی اللہ علیہ والہٖ واصحابہٖ وسلّم پر جن کی تعلیمات واتباع سے علم وعمل حاصل ہوتے اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) ہی کے احسان وشفاعت سے دنیا وآخرت میں آرزوئیں وامیدیں پوری ہوتی ہیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ہی سب کے استاد، موجودات عالم کے امام وسربراہ علوم کی کان اور جودوسخا کے سرچشمہ ہیں۔

درود وسلام ہوں آپ پر آپ کے آل واصحاب پر اور ان تمام فرمانبرداروں پر جو راہ راست کے رہبر اور علوم دین کے حامل ہیں۔

بعد حمد وصلوٰۃ، اللہ تعالیٰ کا بندہ فقیر عبدالحق ابن سیف الدین دہلوی بخاری عرض پرداز ہے کہ رسول اکرم کی پیروی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ یقین کی دولت سے مالا مال کرے اور راہ راست پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

شب وروز کے اوراد ووظائف اور نماز روزہ کی تعداد میں، حضرات محدثین اور صاحبان طریقت کے باہمی اختلافات رونما ہیں۔

اگر چہ محدثین نے اہل طریقت کے قول پر عمل اور پیش کردہ دلائل پر تفصیلی بحث کی اور نہایت شدت سے ان کے دلائل کا انکار کیا اور اہل طریقت جو احادیث و اخبار پیش کرتے ہیں ان کو باطل قرار دیا ہے۔

قبل ازیں ہم نے ایک فارسی زبان کے رسالہ میں ان دونوں فریقوں کے درمیان اتحاد باہمی پر بحث کی اور دونوں کے راستوں کے درمیان ایک محفوظ راستہ اختیار کیا ہے اور اجمالی و تفصیلی بیانات دیئے ہیں۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی راست و صحیح کہتا ہے اور وہی رہبر راہ ہے۔

لیکن اب پھر ہم نے اس کتاب میں عنوانات کی تفصیل میں احادیث صحیح، حسن، ضعیف اور موضوع لکھی ہیں۔ کیونکہ احادیث کی یہ اقسام اور ان کی جانچ پڑتال انہی حضرات کے ہاتھ ہے۔

ساتھ ہی اس کتاب میں بلحاظ ضرورت لطیف تحقیقات اور فوائد تحریر کیے ہیں۔ خاص طور پر ماہ ربیع الاول میں سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کتاب میں ماہ محرم سے ابتداء کر کے ماہ ذی الحجہ پر اعمال کا اختتام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق دیتا ہے اور اسی کے قبضہ قدرت میں تکمیل کار ہے۔

میں نے اس کتاب کا نام "ماثبت بالسنة فی ایام السنة" سال بھر کے اعمال رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے کبھی اُونگھ اور نیند نہیں آتی اسے مقبول فرمائے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی

۹۹۹ھ

ماہِ مُحرّم

ماہ محرم کے فضائل اور عاشورہ کے روزہ کی فضیلت

جامع الاصول کی احادیث

اُم المومنین حضرت عائشہ ؓ کا بیان ہے کہ ماہِ رمضان کے روزے فرض ہونے سے پہلے عاشورہ کا روزہ رکھنے کا رواج تھا۔ لیکن جب ماہِ رمضان کے روزے فرض قرار دیئے گئے تو سرورِ عالم نے ارشاد فرمایا۔ عاشورہ کا روزہ جس کا جی چاہے رکھے اور جس کا جی نہ چاہے نہ رکھے۔

ایک روایت حضرت صدیقہ ؓ سے منسوب کر کے یہ بیان کی جاتی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے عاشورہ کا روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ (الحدیث)

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے منسوب ایک روایت یہ ہے کہ ماہِ رمضان کے روزے فرض ہونے سے پہلے لوگ عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے۔ مگر رمضان کے روزوں کی فرضیت کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عاشورہ کا روزہ جس کا جی چاہے رکھے اور جس کا جی چاہے چھوڑ دے۔

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے مروی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں قریش عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے اور رسول اکرم ﷺ بھی قبل نبوت یہ روزہ رکھا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں آپ ﷺ نے دسویں محرم کو روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا اور وہ یہ دن تھا جس میں خانہ کعبہ پر غلاف چڑھایا جاتا تھا۔ لیکن جب رمضان کے روزے فرض کیے گئے تو آپ ﷺ نے عاشورہ کا روزہ رکھنا ترک کر دیا اور دسویں محرم کا روزہ اختیاری ہے جس کا جی چاہے رکھے اور جس کا جی چاہے نہ رکھے۔

(مسلم و بخاری)

یہی حدیث امام مالک، ابوداؤد اور ترمذی نے بھی لکھ کر آخر میں تحریر کیا ہے کہ جب رمضان کے روزے فرض قرار دیئے گئے تو عاشورہ کا روزہ رکھنا یا نہ رکھنا فرض نہیں ہوسکتا۔

حضرت ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں لوگ عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ اور دوسرے مسلمانوں نے یہ روزہ قبل از فرضیت رمضان رکھا۔ لیکن رمضان کے روزے فرض ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ کے دنوں میں سے ماہِ محرم کا دسواں دن بھی ہے جس کا جی چاہے اس دن روزہ رکھے۔ (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کی زبانی یہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک دن دسویں محرم کا تذکرہ کیا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، عاشورہ وہ ہے جس میں لوگ بزمانۂ جاہلیت روزہ رکھتے تھے۔ اب جس کا جی چاہے رکھے اور جس کا جی نہ چاہے نہ رکھے۔ (بخاری و مسلم)

بخاری کی حدیث ہے کہ عاشورہ کا روزہ خود رسول اللہ ﷺ نے رکھا اور دوسروں کو اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ لیکن جب ماہ رمضان کے روزے فرض قرار دیئے گئے تو آپ ﷺ نے عاشورہ کا روزہ رکھنا ترک فرما دیا اور عبداللہ ابن عمرؓ اتفاق پڑنے پر عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے[1]۔ مسلم میں اس حدیث سے متعلق لکھا ہے کہ جس کو پسند ہو عاشورہ کا روزہ رکھے اور جو نا پسند کرے وہ نہ رکھے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کا بیان ہے کہ دسویں محرم کی یہودی بڑی تعظیم کرتے تھے اور اسے عید کا دن مانتے تھے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اے مسلمانو! تم روزہ رکھو۔

ایک روایت ہے کہ خیبر والے[2] عاشورہ کا روزہ رکھتے، اس دن عید مناتے، اپنی خواتین کو زیور اور اچھے لباس پہناتے، ان حالات کے پیشِ نظر رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اے مسلمانو! تم عاشورہ کے دن روزہ رکھو۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ تشریف لا کر یہودیوں کو عاشورہ کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا تو اُن سے دریافت فرمایا: "یہ کیا بات ہے"؟ ان یہودیوں نے جواباً کہا کہ یہ وہ اچھا دن ہے جس میں اللہ نے حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل کو ان کے دشمنوں سے چھٹکارا دلایا اور اس یوم نجات کے شکریہ میں حضرت موسیٰؑ نے روزہ رکھا۔ یہ جواب سُن کر آپ ﷺ نے فرمایا "تمہاری بہ نسبت حضرت موسیٰؑ کی پیروی کے ہم

---

1. چونکہ آپ ﷺ اکثر و بیشتر ایام میں روزہ دار رہتے تھے۔ آپ ﷺ کے روزوں کے دنوں میں اتفاقاً اگر عشرہ محرم کا دن آجاتا تو اسی دن بھی روزہ رکھ لیتے۔ (از مترجم ۱۲)

2. یہ خیبر والے یہودی تھے۔ (از مترجم ۱۲)

زیادہ مستحق ہیں"۔ پھر آپ ﷺ نے عاشورہ کا روزہ رکھ کر دوسرے مسلمانوں کو بھی اس دن روزہ رکھنے کے لئے فرمایا۔

ایک روایت ہے کہ خیبر کے باشندے یہودیوں سے جو مدینہ میں تھے رسول اکرم ﷺ نے دریافت کیا عاشورہ کے دن تم روزہ کیوں رکھتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا۔ یہ وہ بڑا دن ہے۔ جس میں اللہ نے حضرت موسیٰ اور ان کی قوم کو فرعون کے مظالم سے نجات دی، اسے اور اس کے گروہ کو دریا میں غرق کر دیا۔ اس پر حضرت موسیٰ نے اللہ کی شکر گزاری کے طور پر روزہ رکھا، اور یہ ماہ محرم کا دسواں دن تھا۔ اس لئے ہم اس عظمت کے پیش نظر اس دن روزہ رکھتے ہیں۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد)

حضرت جابر بن سمرۃؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ خود عاشورہ کا روزہ رکھتے ہم کو بھی اسی دن کا روزہ رکھنے کی رغبت دلاتے اور ہم سے قول وقرار لیتے تھے لیکن ماہ رمضان کے روزے فرض ہونے کے بعد آپ ﷺ نے ہمیں عاشورہ کا روزہ رکھنے کا کوئی حکم نہیں دیا اور ممانعت بھی نہیں فرمائی نیز ہم سے کوئی قول قرار نہیں لیا۔ (مسلم)

حضرت علقمہؓ کا بیان ہے کہ اشعث بن قیس، حضرت عبداللہؓ[1] کے پاس عاشورہ کے دن آئے۔ جو کھانا کھا رہے تھے۔ یہ دیکھ کر اشعث بن قیس نے کہا اے ابو عبدالرحمٰن! آج عاشورا کا دن ہے، اس پر حضرت عبداللہ نے جواباً کہا رمضان کے روزوں کی فرضیت سے پہلے عاشورا کا روزہ رسول اللہ ﷺ رکھا کرتے تھے، لیکن رمضان کے روزے فرض ہونے کے بعد آپ ﷺ نے عاشورہ کا روزہ رکھنا ترک فرما دیا۔ اگر تم روزہ دار نہیں ہو تو لو کھانا کھاؤ۔

(بخاری و مسلم)

سلمہ بن اکوعؓ کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک دن قبیلہ بنو اسلم کے ایک شخص سے فرمایا "جاؤ اعلان کر دو کہ جس نے سحری کھائی ہو یا نہ کھائی ہو وہ آج کے دن روزہ رکھے کیونکہ آج عاشور محرم ہے"۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اکرم نے قبیلہ بنو اسلم کے ایک آدمی سے فرمایا اپنی قوم میں اعلان کر دو یا لوگوں کو مطلع کر دو"۔ ان الفاظ کے ردو بدل میں خود راوی کو شک وشبہ ہے۔ (بخاری، مسلم، نسائی)

---

[1] ان حضرت عبداللہ کی کنیت ابو عبدالرحمٰن تھی ۱۲

نیز عبدالرحمٰن بن سلمہ نے یہی روایت کی ہے جو ابوداؤد میں ہے۔

حضرت ربیع بنت معوذؓ کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ان دیہاتی انصاریوں کے پاس جو مدینہ کے اطراف میں رہا کرتے عاشورہ محرم کی صبح میں کہلا بھیجا آج جس نے روزہ رکھا ہو تو وہ پورا کرے اور جس نے نہ رکھا ہو وہ روزہ داروں کی مانند پورا دن گذارے"۔ اس حکم کے بعد ہم سب خود روزہ رکھتیں اور چھوٹے بچوں کو بھی روزہ رکھواتیں تھیں۔ اور ہم عبادت وغیرہ کے لئے مسجد جاتی تھیں۔ اگر کوئی بچہ کھانے کے لئے روتا تو اسے بہلانے کے لئے وہ اونی گڑیا جو ہم خود بناتی تھیں اس بچہ کو دے دیتی تھیں، یہاں تک کہ افطار کا وقت آجاتا تھا۔ (بخاری و مسلم)

اسی طرح ایک اور روایت بھی ہے۔

قیس بن سعد بن عبادہؓ کا بیان ہے کہ عاشورہ کے دن ہم روزہ رکھتے اور نہ رکھنے کی صورت میں صدقہ فطر دیا کرتے، لیکن ماہ رمضان کے روزے فرض ہونے اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم الٰہی آنے کے بعد، رسول اللہ نے عاشورہ کا روزہ رکھنے یا ممانعت کا کوئی حکم صادر نہیں فرمایا اور ہم لوگ عاشورہ کا روزہ رکھتے رہے۔ (نسائی)

محمد بن صیفیؓ کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے عاشورہ کے دن لوگوں سے دریافت کیا کیا تم میں سے کسی نے آج کچھ کھایا ہے؟ انہوں نے عرض کیا ہم میں سے بعض روزہ دار ہیں اور بعض بے روزہ اس پر سرور عالم ﷺ نے فرمایا تم سب لوگ روزہ پورا کرو۔ اور گرد و نواح کے باشندوں کو مطلع کر دو کہ وہ باقی ماندہ دن یونہی پورا کریں۔

امام مالک نے لکھا ہے: مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضرت عمرؓ نے حارث بن ہشام کو کہلا بھیجا کہ کل عاشورہ کے دن تم روزہ رکھو اور اپنے متعلقین کو حکم دو کہ وہ بھی روزہ رکھیں۔ (موطا)

عبداللہ بن ابی یزید کا بیان ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے بارہا سنا ہے کہ ان سے لوگوں نے عاشورہ کے روزہ کی بابت پوچھا انہوں نے جواب دیا۔ "مجھے معلوم ہے کہ رسول اللہ نے عاشورہ کا روزہ رکھا اور عاشورہ کے دن کو دوسرے دنوں پر افضل و برتر قرار دیا ہے اور اسی طرح ماہ رمضان کو دوسرے مہینوں سے اعلیٰ و افضل فرمایا ہے۔

عبداللہ بن موسےٰ کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ عاشورہ کے روزہ کو دوسرے دنوں کے روزہ پر فضیلت دینے کی سعی فرماتے اور ماہ رمضان کو دوسرے مہینوں پر برتر قرار دیتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

ابو قتادہ ؓ کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا میرا گمان ہے کہ عاشورہ کا روزہ رکھنے کو اللہ تعالیٰ سال گذشتہ کے سیئات (جرائم خفیف) کا کفارہ بنا دیگا۔ (ترمذی)

ابن عباس ؓ نے رسول اکرم کا یہ ارشاد بھی بیان کیا کہ اگر میں سال آئندہ زندہ رہا تو نویں اور دسویں محرم کو روزہ رکھوں گا۔

نیز ابن عباس ؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے عاشوا کا روزہ رکھ کر دوسرے مسلمانوں کو بھی اس دن روزہ رکھنے کے لئے فرمایا جس پر میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ یہ وہ دن ہے جس کی یہودی مسیحی عزت کرتے اور اسے بڑا دن مانتے ہیں۔ اس پر ارشاد عالی ہوا آئندہ سال انشاء اللہ دسویں محرم کا بھی روزہ رکھوں گا مگر آئندہ سال کا ماہ محرم آنے سے پہلے ہی رسول اللہ ﷺ نے رحلت فرمائی۔ (ابوداؤد)

حکم بن اعرج کا بیان ہے کہ میں ابن عباس ؓ کی خدمت میں اس وقت پہنچا جب کہ وہ چادر لپیٹے چاہ زمزم سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ میں نے ان سے کہا عاشور کے روزہ کی معلومات بہم پہنچایئے۔ جواب دیا حرم کا چاند دیکھ کر پہلی محرم کو کھاؤ پیو اور نویں محرم روزہ رکھو، میں نے پوچھا کہ سرورِ کائنات کیا اسی طرح روزہ رکھتے تھے؟ جواب دیا ہاں اسی طرح۔

(مسلم و ابوداؤد)

رزین نے عطا کی زبانی بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن عباس ؓ کو فرماتے سنا ہے۔ "یہود کی مخالفت کرتے ہوئے نویں اور دسویں محرم کو روزہ رکھا کرو۔"

ام المومنین حضرت حفصہ ؓ کا بیان ہے کہ عاشورا، شوال کے دس دن اور ہر ماہ کے تین روزے اور نماز فجر سے پہلے کی دو رکعتیں یہ چار اعمال رسول اکرم ﷺ نے کبھی ترک نہیں فرمائے۔ (نسائی)

افضل نماز

حضرت ابو ہریرہ ؓ نے رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد بیان کیا ہے کہ ماہِ رمضان کے افضل ترین روزوں کے بعد ماہِ محرم میں عاشورا کا روزہ ہے۔ اور پنج وقتہ نمازوں کے بعد صلوٰۃ اللیل (نماز تہجد) افضل ہے۔ (ترمذی، نسائی)

افضل روزہ

ایک روایت ہے کہ راوی نے رسول اکرم ﷺ سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ ﷺ

فرض نمازوں کے بعد کون سی نماز افضل ہے؟ ارشاد عالی ہوا تہجد کی نماز۔ پھر پوچھا رمضان کے روزوں کے بعد کونسا روزہ افضل ہے؟ ارشاد گرامی ہوا ماہ محرم کا روزہ۔ (مسلم وابوداؤد)

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے مجھ سے پوچھا۔ ماہ رمضان کے بعد آپ کس ماہ میں مجھے روزہ رکھنے کا حکم دیتے ہیں؟ جواب دیا اس مسئلہ کو ایک شخص نے رسول اکرم ﷺ سے اس وقت دریافت کیا تھا جبکہ میں آپؐ کے پاس تھا۔ اس آدمی نے پوچھا تھا۔ یارسول اللہ (ﷺ)! ماہ رمضان کے روزوں کے بعد مجھے کس مہینہ میں روزے رکھنے کا حکم ہے؟ ارشاد عالی ہوا تھا ماہ رمضان کے روزوں کے بعد اگر تم روزے رکھنا چاہتے ہو تو ماہ محرم کے روزے رکھو کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا وہ مہینہ ہے جس کے ایک دن اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کی توبہ قبول کی اور اسی دن ایک دوسری قوم کی بھی توبہ قبول فرمائے گا۔ (ترمذی)

احادیث مذکورۂ بالا صحاح ستہ میں موجود اور جامع الاصول میں مرقوم ہیں۔

جامع کبیر کی احادیث

جامع کبیر وہ کتاب ہے جو ہمارے سردار و آقا عارفِ حق الشیخ علی متقی ؒ کی تالیف ہے اور اس کی مندرجہ احادیث کو ترتیب دے کر علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اپنی کتاب جمع الجوامع میں تحریر کیا ہے اگر چہ مذکورہ احادیث دوسری اسناد کے ساتھ مروی ہیں جن کے اعادہ کی چنداں اس لئے ضرورت نہیں کیونکہ وہ صحاح ستہ کی اسناد سے بیان کی گئی ہیں اور بخدا اگر ان احادیث کے الفاظ کچھ اور ہوتے جو جامع الاصول میں نہ ہوتے تو ہم لازمی طور پر ان کی اسناد قلمبند کر دیتے۔ جامع الاصول کی مندرجہ احادیث کے علاوہ دیگر احادیث یہ ہیں۔

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ سرور عالم ﷺ نے فرمایا ماہ رمضان کے روزوں کے بعد اگر روزے رکھنا چاہتے ہو تو محرم کا روزہ رکھو کیونکہ محرم اللہ کا وہ مہینہ ہے جس کے ایک دن اللہ نے ایک قوم کی توبہ قبول کی اور اسی دن اللہ تعالیٰ دوسری قوم کی توبہ قبول فرمائے گا۔ نیز سرورِ عالم ﷺ نے لوگوں کو رغبت دلائی کہ عاشورہ کے دن گناہوں سے رکے رہنے کے عہد کی تجدید کریں اور قبول توبہ کے خواہاں رہیں"۔ اس کے علاوہ عاشورا کے دن جو کوئی اللہ سے اپنے گناہوں کی مغفرت کا طلب گار ہوگا تو اللہ اس کی توبہ قبول فرمائے گا کیونکہ اسی دن پہلے زمانہ میں اللہ نے کچھ لوگوں کی توبہ قبول کی اور یہی وہ دن ہے جس میں آئندہ لوگوں کی توبہ کو درجہ قبولیت دے گا۔ (ترمذی)

حضرت ابن عباسؓ نے سرور عالم ﷺ کا یہ ارشاد بیان کیا ہے کہ یہودیوں کے خلاف تم نویں دسویں گیارھویں محرم کا روزہ رکھو۔ (امام احمد بن حنبل)

حضرت ابن عباسؓ کا یہ بھی بیان ہے کہ سرور عالم ﷺ نے فرمایا اگر میں زندہ رہا تو نویں اور دسویں محرم کا روزہ رکھنے کا حکم دوں گا۔ (شعب الایمان از امام بیہقی)

حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا زمانۂ ماضی کے باشندے عاشورہ کے دن عید مناتے تھے اس لئے اے مسلمانو! تم اس دن روزہ رکھو۔ (بزاز و دیلمی)

موضوع روایات

حضرت انسؓ کا بیان ہے جس نے ماہ محرم میں جمعرات جمعہ اور ہفتہ ان تین دن کا روزہ رکھا اس کے نام دو سال کی عبادت لکھی گئی۔

حضرت ابن عباسؓ نے رسول اکرمؐ کا ارشاد بیان کیا ہے۔ آئندہ سال ہم نویں محرم کا روزہ رکھیں گے۔

ابن عباسؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا اگر ہم زندہ رہے تو یہودیوں کے عمل کے خلاف نویں محرم کا بھی روزہ رکھیں گے۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے سرور عالمؐ کا یہ ارشاد بیان کیا کہ جس نے یوم زینت یعنی عاشورہ کے دن روزہ رکھا گویا اس نے سال بھر کے فوت شدہ روزے حاصل کر لئے۔

ابو شیخ نے اپنی کتاب "الثواب" میں رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد تحریر کیا ہے کہ عاشورہ کے دن حضرت نوحؑ کوہ جودی پر اپنی کشتی سے اترے اور اس دن روزہ رکھا اور اللہ کا شکر ادا کرنے کے لئے اپنے ساتھیوں کو بھی اس روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ نیز عاشورا کے دن ہی اللہ نے آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کی اور حضرت یونس علیہ السلام کے شہر والوں کی بھی اسی دن توبہ قبول فرمائی۔ اسی دن اسرائیل کے لئے سمندر کو چیر دیا گیا۔ اسی دن حضرت ابراہیم اور عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا عاشورہ کے دن جس نے اپنے اہل و عیال پر روزی وسیع رکھی تو انشاء اللہ تمام سال اس کے لئے فراخی رہے گی۔

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ تمام انسانوں کے سردار حضرت آدمؑ ہیں اور رسول اکرم ﷺ سید العرب ہیں۔ اور مشہور صحابی حضرت صہیبؓ روم کے سردار ہیں سرزمین فارس کے سردار

حضرت سلیمانؓ فارسی اور حبش کے سردار بلالؓ ہیں۔ پہاڑوں کا سردار طور سینا اور درختوں کا سردار درخت سدرۃ المنتہی ہے۔ مہینوں کا سردار ماہ محرم اور ایام (دنوں) کا سردار جمعہ ہے۔ اسی طرح کلام کا سردار قرآن کریم، اور قرآن کریم کا خلاصہ سورۂ بقرۂ سورۂ بقرہ کا مغز آیۃ الکرسی ہے۔ واضح رہے کہ آیۃ الکرسی میں پانچ خصوصی کلمات ہیں اور ہر کلمہ میں پچاس برکتیں ہیں۔ (مسند فردوس از دیلمی) اور حضرت سے یہ منسوبہ روایت ضعیف ہے۔

افضلیت و برتری

بندہ ضعیف[1] کا بیان ہے کہ افضلیت و برتری سے متعلق اکثر احادیث میں ہے کہ افضل ترین مہینہ ماہ رمضان ہے طبرانی نے حضرت ابن عباسؓ کی زبانی یہ روایت لکھی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا میں تم سب کو مطلع کرتا ہوں کہ فرشتوں میں افضل حضرت جبرئیل ہیں۔ دنوں میں برتر جمعہ کا دن ہے، مہینوں میں افضلیت ماہ رمضان کو حاصل ہے، برتر شب لیلۃ القدر ہے۔ اور خواتین میں حضرت مریم برتر ہیں۔

اے اللہ تو جانتا ہے کہ اس برتری افضلیت اور سرداری میں کافی فرق ہے۔ لوگو! اسے سمجھو اور غور وفکر کرو۔ اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق دیتا ہے۔

شیخ الفقہاء و محدثین شیخ شہاب الدین ابن حجر ہیثمی مصری مفتی مکہ معظمہ نے اپنی تالیف "صواعق محرقہ" میں عاشورا کے ضمن میں لکھا ہے لوگو! اچھی طرح سمجھ لو کہ عاشورا کے دن حضرت حسینؓ مصائب سے دوچار ہوئے اور آپ کی شہادت اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ کے مراتب و درجات کی رفعت کا ثبوت ہے۔ اس شہادت کے ذریعہ اہل بیت اطہار کے درجات بلند کرنا بھی اللہ کے پیش نظر تھا۔ اس لئے عاشورا کے دن جو شخص مصائب کا تذکرہ کرے تو اسے لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری میں انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے میں مشغول رہے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کے ثواب کا مستحق ہو سکے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

اولئک علیھم صلوٰۃ من ربھم ورحمۃ واولئک ھم المھتدون

(یہی وہ شخصیتیں ہیں جن پر منجانب پروردگار رحمت وکرم ہوتا ہے اور یہی ہدایت یافتہ ہیں) عاشورہ کے دن انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتے رہنے یا بڑی سے بڑی نیکی روزہ رکھنے کے علاوہ کسی اور کام میں مشغول نہ ہو۔

---

[1] مؤلف کتاب شیخ عبدالحق محدث دہلوی ۱۲

خبردار روافض کی بدعتوں میں مشغول نہ رہو۔ گریہ وزاری، آہ وبکا سینہ کوبی ماتم، غم والم کے ظاہری اظہار وغیرہ میں مصروف ومشغول نہ ہو۔ کیونکہ یہ مندرجہ بالا امور دراصل مسلمانوں کے اخلاق عالیہ سے کوئی واسطہ نہیں رکھتے۔

ماتم ونوحہ

اگر ماتم ونوحہ کی اجازت ہوتی تو رسول اکرم ﷺ کی رحلت کا دن نوحہ و ماتم کا زیادہ سزاوار اور مستحق آہ وبکا ہوتا۔ نیز خارجیوں سے احتراز کرو کیونکہ یہ اہل بیت سے تعصب کرتے ہیں۔ اور جاہلوں کی بدعتوں سے بھی علیحدہ رہو کیونکہ یہ تباہی کا بربادی سے، بدعت کا اسلام میں نئی رسموں سے اور بدی کا برائیوں سے مقابلہ کرتے ہیں۔ اور اس تقابل پر خوشی و مسرت کا اظہار کرتے ہیں۔ نیز دسویں محرم کو عید کا دن مانتے ہیں۔ اس دن زیب وزینت کرتے خضاب و سرمہ لگاتے، نئے کپڑے پہنتے، خوب خرچ کرتے، خلاف عادت متفرق کھانے اور کھچڑا وغیرہ پکواتے ہیں۔ اور یہ تمام کام ان کے اعتقاد کے مطابق قدیم دستور اور سنت ہوئے۔

حالانکہ ان تمام خرافات کو ترک کر دینا ہی سنت ہے اور مذکورہ بالا امور کی انجام دہی کے لئے قابل اعتماد روایت یا ثبوت نہیں پایا جاتا۔

بعض محدثین اور علماء سے عاشورا کے دن سرمہ لگانے، نہانے، مہندی لگانے کھچڑا پکانے نئے کپڑے زیب تن کرنے اور خوشی و مسرت کا اظہار کرنے کا مسئلہ پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا ان امور کی انجام دہی کے لئے رسول اکرم ﷺ کی کوئی حدیث نہیں۔ نیز کسی صحابیؓ سے کوئی روایت مروی نہیں۔ مسلمانوں کے کسی امام یا ائمہ اربعہ اور دوسرے امام نے ان امور کو مستحب اور پسندیدہ قرار نہیں دیا۔ حدیث کی کسی قابل اعتماد کتاب میں ان امور کی انجام دہی کے لئے کوئی صحیح یا ضعیف حدیث نہیں ہے۔

موضوع احادیث

بعض لوگ کہتے ہیں کہ عاشورا کے دن سرمہ لگانے سے سال بھر آنکھیں نہیں آتیں، عاشورا کے دن نہانے سے سال بھر بیماری نہیں آتی۔ اور عاشورا کے دن اپنے بال بچوں پر فراخی کرنے والے کو اللہ سال بھر وسعت وفراخی دیتا ہے۔ اور اسی طرح کی باتیں کہ اس دن کی نماز افضل و برتر ہے یا اس دن حضرت آدمؑ کی توبہ قبول ہوئی۔ حضرت نوحؑ کی کشتی اسی دن کوہ جودی پر ٹھہری، اسی دن حضرت ابراہیمؑ کو آتش نمرود سے نجات ملی اسی دن حضرت اسمٰعیلؑ کے

ذبح کے وقت آسمان سے دنبہ آکر فدیہ بنا، یا اسی دن حضرت یعقوب کے پاس حضرت یوسفؑ لوٹ کر آئے۔ یہ تمام تر احادیث موضوع اور خود ساختہ ہیں۔

رہی بال بچوں پر دل کھول کر خرچ کرنے سے سال بھر تک فراخی کی حدیث جس کے بعض راوی ثقہ نہیں ہیں۔

خارجی جاہلوں نے عاشورہ کے دن کو سرور وانبساط کا دن اس لئے بنالیا کیونکہ رافضیوں نے اسے ماتم کا دن مقرر کرلیا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ دونوں خطا کار وخاطی ہیں اور سنت نبوی کی مخالفت کرتے ہیں۔ یہ وہ عبارت ہے جسے حافظین حدیث نے بیان کیا ہے۔

حاکم نے صراحت کی ہے کہ عاشورہ کے دن سُرمہ لگانا بدعت ہے۔ اور لکھا ہے کہ ”عاشورہ کے دن پتھر کا سُرمہ لگانے سے مدت العمر کبھی آنکھیں نہیں آتیں“۔ یہ قول و روایت سراسر غلط اور تعجب خیز ہے

نیز امام ابن جوزی نے بھی اپنی کتاب موضوعات میں اس قسم کی روایت کو حاکم کی مستدرک کے فیصلہ کے موافق غلط و بے معنی ہی تحریر کیا ہے۔ علاوہ ازیں دیگر محدثین نے کئی طریقوں سے ان مہمل اقوال کو بے سروپا بیان کیا ہے۔

علامہ مجد الدین مؤلف القاموس[1] نے حاکم کے حوالہ سے لکھا ہے کہ روزہ کے سوائے دیگر اعمال مثلاً یومِ عاشورا کی فضیلت، اس دن دل کھول کر خرچ کرنا خضاب، تیل اور سرمہ لگانا اور کھچڑا پکانا وغیرہ یہ سب موضوع وخود ساختہ روایات ہیں اور افترا پردازی ہے۔

نیز امام ابن قیم نے صراحت سے تحریر کیا ہے کہ عاشورا کے دن سرمہ، تیل اور خوشبو لگانے کی روایات دراصل جھوٹوں کی وضع کردہ ہیں اور خاص کر عاشورا کے دن سرمہ لگانے کی روایت ان کی اپنی من گھڑت ہے اور اس کی اساس و بنیاد اس روایت کو بناتے ہیں کہ عاشورا کے دن لوگوں کو کھلانے پلانے سے رزق میں فراخی ہوتی ہے۔

حافظ الاسلام زین عراقی نے اپنی کتاب ”امالی“ میں امام بیہقی کی اسناد کے حوالہ سے رسول اکرم ﷺ سے منسوب یہ حدیث لکھی ہے کہ عاشورا کے دن جو شخص اپنے بال بچوں وغیرہ کو خوب کھلائے پلائے تو اللہ سال بھر تک اس کی روزی میں وسعت و کشادگی کر دیتا ہے۔

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھئے کتاب السعادۃ کے آخری اوراق۔ مؤلفہ علامہ مجد الدین۔

پھر اس حدیث کے خاتمہ پر تحریر کیا ہے کہ اس حدیث کی اسناد نرم وکمزور ہیں۔ تاہم ابن حبان کے نزدیک یہ حدیث حسن ہے اور حافظ ابوالفضل محمد بن ناصر نے دوسری اسناد کے تحت اس حدیث کو صحیح گردانا ہے حالانکہ اس کی اسناد کی اکثریت تعدادی سراسر غلط ہے۔

امام بیہقی نے کشادگی رزق کی حدیث کو ابن حبان کی رائے کے علاوہ بھی حدیث حسن لکھا ہے کیونکہ صحابہ ؓ کی زبانی مرفوعاً مروی ہے اور آخر میں لکھا ہے کہ کشادگی رزق کی حدیث کے راوی اگرچہ ضعیف ہیں لیکن اگر ان کو باہم یکجا کر لیا جائے تو ان میں قوت پیدا ہو جاتی ہے۔

کشادگی رزق کی روایت کے حدیث ہونے سے امام ابن تیمیہ نے انکار کیا ہے اور ان کا یہ انکار دراصل ان کا وہ وہم وشک ہے جو اُوپر تحریر کیا گیا ہے۔ نیز امام احمدؒ نے اس حدیث کو صحیح بالذات نہیں مانا ہے اور کسی چیز کو صحیح بالذات نہ ماننے سے اس کے حَسَن لغیرہ کی نفی لازم نہیں آتی۔ اور یہ وہ اصول ہے جسے علم فن حدیث میں حجت کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔

شیخ محمد سخاوی نے اپنی کتاب ''مقاصد حسنہ'' میں یہ حدیث لکھی ہے کہ عاشورہ کے دن جس نے پتھر کا سرمہ لگایا اس کی مدت العمر آنکھیں نہ آئیں گی، اس حدیث کو حاکم اور بیہقی نے شعب الایمان کی تیسویں فصل میں لکھا ہے نیز دیلمی نے حضرت جُبیر ؓ کی روایت کو ضحاک کے ذریعہ ابن عباس ؓ کی زبانی مرفوعاً تحریر کیا ہے۔ اس کے بعد حاکم نے لکھا ہے کہ حدیث صرف موضوع وخودساختہ ہی نہیں بلکہ منکر اور سراسر غلط ہے جیسا کہ اس کے موضوع ہونے کو ابن جوزی نے اپنی کتاب موضوعات میں قلمبند کیا ہے اور حضرت ابو ہریرہؓ سے اسی کی روایت اس لئے ضعیف وکمزور ہے کہ اس کا ایک راوی احمد بن منصور شونیزی بھی ہے۔ جو احادیث میں اپنی طرف سے الفاظ داخل کرتا ہے۔ ''جس نے عاشورہ کے دن اپنے بال بچوں وغیرہ کو خوب کھلایا پلایا اسے اللہ پورے سال بھر خوب وسعت وفراخی دے گا''۔ رسول اکرم ﷺ کی اس حدیث کو طبرانی نے فضائل اوقات اور بیہقی نے شعب الایمان میں تحریر کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ یہ حدیث ابوالشیخ نے حضرت ابن مسعودؓ کے حوالہ سے کی ہے۔

نیز فضائل اوقات میں یہ حدیث ابوسعید سے مروی ہونا تحریر ہے اور شعب الایمان میں اس حدیث کو ابوسعید ؓ، حضرت جابر ؓ اور حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہونا قلمبند کیا گیا ہے۔

اور اس حدیث کے آخر میں لکھا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن جب ایک کو دوسری حدیث سے ملائیں تو قوت کا فائدہ ہویدا ہوتا ہے۔

حافظ الاسلام زین عراقی نے اپنی کتاب امالی میں لکھا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ ؓ کی حدیث کے بعض راویوں کو حافظ ابن ناصر نے صحیح بتایا ہے۔

لیکن ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوعات میں شمار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مذکورہ بالا حدیث کا ایک راوی سلیمان بن ابی عبید اللہ ہے جو مجہول ہے۔ اور اس سلیمان راوی کو ابن حبان نے ثقہ قرار دے کر اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

نیز یہ حدیث ایک دوسری سند کے ساتھ حضرت جابر ؓ کے واسطہ سے مسلمان ہونے کی شرط پر عبد اللہ ابن عبد البر نے اپنی کتاب استیعاب میں درج کی ہے اور جس کی روایت ابن ابی زبیر کی زبانی تحریر کی ہے۔ اور یہ سند بہت زیادہ صحیح ہے۔

علاوہ ازیں یہی دار قطنی میں جید سند کے ساتھ حضرت عمر ؓ سے بطریقہ موقوف بیان کی گئی ہے۔ اور یہی حدیث بیہقی نے اپنے شعب الایمان میں محمد بن منتشر کی سند سے قلمبند کی ہے۔

اس نوبت پر میں (شیخ عبد الحق محدث دہلوی ؒ) کہتا ہوں کہ اس حدیث کی تصدیق کے بارے میں ہمارے استاد و شیخ نے بکثرت مواخذہ کیا ہے جس کا میں تذکرہ نہیں کرنا چاہتا۔

ابن جوزی نے اپنی موضوعات میں عقیلی کے قول کے بعد لکھا ہے کہ حضرت ابن مسعود ؓ کی حدیث میں ہصیم بن شداخ راوی بالکل مجہول ہے لیکن ابن حبان نے اسے ضعیف و ثقہ تحریر کیا ہے۔

شیخ وقت و عالم مدینہ منورہ امام حافظ الشیخ علی بن محمد بن عراقی نے اپنی کتاب "تنزیهه الشریعت فی احادیث الموضو عه" میں یہ حدیث لکھی ہے کہ جس نے یکم سے نویں محرم تک کا روزہ رکھا اس کے لئے اللہ نے فضا میں چار میل مربع ایک قبہ بنا دیا جس کے چار دروازے ہیں اس کے بعد لکھا ہے کہ یہ حدیث ابو نعیم نے حضرت انس ؓ کی زبانی بیان کی ہے۔ جس میں ایک راوی موسیٰ طویل بھی ہے اور موسیٰ طویل وہ آفت کا پر کالا ہے جو حدیث گھڑتا ہے۔

۱۔ یہ حدیث کہ جس نے عاشورہ کا روزہ رکھا اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ساٹھ سال کی عبادت لکھ دی جس میں نماز روزے بھی ہیں۔

۲۔ جس نے عاشورہ کا روزہ رکھا اسے اللہ تعالیٰ نے دس ہزار فرشتوں کی عبادت کا ثواب دیا۔

۳۔ جس نے عاشورہ کا روزہ رکھا اسے اللہ نے ہزار حاجیوں اور عمرہ کرنے والوں کا ثواب دیا۔

۴۔ عاشورہ کا روزہ رکھنے والے کو اللہ تعالیٰ دس ہزار شہیدوں کا ثواب دیتا ہے۔

۵۔ عاشورہ کا روزہ رکھنے والے کو اللہ سات آسمانوں کا ثواب عنایت کرتا ہے۔

۶۔ عشرہ محرم کے دن جس نے کسی بھوکے کو کھانا کھلایا تو گویا اس نے امّت محمدیہ کے تمام فقیروں کو کھانا کھلا کر شکم سیر کیا۔

۷۔ جس نے عاشورہ کے دن کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا تو اس کے ہر بال کے عوض ہاتھ پھیرنے والے کو جنت میں بلند مراتب دیئے جائیں گے۔

۸۔ عاشورہ کے دن اللہ نے زمینوں اور آسمانوں کو پیدا کیا۔

۹۔ اللہ نے عاشورہ کے دن لوح و قلم پیدا کیے۔

۱۰۔ عاشورہ کے دن اللہ نے جبرئیلؑ، فرشتوں، آدم، اور حضرت ابراہیمؑ کو پیدا کیا۔

۱۱۔ عاشورہ کے دن اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کو نارِ نمرود سے نجات دی۔

۱۲۔ عاشورہ کے دن ہی اللہ نے دنبہ کی صورت میں حضرت اسمٰعیلؑ کا فدیہ دیا۔

۱۳۔ عاشورہ کے دن فرعون کو اللہ نے دریائے نیل میں غرق کیا۔

۱۴۔ عاشورہ کے روز اللہ نے حضرت ادریسؑ کو رفیع الدرجات بنایا۔

۱۵۔ عاشورہ کے دن اللہ نے حضرت آدمؑ کی توبہ قبول کی۔

۱۶۔ عاشورہ کے دن اللہ نے حضرت داؤد کی بھول چوک معاف کی۔

۱۷۔ عاشورہ کے دن ہی اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھا۔

۱۸۔ عاشورہ کے دن ہی قیامت برپا ہوگی۔

یہ تمام مذکورہ بالا احادیث، موضوع اور خود ساختہ ہیں جنہیں ابن جوزی نے حضرت ابن عباسؓ کی زبانی تحریر کیا ہے اور لکھا ہے ان احادیث کے راویوں میں ایک راوی حبیب ابن

حبیب ہے جو آفت کا پرکالا ہے اور جھوٹی احادیث گھڑتا ہے۔

اس کے علاوہ یہ احادیث کہ اللہ نے بنی اسرائیل پر سال بھر میں عاشورہ کا روزہ فرض کیا۔ اس لئے اے لوگو ! اس دسویں محرم کے دن روزہ رکھو اور اس روز اپنے بال بچوں متعلقین کو خوب کھلاؤ پلاؤ کیونکہ جس نے اپنے مال وزر وغیرہ کے ذریعہ عاشورا کے دن اپنے متعلقین پر کشادگی کی تو اس پر اللہ تعالیٰ سال بھر تک کشادگی کرتا ہے۔ عاشورا کے دن روزہ رکھو کیونکہ یہی وہ دن ہے جس میں اللہ نے حضرت آدمؑ کی توبہ قبول کی۔

عاشورا ہی وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریسؑ کو بلند درجات عنایت کئے۔

اسی دن اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کو آتشِ نمرود سے نجات دی۔

اور یہی وہ دن ہے جس میں اللہ نے حضرت نوحؑ کی کشتی پر سے اُتارا۔

عاشورہ ہی وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ پر توراۃ نازل فرمائی۔

اسی روز اللہ نے حضرت اسمٰعیلؑ کو ذبح کرنے کے بجائے دنبہ فدیہ دیا۔

اسی دن اللہ نے حضرت یوسفؑ کو جیل سے چھٹکارا دلایا۔

اور اسی دن اللہ نے یعقوبؑ کو ان کی قوتِ بینائی واپس دی۔

اسی دن اللہ نے ایوبؑ سے بلائیں دور فرمائیں۔

یہی وہ دن ہے جس میں اللہ نے حضرت یونسؑ کو مچھلی کے پیٹ سے نکالا۔

اسی دن اللہ نے دریا کو چیر کر بنی اسرائیل کے لئے راستہ بنایا۔

اسی دن اللہ نے حضرت محمد الرسول اللہ ﷺ کے سب اگلے پچھلے گناہ معاف کئے۔

اسی دن حضرت موسیٰؑ نے دریائے نیل عبور کیا۔

یہی وہ دن ہے جس میں حضرت یونسؑ کی قوم کو توبہ کرنے کی توفیق ہوئی۔

اور جس نے عاشورا کا روزہ رکھا اس کے چالیس سال کے گناہوں کا کفارہ ہو گیا۔

یا یہ احادیث کہ سب سے پہلا دن عاشورہ کا دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے یومِ عاشورہ پیدا کیا۔

عاشورہ کا دن ہی وہ پہلا دن ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمان سے مینہ برسایا۔

جس نے عاشورہ کا روزہ رکھا تو گویا اس نے پورے زمانہ روزہ رکھا۔

دسویں محرم ہی وہ دن ہے جس میں تمام انبیاء اور حضرت موسیٰؑ نے روزہ رکھا۔

جس نے دسویں محرم کی رات کو شب بیداری کی تو گویا اس نے ساتوں آسمانی مخلوق کے مماثل عبادت کی۔

جس نے عاشورہ کے دن چار رکعات اس طرح پڑھیں کہ ہر رکعت میں سورۃ الحمد ایک مرتبہ سورۂ اخلاص پچاس مرتبہ تلاوت کی تو اللہ نے اس کے ماضی و مستقبل کے پچاس پچاس سالہ گناہ معاف کردیئے اور ملاء اعلیٰ (بلندترین مقام اقتدار) میں اس کے لئے ایک ہزار نوری منبر بنا دیئے۔

عاشورا کے دن جس نے ایک گھونٹ شربت پلایا تو گویا اس نے ایک لحہ کے لئے بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کی۔

عاشورہ کے دن جس نے اہلِ بیت کے مسکینوں کو پیٹ بھر کھلایا تو وہ پل صراط پر سے بجلی کی چمک کی طرح گزر جائے گا۔

عاشورہ کے دن جس نے کچھ بھی خیرات کی تو گویا سال بھر اس نے کئی سائل کو اپنے در سے واپس نہیں کیا۔

عاشورہ کے دن جس نے غسل کیا تو وہ مرض موت کے سوائے کبھی بیمار نہ ہوگا۔

عاشورہ کے دن جس نے سرمہ لگایا تو پورے سال اس کی آنکھیں نہیں آئیں گی۔

عاشورہ کے دن جس نے کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا تو گویا اس نے دنیا جہاں کے تمام یتیموں کے ساتھ بھلائی کی۔

عاشورہ کے دن جس نے کسی کی عیادت کی تو گویا اس نے تمام اولاد آدمؑ کے مریضوں کی عیادت کی۔

مذکورہ بالا احادیث کو ابن جوزی نے موضوعات میں لکھا ہے اور آخر میں تحریر کیا ہے کہ ان احادیث کے بیان کرنے والے راویوں کے نام درست ہیں اور یہ بذاتِ خود ثقہ ہیں۔ ان حالات کے پیشِ نظر یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ بعض متاخرین نے خود ساختہ احادیث مرتب کر کے ان ثقہ راویوں کی اسناد سے منسوب کر دی ہیں۔



شہادتِ حسینؓ

سیدنا امام الشہداء، سعادت آثار سبط رسول اللہ ﷺ امام وقت ابوعبداللہ الحسینؓ سے متعلق احادیث واقوال۔

حضرت علیؓ نے رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد بیان کیا ہے، جبریلؑ نے مجھے اطلاع دی ہے کہ حسینؓ دریائے فرات کے ساحل پر شہید کئے جائیں گے۔ (ابن سعد)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد بیان کیا ہے کہ میرے بعد میرا بیٹا حسینؓ سرزمین "طف" میں شہید کیا جائے گا۔ جبریلؑ رسول اللہ ﷺ کے پاس اس کی تربت کی یہ مٹی لائے تھے جہاں انہیں دفن کیا جائے گا۔

(ملاحظہ ہو ابن سعد اور علامہ طبرانی کی کبیر)

اُم فضل بنت حارث نے رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد بیان کیا ہے کہ میری امت کے لوگ عنقریب میرے اس بیٹے حسینؓ کو شہید کریں گے اور ان کی تربت کی سرخ مٹی جبریلؑ میرے پاس لائے۔ (ابوداؤد اور حاکم کی مستدرک)

حضرت اُم سلمہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جبریلؑ نے مجھے اطلاع دی ہے کہ میرا یہ بیٹا حسینؓ سرزمین فرات میں شہید کیا جائے گا تو میں نے جبریلؑ سے کہا جس سرزمین پر وہ قتل کیا جائے گا وہاں کی مٹی لا کر مجھے دکھاؤ۔ چنانچہ وہ مٹی لائے اور کہا ملاحظہ فرمایئے یہ ان کی شہادت گاہ کی مٹی ہے۔ (ابن سعد)

ایک روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ میرا بیٹا حسین سرزمین عراق کے مقام کربلا میں شہید کیا جائے گا، لہٰذا اس وقت جو کوئی موجود ہو وہ ان (حسینؓ) کی مدد کرے۔

(اس روایت کو علامہ بغوی، ابن سکن، ماوردی، ابن مندہ اور ابن عساکر نے انس بن حارث بن منبہ راوی کے ذریعہ تحریر کیا ہے)۔

امام بغوی نے لکھا ہے کہ یہ روایت صرف انس بن حارثؓ کی زبانی سُنی گئی اور ان کے سوائے کسی دوسرے نے یہ روایت بیان نہیں کی۔

ابن سکن کا بیان ہے کہ انس بن حارث ؓ نے اسناد کے ساتھ صرف یہی روایت بیان کی ہے۔ اور اس روایت کے علاوہ انس بن حارث سے کوئی دوسری روایت مروی نہیں ہے۔

یہ روایت کہ جبریلؑ نے مجھے اطلاع دی ہے کہ میرا بیٹا حسین ؓ شہید کیا جائے گا اور اس کے مقتل کی یہ مٹی ہے ،اس روایت کو علامہ خلیل نے بھی اپنی ''ارشاد'' میں تحریر کیا ہے۔

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ اور اُم سلمہ ؓ سے ہم زبان مروی ہے ایک دن ہمارے گھر میں جبریلؑ موجود تھے انہوں نے رسول اکرم ﷺ سے کہا کیا حسین ؓ کو آپ چاہتے ہیں؟ رسالت مآب نے فرمایا ہاں دنیا میں انہیں چاہتا ہوں۔ اس پر جبریلؑ نے کہا آپ ﷺ کی اُمت میدانِ کربلا میں انہیں عنقریب شہید کرے گی ،پھر مقتل کی مٹی لائے اور ہم دونوں نے وہ مٹی دیکھی۔ (طبرانی کی کبیر)

اُم المومنین حضرت اُم سلمہ ؓ سے روایت کی گئی کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جبریلؑ نے مجھے اطلاع دی کہ میرے ابن فرزند حسین ؓ کو میرے بعض اُمتی شہید کریں گے اور قاتلین پر اللہ کا شدید غضب نازل ہوگا۔ (ابن عساکر)

ام المومنین حضرت ام سلمہ سے مروی ہے کہ جبریلؑ نے قتل گاہِ حسین ؓ کی مٹی لا کر مجھے دکھائی اور حسین ؓ کا خون بہانے والے پر اللہ کا شدید غضب نازل ہوگا۔ اس کے بعد سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا ،اے عائشہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، مجھے بے حد حزن وملال ہے کہ میری امت میں کون ایسا ہوگا جو میرے بعد حسین کو شہید کرے گا۔ (ابن سعد)

ام المومنین حضرت عائشہ ؓ سے رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد مروی ہے۔ جبریلؑ نے آکر مجھے بتایا کہ میری امت کے چند افراد میرے بیٹے حسین ؓ کو شہید کریں گے، اور میرے مطالبہ جبریلؑ نے ان کی تربت کی سرخ مٹی لا کر مجھے دکھائی۔ (طبرانی کی کبیر)

حضرت زینب بنت جحش ؓ سے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد مروی ہے، اللہ نے بذریعہ وحی مجھے بتایا کہ حضرت یحییٰ بن زکریاؑ کے قتل کے عوض ہم نے ستر ہزار لوگوں کو قتل کرایا۔ پیغمبر ﷺ کے نواسہ کے قتل کے بدلے ستر ہزار ضرب ستر ہزار قتل کراؤں گا۔

(حاکم کی مستدرک)

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ پہلے سے میرے پاس جبریلؑ کھڑے تھے، پھر کہا دریائے فرات کے ساحل پر حسینؓ قتل کئے جائیں گے، اگر آپﷺ کہیں تو میں ان کی تربت کی آپﷺ کو مٹی سونگھاؤں؟ میں نے کہا سونگھائیے اور پر انہوں نے اپنا ہاتھ پھیلایا اور مٹھی بھر مٹی لاکر میرے حوالہ کی اس نوبت پر میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

حضرت علیؓ، ابی امامہؓ، انس اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حوالہ سے مندرجہ بالا روایت احمد، ابوالعلی، ابن سعد اور طبرانی نے لکھی ہے۔

علاوہ ازیں ابن عساکر نے ام المومنین اُم سلمہ، اُم فضل بنت حارث زوجہ عباسؓ کے حوالہ سے اور ابن سعدؒ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے وسیلہ سے اور ابوالعلی نے ام المومنین حضرت زینب کے ذریعہ یہ روایات قلمبند کی ہیں، گویا میں وہ چتکبرا کتا دیکھ رہا ہوں جو میرے اہلِ بیت کا خون پی رہا ہے۔ (ابن عساکر)

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرمﷺ نے فرمایا اے عائشہؓ! تعجب خیز خبر یہ ہے کہ میرے پاس ابھی ابھی وہ فرشتہ آیا جو پہلے کبھی نہیں آیا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ میرے اس بیٹے کو قتل کیا جائے گا۔ اور اگر آپﷺ فرمائیں تو میں ان کی تربت کی مٹی دکھا دوں اتنا کہہ کر اس نے اپنا ہاتھ پھیلایا اور سرخ مٹی لاکر مجھے دکھائی۔ (طبرانی کی کبیر)

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ قاتل وملعون یزید کو اللہ برکت نہ دے کیونکہ اس نے میرے پیارے بیٹے حسینؓ کے ساتھ بغاوت کی اور انہیں شہید کرایا۔ حسینؓ کی تربت کی مٹی میرے پاس لائی گئی اور مجھے ان قاتلوں کو بھی دکھایا گیا اور جتایا گیا کہ جن کے روبرو حسینؓ قتل کئے جائیں گے وہ ان کی مدد نہ کریں گے اور اسی سبب سے اللہ نے ان پر ایک عام عذاب مسلط کر دیا ہے۔ (ابن عساکر)

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت حسینؓ ۶۰ھ کی ابتداء میں قتل کئے جائیں گے۔ اس روایت کو طبرانی نے اپنی کبیر میں تحریر کیا اور خطیب وابن عساکر نے حضرت اُم سلمہؓ سے مروی لکھا ہے جس کا ایک راوی سعد بن ظریف متروک ہے۔ ابن حبان نے لکھا ہے کہ سعد بن ظریف وہ شخص ہے جو خود ساختہ حدیثیں بیان کرتا ہے۔ اس روایت کو ابن جوزی نے موضوعات میں تحریر کیا ہے۔

یہ روایت کہ حضرت حسین ؓ اس وقت مقتول ہوں گے جب کہ قنبران پر چھا جائے گا۔ طبرانی نے اپنی کبیر میں اسے بیان کیا ہے کہ اس کا راوی سعد بن ظریف ہے جو باغی و باطل پرست ہے۔

حسین ؓ کو قتل کیا جائے گا ان کی تربت کی مٹی دکھائی گئی اور ان کے قاتل کا پتہ بتایا گیا۔ اس روایت کو معاذ کے ذریعہ بھی لکھا گیا ہے۔

جامع الاصول میں ترمذی کی حدیث ایک انصاری خاتون سلمیٰ کی زبانی یہ لکھی ہے کہ میں اُم المومنین حضرت سلمہ ؓ کی خدمت میں ایک دن حاضر ہوئی اور وہ گریہ زاری کر رہی تھیں۔ میں نے کہا آپ کیوں رو رہی ہیں؟ فرمایا میں نے ابھی خواب میں رسول اللہ ﷺ کو روتے ہوئے دیکھا ہے۔ آپ کی ڈاڑھی اور سر کے بال گرد آلود تھے۔ یہ دیکھ کر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کیوں رو رہے ہیں؟ ارشاد عالی ہوا میں نے ابھی ابھی حسین ؓ کو قتل ہوتے دیکھا ہے۔

اور یہی حدیث بخاری و ترمذی میں حضرت انس ؓ کی زبانی یوں تحریر ہے کہ گورنر کوفہ عبید اللہ بن زیاد کے پاس حسین کا سر لا کر ایک طشت میں رکھا گیا۔ عبید اللہ بن زیاد نے سر حسین ؓ کو ایک لکڑی سے چھیڑا اور ان کی کچھ تعریف کی تو میں (انس ؓ) نے کہا۔ بخدا یہ رسول اکرم ﷺ سے بہت مشابہ ہیں اور اس وقت سر حسین وسمہ کے خضاب سے رنگین تھا۔

نیز ایک روایت حضرت انس ؓ کی زبانی یہ ہے کہ عبید اللہ بن زیاد گورنر کوفہ کے پاس میں بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت حسین ؓ کا سر مبارک لایا گیا جن کی ناک میں عبید اللہ بن زیاد ایک لکڑی کرنے لگا۔ اور کہنے لگا میں نے ایسا خوبرو کسی کو نہیں دیکھا۔ تو میں (انس ؓ) نے کہا بخدا یہ رسول اللہ ﷺ سے بہت مشابہ ہیں۔ (ترمذی)

عمارۃ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ عبید اللہ بن زیاد گورنر کوفہ اور اس کے ساتھیوں کا سر کاٹ کر مسجد میں لایا گیا[1]۔ جہاں لوگوں کا ہجوم تھا۔ میں (عمارۃ) بھی اس بھیڑ میں سے گھس کر مسجد میں پہنچ گیا۔ اور اس ہجوم نے کہا وہ آیا وہ آیا یعنی ایک سانپ تھا جو مقتولوں کے سروں میں گھستا ہوا عبید اللہ کے سر کے پاس اور اس کی ناک میں گھس کر تھوڑی دیر بیٹھا رہا اور پھر نکل کر آنکھوں میں غائب ہو گیا۔

---

[1] عبید اللہ بن زیاد گورنر کوفہ کا سر کاٹ کر پہلے کوفہ کے قصر امارہ میں مختار بن عبید کے آگے رکھا گیا اور پھر اس ظالم مختار کے حکم سے مسجد بھیجا گیا تا کہ لوگ حاکم وقت مختار سے خوف زدہ رہیں۔ ۱۲

اس کے بعد لوگوں نے پھر شور مچایا وہ آیا وہ آیا۔ اور اس سانپ نے دو یا تین مرتبہ پہلے کی طرح عمل کیا۔ (ترمذی)

علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب تاریخ الخلفاء اور امام بیہقی نے اپنی کتاب دلائل میں حضرت ابن عباس ؓ کی زبانی لکھا ہے کہ میں (ابن عباس ؓ) نے رسول اکرم ﷺ کو ٹھیک دوپہر کے وقت اس حالت میں دیکھا کہ آپ ﷺ کے بال پراگندہ و غبار آلود ہیں۔ اور آپ ﷺ کے دست مبارک میں ایک شیشی ہے۔ جس میں خون ہے۔ یہ دیکھ کر میں (ابن عباس ؓ) نے کہا میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان یا رسول اللہ یہ کیا چیز ہے؟ ارشاد فرمایا یہ حسین ؓ اور ان کے ساتھیوں کا خون ہے جو آج اب تک جمع کرتا رہا ہوں۔ جب لوگوں نے اس خواب کے دن کا حساب لگایا تو وہ شہادت حسین کا دن نکلا۔[1]

جنات کی نوحہ خوانی

ابو نعیم نے دلائل میں اُم المومنین حضرت اُم سلمہ ؓ کی زبانی تحریر کیا ہے کہ حسین ؓ پر جنات کو گریہ وزاری اور نوحہ کرتے میں نے خود سُنا ہے۔

ثعلبی نے اپنی امالی میں ابن حبان کلبی کی زبانی لکھا ہے کہ میں نے کربلا میں پہنچ کر ایک شریف عزت دار آدمی سے کہا۔ میں نے سُنا ہے کہ آپ لوگ جنات کے نوحے سُنتے ہیں؟ اس نے جواباً کہا آپ جس سے مل کر پوچھیں گے وہ یہی کہے گا کہ میں نے خود سُنے ہیں۔ اس پر میں نے ان صاحب سے کہا اچھا بتایئے وہ کیا نوحہ پڑھتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا میں نے جنات کو یہ نوحہ پڑھتے سُنا ہے۔

رسولِ اکرم نے حسین ؓ کی پیشانی پر دست مبارک پھیرا تو ان کے رخساروں سے روشنی چمکنے لگی۔

حسین ؓ کے والدین قریش کے بزرگ ترین تھے۔ اور ان کے نانا ﷺ بہترین صفات کے نانا ﷺ تھے۔

یزید رخنہ انداز

ابو یعلی نے ایک ضعیف روایت کے ساتھ ابو عبیدہ ؓ کی زبانی لکھا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا میری اُمت کے معاملات ہمیشہ حق و انصاف کے ساتھ تصفیہ پذیر ہوں گے۔

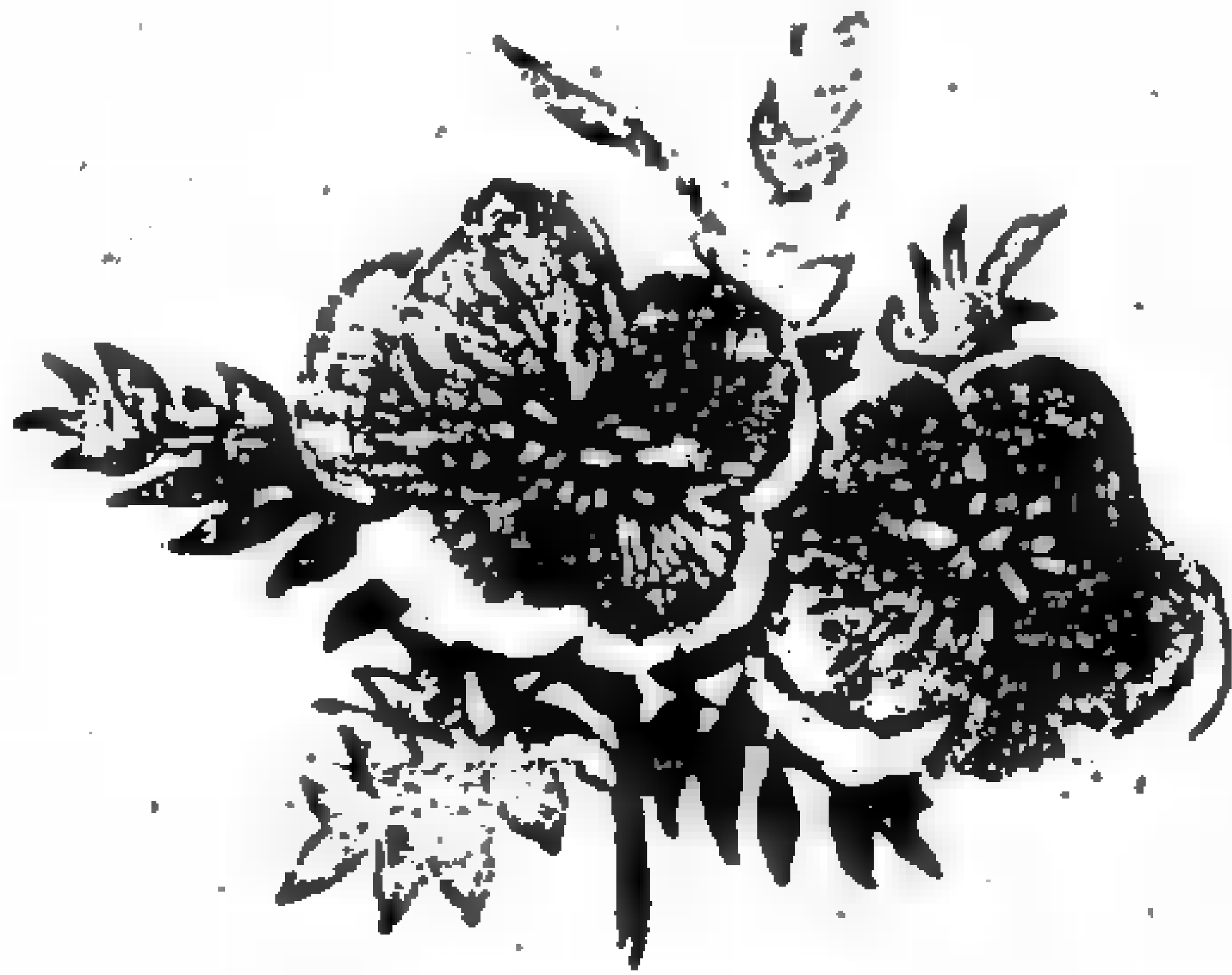
---

[1] تاریخ الخلفاء۔ ۱۲

مگر خاندان بنو اُمیہ میں سے یزید ہی وہ پہلا شخص ہوگا جو معاملات اُمت میں رخنہ اندازی کرے گا۔

رویانی نے اپنی مسند میں ابوالدرداء ؓ کی زبانی لکھا ہے کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ اُموی خاندان کا یزید ہی وہ پہلا شخص ہوگا جو میری سنتوں میں ردوبدل کرے گا۔

نوفل بن فرات کا بیان ہے کہ عمر بن عبدالعزیز ؒ کے پاس میں بیٹھا ہوا تھا اتنے میں کسی نے یزید بن معاویہ کا تذکرہ کرتے ہوئے امیرالمومنین یزید بن معاویہ کہا۔ اس پر خلیفۂ وقت عمر بن عبدالعزیز ؒ نے کہا اے شخص تو نے یزید کو امیرالمومنین کہا یہ تیرا جرم ہے۔ پھر اس شخص کو بیس (۲۰) کوڑے لگوائے۔



امام حسنؓ اور حضرت امیر معاویہؓ
کی مصالحت

امام المسلمین حضرت حسنؓ ابن علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ بن ابی سفیان کی مکروفریب سے بالکل علیحدگی اور باہمی میل ملاپ

۴۱ھ میں حضرت امیر معاویہؓ نے خروج فرمایا۔ امام حسنؓ سامنے آئے اور بحق امیر معاویہؓ حق خلافت سے دستبرداری اختیار کی۔ اسی وجہ سے اس سال کو عام الجماعۃ (سنہ اجماع) کہتے ہیں۔ کیونکہ یہی وہ سال ہے جس میں تمام اُمت نے صرف ایک شخص کو اپنا خلیفہ تسلیم کیا۔ اسی سال یعنی ۴۱ھ میں حضرت امیر معاویہؓ نے مروان بن حکم کو مدینہ کا گورنر مقرر کیا۔

۴۳ھ میں حضرت امیر معاویہؓ نے مملکت رے وغیرہ اور علاقہ بجستان کے بعض شہر نیز سوڈان کے اطراف کے خطے فتح کئے۔

اسی سال یعنی ۴۳ھ میں امیر معاویہؓ نے زیاد بن اُمیہ اپنا نائب بنایا اور یہی وہ پہلا عمل ہے جس کے ذریعہ احکامات رسالت مآب ﷺ کی خلاف ورزی کی گئی۔

(ثعالبی وغیرہ)

قرارداد خلافت یزید

۵۰ھ میں امیر معاویہؓ نے شامیوں کو بلایا کہ ان کے بعد ان کے بیٹے یزید کی خلافت ماننے کے لئے اس کی ولی عہدی پر بیعت کریں۔

امیر معاویہ کا یہ پہلا عمل تھا جو انہوں نے اپنی صحت کی حالت میں اپنے بیٹے یزید کی ولی عہدی کے لئے لوگوں سے بیعت لی۔ اور یزید کو ولی عہد بنایا۔ اس کے بعد مروان بن حکم گورنر مدینہ کو فرمان بھیجا کہ باشندگان مدینہ سے بھی یزید کی ولی عہدی کی بیعت لی جائے۔ چنانچہ مروان نے مدینہ میں خطبہ دیتے ہوئے کہا۔ امیر المومنین امیر معاویہؓ کا

منشاء ہے کہ وہ اپنے فرزند یزید کو ولی عہد خلافت مقرر کریں۔ جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق رض حضرت عمر رض کے عہد خلافت میں نامزدگی کا طریقہ رائج تھا۔ یہ سن کر حضرت عبدالرحمٰن ابن ابو بکر صدیق کھڑے ہوئے اور کہا ان بزرگوں کی نامزدگی خلافت کا طریقہ نہ کہو بلکہ قیصر و کسریٰ کا طریقہ کہو۔ بزرگوار حضرت ابو بکر صدیق رض اور حضرت عمر رض میں سے کسی ایک نے بھی اپنی اولاد کو ولی عہد خلافت مقرر نہیں فرمایا اور اپنے خاندان والے کو بھی ولی عہد یا نامزد خلافت نہیں فرمایا۔

امیر معاویہ رض کی مدینہ آمد

۵۱ھ میں امیر معاویہ رض نے حج کیا اور اپنے بیٹے یزید کی ولی عہدی کے لئے دوسرے لوگوں کے ساتھ حضرت عبداللہ ابنِ عمر رض کو بلوایا اور ان سے کہا۔ اے ابن عمر رض آپ ہم سے کہا کرتے تھے "مجھے اس شب تار میں بھی سونا پسند نہیں جبکہ ہم پر کوئی امیر نہ ہو"۔ اب مسلمانوں میں فساد انگیز اور ان کی لاٹھی کے دو ٹکڑے کرنے سے تم کو محفوظ دیکھنا چاہتا ہوں۔ اس پر حضرت عبداللہ ابن عمر رض کھڑے ہوئے اور حمد و صلوٰۃ کے بعد کہا تم سے پہلے بھی خلفاء ہوئے ہیں اور ان کے بھی فرزند تھے اور تمہارا بیٹا ان کے فرزندوں سے بہتر نہیں۔ ان خلفائے راشدین نے اپنے بیٹوں کے لئے وہ امر ناپسند کیا جو تم اپنے بیٹے کے لئے کرنا چاہتے ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے خلیفہ کا انتخاب عام مسلمانوں پر چھوڑا اور ہر دور کے مسلمانوں نے اپنے حقِ خود اختیاری کے پیشِ نظر اپنے لئے خلیفہ کا انتخاب کیا۔ اب بحالت موجودہ آپ مجھے ڈرا رہے ہیں کہ میں مسلمانوں کی متحدہ قوت کے دو ٹکڑے نہ کروں۔ بخدا میں مسلمانوں میں انتشار کرنے والا نہیں ہوں۔ میں اُمت مسلمہ کا ایک فرد ہوں۔ جب پوری اُمت کسی پر اجماع کرلے گی تو میں بھی ان کو مان لوں گا۔ یہ سن کر امیر معاویہ رض نے کہا۔ اللہ آپ پر رحمتیں نازل کرے۔ حضرت عبداللہ ابنِ عمر رض واپس چلے گئے۔

پھر امیر معاویہ رض نے عبدالرحمٰن ابنِ ابو بکر صدیق رض کو بلوا کر پہلے کی طرح ان سے بھی کہا۔ دورانِ حکم میں حضرت عبدالرحمٰن نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ آپ کو گمان ہو گیا ہے کہ آپ کے بیٹے یزید کی ولی عہدی کے متعلق ہم لوگوں نے آپ کو اپنا وکیل و مختار عام بنالیا ہے۔ بخدا آپ کا یہ گمان بالکل باطل ہے۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ تمام مسلمان مجلسِ شوریٰ میں کسی بات پر متفق ہوجائیں۔ ورنہ میں بتائے دیتا ہوں کہ تفرقہ اندازی کا بار

آپ کے کندھوں پر رہے گا۔ اتنا کہہ کر حضرت عبدالرحمٰن جانے کے لئے بیٹھ گئے تو امیر معاویہؓ نے کہا۔ اے اللہ میری مدد کر۔ اور یزید کی ولی عہدی وخلافت کے نتائج سے میری ذات کو محفوظ رکھ۔ پھر عبدالرحمٰن سے کہا۔ اے جانے والے۔ یہاں سے شامیوں کے پاس اپنا تخیل نہ جانے دیجئے ۔ مجھے خوف ہے کہ میرے اس معاملہ میں آپ سبقت کر بیٹھیں گے۔ مجھے صرف اتنی مہلت دیجئے کہ میں سب کو مطلع کردوں کہ آپ نے بیعت کرلی ہے۔ پھر حسب دلخواہ جو چاہے کر لیجئے گا۔

اس کے بعد امیر معاویہؓ نے عبداللہ ابنِ زبیرؓ کو بلوا کر کہا۔ اے ابن زبیرؓ! تم اس تیز لومڑی کی مانند ہو جو ایک بل سے نکل کر دوسری میں گھس جاتی ہے۔ میرا یقین ہے کہ ابو بکرؓ وعمرؓ کے فرزندوں سے تم مل چکے ہو اور ان کے کان میں تم نے کچھ پھونک دیا ہے اور ان دونوں کو ان کی ذاتی رائے کے خلاف کسی اور کے حق میں رائے دہی پر آمادہ کردیا ہے۔ یہ سُن کر عبداللہ ابن زبیرؓ نے کہا۔ آپ اگر تخت شاہی سے بیزار ہو گئے ہیں تو بصد شوق استعفیٰ دیجئے اور اس کے بعد اپنے صاحبزادے کو کھڑا کیجئے تاکہ ہم اس کی بیعت کرسکیں تو فرمایئے کہ ہم کس کی سُنیں اور کس کا کہا مانیں۔ کیونکہ دو خلیفہ موجود ہیں گے۔ اور واضح رہے کہ وقت واحد میں دو خلیفہ نہیں ہوسکتے۔ یہ کہہ کے عبداللہ ابن زبیرؓ چلے گئے۔ اس کے بعد امیر معاویہؓ نے منبر پر چڑھ کر حمد وثناء کے بعد کہا۔ میں نے کجرو اشخاص کی یہ باتیں سنی ہیں کہ ابن ابو بکرؓ، ابن عمرؓ اور ابن زبیرؓ کسی قیمت پر یزید کی خلافت کی بیعت نہیں کریں گے حالانکہ ان حضرات نے برضا ورغبت یزید کی بیعت کرلی ہے۔ یہ سن کر شامیوں نے کہا ہم اس وقت ہرگز ہرگز یہ تسلیم نہیں کریں گے البتہ اس وقت مان لیں گے جب وہ ہم سب کی موجودگی میں بیعت یزید کا علی الاعلان اقرار کریں ۔ بصورت دیگر ہم ان کے سر قلم کردیں گے۔ اس پر امیر معاویہؓ نے کہا سبحان اللہ! استغفر اللہ قریش کی شان میں اس قدر جلد بازی اور یہ شرارت۔ یاد رکھو آج کے بعد تم میں سے کسی کی زبان سے آئندہ ایسی گستاخ باتیں نہ سنوں۔ اس کے بعد منبر سے اُتر گئے۔

لوگوں نے باہم کہنا شروع کیا کہ ابن ابو بکرؓ، ابن عمرؓ اور ابن زبیرؓ نے بیعت کرلی حالانکہ یہ ہر سہ حضرات قسمیہ کہتے رہے ہیں کہ ہم میں سے کسی نے بھی یزید کی بیعت نہیں کی ہے اور کیفیت یہ کہ لوگ ہاں اور نہیں یعنی مثبت ومنفی اقوال زبان پر لاتے رہے۔ اور امیر معاویہؓ مدینہ سے روانہ ہوکر مملکت شام واپس چلے گئے۔

دیگر آراء

حضرت حسن بصری کا بیان ہے لوگوں میں فتنہ وفساد کی آگ سلگانے والے صرف دو آدمی ہیں۔ جن میں سے ایک عمرو بن عاص ہیں جنہوں نے امیر معاویہ کو نیزوں پر قرآن کریم اُٹھانے کا مشورہ دیا اور قرآن کریم نیزوں پر اُٹھائے گئے [1]۔ اور ابن قراء کا قول ہے کہ خارجیوں کو انہوں نے ہی ثالث بنایا تھا اور یہ وہ ثالث تھے جن کا چرچا قیامت تک رہے گا۔

فسادیوں میں سے دوسرے شخص مغیرہ بن شعبہ ہیں جو کہ امیر معاویہ کے گورنر تھے جن کے نام امیر معاویہ کا یہ فرمان پہنچا تھا کہ اس کے حکم نامہ کی وصولیابی اور خواندگی کے بعد تم خود کو معزول سمجھو اور کوفہ سے فوراً ہمارے دربار میں حاضری دو۔ لیکن مغیرہ نے حکم میں تعویق کی اور بہ تعویق دربار میں پہنچنے پر امیر معاویہ نے تعویق کا سبب پوچھا تو جواب دیا کہ ایک معاملہ پیش تھا۔ جسے سلجھانے اور مفید طلب بنانے کی وجہ سے دیر ہو گئی۔ امیر معاویہ نے پوچھا کہ کیا معاملہ تھا بتاؤ۔ مغیرہ نے جواب دیا، آپ کے بعد یزید کی بیعت کے لئے زمین ہموار کر رہا تھا۔ دریافت کیا کہ آیا تم نے یہ پورا کر لیا؟ جواب دیا۔ جی ہاں۔ یہ سُن کر امیر معاویہ نے کہا اچھا اپنی گورنری پر واپس جاؤ اور حسب سابق فرائض انجام دو۔ یہاں سے لوٹ کر مغیرہ جب اپنے احباب کے پاس پہنچا تو انہوں نے پوچھا بتاؤ، کیسی رہی؟ مغیرہ نے کہا میں نے معاویہ کے پاؤں اس ناواقفیت کے رکاب میں رکھ دیئے ہیں جس میں قیامت تک وہ گرفتار رہیں گے۔

ابن سیرین کا بیان ہے کہ عمر بن حزام نے بصورت قاصد نمائندہ امیر معاویہ سے کہا۔ اللہ سے لو لگائے رہو۔ تم اُمت محمدیہ ﷺ پر کیسے شخص کو خلیفہ بنا رہے ہو؟

امیر معاویہ نے جواب دیا۔ آپ کی نصیحت سر آنکھوں پر۔ البتہ میری ذاتی رائے یہ ہے کہ منصب خلافت کے لئے ان کے بیٹوں اور میرے بیٹے کے سوا کوئی اور نظر نہیں آتا اور میرا بیٹا زیادہ مستحق ہے۔

عطیہ بن قیس کا بیان ہے کہ امیر معاویہ نے دوران خطبہ میں کہا۔ اے اللہ میں نے یزید کو اس کی قابلیت کے پیش نظر ولی عہد خلافت مقرر کیا ہے۔ تو میری یہ تدبیر پوری کر اور یزید کی امداد فرما اور اگر وہ نااہل خلافت ہو اور میں نے محض محبت پدری کے تحت یہ کام کیا ہو تو،

تخت ولایتِ خلافت پر قدم رکھنے سے پہلے ہی اس کو موت کی آغوش میں سُلا دے۔

حضرت حسینؓ مدینہ سے مکہ

حقیقت حال یہ ہے کہ بد بخت وسرکش یزید ۲۵ھ یا ۲۶ھ میں پیدا ہوا۔ جسے ان کے والد نے لوگوں کی ناپسندیدگی کے باوجود ولی عہد خلافت مقرر کیا۔ امیر معاویہؓ نے ماہِ رجب ۶۰ھ میں وفات پائی تو سب سے پہلے شامیوں نے یزید کے ہاتھ پر بیعت کی۔ پھر یزید نے اپنا ایک قاصد مدینہ روانہ کیا تا کہ باشندگان مدینہ سے بیعت لے۔ لیکن حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ نے بیعت سے انکار کیا اور راتوں رات مدینہ سے جانب مکہ روانہ ہو گئے۔

عبداللہ ابن زبیرؓ نے یزید کی نہ بیعت کی اور نہ خود ہی اپنے لئے کوئی خواہش کی البتہ حضرت حسین کی کیفیت یہ تھی کہ امیر معاویہؓ کے دور خلافت ہی میں کوفیوں نے آپ کو خطوط لکھے اور امیر معاویہؓ پر چڑھائی کے لئے بلایا تھا۔ جس پر آپ ہمیشہ انکار کرتے رہے۔ لیکن اب جبکہ یزید کی بیعت ہونے لگی تو اس زمانہ میں آپ کبھی غم زدہ ومتفکر ہوتے۔ گاہے اپنے قیام کا خیال کرتے اور گاہے کوفہ کی جانب روانگی کا ارادہ کرتے۔ اس عالم تذبذب میں حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ نے آپ کو کوفہ جانے کا مشورہ دیا۔ اور حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے آپ کو کوفہ جانے سے منع فرمایا۔ عبداللہ ابن عمرؓ نے کہا آپ مدینہ چھوڑ کر نہ جائیے۔ اللہ نے رسول اکرمؐ کو اختیار دیا تھا کہ دنیا وآخرت میں سے جسکو چاہئیے پسند فرمایئے لیکن رسالت مآب نے آخرت کو پسند فرمایا۔ چونکہ آپ بھی سرور عالمؐ کے جگر گوشہ ہیں اس لئے دنیا آپ کو بھی نہ ملے گی۔ اتنا کہہ کر حضرت حسینؓ سے عبداللہ ابن عمرؓ گلے مل کر روئے اور انہیں الوداع کہا۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ اکثر کہا کرتے تھے مدینہ سے روانگی سے حضرت حسینؓ نے بہت زیادہ عجلت سے کام لیا۔ اور میری جان کی قسم انہوں نے اپنے والد بزرگوار اور بڑے بھائی کے ساتھ کوفیوں کی بے وفائیوں سے عبرت نہ لی۔

نیز حضرت جابر بن عبداللہ، ابوسعید خدری، اور ابو واقد لیثی وغیرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سب ہی حضرت حسینؓ کو کوفہ جانے سے روکتے رہے مگر آپ نے کسی کی نہ سنی اور عراق کی جانب روانگی کا عزم مصمم کر لیا۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے تو یہاں تک کہا اے حسینؓ بخدا میرا گمان ہے کہ اپنے بیٹیوں اور خواتین کی موجودگی میں آپ اسی طرح شہید کر دیئے جائیں گے جیسے حضرت عثمان ابن عفان شہید کر دیئے گئے۔ جب حضرت حسینؓ نے ابن عباسؓ کی

بات نہ مانی تو انہوں نے روتے ہوئے کہا آپ نے عبداللہ ابن زبیر کا مشورہ قبول کر لیا۔ اور عبداللہ ابن زبیرؓ کو دیکھ کر کہا حسینؓ تمہارے مشورہ پر عمل کر رہے ہیں اور تم کو چھوڑ کر سرزمین حجاز تمہارے لئے چھوڑے جا رہے ہیں۔ پھر یہ اشعار پڑھے۔

ترجمہ : "اے کلغی دار پرندا موجودہ سبزہ زار ہی نہیں بلکہ فضا تیرے لئے خالی ہے اس میں تو شوق سے انڈے دے، بچے نکال اور جہاں سے چاہے غذا حاصل کر خوش ہو جا کیونکہ آج تیرا شکاری تیرے ہی سامنے سرنگوں ہے"۔

کوفہ کو کوچ

عراقیوں نے متعدد خطوط اور قاصد حضرت حسینؓ کے پاس بلاوے کے بھیجے جس کے نتیجہ میں حضرت حسینؓ بتاریخ ۱۰۔ ذی الحجہ ۶۰ھ مردوں اور عورتوں کو ساتھ لئے عراق کی جانب روانہ ہوئے۔ دوسری جانب یزید نے عراق کے گورنر عبیداللہ بن زیاد کو حکم بھیجا کہ وہ آپ سے نبرد آزمائی کرے چنانچہ اس نے چار ہزار فوجیوں کا لشکر عمر بن سعد کی سرکردگی میں حضرت حسینؓ سے جنگ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ اس نوبت پر عراقیوں کوفیوں نے اپنی قدیم عادت کے موافق حضرت حسینؓ کو بے یار و مددگار چھوڑ کر آپ سے بے وفائی کی۔ اور اسی طرح دغا دی جیسی کہ آپ کے والد بزرگوار کو دھوکہ دیا تھا۔

شہادت حسینؓ

یزیدی ہتھیار بند فوج نے جب حضرت حسینؓ کو راستہ ہی میں گھیر لیا تو آپ نے صلح کی درخواست کی اور کہا یا تو مکہ واپس جانے دو یا یزید کے پاس جانے دو تا کہ خود بذاتہ اس کے ہاتھ پر بیعت کریں لیکن ان فوجیوں نے آپ کی بات نہ مانی اور کہا ہمیں آپ سے جنگ کرنے کا حکم ہے تا کہ آپ کو ٹھنڈا کر دیں۔ غرضیکہ میدان جنگ میں آپؓ کو شہید کر دیا آپ کا سر مبارک ایک طشت میں رکھ کر عبیداللہ ابن زیاد گورنر عراق کے سامنے لایا گیا۔ آپ کے قاتل، ابن زیاد اور یزید ان سب پر اللہ کی لعنت ہو۔

آپ کی شہادت میدان کربلا میں ہوئی اور یہ گسل سانحہ اتنا زیادہ طویل ہے جس کے تذکرہ کی دل کو سکت نہیں ۔ اناللہ وانا الیہ راجعون ۔

شہادت حسینؓ کے اثرات

حضرت حسینؓ کے ساتھ اہل بیت کے سولہ مرد شہید ہوئے شہادت حسینؓ کے ہنگامہ کے وقت دنیا میں سات دن تک اتنا اندھیرا رہا کہ دیواروں پر دھوپ کا رنگ ہلکا زرد معلوم

دیتا۔ اور سات دن تک ستارے ٹوٹتے رہے آپ کی شہادت ۱۰ محرم ۶۱ھ کے دن سورج کو گہن لگا۔ آپ کی شہادت کے بعد چھ ماہ تک آسمان کے کنارے سرخ رہے اور پھر یہ سرخی اُفق رفتہ رفتہ کم ہوتی گئی۔

اُفق آسمان پر جو سرخی اب موجود ہے یہ شہادت حسینؓ سے پہلے قطعاً نہ تھی۔

بعض لوگوں کا بیان ہے کہ شہادت حسینؓ کے دن شہر بیت المقدس میں جو پتھر الٹا جاتا ہے اس کے نیچے تازہ خون دکھائی دیتا۔

عراقی کوفی فوج میں جس قدر زرد رنگ رنگنے والی گھاس تھی وہ سب مٹی ہوگئی یعنی وہ رنگنے کے قابل نہ رہی۔

عراقی فوج جب کھانے کے لئے کوئی اونٹ ذبح کرتی تو اس کے گوشت میں آگ نظر آتی۔ اور جب اس گوشت کو پکاتے تو وہ کڑوا ہو جاتا۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت حسینؓ کی شان میں کچھ سخت سُست باتیں کہیں تو بحکم الٰہی آسمان سے ایک ستارہ ٹوٹا جس سے اس کی آنکھیں جاتی رہیں۔

ثعلبی کی تحریر ہے کہ عبدالملک بن عمر لیثی کی زبانی مختلف راویوں نے روایتیں بیان کیں ہیں۔ عبدالملک کا بیان ہے کہ میں نے عبیداللہ بن زیاد کے روبرو سر حسین ایک ڈھال پر رکھے دیکھا پھر اسی گورنر ہاؤس میں عبیداللہ بن زیاد کا سر ایک ڈھال پر مختار بن عبید کے آگے پڑا دیکھا۔ اور کوفہ کے اسی قصر الامارۃ میں مختار کا سر مصعب بن عمیر کے دربار میں دیکھا۔ اور اسی گورنر ہاؤس میں مصعب بن عمیر کا سر عبدالملک کے روبرو پڑا دیکھ کر جب پورا واقعہ اپنے وقت کے گورنر عبدالملک سے بیان کیا تو اس نے اس قصر کو منحوس سمجھ کر چھوڑ دیا۔

یزید کی مسرت و شرمندگی

حضرت حسینؓ اور ان کے خاندان کے افراد جب شہید ہو گئے تو ابن زیاد نے ان کے سر یزید کے پاس بھیجے اور سروں کو دیکھ کر یزید پہلے تو ان کی شہادت سے خوش ہوا لیکن جب دوسرے مسلمان ان بزرگوں کے قتل پر ملامت کرنے لگے تو شرمندہ ہوا۔ لوگ عام طور پر یزید سے بغض و عداوت رکھتے تھے اور لوگوں کا یزید کو بُرا کہنا حق بجانب ہے۔

یزید کا مکہ مدینہ پر حملہ

۶۳ھ میں یزید کو اطلاع دی گئی کہ باشندگانِ مدینہ نے چڑھائی کا ارادہ کیا اور اس کی بیعت فسخ کر دی ہے تو یزید نے ایک زبردست فوج روانہ کر کے افسر فوج کو حکم دیا کہ مدینہ والوں سے نبرد آزمائی کی جائے۔ اور اسی کے ساتھ ایک فوج مکہ معظمہ بھیجی تاکہ حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ سے معرکہ آرا ہو کے انہیں قتل کر دے۔ یزیدی فوج جو مدینہ منورہ آئی تھی اس نے باب طیبہ میں معرکہ حرّہ قائم کیا اور مدینہ والوں کو دردناک تکلیفیں پہنچائیں۔ لوگو! تمہیں کیا معلوم معرکہ حرّہ کیا چیز ہے۔ سنو! معرکہ حرّہ دردناک تکلیف دینے والی جنگ وہ عظیم سانحہ ہے جس کے بیان کی دل میں قوت نہیں اور کوئی کان اس کے سننے کی طاقت بھی نہیں رکھتا معرکہ حرّہ اس سانحہ عظیم کو حضرت حسن بصریؒ نے اس طرح بیان کیا کہ بخدا یزیدی فوج کی اس دردناک تکالیف دینے والی جنگ میں اکثر صحابہ شہید کئے گئے اور ہزارہا کنواریوں کی عصمت دری کی گئی اور مدینہ کو لوٹا گیا۔ انا لِلّٰہ وانا الیہ راجعون۔

یزید پر لعنت

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے جس نے مدینہ والوں کو خوف زدہ کیا اللہ اس کو خوف زدہ رکھے گا۔ ایسے شخص پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ (مسلم)

باشندگانِ مدینہ نے یزید کی بیعت اس لئے فسخ کی کہ یزید کے گناہ و جرائم حد سے تجاوز کر گئے تھے۔

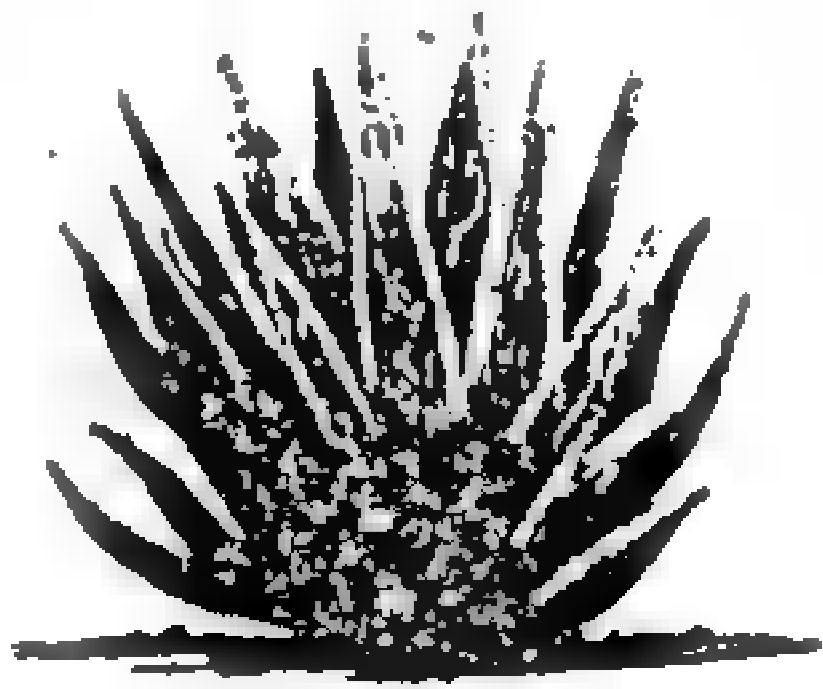
علامہ واقدی نے کئی طریقوں سے عبداللہ بن حنظلہ غسیل کی زبانی لکھا ہے قسم بخدا ہم یزید پر چڑھائی نہ کرتے لیکن اس کے حالات اور مختلف جرائم کے سبب ہم خوفزدہ تھے کہ کہیں ہم پر آسمان سے پتھر کی بارش نہ ہو۔ یزید کے زمانے میں اس کے مقرب لوگ اپنی بیٹیوں اور بہنوں اور باپ کی بیویوں سے شادی کرنے لگے تھے یزید خود شراب نوشی کرتا اور تارکِ نماز تھا۔

علامہ ذہبی کا بیان ہے کہ یزید نے باشندگان مدینہ کے ساتھ جو سختیاں کیں وہ کیں لیکن اس کے باوجود وہ شراب خور اور ممنوعہ اعمال کا مرتکب تھا۔ اسی سبب سے لوگ اس سے ناراض ہوئے اور اس پر سب نے متفقہ طور پر چڑھائی ارادہ کیا۔ اللہ یزید کو غارت کرے اس نے فوج حرّہ مکہ معظمہ میں صرف حضرت ابن زبیر سے جنگ کرنے کے لئے روانہ کی۔ اس

نوبت پر مقررہ سردار فوج مر گیا تو یزید نے دوسرا سردار فوج مقرر کیا جس نے مکہ میں گھس کر حضرت زبیر کا محاصرہ کیا اور ان کے قتل کے لئے منجنیق اور کرین کے ذریعہ خوب سنگباری کی اور اس طرح ماہ صفر ۶۴ھ میں آگ کے شعلوں سے خانۂ کعبہ کا غلاف خاکستر کیا اور خانۂ کعبہ کی چھت بھی جلا ڈالی اور مینڈھے کے وہ سینگ جو حضرت اسمٰعیلؑ ذبیح اللہ کے فدیہ کے خانہ کعبہ میں رکھے ہوئے تھے وہ بھی جلا ڈالے۔

ہلاکت یزید

۱۴۔۱۵ ربیع الاول ۶۴ھ میں اللہ نے یزید کو ہلاک کیا اور اس کے مرنے کی خبر دم کے دم میں عام ہوگئی۔



ماہِ صفر

ماہِ صفر میں نحوست اور بدفالی لینے کی متعدد احادیث اور جامع الاصول کی احادیث کا مفہوم

حضرت جابرؓ کا بیان ہے میں نے رسالت مآب ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ ماہِ صفر میں بیماری، نحوست اور بھوت پریت وغیرہ کا کوئی نزول نہیں ہوتا۔ (مسلم)

ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا بیماری، نحوست اور شیطان وغیرہ کا کوئی اثر نہیں ہوتا یہ سن کر ایک دیہاتی نے کہا ریت کے میدان کا وہ اونٹ جو ہرن کی طرح تیز ہے یہ خارشی اُونٹ دوسرے اُونٹوں میں گھس کر ان میں خارش پیدا کر دیتا ہے یہ کیا چیز ہے؟ ارشاد عالی ہوا یہ تو بتاؤ کہ پہلے والے اُونٹ کو خارش کیسے ہوئی ؟ (بخاری، مسلم اور ابوداؤد)

بخاری میں تحریر ہے کہ ماہِ صفر میں بیماری، بدشگونی، شیطانی گرفت اور نحوست کے اثرات کوئی چیز نہیں ہیں۔

مسلم میں لکھا ہے کہ بیماری، شیطانی گرفت، ستاروں کی گردش اور نحوست کا ماہِ صفر سے کوئی تعلق نہیں۔ اور مسلم کی دوسری حدیث میں ہے کہ بھوت پریت کا بھی کوئی اثر نہیں ہوتا۔

ابن عطیہ نے رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد بیان کیا کہ بیماری، شیطانی گرفت اور نحوست دوسروں پر اثر انداز نہیں ہوتی اور یاد رہے کہ بیمار اونٹ کبھی تندرست اونٹوں میں نہ جانے پائے۔ صحابہؓ نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ یہ کیوں؟ ارشاد عالی ہوا کہ بیمار اونٹ دوسروں کی تکلیف کا سبب بن جاتا ہے۔ (مؤطا از امام مالکؒ)

جامع کبیر میں یہ حدیث درج ہے کہ بیماری، بدشگونی، شیطانی گرفت، نحوست کوئی چیز نہیں اور جذامی سے اس طرح بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔ (مسند از امام احمد و بخاری)

ابو ہریرہؓ کا بیان ہے ایک کی بیماری دوسرے کو نہیں لگتی۔ اور بتاؤ کہ پہلے والے کو خارش کیسے ہوئی؟ بیماری کی چھوت اور بدشگونی کوئی چیز نہیں۔ اللہ نے ہر جاندار کو پیدا کر کے اس طرح کی زندگی، رزق اور مشکلات لکھ دی ہیں۔ (مسند از امام احمد و جامع از امام ترمذی)

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ بیماری، شگون، شیطانی گرفت، نحوست، بھوت پریت کے اثرات کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ (امام احمد و مسلم)

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ بیماری، نحوست اور شیطانی گرفت اثر انداز نہیں ہوتے۔

امام احمد، بیہقی اور ابوداؤد میں ابوہریرہؓ کی زبانی بھی یہی حدیث مروی ہے۔

امام احمد و مسلم نے سائب بن یزید سے راویت کی ہے کہ شگون، نحوست کسی شخص پر اثر انداز نہیں ہوتے۔ اور کسی بیمار کی بیماری کسی تندرست کو بیماری کا شکار نہیں بناتی۔ یہ حدیث قاضی محمد ابن عبدالباقی انصاری نے اپنی کتاب "جزء من الحدیث" میں اپنے شیوخ کے توسط سے لکھی ہے۔

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ شگون، تکلیف وایذا، چھوت کسی پر اثر انداز نہیں ہوتے ، نیز کوئی مہینہ کبھی ساٹھ دن کا نہیں ہوتا اور جو کوئی اللہ کی ذمہ داری کے قبول کرنے سے عہد شکنی کرے تو جنت کی خوشبو اسے ہرگز میسّر نہ ہوگی۔ (معجم کبیر از طبرانی) اور یہ روایت ابن عساکر نے عبدالرحمٰن بن ابی عمیر مزنی کی زبانی بھی بیان کی ہے۔

طبرانی نے ابوامامۃ کے یہ الفاظ لکھے ہیں کہ بیماری، شگون، تکلیف وایذاء، ہی کسی انسان کے قابو میں نہیں۔ اور دو مہینے کبھی تیس دن کے نہیں ہوتے۔ اور جس نے اللہ کی ذمہ داری قبول کرنے سے عہد شکنی کی تو اسے جنت کی خوشبو میسر نہ ہوگی۔ چھوت، بھوت پریت، شیطانی گرفت اور شگون کوئی حیثیت وقدر و قیمت نہیں رکھتے۔ واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار کو پیدا کر کے اس کی زندگی موت، مشکلات وروزی خود تحریر کردی ہے۔ (امام احمد و خطیب)

ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ چھوت، بدفالی، شیطانی گرفت اور شگون کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور بتاؤ پہلے شخص کو کس کی بیماری لگی؟ (امام احمد و ابن ماجہ)

طبرانی نے اپنی معجم کبیر میں حضرت ابن عباس کی زبانی تحریر کیا ہے کہ چھوت کی بیماری، بدفالی، شیطانی گرفت اور شگون کوئی حیثیت نہیں رکھتے، بیمار اونٹ کبھی تندرست اونٹوں میں نہ جانے پائے اور تندرست اونٹ جہاں چاہے آمد و رفت کرے۔ اس پر لوگوں نے کہا بیمار اونٹ کا تذکرہ کیوں کیا گیا؟ فرمایا اس لئے کہ اس سے تکلیف میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

علامہ بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ ؓ کی زبانی لکھا ہے کہ چھوت شیطانی گرفت اور شگون کوئی چیز نہیں، البتہ جذامی سے اسی طرح خوف زدہ رہو جیسے شیر ببر سے ڈرتے ہو، چھوت، شیطانی گرفت، بھوت پریت اور شگون کوئی اثر انداز چیز نہیں۔ یہ روایت ابن جریرؒ نے حضرت ابو ہریرہ ؓ کی زبانی تحریر کی ہے۔

ثعلبہ بن یزید حمانی نے حضرت علیؓ کی زبانی بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو فرماتے خود سنا ہے کہ شگون و شیطانی گرفت کوئی چیز نہیں اور کسی تندرست کو کسی بیمار کی بیماری نہیں لگتی۔ یہ سن کر میں (ثعلبہ) نے کہا اے علیؓ کیا یہ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے کانوں سنا ہے۔ جواب دیا ہاں میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے اور اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ (ابن جریر نے اس روایت کو بیان کر کے اس کی صحت تسلیم کی ہے)

صفر کے معانی

احادیث تذکرہ بالا میں لفظ ''صفر'' کا استعمال کیا گیا جس کے تشریحی معنی اور مفہوم درج ذیل ہیں۔

ابن کثیر نے اپنی کتاب نہایہ میں لکھا ہے کہ اہلِ عرب کے نزدیک ''صفر'' کے معنی پیٹ کے اندر کے سانپ کے ہیں جو انسان کو بھوک کی حالت میں ڈستا اور ستاتا ہے اور مرض متعدی کہلاتا ہے، حالانکہ اسلام نے اسے باطل قرار دیا ہے۔

کرمانی نے شرح بخاری میں تحریر کیا ہے کہ لفظ صفر جس میں ص اور ف دونوں پر زبر ہے اس کے معنی پیٹ میں سانپ کے ہیں اور لوگوں کا گمان ہے کہ یہ خارش سے بھی زیادہ متعدی مرض ہے۔

طیبی کی شرح مشکوۃ میں ہے ''لوگوں کا گمان ہے کہ صَفَرْ سانپ ہے جو انسان کو بھوک لگنے پر کاٹتا ہے اور بھوک کے وقت بھوک کی جو تکلیف ہوتی ہے وہ اس کے ڈسنے سے پیدا ہوتی ہے''۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ مشہور مہینہ ہے جو محرم اور ربیع الاول کے درمیان میں آتا ہے اور ان لوگوں کا گمان ہے کہ اس ماہ میں بکثرت مصیبتیں و آفتیں نازل ہوتی ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ماہِ صفر میں شریعت اسلامیہ نے نزول آفات کا انکار کیا ہے۔

نہایہ میں ہے کہ بعض لوگوں کے نزدیک صفر سے مراد ''نسیئ'' ہے یعنی ماہ محرم کے ایام کو بڑھا کر صفر کا مہینہ اس میں شامل کر لینا اور ماہِ صفر کو ماہِ محرم ٹھہرا کر اسے ایک معزز مہینہ بنا لینا۔

امام نووی نے شرح مسلم میں تحریر کیا ہے کہ صفر کے معنی پیٹ کے ان کیڑوں کے ہیں جو دواب (کدو دانے) وغیرہ کی طرح بھوک کے وقت اچھلتے کودتے ہیں۔اور بعض اوقات یہ کیڑے موت کا سبب بن جاتے ہیں۔

جمہور اس امر پر متفق ہیں کہ لفظ دوابّ جس میں بغیر نقطہ والی دال اور آخر میں ایک نقطہ والی ب ہے یہی صحیح ہے۔اور بعض کے نزدیک یہ لفظ ذوات ہے جس میں پہلا حرف ایک نقطہ والی ذال اور آخری حرف دو نقطہ والی ت ہے۔لیکن لفظ دواب ہی چند وجوہ سے صحیح[1] ہے۔

نہایہ میں یہ بھی تحریر ہے کہ اللہ کی راہ میں بھوکے رہنے کے سبب زرد رو ہو جانا سرخ اُونٹوں کے حاصل ہونے سے زیادہ بہتر ہے نیز صفران کیڑوں کو بھی کہتے ہیں جو جگر اور پسلیوں کے سرے میں پیدا ہو جاتے ہیں جن سے انسان کا رنگ بالکل پیلا پڑ جاتا ہے اور بسا اوقات یہ مرض انسانی موت کا سبب بن جاتا ہے[2]۔

قاضی عیاض نے اپنی کتاب "مشارق الانوار" میں لکھا ہے کہ صَفَر سے مراد مشہور مہینہ ہے جسے لوگ ایام جاہلیت میں اتنا بڑھاتے اور طول دیتے کہ ماہ محرم کو بھی اس میں شامل کر لیتے اور محرم کی مانند اس کی عظمت کرتے تھے۔

امام مالکؒ نے تحریر کیا ہے کہ بعض لوگوں کے نزدیک صفر سے مراد پیٹ کے وہ کیڑے ہیں جو سانپ کی طرح ہوتے ہیں[3] اور بھوک کے وقت انسان کے پیٹ میں کاٹتے رہتے اور حد سے تجاوز کرتے رہتے ہیں۔اور حد سے تجاوز کرنے کو اسلام نے باطل قرار دیا ہے۔

ابوداؤد نے اپنی جامع الاصول میں بقیہ کی زبانی لکھا ہے کہ میں نے محمد بن راشد سے ھامۃ کے معنی پوچھے تو انہوں نے کہا زمانہ جاہلیت میں لوگ کہا کرتے تھے کہ مُردے کو قبر میں دفن کرنے کے بعد اس میں سے ھامۃ نکلتا ہے اور زمانہ جاہلیت میں لوگ ماہ صفر کو منحوس تصور کرتے اور اس سے بُرا شگون لیتے تھے اور رسول اکرمؐ نے فرمایا ماہ صفر سے بُرا شگون نہ لو۔ نیز میں نے ایک شخص کو کہتے سنا ہے کہ صفر کے معنی اس درد شکم کے ہیں جو بعض کے نزدیک مرض متعدی ہے۔

---

[1] اسی لفظ دواب ترجمہ میں مترجم اقبال الدین احمد نے کدو دانے کیا ہے ۱۲ [2] اس مرض کو طبی اصطلاح میں یرقان کہتے ہیں۔از مترجم ۱۲ [3] سانپ کی مانند پیٹ میں کیڑوں کو طبی اصطلاح میں کیچوے کہتے ہیں۔از مترجم ۱۲

امام مالکؒ کا بیان ہے کہ ایام جاہلیت میں لوگ ماہ صفر کو ایک سال حلال اور ایک سال حرام ٹھہراتے تھے۔ اس پر رسول اکرم ﷺ نے فرمایا لاَصَفَرَ (بدشگونی نہ لو) تفصیل کے لئے دیکھئے شرح غریب الطاء دربیان حدیث وتفسیر۔

علاوہ ازیں جاہل عربوں کا گمان ہے کہ صفر پیٹ میں اس سانپ کا نام ہے جو بھوک کے وقت کاٹتا رہتا ہے اور حد سے تجاوز کر جاتا ہے اور درحقیقت اسلام نے اسے باطل قرار دیا ہے۔

بندۂ کمزور (شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ) کے حالات اللہ تعالیٰ درست کرے اور اگر انباریوں کو دور کرے عرض کرتا ہے کہ صفر کا مفہوم واضح کرنے کے لئے مختلف اقوال ہیں جن کا خلاصہ حسب ذیل تین مطالب پر مشتمل ہے۔ اول یہ کہ صفر سے مراد مشہور ماہ صفر ہے دوم یہ کہ اس سے مفہوم پیٹ کے کیڑے ہیں اور تیسرے یہ کہ اس سے مراد نسیئی ہے یعنی اشہر حرم میں سے مہینہ کی عظمت کو طول دے کر اس میں دوسرا ماہ شریک کر لیا جائے۔

اور بدشگونی لینے کے تحت اس کو بدفالی قرار دیا گیا ہے جو پہلے مرادی معنی کی تائید کرتا ہے۔ سوم یہ کہ متعدی امراض کے ساتھ اس لفظ صفر کے مرادی معنی دردشکم ہوتے ہیں اور حقیقتاً اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جانتا ہے کہ صفر کے مرادی معنی رسول اکرم ﷺ کے نزدیک کیا تھے۔

اب جبکہ صفر کے مرادی معنی ہم نے بیان کر دیئے تو ضروری ہے کہ مذکورہ بالا احادیث میں جو الفاظ آئے ہیں ان کی بھی تشریح کر دیں۔

عَدْویٰ (چھوت)

جب کسی بیماری کے ہم نشین اور پاس والے یا اس کے ساتھ خورد ونوش کرنے والے کو بیماری لگ جائے تو ایسے بیمار ہونے والے بیمار کو عدویٰ مرض متعدی اور چھوت کی بیماری کہتے ہیں۔ اور اس عقیدہ کو اسلام نے باطل قرار دیا ہے اور جامع الاصول میں بھی یہی تحریر ہے۔

طِیَرۃ (شگون)

جامع الاصول کی شرح میں خود مصنف کتاب نے لکھا ہے کہ ناکارہ فاعل اور فال کے ذریعہ بدشگونی لینے کو طیرہ کہتے ہیں۔ یہ لفظ طیرہ سے مشتق ہے اور عرب زمانہ جاہلیت میں کوّے، شکرے اور دوسرے پرندے سے فال لیا کرتے تھے۔ اور انہیں منحوس جان کر سمجھتے تھے

کہ یہ بھلے اور خیر کی ضد ہیں۔ چنانچہ اسلام نے اس بدشگونی کی ممانعت کرتے ہوئے لَا طِیَرَۃ کہا ہے تَطَیُّر اور تخیر کی مانند یہ لفظ طیرہ بھی مصدر سے ہے۔ اور اس وزن پر مذکورہ بالا دو ہی مصدر آتے ہیں۔

اَلْفَال (فال)

یہ کبھی الف لام کے ساتھ اور کبھی بغیر الف لام کے صرف فال لکھا جاتا ہے۔ فال مثال کے طور پر اس طرح لی جاتی ہے کہ کوئی بیمار جب کسی دوسرے کو کہتا سنے کہ او تندرست یا کوئی متلاشی اپنے متعلق کسی کو کہتا سنے کہ اے پانے والے۔ تو اس سننے والے کو گمان ہو جاتا ہے کہ بیماری سے شفاء ہو جائے گی اور گم شدہ چیز مجھے حاصل ہو جائے گی۔ اس قسم کا فال درست ہے جس کی آئندہ صفحات میں تحقیق و تفصیل کی گئی ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ عدوی دراصل اعداء کا اسم مشتق ہے جیسے بقوی جو ابقاء کا اسم مشتق ہے۔

اعداء الداء کے معنی ہیں کہ اس کو وہی مرض لگ گیا جو اس کے ہم نشین کو تھا۔ جیسے خارشی اونٹ کو دوسرے اونٹوں سے ملنے جلنے نہیں دیتے تا کہ دوسروں کو بھی خارش نہ ہو جائے اسے اسلام نے باطل قرار دیا اور رسالت مآب ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ ہی بیماری میں مبتلا کرتا بلا نازل کرتا ہے اور دوا بتاتا ہے۔

اسی لئے تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ پہلے کو بیماری کہاں سے لگی؟ یعنی پہلے اونٹ کو خارش میں کس نے مبتلا کیا؟

توربشتی نے اپنی شرح مصابیح میں لکھا ہے کہ العدویٰ کے معنی اس عادت وعلالت کے ہیں جو دوسرں کو لگ جاتی ہے۔ اور اس چھوت کی بیماری کے اطباء نے حسب ذیل سات امراض بیان کئے ہیں۔

(۱) کوڑھ۔ (۲) خارش۔ (۳) چیچک۔ (۴) حصبہ یعنی گندہ خسرا۔
(۵) گندہ ذہنی اور پائیریا۔ (۶) آشوب چشم۔ اور (۷) وبائی امراض۔

قاضی عیاض نے اپنی کتاب مشارق الانوار میں لکھا ہے العدویٰ کے معنی ہیں زمانہ جاہلیت کے لوگوں کا یہ اعتقاد کہ ایک مریض کا مرض اس کے ہم نشین یا کسی صحت مند کو لگ جاتا ہے، اور شریعت اسلامیہ نے اس کی نفی کی ہے اور رسالت مآب ﷺ کا لاعدویٰ فرمانا اس

امر کا ثبوت ہے کہ کوئی مسلمان، چھوت کی بیماریوں کا اعتقاد نہ رکھے یا پھر لاعدوی کے حکم سے رسالت مآب ﷺ کا منشا یہ ہے کہ چھوت کا اعتقاد رکھنا درحقیقت کوئی حقیقت وحیثیت نہیں رکھتا۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کسی کی کوئی چیز دوسرے کو نہیں لگتی۔ اور رسالت مآب ﷺ کا یہ ارشاد کہ پہلے کو بیماری کہاں سے لگی؟ یہ ارشاد بھی چھوت کے وجود کی نفی کرتا ہے۔

غرضیکہ مندرجہ بالا دونوں مفہوم کہ چھوت کا اعتقاد نہ رکھو اور چھوت حقیقتاً کوئی چیز نہیں یہ شریعت اسلامیہ کے لحاظ سے بالکل درست ہیں یعنی اسلام میں چھوت کوئی چیز نہیں ہے۔

اَلْھَامُ (بدشگونی)

لفظ ہام جمع ہے ھامۃ کی قدیم عربوں کے نزدیک ھامۃ وہ پرندہ ہے جس کے ذریعہ مردہ کی ہڈیاں ہوا ہو جاتی ہیں۔

دورِ جہالت میں عربوں کا مقولہ تھا کہ مقتول کی روح ھامۃ کے سر سے نکلتی ہے اور یہ ھامۃ پرند ہمیشہ مجھے پانی پلاؤ مجھے پانی پلاؤ کی رٹ لگائے رہتا ہے تا آنکہ مقتول کو اس کا قاتل ختم کردے۔

نہایۃ میں لکھا کہ ہامۃ کے معنی سر اور پرند کے ہیں اور حدیث میں پرند مراد ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ جاہل عرب اس لفظ ہامۃ سے جو رات کا ایک پرند ہے۔ نحوست کی بدشگونی لیتے تھے۔ اور بعض کے نزدیک یہ اُلّو ہے بعض عربوں کا گمان تھا مقتول جس کا بدلہ نہ لیا جائے اس کی روح اُڑتی پھرتی اور کہتی رہتی ہے مجھے پلاؤ مجھے پلاؤ، مگر جب اس کے خون کا بدلہ لیا جاتا ہے تو پھر یہ پرند بہت دور اُڑ جاتا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ ہامۃ کے معنی مردہ کی ہڈیاں یا پرند نما روح ہے جس سے بدشگونی لی جاتی ہے۔ اور اسی کو صدیٰ[1] بھی کہتے ہیں۔

ان تمام لغویات کی اسلام نے نفی کی ہے اور مسلمانوں کو اس قسم کے اعتقاد رکھنے کی ممانعت کی ہے۔

طیبی نے لکھا ہے کہ ہامۃ ایک منحوس کا نام ہے۔ نیز جاہل عرب گمان کرتے تھے کہ مردے کی ہڈیاں جب پوشیدہ ہو جاتی ہیں تو وہ ھامۃ بن کر قبر سے نکل جاتی ہیں اور

---

[1] دورِ جہالت کے عربوں کے گمان کے مطابق وہ جانور ہے جو مقتول کے سر سے نکلتا ہے۔ از مترجم۔ ۱۲

اِدھر اُدھر گھومتی اپنے گھر والوں کی خبریں لیتی پھرتی ہیں ۔اس اعتقاد کو بھی رسول اکرام ﷺ نے باطل قرار دیا ہے۔

بعض کا اعتقاد ہے کہ ھامۃ [redacted] اُلّو ہے جو کسی کے گھر پر بیٹھ جاتا ہے اپنے دیکھنے والے یا اس کے گھر والوں میں سے کسی کی موت پر یہ روتا ہے، اور یہ عقیدہ بھی از روئے اسلام بالکل باطل ہے۔

_ ھامۃ کو بعض مشدد پڑھتے ہیں اور عام طور پر اس کی میم پر صرف زبر مشہور ہے۔

قاضی عیاض کا بیان ہے کہ ھامۃ وہ پرند ہے جو مُردوں اور قبروں سے الفت کرتا ہے اس کا نام صدیٰ بھی ہے جو رات کو اُڑتا ہے اور یہ اُلّو نہیں بلکہ اس جیسا ایک پرند ہے[1]۔ جاہل عربوں کا گمان تھا کہ مقتول کا جب تک بدلہ نہ لیا جائے اس کے سر کے اُوپری حصہ سے ایک پرند نکلتا ہے اور قاتل کے قتل ہونے تک وہ برابر پکارتا رہتا ہے مجھے پانی پلاؤ مجھے پانی پلاؤ۔ میں پیاسا ہوں۔ اس گمان وخیال کے مدِ نظر زمانہ جاہلیت کے عربوں کے بے شمار اشعار موجود ہیں۔ بعض کا بیان ہے کہ مقتول کے سر سے ایک کیڑا نکلتا ہے جو پرند کی صورت بن کر خون بہا لینے کی صدائیں لگاتا پھرتا ہے۔

رسولِ اکرم ﷺ نے ھامۃ کے اعتقاد کو باطل قرار دے کر ایسے اعتقاد رکھنے کی ممانعت فرمائی ہے اور اکثر علماء کی بھی یہی رائے ہے کہ ھامۃ یعنی بد شگونی وشیطانی گرفت کا اعتقاد بالکل باطل پرستی ہے۔ یہی رائے یحیٰ حربی اور ابو عبید کی بھی ہے۔

امام مالکؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ لفظ ھامۃ سے میں پرند ہی مراد لیتا ہوں۔

قاضی عیاض نے یہ بھی لکھا ہے کہ لفظ ھامۃ سے بد شگونی کے معنی بھی لئے جا سکتے ہیں کیونکہ دورِ جہالیت کے عرب ھامۃ پرند سے بد شگونی مراد لیتے تھے اور بعض لوگ اس سے شگون نکالتے تھے۔ جیسے شمر بن حمدویہ جو ہامۃ سے نیک فال اور شگون لینے والوں کے زمرہ کے مردِ میدان تھے۔

ابنِ اعرابی نے حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ دورِ جاہلیت کے عربوں کا گمان تھا کہ مُردوں کی ہڈیاں بوسیدہ ہو کر ھامۃ کی صورت ہوا ہو جاتی ہیں اور اس کو صدیٰ کہتے ہیں۔

---

[1] یوپی اور خاص کر روہیلکھنڈ کی زبان میں اسے گھگّو کہتے ہیں ۱۲

غول (شیطانی گرفت)

شرح جامع الاصول میں غول کے معنی لکھتے ہیں کہ یہ وہ جانور ہے جس کی بابت جاہل عربوں کا گمان تھا کہ وہ بعض اوقات مختلف طریقوں سے لوگوں کے سامنے آتا اور اچانک آ کر دبالیتا ہے اور یہ غول از قسم شیاطین ہے اور رسول اکرم ﷺ کا ارشاد "لاغول" نفس شیطان کے وجود کا انکار نہیں بلکہ عربوں کے اس گمان کی نفی ہے کہ وہ مختلف صورتیں اختیار کرتا اور اپنی شیطانی گرفت کا حامل ہے یعنی رسول اکرم ﷺ کا منشاء حکم یہ ہے کہ "شیطانی گرفت" کوئی حقیقت نہیں ہے اور شیطانی گرفت کا کوئی مسلمان اعتقاد نہ رکھے۔

نہایہ میں درج ہے کہ غول کی جمع غیلان ہے اور غول دراصل شیطان و جنات کی ایک قسم ہے جاہل عربوں کا گمان تھا کہ "غول" لوگوں کو جنگل میں دکھائی دیتا اور مختلف صورتیں اختیار کر کے لوگوں کو ان کے راستہ سے بھٹکاتا اور انہیں ہلاک کر دیتا ہے۔ اس گمان اور خیال باطل کی رسول اکرم ﷺ نے نفی فرمائی اور اسے باطل قرار دیا ہے۔ اور رسول اکرم ﷺ کا ارشاد "لاغول" سے نفس غول جنات وشیاطین کے وجود کا انکار نہیں بلکہ اس کے مختلف صورتیں اختیار کرنے اور بے ارادہ کرنے کے غلط خیال کی نفی کرتے ہوئے آپ ﷺ نے صاف فرمایا ہے کہ "غول" کسی کو بے ارادہ نہیں کر سکتے جس کے ثبوت میں آپ ﷺ کا ارشاد "لاغول" ہمارے اس بیان کی تائید کرتا ہے البتہ سعالی (جنات میں سے جادوگر جن) موجود ہیں جو تخیلات اور پوشیدہ مکر وعیوب کا بھیس بدلتے ہیں۔ جیسی کہ یہ حدیث ہے کہ جب غول بیابانی پریشان کریں اور مختلف صورتیں ظاہر کریں تو ان کی شرارتوں کو دور کرنے کے لئے فوراً ہی اذان دینا شروع کر دو تاکہ وہ بھاگ جائیں یعنی ذکر الٰہی کے ذریعہ شر وفساد کو دور کرو۔

اس حدیث سے ثابت ہے کہ "غول" موجود ہیں اور ان کو دور کرنے کا رسول اکرم ﷺ نے حکم صادر فرمایا ہے۔

علامہ بغوی کا بیان ہے کہ اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شیطان و جنات کسی کو راہ سے بے راہ کرنے یا مارڈالنے کا کوئی اختیار واقتدار نہیں رکھتے۔ اور جو کچھ ہوتا ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتا ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ "غیلان" جنات میں سے وہ جادوگر ہیں جو لوگوں کو فتنہ وفساد میں مبتلا کرتے اور بے راہ بناتے ہیں۔

مفاتیح شرح مصابیح میں تحریر ہے کہ غول (غین کے زبر سے) مصدر ہے جس کے معنی ہلاکت میں ڈالنا اور غول (غین کے پیش سے) اسم ہے جاہل عربوں کا گمان تھا کہ غول آدمیوں کو نظر آتے ہیں۔ اسی لئے شریعت اسلامیہ نے ان کی نفی کر دی ہے۔

اور یہ بھی عین ممکن ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی تشریف آوری کے سبب سے "غول" بھوت پریت جنات وشیاطین وغیرہ کی قسم کی مخلوق اسی طرح دور ہوگئی جیسے آسمان سے شیاطین کا باتیں اُچک لینا بند کر دیا گیا ہے۔

طیبی کا بیان ہے رسول اکرم ﷺ کی حدیث غول وشیاطین کے پنجہ میں آنے سے "اے اللہ میں تیری پناہ میں آتا ہوں" کا مفہوم یہ ہے کہ غول وہلاکت غیر سے جو محسوس نہیں اے اللہ میں تیری پناہ میں آتا ہوں۔

ان احادیث وبیانات کے پیش نظر میں (شیخ عبدالحق محدث دہلوی) کہتا ہوں کہ حدیث غول کی تائید اس روایت سے بھی ہے "اے اللہ میں تیری پناہ میں آتا ہوں قبل اس کے غول کے پنجہ میں نیچے کی جانب سے گرفتار ہوں" یعنی غول کے پنجہ میں اس طرح پھنس جاؤں کہ مجھے معلوم تک نہ ہو۔ یعنی زمین میں دھنسا دیا جاؤں۔ اور یہی مفہوم نہایہ میں بھی مرقوم ہے۔

قاضی عیاض نے مشارق الانوار میں حدیث کے الفاظ لا غـول (غین پر پیش) کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ غول وہ جادوگر جنات ہیں جو مختلف صورتیں اختیار کرتے ہیں اور عربوں کی کہاوت بھی یہی ہے کہ غیلان (جادوگر جنات) مختلف صورتیں بدلتے ہیں لوگوں کو راہ سے بے راہ کرتے اور ہلاک کرتے ہیں۔ اور واقعہ یہ ہے کہ رسالت مآب نے ان تمام حالات وکوائف کو باطل قرار دیا ہے۔

اَلنّوءُ (ستاروں کے اثرات)

شرح جامع الاصول میں مرقوم ہے کہ نَوء کی جمع اَنْواء ہے اور یہ ستاروں کی وہ (۲۸) منزلیں ہیں جن میں سے تیرھویں رات کو طلوع فجر وصبح صادق کے وقت ان کی ایک منزل ختم ہوتی اور دوسری منزل کا سمت مقابل سے آغاز ہوتا ہے۔ اور ستاروں کی یہ اٹھائیس منزلیں ایک سال میں اپنی گردش پوری کرتی ہیں۔

جاہل عربوں کا گمان تھا کہ ستاروں کی ایک منزل کے ختم اور دوسری کے آغاز پر بارش ہوتی ہے۔ یعنی جاہل عرب، بارش کی منزل کی جانب منسوب کرتے اور کہتے تھے کہ فلاں منزل کی وجہ سے ہم پر بارش ہوئی اور اسی تخیل کی وجہ سے اس کو النوء کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔

بعض کا قول ہے کہ ستاروں کی ایک منزل جب مغرب میں غروب ہوتی ہے تو اسی لحہ دوسری منزل مشرق سے طلوع ہوتی ہے اسی زاویۂ نگاہ کو عرب ان الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں کہ یہ طلوع و غروب کی منزل ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ نَوْءٌ کے معنی غروب کے ہیں اور یہ لغات اضداد میں سے ہے[1]۔

حضرت ابو عبیدہؓ کا بیان ہے کہ نوء کے معنی غروب کے صرف سیارگان کی گردش کے بارے ہی میں سنے گئے ہیں۔ اور رسول اکرم ﷺ نے اس ناکارہ جاہلی تخیل کی اس لئے شدت سے تردید فرمائی کہ جاہل عرب بارش کو سیاروں کی گردش سے منسوب کرتے تھے۔

اندریں حالات جس کا یہ عقیدہ ہو کہ بارش صرف اللہ کے حکم سے ہوتی ہے اور لفظ نوء سے وقت مراد لے اور کہے کہ یہ فلاں وقت کی بارش ہے تو ایسا خیال کرنا جائز و درست ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے نماز استسقیٰ پڑھنا چاہی اور حضرت عباسؓ ابن عبدالمطلبؓ کو بلوا کر دریافت کیا ثریا ستارہ کے نوء میں کتنی مدت باقی ہے؟ انہوں نے فرمایا موسمی اوقات جاننے والے ماہروں کا گمان ہے کہ ثریا اپنے نزول کے بعد ساتویں منزل میں ہے اس کے بعد یہ سال ختم نہ ہوا تھا کہ بارش ہوئی۔ حضرت عمرؓ فاروق کا یہ استفسار کہ ثریا کے نوء میں کتنی مدت باقی ہے اس سے آپ کا مطلب یہ تھا کہ حسب رواج قدیم بارش ہونے کے وقت میں کتنی مدت باقی ہے؟ جس میں اللہ تعالیٰ بارش برساتا ہے۔

نہایہ میں مرقوم ہے کہ امورِ جاہلیت میں سے ایک نوء بھی ہے اور یہ نوء نام ہے چاند کی اٹھائیس منزلوں کا۔ اور ماہتاب ہر شب ایک منزل طے کرتا ہے۔ جیسا کہ قرآنِ کریم میں ہے وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ (ہم نے چاند کے لئے منزلیں مقرر کردی ہیں) اس کے بعد نہایہ میں شرح جامع الاصول کی مانند باقی تحریر ہے البتہ حضرت ابو عبیدہ کا بیان تحریر نہیں کیا گیا ہے۔

---

[1] لغات اضداد ان الفاظ کو کہتے ہیں جن کے معنی باہم مختلف ہوں جیسے مشابہہ اور غیر مشابہہ، مانند اور ضد وغیرہ۔ از مترجم ۱۲

کرمانی نے شرح بخاری میں لفظ نوء کے تحت لکھا ہے جاہل عربوں کا گمان تھا کہ سیارگاں کے طلوع وغروب کے سبب سے بارش ہوتی ہے۔ البتہ جو لوگ نوء کے معنی وقت لیتے ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ ہر ایک وقت لوگوں کے کسی نہ کسی فوائد کے نام سے موسوم ہے۔ اس کے بعد جامع الاصول کی مانند حضرت عمر فاروقؓ کا قصہ نماز استسقیٰ تحریر کیا ہے۔

قاضی ابن عربی کا بیان ہے کہ جو کوئی سیارگان کی گردش کے اثر سے بارش ہونے کا اس طرح یقین کرے کہ ستاروں کی گردش ہی پانی برساتی ہے یا پانی برسانے میں اللہ کے ساتھ کسی اور چیز کو شریک کرے تو ایسا شخص کافر ہے کیونکہ ہر کام کی تخلیق صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ اور جو کوئی نوء کے معنی سے رواج ودستور مراد لے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

علامہ نووی کا بیان ہے کہ بارش ہونے کو رواج ودستور قرار دینے کا عقیدہ رکھنا بھی مکروہ ہے کیونکہ یہ بھی کفر کی علامت ہے اور اس سے کفر پیدا ہو سکتا ہے۔

طیبی کا بیان ہے کہ بارش ہونے کو رواج قرار دینے کا عقیدہ دراصل مکروہ تنزیہی ہے۔

قاضی عیاض کا بیان ہے کہ گردش سیارگان سے بارش ہونے کی گفتگو دراصل غیر مسلموں کا شیوہ ہے۔

سیارگان کی اٹھائیس منازل کے منجملہ کسی ایک منزل میں ستاروں کے غروب کو جاہل نوء کہتے ہیں۔ اور اس کی صورت ان کے نزدیک یہ ہے کہ جس وقت مغربی ستارہ غروب ہوتا ہے اسی وقت مشرقی ستارہ طلوع ہوتا ہے اور اسی وقت بارش ہوتی ہے یا سخت آندھی آتی ہے بارش وآندھی کو بعض لوگ طلوع ہونے والے سیارے اور بعض لوگ غروب ہونے والے سیارہ کا اثر بتاتے ہیں۔

جس کی رسول اکرم ﷺ نے نفی فرمائی اور مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ یہ غلط وباطل عقیدہ نہ رکھیں۔

قاضی ابن عربی نے سیارگان کے گردشی اثرات سے بارش ہونے کے معتقد کو کافر کہا ہے لیکن اس میں علماء کا یہ اختلاف ہے کہ جو لوگ سیارگان کو فاعل کہتے ہیں وہ تو کافر ہیں اور جو لوگ گردش سیارگاں سے رواج وعادت مراد لے کر بارش ہونے کا اعتقاد رکھتے

ہیں یہ تمام لوگ علماء کے نزدیک مکروہ عقیدہ رکھتے ہیں، اس کی بھی رسول اکرم ﷺ نے ممانعت فرمائی ہے۔

بعض علماء کا بیان ہے کہ کفر سے مراد کفرانِ نعمت ہے جس کو ہم نے اپنی ایک دوسری کتاب میں تفصیل سے لکھا ہے۔

شگون اور چھوت لوگوں کی زبان زد ہے، لوگ عملی واعتقادی حیثیت سے اس میں مبتلا ہیں اور احادیث بھی اس بارے میں وارد ہیں اس لئے ان دونوں کو ہم علیحدہ علیحدہ بیان کرتے ہیں۔

شگون

طیبی کا بیان ہے کہ لفظ طیرۃ حرف طاء کے زیر اور حرف یا کے زبر یا سکون کے ساتھ مستعمل ہے اس کے معنی ہیں کسی چیز کو منحوس سمجھنا۔

خیرۃ اور تخیر کی مانند طیرہ و تطیر مصدر ہے۔ اور ان دونوں کے علاوہ کوئی اور لفظ اس وزن پر مصدر کی طرح استعمال نہیں ہوتا۔ لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ شکاری کے ہاتھ میں شکار آجانے کے لئے پرندوں اور ہرن وغیرہ کے ذریعہ شگون لیتے ہیں اور اپنے اعتقاد کے موافق اپنے کام سے رُک جاتے ہیں اسی لئے شریعتِ اسلامیہ نے اس کی نفی کرتے ہوئے شگون لینے کو امر باطل قرار دیا ہے اور رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ نفع یا نقصان دینے کی شگون میں کوئی تاثیر نہیں ہے۔

فال

لفظ فال اچھے اور بُرے دونوں نتیجوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور شگون صرف بدشگونی کے لئے مستعمل ہے۔ گاہے اچھے شگون کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ یہ تمام لغوی معنی ہیں۔ رہا شریعت کے مدِّ نظر لفظ فال کا استعمال مطلق طور پر اچھائی کے لئے اور شگون کا بُرے کام کے لئے ہوتا ہے۔ اور مقید طور پر فال ہمیشہ بُرے کام کے لئے زبان پر لایا جاتا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ بری فال، مکروہ فال وغیرہ۔

طیبی نے لکھا ہے کہ فال اور شگون میں فرق اس روایت سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے جیسا کہ حضرت انس ؓ نے رسالت مآب ﷺ کا یہ ارشاد بیان کیا ہے چھوت اور شگون کوئی چیز نہیں البتہ فال پسندیدہ نظر ہے۔ صحابہ ؓ نے دریافت کیا یا رسول اللہ ﷺ فال کسے کہتے ہیں فرمایا وہ اچھی بات ہے۔

کرمانی نے شرح بخاری میں لکھا ہے اصل بات یہ ہے کہ جاہل عرب اپنے دستور کے موافق پرند اور ہرن آزاد کرتے تھے جب یہ دائیں جانب جاتے تو اسے بابرکت تصور کرتے اور اگر بائیں جانب روانہ ہوتے تو اسے منحوس سمجھتے۔

امام نووی نے شرح مسلم میں تحریر کیا ہے کہ پرندوں وغیرہ کے ذریعہ نحوست و برکت کا اعتقاد دراصل شرک ہے۔ اور قاعدہ وضابطہ یہ ہے کہ جس چیز سے کوئی نقصان نہ ہو اور حسب عادت فائدہ بھی نہ ہو تو وہ کام عام وخاص دونوں حیثیت سے ممنوع ہے اور اسی کو شگون کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہر وہ خبر جو عام طور پر نقصان رساں ہو اور دوامی نہیں بلکہ کبھی کبھی واقع ہوتی ہو جیسے وبائیں وغیرہ تو احکام یہ ہیں کہ مقامِ وبا میں کوئی داخل نہ ہو اور مقامِ وبا سے کوئی باہر بھی نہ جائے۔

اور ہر وہ چیز جو عام نہ ہو بلکہ خاص طور پر نقصان رساں متصور ہو جیسے مکان، گھوڑا اور عورت تو ان سے گریز کرنا مباح ہے۔

نہایہ میں ہے کہ لفظ فال اچھے اور بُرے دونوں نتیجوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور شگون اکثر طور پر برائی کے لئے استعمال ہوتا ہے اِلّا یہ کہ گاہے اچھائی کے لئے بھی شگون بولا جاتا ہے۔

بعض لوگ الفال کہنے کے بجائے صرف فال کہنے کے زیادہ شوقین ہو گئے ہیں علاوہ ازیں رسالت مآب ﷺ نے فال کو اس لئے پسندیدہ نظر فرمایا کہ عوام جب اللہ تعالیٰ سے کسی فائدہ کی اُمید لگاتے ہیں عام اس سے کہ اس کے اسباب قوی ہوں یا ضعیف، اور اگرچہ وہ غلط اُمیدیں باندھیں۔ لیکن ایسے لوگ راہِ راست پر ہیں کیونکہ پُر توقع رہنا ان کی ذات کے لئے بہتر ہے۔ اور جب لوگ اپنی ڈھارس اللہ تعالیٰ سے نہ رکھیں تو ان کا یہ فعل شرارت پسندی پر مبنی ہے۔

رہا شگون کا مسئلہ تو اس میں اللہ تعالیٰ سے بدگمان ہو کر آنے والی مصیبت کے وقوع کا یقین ہوتا ہے۔ اور ایسے تخیل وعمل کو عقلمند مذموم کہتے اور شریعت اسلامیہ ممنوع قرار دیتی ہے۔ اور تفاؤل فال لانے کی مثال یہ ہے کہ کوئی مریض یا کسی گم شدہ چیز کا متلاشی ”اے تندرست یا اے پا جانے والے“ کے الفاظ سن کر یہ گمان کرے کہ میں اچھا ہو جاؤں گا یا میری چیز مل جائے گی۔

تو میرے (شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ) نزدیک اس کا وہی منشا ہے جو حدیث شریف کے الفاظ کلمہ طیبہ (نیک گمان) کا مفہوم ہے۔

نہایہ میں تحریر ہے کہ لفظ طیرہ (شگون) عام ہے اور فال خاص ہے جیسا کہ مقولہ ہے کہ شگون کی بہ نسبت فال اچھی چیز ہے۔ اور اس کی بابت میری (شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ) ذاتی رائے یہ ہے کہ شگون اور فال تقریباً ایک ہی قسم کی چیزیں ہیں اور لغت میں لفظ طیرہ (شگون) بغیر کسی شک وشبہ کے "نہایت ہی مذموم" کے معنی میں آتا ہے اور فال کی عمومیت مسلم قرار دی گئی ہے۔ قاموس میں تحریر ہے کہ طیرہ (شگون) وہ بُری فال ہے جسے عام طور پر منحوس قرار دیا گیا ہے۔

اب جب کہ شگون اور فال کے معنی ومفہوم سمجھ لئے گئے ہیں تو ان کے متعلق سے جو احادیث وارد ہیں انہیں ہم بیان کریں گے۔

شگون اور فال کی احادیث

جاننا چاہئے کہ جس حدیث میں شگون اور فال دونوں کا تذکرہ ہے اُسے صرف ایک مرتبہ بیان کریں گے جیسا کہ ماہِ صفر کے عنوان کے تحت ہم نے لکھا ہے البتہ بشرطِ ضرورتِ شدید اثناءِ بیان میں دو مرتبہ بھی مرقوم ہوں گے۔

احادیث جامع الاصول

بریدہؓ کا بیان ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ کسی چیز سے بدشگونی نہیں لیتے تھے۔ اور کسی عامل (گورنر) کو روانہ کرتے وقت اس کا نام دریافت فرماتے۔ اگر اس کا نام اچھا ہوتا تو آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس پر مسرّت ظاہر ہوتی۔ اور اگر اس کے نام کے الفاظ اچھے نہ ہوتے تو چہرۂ انور پر ناپسندیدگی کے آثار نمایاں ہوجاتے۔ (ابوداؤد)

انسؓ کا بیان ہے رسولِ اکرم ﷺ جب کسی ضرورت سے باہر نکلتے اور کسی کو اے نیکو کار یا اے کامیاب کہتے سُنتے تو اظہارِ مسرّت فرماتے۔ (ترمذی)

عروہ بن عامر قرشی کا بیان ہے کہ دربارِ رسالت مآب ﷺ میں شگون کا تذکرہ کیا گیا، ارشادِ عالی ہوا اس سے فال بہتر ہے۔ اور کوئی مسلمان کسی شگون کے چکر میں نہ پھنسے اور فال نکالنے کے بھی درپے نہ ہو۔ اے مسلمانو! اگر تم میں سے کوئی کسی پسندیدہ بات کو دیکھے تو دعا کرے۔ اے اللہ خیر وخوبی اور بھلائی تیرے ہی حکم سے ملتی ہے اور ہر

قسم کی برائی کو تو ہی دور کرتا ہے۔ اور اے اللہ ہر قسم کی قوت و طاقت صرف تیری ہی ذات میں ہے۔ (ابوداؤد)

شگون

ابنِ مسعودؓ نے رسالت مآب ﷺ کا یہ ارشاد بیان کیا شگون لینا شرک ہے شگون لینا شرک ہے اگر چہ اکثر لوگ شگون لیتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ توکل کی برکت کے سبب شگون و بدشگون کے متخیلہ اثرات دور کر دیتا ہے۔

ترمذی نے لکھا ہے میں نے محمد بن اسمٰعیل کی زبانی خود سُنا ہے کہ انہوں نے سلیمان بن حرب کو بیان کرتے سُنا ہے کہ شگون و بدشگونی کے اثرات کو اللہ تعالیٰ اپنی برکتوں سے دور کر دیتا ہے۔ یہ حدیث دراصل میرے نزدیک عبداللہ ابن مسعودؓ کا قول ہے۔

فال

انسؓ کا بیان ہے رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا مرضِ متعدی اور شگون کوئی حقیقت نہیں رکھتے البتہ ان کی بہ نسبت فال پسندیدہ نظر ہے۔ صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ (ﷺ) فال کیا ہے؟ ارشاد فرمایا وہ کلمہ خیر ہے۔ (بخاری و مسلم)

نیز بخاری میں اس طرح مرقوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے نیک فال پسند ہے جو اچھی بات ہو۔

مسلم میں بھی یہی تحریر ہے کہ فال، ایک کلمہ خیر ہے۔ اور ابوداؤد نے بخاری کی طرح یہ روایت لکھی ہے۔

ترمذی میں ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا مرضِ متعدی و بدشگونی کوئی چیز نہیں۔ البتہ گھوڑا، عورت اور گھر میں نحوست ہو سکتی ہے۔

ایک روایت ہے کہ صحابہؓ نے دربارِ رسالت مآب ﷺ میں نحوست کا تذکرہ کیا تو ارشادِ عالی ہوا اگر نحوست ہو سکتی تو گھوڑے عورت اور گھر میں نحوست ہو سکتی۔ (بخاری)

مسلم میں تحریر ہے کہ عورت، گھوڑا اور مقامِ سکونت میں نحوست ممکن ہو سکتی ہے۔

موطا، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی میں پہلی روایت مذکور ہے اور مرضِ متعدی و شگون کا تذکرہ نہیں ہے۔

سہل بن سعد نے رسالت مآب ﷺ کا ارشاد بیان کیا کہ نحوست اگر کسی چیز میں ممکن ہو سکتی تو گھوڑے، عورت اور مقامِ سکونت میں ممکن تھی۔ (بخاری، مسلم و موطاء)

گھوڑے، خادم اور اقامت گاہ میں نحوست ہو سکتی ہے۔ (مسلم و نسائی)

نحوست

حکیم بن معاویہ کا بیان ہے کہ رسالت مآب ﷺ کو فرماتے میں نے سُنا ہے نحوست کوئی چیز ہی نہیں ہے۔ البتہ گھر، عورت اور گھوڑے سے برکت ہوتی ہے۔ (ترمذی)

ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ کو فرماتے میں نے سُنا ہے شگون کوئی چیز نہیں البتہ اس کی بہ نسبت فال اچھی ہے۔ صحابہؓ نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ فال کیا ہے؟ ارشادِ عالی ہوا وہ کلمہ خیر ہے جسے تم سنتے ہو۔ (بخاری و مسلم)

سعد بن مالک نے اپنے والد کی زبانی بیان کیا کہ رسول اکرم ﷺ کو فرماتے میں نے سنا ہے کہ عِیافہ (پرند سے فال لینا) شگون اور طرُق (پتھر سے فال لینا) یہ سب بُت پرستی ہے۔ (ابوداؤد)

ابو داؤد نے لکھا ہے کہ طرق کے معنی تھوکنا اور عیافۃ کے معنی خط کھینچنا ہے پھر اپنی شرح میں لکھا ہے کہ عیافۃ کے معنی ہیں پرند آزاد کرنا اور ان سے عربوں کی طرح فال لینا اور طرق کے معنی ہیں کنکریاں مارنا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ طُرق کے معنی ریتلی زمین پر لکیریں کھینچنا جیسا کہ لوگوں کی دل کی باتیں بتانے کے لئے نجومی کھینچتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور بُت پرستی کہتے ہیں اس کام کو جو اللہ کے سوائے کسی اور کی عبادت کی جائے۔

بعض کہتے ہیں کہ بُت پرستی نام ہے پیشنگوئی اور شیطانی کام کا۔

طیبی نے لکھا ہے کہ عِیافہ کے معنی ہیں پرند کو اُڑانا اور ان کے نام، بولی اور آمد و رفت کے راستہ سے شگون لینا۔ اور جاہل عرب دورانِ سفر میں اپنے یہ رسوم انجام دیتے اور اٹکل پچو گمان لگانے کے لئے پرند چھوڑتے تھے۔ اور طرق کے معنی ہیں کنکریاں مارنا جس طرح عورتیں کنکریاں مارتی ہیں۔ بعض کہتے ہیں طرق کے معنی ہیں ریتلی جگہ میں خطوط کھینچنا۔ اور بُت پرست کہتے ہیں جادو و پیشنگوئی کو بعض کہتے ہیں کہ بُت پرستی نام ہے اس کام کا جو اللہ کے سوائے کسی اور کی عبادت کی جائے۔ بعض کہتے ہیں جبت (بت پرستی) نام ہے

جادوگری کا۔ بعض کہتے ہیں کہ لفظ جبت عربی کا لفظ نہیں ہے بلکہ سعید بن جبیر کے نزدیک یہ حبشی زبان کا لفظ ہے۔

قطرب کا بیان ہے کہ جبت کے معنی ہیں وہ چیز جس میں کسی قسم کی خیر وخوبی نہ ہو۔

انس ؓ کا بیان ہے ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم لوگ پہلے ایک گھر میں رہتے تھے جہاں ہماری تعداد زیادہ تھی اور وافر دولت تھی لیکن پھر ہم ایک دوسرے گھر میں چلے گئے جہاں ہماری تعداد گھٹ گئی اور مال و دولت میں کمی ہوگئی فرمایئے یہ کیا بات ہے؟ ارشادِ عالی ہوا اس کو ترک کردو یہ نازیبا ہے۔ (ابوداؤد)

یحیٰی بن سعید کا بیان ہے کہ ایک عورت نے آکر رسولِ اکرم ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ پہلے ہم لوگ جس گھر میں رہتے تھے وہاں ہماری اکثریت تھی اور کافی دولت تھی لیکن جب وہ گھر بدل کر دوسرے گھر میں آئے تو ہماری تعداد گھٹ گئی اور مال و دولت صاف ہو گیا۔ یہ سُن کر ارشاد فرمایا چھوڑ دو، یہ بُرا ہے۔ (مؤطا)

احادیث جامع کبیر

حاکم نے مستدرک میں لکھا ہے کہ شگون دراصل تقدیر سے پیوستہ ہے اور حضرت عائشہ ؓ کا بیان ہے کہ شگون لینا شرک ہے۔ (ترمذی) احمد و بخاری و ابن ماجہ نے باب ادب میں اور حاکم نے مستدرک میں بھی یہی روایت لکھی ہے۔

ابنِ مسعود ؓ کا بیان ہے زمانۂ جاہلیت میں لوگ کہا کرتے کہ عورت، سواری اور گھر سے شگون لیتے تھے۔ (مستدرک از حاکم اور شعب الایمان از بیہقی)

ترمذی و نسائی میں ابن عمر ؓ کی زبانی روایت ہے کہ مکان، عورت اور گھوڑے میں نحوست ہوسکتی ہے۔

امام احمدؒ نے لکھا ہے اگر کسی چیز میں نحوست ہوسکتی ہے تو گھر، عورت اور گھوڑے میں ممکن ہے۔

یہی عبارت بخاری نے سہل بن سعد کی زبانی بیہقی نے ابنِ عمر ؓ کی زبانی تحریر کی ہے۔

نسائی نے جابر ؓ کی زبانی لکھا ہے کہ شگون، بدگمانی اور حسد ان تین عادات سے محفوظ رہنے کے لئے ترکیب یہ ہے کہ شگون لینے کو خیال میں نہ لائے، بدگمانی اس طرح

دور کی جائے کہ تحقیق کو کام میں لانے کی فکر نہ کی جائے اور حسد سے بچنے کے لئے ہر قسم کا ظلم وستم کرنا ترک کر دیا جائے۔ اور یہی روایت شعب الایمان میں بیہقی نے حضرت ابوہریرہؓ کی زبانی تحریر کی ہے۔

ابنِ صیصری نے امالی میں اور دیلمی نے مسند الفردوس میں لکھا ہے کہ مومن و مسلم کے تین خصائل ہیں اور باقی اُوپر کی حدیث کی مانند لکھا ہے۔

شگون

طبرانی نے کبیر میں عمران بن حصینؓ کے حوالہ سے یہ حدیث لکھی ہے جو شخص شگون لے، پیشگوئی یا جادو کرے کرائے تو ایسا شخص امتِ محمدﷺ کا فرد نہیں ہے۔

امام احمد نے لکھا ہے کہ شگون لینا شرک ہے۔

طبرانی نے ابن عمرؓ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ شگون لینا شرک ہے اور یہ الفاظ تین مرتبہ ادا کیے۔ پھر کہا سفر کو جانے والا کسی شگون کی وجہ سے لوٹ آئے تو اس نے رسالت مآبﷺ پر نازل شدہ احکامِ الٰہی کا انکار کیا اور کسی چیز میں کوئی نحوست نہیں اگر ہو سکتی ہے تو گھوڑے، عورت اور گھر میں ہوتی ہے۔

روایت ہے کہ جو شخص کسی شگون کی رَو سے اپنا کام نہ کر سکا تو یقیناً اس نے شرک کیا۔ اس کی بابت صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہﷺ اس کا کفارہ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا۔ یہ کہنا چاہیئے اے اللہ تجھ سے شگون لینے کے سوائے کوئی چیز نہیں۔ اور تیری خیر خواہی کے سوا کوئی بھلائی نہیں اور تیرے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں۔ فال فرستادہ ہے، چھینک شاہد و عادل ہے اور نحوست کوئی چیز ہی نہیں ہے اور دراصل مکان، عورت اور گھوڑے میں برکت ہوتی ہے۔ (ترمذی)

ابنِ ماجہ نے حکیم بن معاویہؓ کی زبانی لکھا ہے اے اللہ تو موجود ہے، ہم تجھ سے فال چاہتے ہیں، بد شگونی کوئی چیز نہیں۔ نظر لگنا درست ہے اور اچھا شگون دراصل فال ہے۔ (احمد)

امام ترمذی نے حضرت جابرؓ سے روایت کی ہے کہ شگون لینا کوئی چیز نہیں ہے اور ان کی بہ نسبت فال مجھے پسند نظر ہے یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ (دار قطنی)

ابنِ ابی ملیکہ کی زبانی مروی ہے کہ میں نے ابنِ عباسؓ سے کہا کہ مجھے اپنی لونڈی کی بابت کچھ کھٹک سی ہوگئی ہے اور کئی لوگوں کا کہنا ہے کہ انہوں نے رسولِ اکرم ﷺ کو فرماتے سُنا ہے کہ اگر نحوست ہے اقامت گاہ، گھوڑے اور عورت میں ہے۔ یہ سن کر حضرت ابنِ عباسؓ نے سختی سے انکار کیا اور کہا کہ یہ بات کسی نے بھی رسولِ اکرم ﷺ کی زبانی نہیں سنی اور آپ ﷺ پر تہمت لگانا سب سے بڑا گناہ ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابنِ عباسؓ نے نہایت شدت سے کہا کہ رسولِ اکرم ﷺ نے کبھی بھی نحوست کا وجود مکان، عورت اور گھوڑے میں نہیں بتایا اور میں ابنِ عباسؓ کہتا ہوں کہ اور تمہارے دل میں کسی چیز کی نحوست کا شک پیدا ہو جائے تو اس چیز کو الگ کردو، فروخت کردو یا آزاد کردو۔ (ابنِ جریر)

قتادہؓ نے ابوحسانؒ کے ذریعہ بیان کیا کہ امّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں دو آدمیوں نے حاضری دے کر عرض کیا ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ عورت، گھوڑے اور مکان میں نحوست ہوتی ہے۔ یہ سُن کر آپؓ بے حد غضب ناک ہوئیں اور کہا رسالت مآب ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ ان چیزوں کو زمانہ جاہلیت کے لوگ منحوس سمجھتے تھے۔ (ابنِ جریر)

ابنِ جریر نے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کی زبانی لکھا ہے کہ دربارِ رسالت مآب ﷺ میں ایک عورت نے آکر کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم اپنے گھر میں نہایت وافر مال و دولت کے ساتھ رہتے تھے اب غربت واحتیاج نے ہم پر قابو پالیا ہے۔ اور ہمارے دلوں میں باہمی رنجش پیدا ہو کر سب گھر والے الگ الگ ہوگئے ہیں بتایئے کیا کریں؟ ارشادِ عالی ہوا اس گھر کو فروخت کر دو یا چھوڑ دو اگر تم اسے بُرا سمجھتی ہو۔

واضح ہو کہ اس باب میں بکثرت احادیث وارد ہیں اور جتنی ہم نے تحریر کی ہیں یہی بہت کافی ہیں جن سے شگون کے اثرات کی بالکل نفی اور شگون پر اعتقاد رکھنے کی ممانعت معلوم ہوتی ہے اور بعض اثرات کے مؤثر ہونے کا ثبوت ملتا ہے، جیسے عورت، مکان اور سواری کے مؤثر ہونے کی روایات، لیکن رہی تاثیر تو یہ اثر اندازی یا تو زمانہ جاہلیت کی پیداوار ہے یا زمانہ حال کی ایجاد ہے۔ واضح رہے ان اشیاء کی تاثیر کے انکار اور ان کی ممانعت میں شرطیہ الفاظ پائے جاتے ہیں۔ جیسے اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی تو ان چیزوں میں

ہوتی اور جملہ شرطیہ کے معنی اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جانتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ نحوست کسی چیز میں نہیں ہے۔ اور اگر کسی چیز میں نحوست مان لی جائے تو یہ نحوست صرف ظنی اور گمان وخیال کی حد تک محدود رہتی ہے۔ نیز مناسب یہ ہے کہ اس مقام پر رسول اکرم ﷺ کی وہ حدیث بیان کردی جائے جس میں فرمایا ہے اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت لے جاسکتی ہے تو نظر لگنا سبقت لے جاسکتا ہے۔ اور اسی حدیث کے پیشِ نظر قاضی عیاضؒ نے لکھا ہے کہ اگر نحوست ہوتی میں لفظ اگر ایک شرط کو بیان کررہا ہے یعنی مطلب یہ ہے کہ ان اشیاء میں بھی نحوست نہیں ہے۔

قاضی عیاض کے بیان سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ کسی چیز میں نحوست نہیں ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے صراحت سے نحوست کا انکار فرمایا ہے اور روایات سے نحوست کا وجود مانا جاتا ہے ان دونوں روایتوں کو اس طرح ایک دوسرے سے مطابقت دی جاسکتی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے کسی چیز میں خود بذاتہ اثر کرنے کی قوت کی ممانعت فرمائی ہے۔ کیونکہ ہر چیز میں صرف اللہ تعالیٰ ہی حقیقی مؤثر ہے اور تمام مخلوق اسی کی ہے۔ اور بھی اللہ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ اور جن چیزوں میں اثرات پائے جاتے ہیں یہ اللہ کی مرضی ہے کہ وہ ان میں تاثیر دے دیتا ہے جیسے آگ جس کی خصلت وفطرت جلانے کی ہے۔ خلاصہ یہ کہ تاثیر کسی چیز میں ذاتی نہیں ہے اور بعض اشیاء کی خصلت ان کی خلقی اور اصلی ہے۔

اور جن اشیاء کا رسول اکرم ﷺ نے حوالہ دیا ہے ان کی خصلت وتاثیر واضح ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ عورت کی نحوست یہ ہے کہ وہ بانجھ ہو، شوہر کی نافرمان ہو، اور شوہر کی نظر میں ناپسند وبدصورت ہو۔

گھر کی نحوست یہ ہے کہ وہ تنگ اور چھوٹا ہو۔ اس میں کھلی آب وہوا نہ آتی ہو اور اس کا پڑوس خراب ہو۔

گھوڑے کی نحوست یہ ہے کہ وہ سرکش ہو اور قیمتی ہو۔ اور مالک کی مصلحت کے موافق نہ ہو وغیرہ وغیرہ۔

نحوست کو مجازی طور پر مانا جارہا ہے اور نحوست کی وجہ دراصل وہ ناپسندیدگی ہے جو شریعت وطبیعت کی مخالفت پر محمول ہے یعنی جو چیز شریعت وانسانی طبیعت کے خلاف اثر انداز

ہو وہ نحوست کہلاتی ہے جس کی تائید "شرح السنہ" میں بایں طور مرقوم ہے گویا رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا اگر کسی مکان کے باشندے اپنے مکان کی رہائش پسند نہ کرتے ہوں یا کوئی شوہر اپنی بیوی سے صحبت ناپسند کرتا ہو یا گھوڑا پسندیدہ نہ ہو تو ایسی صورت میں مکان چھوڑ دیا جائے بیوی کو طلاق دے دی جائے اور یہ بالکل ویسا ہی ہے جیسا کہ ایک شخص نے رسالت مآب ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم جس گھر میں رہتے بستے تھے وہاں ہماری تعداد زیادہ تھی جس کے جواب میں ارشادِ عالی ہوا اس گھر کو چھوڑ دو۔ اور کسی دوسرے گھر میں منتقل ہو جاؤ تا کہ دل میں جو ناپسندیدگی بس گئی ہے وہ دور ہو جائے۔

اس سے مزید ثابت ہوا کہ نحوست اور شگون کا رسالت مآب ﷺ نے انکار فرمایا ہے۔ باقی اللہ ہی زیادہ جانتا ہے۔



باب دوم

مرضِ متعدی

قبل ازیں ہم وہ احادیث لکھ چکے ہیں جو مرضِ متعدی اور چھوت کے وجود کا انکار کرتی اور اس قسم کے غلط اعتقاد رکھنے کی ممانعت کرتی ہیں۔

چھوت

تاہم لوگوں کا یہ اعتراض ہے کہ چھوت کی نفی کے بعد رسولِ اکرم ﷺ کے یہ احکام موجود ہیں۔ کوڑھی جذامی سے اس طرح بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔

بیمار اُونٹ تندرست اُونٹوں میں جانے نہ پائے۔

کوئی بیمار کسی تندرست کے پاس آمد ورفت نہ کرے۔

بیمار اُونٹ کا مالک بھی بیمار اور تندرست اُونٹ کا مالک بھی تندرست ہوتا ہے۔

نیز ان احکام کی موجودگی میں رسولِ اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک کی بیماری دوسرے کو نہیں لگتی۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ ایک دیہاتی نے حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ایک وہ اُونٹ جو ریت میں اس طرح چلتا ہے گویا جنگل میں کودنے والا ہرن ہو لیکن دوسرا خارشی اُونٹ آ کر اس کو خارش میں مبتلا کر دیتا ہے۔ یہ کیا ہے؟ اس پر رسولِ اکرم ﷺ نے جواباً فرمایا بتاؤ! پہلے اُونٹ کو خارش کیسے ہوئی؟۔

اور ایک دوسری روایت میں یوں ہے کہ ایک دیہاتی نے آ کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ خارش اولاً اونٹ میں شروع ہوتی ہے یا پھر اس کی دم سے آغاز ہوتا ہے اور پھر یہ خارش دوسرے تمام اونٹوں میں پھیل جاتی ہے۔ اس پر رسالت مآب نے فرمایا پہلے والے اونٹ کو خارش کیسے ہوئی اور کس کے ذریعہ ہوئی؟ یاد رکھو مرض متعدی، شگون اور بدفالی کوئی چیز نہیں۔ اللہ نے ہر جاندار کو پیدا کر کے اس کی زندگی روزی اور مصیبت مقرر کر دی ہے۔

علاوہ ازیں رسول اکرم ﷺ کے حکم "چھوت کوئی چیز نہیں" اور کوئی بیمار کسی تندرست کے پاس آمد ورفت نہ کرے۔" گو ابو ہریرہ پہلے تو علی الاعلان کہا کرتے تھے لیکن پھر چھوت کوئی چیز نہیں" یہ حکم محبوب رب العالمین کا بیان کرنا ترک کر کے آخر عمر تک رسول اکرم ﷺ کی

یہی حدیث بیان کرتے رہے کہ کوئی بیمار کسی تندرست کے پاس آمدورفت نہ کرے۔ اور جب اپنے پہلے قول سے انہوں نے انکار کیا تو لوگوں نے کہا آپ تو کہا کرتے تھے کہ "چھوت کوئی چیز نہیں" اس کے جواب میں ابو ہریرہؓ حبشہ کی باتیں کرنے لگے۔ اس معاملہ میں ابو سلمہؓ کا قول ہے کہ ابو ہریرہؓ کو "چھوت کوئی چیز نہیں" کی حدیث یاد نہیں رہی۔

حضرت ابو ہریرہؓ کے چچازاد بھائی حارثؓ کا بیان ہے کہ میں نے ابو ہریرہؓ سے کہا اے ابو ہریرہؓ پہلے تو تم رسول اللہ کی یہ حدیث سُنایا کرتے تھے کہ "چھوت کوئی چیز نہیں ہے" اب کیا ہوگیا ہے جو اس کے بیان کرنے سے تم نے سکوت اختیار کرلیا ہے؟ اس پر ابو ہریرہؓ نے جواباً کہا یہ تو مجھے یاد نہیں البتہ رسالت مآب ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ کوئی بیمار کسی تندرست کے پاس آمد ورفت نہ کرے۔ اس پر جب حارثؓ نے جرح کی تو حضرت ابو ہریرہؓ غضب ناک ہو گئے حبشہ سے متعلق عجیب وغریب باتیں کرنے لگے۔

ابو سلمہؓ کا بیان ہے۔ میری جان کی قسم۔ ابو ہریرہؓ ہمیں رسول اللہ کی یہ حدیث سُناتے تھے کہ "چھوت کوئی چیز نہیں" اب معلوم نہیں کہ یہ حدیث انہیں بھلادی گئی یا منسوخ کردی گئی۔

اور اگر اعتراض کیا جائے کہ جبکہ ابو ہریرہؓ نے اس روایت سے انکار کردیا تو چھوت کی حدیث ثابت نہیں ہوتی۔ اس کا جواب میں (عبدالحق محدث دہلویؒ) یہ دیتا ہوں کہ اس کی اصولی بحث قبل ازیں بیان کی جاچکی ہے اور راوی کے انکار سے چھوت کا بالکلیہ عدم ثبوت نہیں ہوتا۔ اور بفرض محال اگر مان بھی لیں تب بھی "چھوت کوئی چیز نہیں" کی حدیث دوسری متعدد احادیث کے ذریعہ متحقق اور اپنی جگہ قائم ہے۔ بعض لوگ چھوت کوئی چیز نہیں کی حدیث اور جذامی سے فرار کا حکم یا بیماری کے احکام میں نہ ٹھہرنے اور کسی مریض کا تندرست کے پاس نہ جانے کے احکام کے درمیان تعارض سمجھتے ہیں۔ اس کا جواب ہم وہی دیتے ہیں جو علماء عظام نے چھوت کوئی چیز نہیں اور جذامی سے فرار کی مطابقت میں دیا ہے یعنی ان دونوں باتوں پر یکسانیت ہے اور کوئی تضاد نہیں ہے اور اس طرح دوسری حدیث کی وجہ سے مطابقت بھی واضح ہوجائے گی۔ درحقیقت حال اللہ ہی جانتا ہے۔

چھُوت

کرمانی نے شرح بخاری میں "چھوت کوئی چیز نہیں" کی تشریح کرتے ہوئے لکھا

ہے کہ بلحاظ طبیعت وخلقت کوئی بیماری دوسرے کو نہیں لگتی۔اور جو کچھ ظاہر ہوتا ہے۔ دراصل اللہ کے حکم ومنشاء سے ہوتا ہے۔اور اسی لئے رسالت مآب نے بیمار اونٹ کو تندرست اونٹ کے پاس جانے کی ممانعت فرمائی اور ارشاد فرمایا جذامی سے دور بھاگو۔

بعض کہتے ہیں کہ تندرست اونٹ کے پاس جانے کی ممانعت سے چھوت کا حکم مستثنیٰ ہے۔

تورپشتی کا بیان ہے چھوت کی تاویل میں علماء کا باہمی اختلاف ہے۔اکثر علماء کہتے ہیں کہ ''چھوت کوئی چیز نہیں'' کی حدیث سے نفس چھوت کی نفی مراد ہے۔اور چھوت کو رسول اکرم ﷺ نے باطل وناکارہ قرار دیا ہے۔جس کا ثبوت حدیث کے ظاہری انوار اور قرائن میں موجود ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ ''چھوت کوئی چیز نہیں'' کی حدیث سے نفس چھوت کا بطلان وناکارہ پن مراد نہیں ہے بلکہ جذامی سے اس طرح بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو اور تندرست کے پاس بیمار آمد ورفت نہ کریں۔ان دونوں حدیثوں سے رسول اکرم ﷺ کی مراد یہ ہے کہ کمزور طبائع جو اس امر کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ امراض ایک دوسرے کو لگتے یا لازمی طور پر اثر انداز ہوتے ہیں وہ باخبر ہو جائیں کہ ان کا وہم ان کے گمان کی حد تک ہے ورنہ اصلیت یہ ہے کہ اس قسم کے امراض بھی مشیت الٰہی کے تابع ہیں اور جو وہ چاہتا ہے ہوتا ہے اور جس کام کو وہ نہیں چاہتا وہ معرض وجود میں نہیں آتا اور اسی کی جانب رسول اکرم ﷺ کا یہ فرمان اشارہ کر رہا ہے کہ بتاؤ پہلے کو کس نے بیمار کیا؟ آمد ورفت نہ کریں گویا بالکل ویسا ہی ہے جیسے ٹیڑھی دیوار یا شکستہ کشتی سے بچنے کا حکم دیا جاتا ہے۔

اور ان میں دو احادیث کے ذریعہ اکثر علماء کی جماعت نے بعض دوسری جماعت والوں پر دلیل لا کر ان کے خیالات کی اس طرح تردید کی ہے کہ مذکورہ بالا احادیث میں جو ممانعت وارد ہے اس کا مطلب شفقت ورافت ہے کہ اگر یہ بیمار ہو جائے یا اونٹوں میں بیماری پھیل جائے تو لوگ یہ اعتقاد نہ کر بیٹھیں کہ چھوت کی بیماری لگتی ہے اور یہ حق ہے حالانکہ چھوت کوئی چیز نہیں ہے۔

بعض کہتے ہیں دونوں احادیث کی یہی تاویل مناسب ہے کیونکہ احادیث مرویہ سے اس کی مطابقت بھی ہوتی ہے کہ چھوت کوئی اثر انداز چیز نہیں ہے۔اور اگر پہلا قول مانیں

یعنی چھوت کو اثر انداز تصور کیا جائے تو اس سے فنِ طب کے اصول بھی معطل ہو جاتے ہیں، اور طبی اصول کو شریعت اسلامیہ معطل کرنے کے درپے نہیں بلکہ اسے بدین طور اور زیادہ ثبات و استحکام دیتی ہے اصول توحید کی مخالفت بھی نہ ہونے پائے۔

اور جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے، اس پر سرِ تسلیم خم کرنے میں کسی مخالفت کا بھی اندیشہ پیدا نہیں ہوتا۔

اور بعض لوگوں کا یہ استدلال کہ سیاق کلام کا قرینہ ہی چھوت کا ثبوت ہے اس کا جواب یہ ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے جن اشیاء کی ممانعت فرمائی یا جن چیزوں کو حرام مکروہ قرار دیا ہے انہیں باعتبار تنوع ایک وسطی درجہ میں یکجا بھی فرمادیا ہے اور ہمارے اس بیان کی تائید وصحت کے لئے رسالتِ مآب ﷺ کا یہ فرمان بھی پیشِ نظر رکھا جائے جب کہ ایک جذامی سے جو بغرض بیعت حاضر ہوا تھا فرمایا تمہاری بیعت ہم نے قبول کرلی بس اب جاؤ۔ اور ایک دوسرے جذامی کا ہاتھ لے کر آپ نے ایک بڑے پیالہ میں رکھا اور فرمایا اللہ پر اعتماد و بھروسہ کر کے دکھاؤ۔ ان دونوں احادیث کے درمیان مطابقت صاف ظاہر ہے کہ پہلی حدیث اتلاف اسباب سے پرہیز کرنے کا حکم ہے کہ ایسی صورت میں پرہیز کرنا چاہیئے اور دوسری حدیث مشارکت اسباب کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ پر اعتماد و بھروسہ کا بیّن ثبوت ہے۔ اور یہی سنتِ نبوی ﷺ ہے کہ تمام اسباب کی موجودگی میں اللہ اور صرف اللہ پر اعتماد کیا جائے۔

طبی نے عمر بن ثرید کی روایت سے لکھا ہے کہ بنو ثقیف کے وفد میں جو شخص تھا اس کے ہاتھ رسول اکرم ﷺ نے کہلا بھیجا کہ ہم نے تمہاری بیعت قبول کرلی اور اے جذامی اب تم لوٹ جاؤ۔

مسلم نے یہ حدیث لکھ کر تحریر کیا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ کی اجازت وہی اس کے لئے ہے جو توکل کی منزل پہ نہ پہنچا ہو اور آپ کا منشاء یہ ہے کہ اسباب کو بھی پیشِ نظر رکھو کیونکہ موجوداتِ عالم کو اللہ تعالیٰ نے خواص واثرات ودیعت فرمائے ہیں۔

علامہ بغوی کا بیان ہے کہ جذامی کے جسم میں سے ایک خاص قسم کی بدبو اور گیس نکلتی ہے اور جذامی کے پاس زیادہ نشست و برخاست کرنے والے اور ایک ساتھ کھانے اور سونے والے پر اثر انداز ہوتی ہے اور امر چھوت نہیں بلکہ فنِ طب کا ایک قاعدہ سا ہے جس کی مثال یہ ہے کہ سڑی ہوئی چیز کھانے، بدبودار سونگھنے بند یا سیل والے مکان میں رہنے سے نقصان

ہوتا ہے حالانکہ ہر کام صرف اللہ کے حکم سے ہوتا ہے اور اللہ کے حکم کے بغیر کوئی چیز نقصان نہیں پہنچاتی۔

امام وقت حافظ ابنِ حجر عسقلانی ۔نے ''شرح نخبۃ الفکر'' میں تحریر کیا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ کا یہ عمل کہ ایک جذامی کو دور سے رخصت کر دیا اور دوسرے جذامی کا ہاتھ پکڑ کر ایک پیالہ میں کھایا یہ دونوں عمل درحقیقت ایک دوسرے کے مخالف نہیں بلکہ ان میں مطابقت پائی جاتی ہے اور یہ اس امر کی وضاحت کرتے ہیں کہ چھوت کی بیماری کوئی متعدی مرض نہیں۔ تاہم بیمار سے تندرست کے اختلاط کو اللہ تعالیٰ نے ایک سبب بنا دیا کہ کہیں اس کی بیماری تجاوز نہ کر جائے۔ اور یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں بلکہ بعض اوقات کسی بیمار سے اختلاط کرنے کے باوجود تندرست تیماردار کو اس کا مرض لاحق نہیں ہوتا۔

ابنِ صلاح نے بھی اسی طرح مطابقت احادیث بیان کی ہے۔ اور میرے (شیخ عبدالحق ؒ) کے خیال میں ان دونوں احادث کی مطابقت یوں ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے چھوت کی جو ممانعت فرمائی ہے وہ اپنی جگہ عمومی حیثیت سے برقرار ہے۔ اور آپ ﷺ کا یہ ارشاد کہ کوئی بیماری تجاوز کر کے دوسرے کو نہیں لگتی یہ اپنی جگہ مسلّم اور بالکل درست ہے۔

اور رسولِ اکرم ﷺ کا یہ ارشاد کہ جس طرح اللہ نے پہلے کو بیمار کیا اسی طرح دوسرے کو بھی بیمار کیا، یہ اس حقیقت کا انکشاف ہے کہ اللہ تعالیٰ فاعل مختار ہے اور جس کو جس طرح چاہتا رکھتا ہے وہی بیمار ڈالتا اور شفا دیتا ہے۔

اور رسولِ اکرم ﷺ کا یہ حکم کہ ''جذامی سے بھاگو'' یہ دراصل ذرائع و اسباب کا سدِ باب کرتا ہے کہ جو شخص کسی جذامی سے اختلاط کے باعث بیمار ہو جائے تو کہیں یہ اعتقاد نہ کرنے لگے کہ چھوت لگ گئی۔ بلکہ ہر مسلمان کو یہ پختہ اعتقاد رکھنا چاہئے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی بیمار ڈالتا ہے اور وہی شفا دیتا ہے اور رسولِ اکرم ﷺ نے یہ حکم قرار دے کر بد اعتقادی کی بیخ کنی فرمائی ہے تاکہ چھوت وغیرہ کو حق ماننے کا بالکل خاتمہ ہو جائے۔

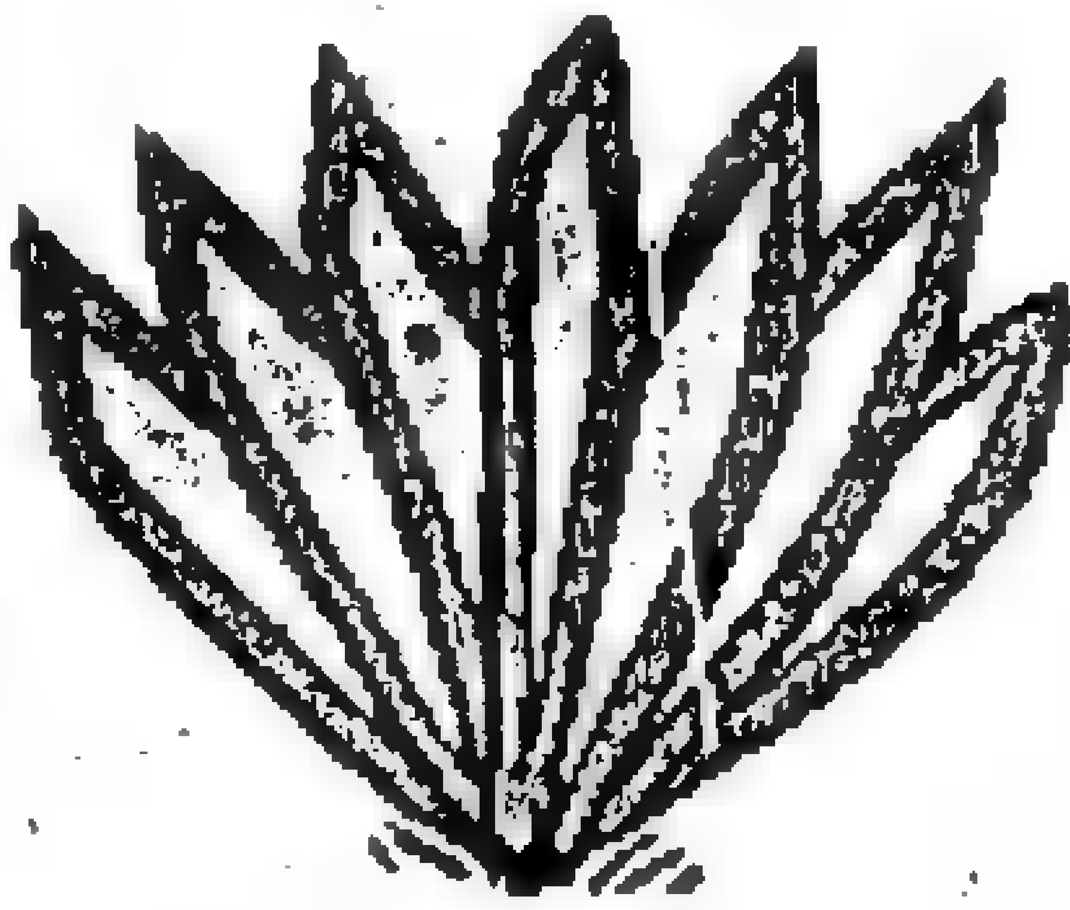
اس کے علاوہ اس باب میں ''شرح نخبۃ الفکر'' کے حاشیہ پر حافظ ابنِ حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ کا ایک جذامی کے ساتھ کھانا نوش فرمانا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ آپ ﷺ کو اللہ کی قدرت کے بارے میں کوئی بدظنی نہ تھی اور آپ ﷺ کا یہ عمل دراصل ان لوگوں کے لئے سبق تھا جن کے دل یقین کی دولت سے لبریز نہ تھے۔ اور توہم پرستوں

کے لئے عملی نصیحت ہے کہ اگر کوئی بیماری آجائے تو دل میں اس بیماری کے لگنے کا خیال تک نہ لایا جائے۔

نیز آپ ﷺ کے اس رشاد سے آپ ﷺ کی رحمت کا بھی اظہار ہے تا کہ کوئی شخص دریائے شرک میں معمولی طور بھی گرنے نہ پائے۔

اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی اس شانِ رحمت میں مسلمانوں کو اچھے عمل کی توفیق دے اور آپ ﷺ کا وسیلہ رکھ کر فضیلت و پرچم حمد عنایت فرمائے اور لاکھوں درود و سلام ہوں سرورِ عالم ﷺ پر جو پیکرِ شرف و کرم ہیں۔

چونکہ اس مضمون کو حافظ ابن حجر عسقلانی نے رسولِ اکرم ﷺ پر درود و سلام بھیجتے ہوئے ختم کیا ہے۔ لہٰذا میں (شیخ عبدالحق) بھی درود و سلام پر ختم کرتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جانتا ہے۔



ربیع الاوّل

بہتر و مناسب یہ ہے کہ اس عنوان کے تحت اولاً رسالتمآب ﷺ کی ولادت وصال اور متعلقہ احکام لکھے جائیں اور پھر اس ماہ میں رسالتؐ مآب ﷺ کی خواب میں رویت و زیارت کا تذکرہ کیا جائے اس میں دو باب لکھے ہیں۔

باب اوّل

ولادت باسعادت

سال فراخی ومسرّت

سچے دوستو! اللہ تعالیٰ نور یقین سے تمہاری تائید کرے اور رسالتِ مآب ﷺ کے تذکرہ سے تمہارے دل منوّر کرے درود ہو رسولِ اکرم ﷺ پر، آپ ﷺ کے آل واصحابؓ پر اور سب پر واقعہ یہ ہے کہ بطنِ حضرت آمنہؓ میں جب رسولِ اکرم ﷺ تشریف لائے تو زمانہ حمل میں حضرت آمنہؓ کو آپ ﷺ کی برکت سے وہ عجیب و غریب اور نادر و نایاب واقعات پیش آئے جو سیرت کی کتابوں اور احادیث میں مذکور ہیں ان بحور ذخار میں سے ہم صرف وہی امور جو حقیقی حالات کی وضاحت کرتے ہیں اور وہ احادیث لکھیں گے جو صحیح کتب احادیث میں مشہور و معروف اسناد کے ساتھ مرقوم ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کام کی تکمیل کی توفیق عنایت فرمائے۔

روایت ہے کہ حمل مبارک ﷺ سے پہلے قریش سخت قحط اور تنگی ترشی کے عالم میں مبتلا تھے لیکن بطنِ آمنہؓ میں رسولِ اکرم ﷺ کی تشریف ارزانی کے ساتھ ہی سرزمینِ مکہ سرسبز اور درخت بارآور ہو گئے اور قریش کو ہر سمت سے آمدنی ہونے لگی۔ اسی لئے قریش نے اس سال ۵۷۰ء کا نام جس میں رسولِ اکرم ﷺ بطنِ مادر میں تشریف لائے تھے۔ ''سالِ فراخی ومسرّت'' رکھا۔

ابنِ اسحٰق کا بیان ہے کہ حضرت آمنہ ؓ فرماتی تھیں جب محبوب ربّ العالمین ﷺ میرے پیٹ میں آئے تو ایک دن میں نیند و بیداری کی درمیانی حالت میں تھی کہ ایک غیبی آواز آئی اے آمنہ ؓ! تمہارے پیٹ میں اُمت کا سردار ہے۔ اور مجھے مطلق علم نہ تھا کہ میں حاملہ ہوں کیونکہ مجھے کسی قسم کی گرانی نہ تھی اور میری وہ حالت نہ تھی جو دوسری خواتین کی ہوتی ہے۔ البتہ ایام بند ہو جانے پر مجھے تعجب تھا۔

ایک حدیث سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا دوسری خواتین کی بہ نسبت میری والدہ ماجدہ کے پیٹ کے اندر میں بھاری محسوس ہوا تو انہوں نے اپنی سہیلیوں وغیرہ سے اس کی شکایت کی۔ پھر اسی شب انہوں نے خواب میں دیکھا کہ اس پیٹ میں جو ہیں وہ نور ہیں (آخر حدیث تک) اور اسی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کو زمانہ حمل میں ثقل محسوس ہوا۔ اس حدیث کے سوائے باقی تمام دیگر احادیث میں ہے کہ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کو زمانۂ حمل میں کوئی ثقل اور بوجھ محسوس نہیں ہوا۔

حافظ ابونعیم نے مذکورہ بالا احادیث میں یوں مطابقت دی ہے کہ ابتدائی دنوں میں تو آپ کو ثقل محسوس ہوا لیکن حمل کے زیادہ سے زیادہ مہینوں میں آپ کو کوئی ثقل اور بوجھ معلوم نہیں ہوا۔ اور یہ دونوں حالتیں عام عادت کے بالکل خلاف وقوع پذیر ہوئیں۔

ابوزکریا یحییٰ بن عائذ کا بیان ہے کہ رسالتِ مآب ﷺ اپنی والدہ کے پیٹ میں پورے نو ماہ رہے اس زمانہ میں حضرت آمنہ ؓ کے پیٹ میں درد، مروڑ اور ریاح وغیرہ کی کوئی شکایت نہیں ہوئی۔ اور دوسری حاملہ خواتین کی مانند آپ کو کوئی عارضہ نہیں ہوا۔ آپ فرماتی تھیں بخدا میں نے کسی کو بھی اپنے سے زیادہ ہلکا حمل نہیں دیکھا اور یہ حمل بڑا ہی برکت والا ہے۔

انتقال حضرت عبداللہ ؓ بن عبدالمطلب

رسولِ اکرم ﷺ کو بطنِ مادر میں آئے صرف دو ماہ ہوئے تھے کہ آپ ﷺ کے والد بزرگوار حضرت عبداللہ ؓ ابن عبدالمطلب نے وفات پائی۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ؓ نے اس وقت وفات پائی جب کہ رسولِ اکرم ﷺ پالنے میں تھے۔ اور مشہور و راجح روایت پہلی ہی ہے کہ ولادتِ سرورِ عالم ﷺ سے قبل ہی حضرت عبداللہ ؓ نے وفات پائی۔

واقعہ وفات یہ ہے کہ مدینہ منورہ سے مکہ واپس جاتے ہوئے راستہ میں حضرت عبداللہؓ ابنِ عبدالمطلب نے وفات پائی اور مقامِ ابواء میں آپ کو دفن کیا گیا۔

ولادتِ رسالتمآب ﷺ بحالتِ سجدہ

ابونعیم نے عبداللہ بن عباسؓ کی روایت سے لکھا ہے حضرت آمنہؓ فرماتی تھیں جب حمل کو چھ ماہ ہو چکے تو کسی آنے والے نے خواب میں آکر مجھ سے کہا اے آمنہ! تمہارے پیٹ میں دو عالم کے بہترین سردار ہیں۔ وضع حمل پر آپ کا اسمِ گرامی محمد ﷺ رکھنا! اور اپنا حال پوشیدہ رکھنا۔ اس کے بعد حضرت آمنہؓ نے فرمایا دوسری خواتین کی مانند میرے وضع حمل کا زمانہ بھی قریب آ گیا۔ پھر آپؓ نے جو عجیب وغریب امور دیکھے تھے بیان کئے مثلاً وہ پرند دیکھے جن کی چونچ زمرد کی اور بازو یاقوت کے تھے۔ اور کچھ مرد و زن ہوا میں اس طرح پرواز کرتے دیکھے جن کے ہاتھوں میں چاندی کے لوٹے تھے، نیز اللہ نے میری آنکھوں سے پردے اُٹھا دیئے اور میں نے مشرق ومغرب کی زمینیں دیکھیں۔ اسکے علاوہ تین پرچم اس طرح دیکھے کہ ان میں سے ایک مشرق میں دوسرا مغرب میں اور تیسرا خانہ کعبہ کی چھت پر نصب تھا۔

پھر مجھے دردِ زہ ہوا اور رسولِ اکرم ﷺ کی ولادت اس طرح ہوئی کہ آپ ﷺ سجدے میں تھے اور جیسے کوئی عاجز گریہ وزاری کرتا ہے ویسے ہی آپ کی حالت تھی اور آپ ﷺ انگشتِ شہادت آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھے۔ اس کے بعد میں نے ایک سفید ابر دیکھا جس نے آسمان سے آکر آپ ﷺ کو ڈھانپ لیا اور پھر آپ ﷺ میرے پاس سے غائب ہو گئے۔ اسی دوران میں نے ایک آواز سُنی "منادی بہ بانگ دہل کہہ رہا تھا" آپ کو سرزمینِ مشرق ومغرب کی سیر کراؤ اور سمندروں میں لے جاؤ تا کہ وہ آپ کے متبرک نام سے متعارف ہو جائیں۔ آپ ﷺ کی نعت وصفات اور صورت سے واقف ہو جائیں اور اچھی طرح سمجھ لیں کہ آپ ﷺ کا متبرک نام ماحی (ظلم وشرک وغیرہ کو مٹانے والا) ہے۔ اب کسی قسم کی بُت پرستی اور شرک کا وجود باقی نہ رہے گا اور آپ ﷺ کے عہدِ خجستہ میں شرک وبُت پرستی محو ہو جائے گی۔ اس اعلان کے بعد ہی وہ چھایا ہوا بادل آپ ﷺ پر سے ہٹ گیا۔

محمد بن سعد نے جماعت محدثین حضرت عطاء وعبداللہ ابنِ عباسؓ وغیرہ کے ذریعہ حضرت آمنہ بنتِ وہبؓ کی زبانی لکھا ہے کہ رسالتمآب ﷺ کی ولادت کے وقت آپ کے

ساتھ ایسا نور بھی نکلا جس سے مشرق و مغرب کی ہر چیز روشن دکھائی دی۔ اور آپ ﷺ کی ولادت اس طرح ہوئی کہ آپ ﷺ اپنے ہاتھوں کے سہارے زمین پر آئے پھر آپ ﷺ نے اپنی مٹھیاں زمین سے اٹھائیں اور سرِ مبارک آسمان کی جانب بلند فرمایا۔

طبرانی کی تحریر ہے کہ رسالت مآب ﷺ جب پیدا ہوئے تو آپ ﷺ کی مٹھیاں بند تھیں البتہ انگشتِ شہادت اس طرح اٹھائے ہوئے تھے گویا سبحان اللہ پڑھ رہے ہوں۔

خاتم النبیین

امام احمد، بزار، طبرانی، حاکم اور علامہ بیہقی نے عرباض بن ساریہ کی روایت سے لکھا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا میں اللہ کا بندہ اور خاتم النبیین ہوں۔ میں اس وقت بھی نبی تھا جب کہ آدم اپنے خمیر میں تھے۔ اور عنقریب تمہیں تمام حالات سے باخبر کروں گا۔ میں اپنے والد حضرت ابراہیمؑ کی دعوت ودعا، حضرت عیسیٰؑ کی بشارت اور اپنی والدہ ماجدہؓ کا خواب ہوں جو انہوں نے دیکھا۔ تمام انبیاء کی مائیں اپنے اپنے فرزند کی نبوت وغیرہ سے متعلق خواب دیکھتی رہی ہیں۔ اور سرورِ دوعالم کی والدہ ماجدہ نے بوقتِ وضعِ حمل وہ نور دیکھا جس سے مملکتِ شام کے تمام محل منور نظر آئے۔

حافظ ابنِ حجر کا بیان ہے کہ مذکورہ بالا حدیث ابنِ حبان اور حاکم کے نزدیک حدیث صحیح ہے اس کے علاوہ اس حدیث کے صحیح ہونے کی مزید اسناد موجود ہیں۔

مملکتِ شام کے محلات صاف نظر آنے کی بابت حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ نے اپنے ان اشعار میں اشارہ کیا ہے۔

وانت لما ولدت اشرقت الارض واضاءت بنورک الافق فنحن فی ذلک الضیاء والنور وسبیل الرشاد نخترق۔

"اے رسول ﷺ جب آپ پیدا ہوئے تو زمین روشن ہوگئی اور آپ ﷺ کے نور سے آسمانی کنارے درخشاں ہوگئے اور ہم اسی روشنی ونور میں رشد وہدایت کی راہ چلتے ہیں"۔

روایت مندرجہ بالا میں مملکتِ شام کی خصوصیت کی وجہ یہ ہے کہ علاقۂ شام آپ ﷺ کا دارالملک ہے۔ اور اسی کو کعب نے بحوالہ جات کتب قدیم یوں تحریر کیا ہے کہ احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی ولادتِ مکہ میں ہجرتِ مدینہ میں اور آپ ﷺ کا ملک شام ہے۔ اور اسی نسبت سے شبِ معراج میں آپ ﷺ کو مملکتِ شام کی جانب بیت المقدس تک

لے جایا گیا۔ نیز شام کی جانب آپ ﷺ کی روانگی اس لئے بھی ہوئی کہ قبل ازیں حضرت ابراہیمؑ نے علاقہ شام کی سمت ہجرت فرمائی تھی۔ اور سرزمینِ شام ہی وہ خطۂ زمین ہے جو حشر ونشر کا مقام متصور ہے۔

علاوہ ازیں صحیح حدیث ہے کہ زمین شام کو لازم پکڑلو اس لئے کہ تمام روئے زمین کی بہ نسبت سرزمینِ شام اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے اور اللہ کے برگزیدہ ومنتخب بندے اسی سرزمین پر زیادہ سے زیادہ تشریف فرما ہے۔

عجائباتِ ولادت

رسول اکرم ﷺ کی ولادتِ باسعادت کے عجائبات کے منجملہ امام بیہقی وابونعیم نے یہ روایت تحریر کی ہے کہ وہ یہودی جو بحیثیتِ تاجر مکّہ معظّمہ میں مقیم تھا اس نے اس رات جس میں رسالتِ مآب ﷺ اس دنیا میں تشریف فرما ہونے والے تھے کہا اے گروہ یہود! احمدِ مجتبیٰ ﷺ کا ستارہ طلوع ہوا ہے اور آج کی شب وہ تولد ہوں گے۔

مُہرِ نبوّت ﷺ

حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بیان ہے کہ جس دن کو رسالتِ مآب ﷺ پیدا ہوئے اسی شب ایک یہودی مقیم مکّہ معظّمہ نے کہا۔

اے جماعتِ قریش! کیا تمہارے خاندان میں کوئی لڑکا پیدا ہوا ہے؟ پھر اس یہودی نے کہا اس رات وہ پیدا ہوں گے جو اُمّت کے نبی ہیں اور ان کے نبی ہونے کی علامت یہ ہے کہ ان کے دونوں کاندھوں کے درمیان مُہرِ نبوّت ہے۔ یہ سن کر قریش پھیل گئے اور دریافت پر معلوم کیا کہ حضرت عبداللہ ابن عبدالمطلبؓ کے فرزند تولد ہوئے ہیں۔ چنانچہ وہ یہودی، چند قریش کے ساتھ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت آمنہؓ نے اس یہودی کی خواہش پر آپ ﷺ کا دیدار کرایا۔ آپ ﷺ کو دیکھتے ہی وہ یہودی غش کھا کر گرا اور پھر کہا۔ اے جماعتِ قریش! سنو! بنی اسرائیل میں سے نبوت ختم ہوگئی۔ اور اب تم کو ان نبی ﷺ کے ذریعہ بے حد غلبہ وشوکت حاصل ہوگی اور آپ کی دعوت مشرق سے مغرب تک جاری رہے گی۔

یہ روایت یعقوب بن سفیان نے بھی حسن اسناد کے ذریعہ لکھی ہے اور یہی روایت فتح الباری میں بھی ہے۔

کرشمۂ ولادت

رسالت مآب ﷺ کی ولادت کے وقت شاہ کسریٰ کے محل میں زلزلہ آیا اور اس کے محل کے چودہ کنگرے گر گئے۔

بحیرۂ طبریہ خشک ہو گیا۔ فارس میں آتش پرستوں کی وہ آگ جو عرصہ سے مسلسل جاری تھی آپ ﷺ کی ولادت کے ساتھ ہی ٹھنڈی ہو گئی یہ روایت اکثر لوگوں نے لکھی ہے۔

ایوانِ کسریٰ کے چودہ کنگرے گرنے میں اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ فارس کے صرف چودہ بادشاہ ہوں گے چنانچہ چار سال کی مدت میں دس بادشاہ ہوئے اور بقیہ چار نے حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت تک بادشاہت کی۔ (مواہب لدنیہ)

علاوہ ازیں آپ ﷺ کی ولادتِ باسعادت کے سبب آسمانی خبروں کی حفاظت کے لئے شہابِ ثاقب مقرر کئے گئے اور شیطان کی کمین گاہیں مسدود کر دی گئیں نیز شیطانوں کی چوری چھپے آسمانی باتیں سننے کی اللہ تعالیٰ نے ممانعت فرما دی۔

مختون وناف بُریدہ

ابو ہریرہؓ وابنِ عباسؓ کا بیان ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ مختون اور ناف بُریدہ پیدا ہوئے۔ (اوسط از طبرانی)

علاوہ ازیں ابو نعیم، خطیب اور ابنِ عساکر نے متعدد اسناد کے ساتھ حضرت انسؓ کی زبانی رسالت مآب ﷺ کا یہ ارشاد تحریر کیا ہے کہ میرے رب کی جانب سے میری بزرگی و کرامت یہ ہے کہ میں ختنہ شُدہ پیدا ہوا۔ اور کسی نے میری شرم گاہ نہیں دیکھی۔ اسے مختارہ نے بھی صحیح لکھا ہے۔

حاکم نے اپنی مستدرک میں تحریر کیا ہے کہ متواتر احادیث سے یہ ثابت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ مختون پیدا ہوئے۔

متواتر احادیث سے حاکم کی مراد یہ ہے کہ سیرت کی کتابوں میں یہ واقعہ بکثرت درج ہے اور یہی مشہور بھی ہے۔ اور تواتر احادیث سے ان کا مقصد ائمہ محدثین کی اصطلاح "طریقۂ اسناد" نہیں ہے اس روایت کی خصوصیت کو بعض محدثین نے ضعیف بھی لکھا ہے جس کی صراحت کرتے ہوئے ابن قیم نے تحریر کیا ہے کہ ختنہ شُدہ پیدا ہونا صرف رسول اکرم ﷺ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے کیونکہ اکثر لوگ ختنہ شدہ پیدا ہوئے ہیں۔

ابنِ درید نے وشاح میں ابن کلبی کی زبانی لکھا ہے ہمیں معلوم ہوا ہے آدمؑ کی تخلیق اس طرح ہوئی کہ آپ مختون تھے۔ اور آدمؑ کے بعد مزید بارہ نبی ایسے ہوئے جو مختون پیدا ہوئے جن کے آخر میں سرورِ عالم محمد رسول اللہ ﷺ مختون پیدا ہوئے۔

ایک ضعیف روایت یہ ہے کہ رسالتِ مآب ﷺ کی ولادت کے ساتویں دن آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب ؓ نے آپ کا ختنہ کرایا اور ضیافت کر کے آپ کا اسم مبارک محمد ﷺ رکھا۔

ایک قول یہ ہے کہ جبریلؑ نے بوقتِ انشراح صدر آپ ﷺ کا قلب دھویا اور آپ ﷺ کا ختنہ بھی کیا۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ قول منکر ہے۔

مسئلہ ختنہ

واضح ہو کہ لڑکے کے آلہ تناسل کے سرے پر جو زائد کھال حشفہ کے اوپر ہوتی ہے اسے کاٹ دیا جاتا ہے اور لڑکی کی شرمگاہ کے اوپری حصہ جو زائد کھال ہوتی ہے وہ کاٹ دی جاتی ہے اور ان دونوں کا نام (اردو زبان میں) ختنہ ہے اور (عربی زبان میں) مرد کے ختنہ کرنے کو اعذار اور عورت کے ختنہ کرنے کو خفضہ کہتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام مالک اور کچھ شافعیوں کا مسلک یہ ہے کہ ختنہ کرانا سُنت ہے اور امام شافعی کا خود مذہب یہ ہے کہ ختنہ کرانا واجب ہے اور مذہبِ مالکی کے مشہورِ عالم سحنون بھی اسے واجب کہتے ہیں۔

واضح رہے کہ امام شافعی نے مردوں کا ختنہ واجب اور لڑکیوں کا ختنہ سُنت قرار دیا ہے۔

جو اشخاص ختنہ کرانے کو سنت کہتے ہیں وہ اس کی دلیل ابوملیح بن اسامہ کے اس قول سے لاتے ہیں کہ انہوں نے اپنی والدہ کی زبانی بیان کیا کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا ہے مردوں کے لئے ختنہ کرانا سنت اور لڑکیوں کے لئے تکرمہ (قابلِ پسندیدگی) ہے۔

(مسند از امام احمد و امام بیہقی)

جو لوگ ختنہ کو واجب قرار دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ مذکورہ بالا احادیث میں لفظ سنت سے جو مراد ہے وہ واجب کے خلاف نہیں ہے بلکہ سنت سے مطلب ایک خاص طریقہ ہے۔ اور ختنہ کرانا واجب ہے جس کی دلیل قرآنِ کریم کی یہ آیت ہے۔

ان اتبع ملّۃ ابراھیم حنیفا (یک سو ہو کر دینِ ابراہیمی کے مطیع ہو جاؤ)

صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہ ؓ کی حدیث اس امر کا ثبوت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا حضرت ابراہیم ؑ نے اپنی عمر کے (۸۰) سال میں بسولہ سے اپنا ختنہ کیا ابوداؤد نے بھی وجوب ختنہ کے لئے رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد بطور دلیل پیش کیا ہے کہ جو شخص اسلام لائے وہ اپنے اوپر سے کفر کے نشان دور کردے اور ختنہ کرا لے۔

علاوہ ازیں قفال مروزی شافعی بھی وجوب ختنہ کے قائل ہیں اور یہ دلیل لاتے ہیں کہ حشفہ کے اوپر کی زائد کھال کو باقی رکھنے سے پیشاب وغیرہ کی نجاست اس کے اندر رکی رہتی ہے جس کی وجہ سے نماز نہیں ہوتی۔ اس لئے اس زائد کھال کا کاٹنا واجب ہے۔

ختنہ کا زمانہ

ختنہ کرانے کے زمانہ و وقت میں علماء کا باہمی اختلاف ہے۔ ختنہ کرانا واجب ہے کے کہنے والے کہتے ہیں کہ بلوغ کے بعد کرایا جائے کیونکہ بلوغ ہی محل وجوب ہے۔

بعض شافعی کہتے ہیں ولی پر واجب ہے کہ وہ لڑکے اور لڑکی کے بلوغ سے پہلے ہی ختنہ کرادیں۔ ختنہ کرانا سنت ہے کے کہنے والوں کا بیان ہے صاف بات یہ ہے کہ ختنہ کا وقت و زمانہ بلوغ سے پہلے کا ہے کیونکہ شرمگاہ چھپانا واجب ہے اس لئے سنت کو کسی حال ترک نہیں کیا جاسکتا۔ اور حقیقت اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جانتا ہے۔

تاریخ ولادتِ رسالت مآب ﷺ

رسالت مآب ﷺ کے سالِ ولادت میں لوگوں کا اختلاف ہے اکثر اسی پر متفق ہیں کہ عام الفیل[1] آپ ﷺ کا سنہ ولادت ہے۔ حضرت ابن عباس ؓ کا بھی یہی قول ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس کے خلاف جو قول ہے وہ ظن و تخمین اور وہم ہے۔

سہیلی اور ان کی جماعت کا بیان ہے کہ واقعہ الفیل کے پچاس دن بعد آپ ﷺ کی ولادت ہوئی اور یہی مشہور ہے، لیکن میاطی نے اپنی آخریں میں تحریر کیا ہے کہ واقع الفیل کے پچپن دن بعد آپ ﷺ کی ولادت ہوئی۔

اسی طرح آپ ﷺ کی ولادت کے مہینہ میں بھی لوگ باہم مختلف ہیں۔ جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ ماہِ ربیع الاوّل میں آپ ﷺ جلوہ افروز ہوئے۔ اور ابنِ جوزی نے بھی اسی کو متفق علیہ قرار دیا ہے۔

---

[1] عامۃ الفیل وہ سال ہے جس میں ابرہا حرم مکہ پر ہاتھیوں کے ذریعہ حملہ آور ہوا تھا تاکہ مکہ کو ڈھادے یہ واقعہ ۵۷۰ کا ہے ۱۲۔

اسی طرح آپ ﷺ کی ولادت کے دن میں لوگ مختلف الخیال ہیں بعض کہتے ہیں کہ کوئی تاریخ متعین نہیں ہو سکتی البتہ یہ ضرور ہے کہ ماہِ ربیع الاوّل میں کسی پیر کے دن آپ ﷺ رونق افروز ہوئے۔ اس کے برعکس جمہور علماء کا مذہب وایقان ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت کا دن مقررہ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ربیع الاوّل کی دوسری تاریخ تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ آٹھ تھی اور ربیع الاوّل کی آٹھویں تاریخ ولادت ہی کو شیخ قطب الدین قسطلانی نے صحیح قرار دیا ہے اور اکثر محدثین کا یہی قول مختار ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس و جبیر بن مطعم کے نزدیک بھی یہی قول صحیح ودرست ہے کیونکہ یہ حضرات واقف حالات ہیں۔ اور یہی مذہب حمیدی اور ان کے استاذ شیخ ابن حزم کا ہے۔

قضاعی نے عیون المعارف میں لکھا ہے کہ تمام سیرت نگاروں کے نزدیک آٹھویں تاریخ ولادت رسالت مآب ﷺ ہے اور زہری نے محمد بن جبیر کی زبانی بھی اسی کی تائید کی ہے۔ واضح رہے کہ محمد بن جبیر وہ شخص ہے جو نسب ناموں اور حالات ایام عرب کے زیادہ جاننے والے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ دسویں ربیع الاوّل کو آپ ﷺ کی ولادت ہوئی۔

بارھویں ربیع الاوّل

بارھویں ربیع الاول تاریخ ولادت رسالت مآب ﷺ مشہور ہے۔ اور اہل مکہ کا عمل یہی ہے کہ وہ اس تاریخ کو مقام ولادت رسالت مآب ﷺ کی اب تک زیارت کرتے ہیں[1]۔

طیبی کا بیان ہے کہ "تمام مسلمانوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ رسالت مآب ﷺ ۱۲ ربیع الاول کو اس دنیا میں رونق افروز ہوئے۔

میں (عبدالحق) کہتا ہوں کہ طیبی کے امر اتفاق پر ہمیں بھی مندرجہ بالا بیانات کی موجودگی میں کلام نہیں۔ نیز اس امر پر بھی سب متفق نہیں کہ آپ ﷺ کس وقت پیدا ہوئے۔ البتہ مشہور یہی ہے کہ پیر کے دن صبح آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی ہے۔

قتادہ انصاری کا بیان ہے کہ پیر کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو ارشاد عالی ہوا یہ وہ دن ہے جس دن میری ولادت ہوئی اور اسی دن مجھ کو نبوت عطا فرمائی گئی۔ (مسلم)

---

[1] یہ تحریر ۱۰۵۲ھ سے پہلے کی ہے کیونکہ شیخ نے ۱۰۵۲ھ میں انتقال کیا ہے اور اب تو حالات ہی کچھ اور ہو گئے ہیں۔ از مترجم ۱۲

اس ارشاد سے واضح ہے کہ آپ کی ولادت دن کے وقت ہوئی۔

مسند میں حضرت ابن عباسؓ کی زبانی یہ تحریر ہے کہ رسول اکرم ﷺ پیر کے دن پیدا ہوئے۔ اور پیر ہی کے دن مکہ سے مدینہ کی جانب ہجرت فرمائی۔ پیر کے دن ہی حجر اسود اٹھا کر نصب فرمایا۔ نیز فتح مکہ اور سورۂ مائدہ کا نزول بھی پیر کے دن ہی ہوا ہے۔

وقت ولادت رسالت مآب ﷺ

بلا شک وشبہ یہ امر یقینی اور پایہ ثبوت کو پہنچتا ہے کہ سرور عالم ﷺ بوقت طلوع فجر اس دنیا میں رونق افروز ہوئے۔

عبد اللہ ابن عمرو بن عاصؓ کا بیان ہے کہ ظہران میں ایک شامی راہب[1] رہتا تھا جو عیصا کے نام سے مشہور تھا اور وہ اکثر وبیشتر کہا کرتا تھا۔ اے مکہ والو! تم میں عنقریب وہ شخصیت پیدا ہو گی جس کا مذہب تمام عرب قبول کرلے گا اور وہ عجم کے بھی مالک ہوں گے اور ان کی پیدائش کا یہی زمانہ ہے۔

اندرونِ مکہ میں جو لڑکا پیدا ہوتا لوگ اس راہب سے جا کر پوچھتے تھے۔ لیکن ایک دن جس کی صبح میں رسول اکرم ﷺ رونق افروز عالم ہوئے تھے۔ حضرت عبد اللہؓ رواج کے موافق عیصا کے پاس گئے اور اسے آواز دی چنانچہ اس نے ملاقات کر کے کہا عالم کو منور کرنے والے کی ولادت آپ کو مبارک ہو۔ آپ کے فرزند ہی وہ نومولود ہیں جن کی پیر کے دن کی پیدائش کے بارے میں میں اعلان کرتا تھا۔ یہ پیر کے دن ہی تاج نبوت سے سرفراز ہوں گے اور پیر کے دن ہی وفات پائیں گے۔ پھر عیصا نے پوچھا ان نومولود کا کیا نام رکھا ہے؟ حضرت عبد اللہؓ نے جواباً کہا محمد ﷺ۔ یہ سن کر عیصا نے کہا، بخدا میری خواہش یہی تھی کہ یہ فرزند ارجمند تمہارے گھر پیدا ہو اور میرے علم کی حد تک ان میں تینوں باتیں میری خواہش کے موافق موجود ہیں اور یہ سب یکجا ہیں۔ ایک یہ کہ ان کا ستارہ گذشتہ شب طلوع ہوا۔ دوسرے یہ کہ پیر کے دن پیدا ہوئے اور تیسرے یہ کہ ان کا نام نامی محمد ﷺ ہے۔ مذکورہ بالا روایت ابو جعفر بن ابی شیبہ کی بیان کردہ ہے۔

اس کے علاوہ اسی راویت کو ایک ضعیف راوی کے حوالہ سے ابو نعیم نے اپنی دلائل میں تحریر کیا ہے۔

---

[1] عیسائیوں کا پارسا وعبادت گزار۔ ۱۲

ایک قول یہ ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت غفر کے وقت ہوئی اور غفر وہ تین چھوٹے ستارے ہیں جن کی منزل چاند ہے۔ اور چاند کی یہ منزل وہ وقت ہے جس میں عام طور پر انبیاء کی ولادت ہوئی ہے۔

اور شمسی مہینوں کے مطابق ماہ نیساں کی بیسیوں تاریخ آپ ﷺ کی ولادت قرار پائی ہے اور یہ بُرج حمل کا وقت تھا[1]۔

بعض لوگ آپ ﷺ کی ولادت کا وقت حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کی روایت کے مطابق رات کا بتاتے ہیں۔

شیخ بدر الدین زرکشی کا بیان ہے صحیح یہی ہے کہ رسالت مآب ﷺ کی ولادت باسعادت دن کے وقت ہوئی۔ اس کے علاوہ جو لوگ آپ ﷺ کی ولادت کے وقت ستاروں کا ٹوٹنا بیان کرتے ہیں اسے ابن حَجِیَہ نے ضعیف کہا ہے اور دلیل یہ لکھی ہے کہ ستارے رات کے وقت گرتے ہیں۔ لیکن چونکہ آپ کی ولادت صبح کے وقت ہوئی ہے اس لئے ستارے ٹوٹنے کی علت وسبب بنانا درست نہیں کیونکہ زمانہ نبوت میں خوارق عادت ہوا ہی کرتے ہیں اس لئے خوارق کے مدنظر دن کے وقت ستارے ٹوٹنا جائز ہے۔

اور میں بندہ کمزور (عبدالحق) کہتا ہوں ممکن ہے کہ ستارے رات کو ٹوٹے ہوں اور اسی صبح کے وقت آپ ﷺ کی ولادت ہوئی۔ اور لوگوں کا یہ کہنا کہ بوقت ولادت ستارے گرے اس کا بھی یہی مطلب ہے[2]۔

افضلیت شب ولادت

سرور دوعالم کی شب ولادت یقیناً شب قدر سے زیادہ افضل ہے کیونکہ شب ولادت آپ ﷺ کی پیدائش وجلوہ گری کی شب ہے اور شب قدر آپ ﷺ کو عطا کی ہوئی شب ہے۔ اور جو رات کہ ظہور رات کے سبب مشرف کی گئی ہو وہ اس شب سے زیادہ مشرف وسربلند ہے جو عطیہ وسرفرازی کی وجہ سے معزز بنائی گئی ہو۔

شب ولادت رسالت مآب کی افضلیت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ شب قدر میں صرف آسمان سے فرشتے نازل ہوتے ہیں اور شب ولادت میں رسول اکرم ﷺ کی ذات عالی کا

---

1. نیساں موسم بہار کا وہ شمسی مہینہ جو عربوں میں رائج تھا جسے بعد میں ایران میں استعمال کیا جانے لگا۔ بلحاظ مطابقت یہ ماہ اپریل ہے اور تاریخ دول ایوب ہی میں آپ کی ولادت ۲۰ اپریل ۵۷۱ء درج ہے۔ از مترجم۔ ۱۲

2. رسالت مآب ﷺ کی ولادت پیر کے دن صبح کے تڑکے ہوئی اور صبح کے وقت بھی رات کے مانند ستارے ٹوٹ کر گرتے ہیں۔ اب بھی جس کا جی چاہے مطالعہ کرلے۔ صبح کے وقت ستاروں کا ٹوٹنا باہم کوئی تضاد وتخالف نہیں۔ از مترجم۔ ۱۲

ظہور ہوا ہے جن کے پاس مقرب فرشتے آتے رہتے تھے۔

علاوہ ازیں شب ولادت کی برتری کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ شب قدر کی برتری وخوبی صرف امتِ محمدیہ ﷺ کے لئے ہے اور واقعہ بھی یہی ہے کہ ذات رسالت مآب ﷺ کو اللہ نے تمام جہانوں کے لئے رحمت بنایا ہے اور آپ ﷺ ہی کی ذات والا صفات کے سبب سے آسمانی وزمینی تمام مخلوقات کو اللہ نے عام نعمتیں سرفرازکی ہیں۔

ابولہب کی باندیوں میں سے ثوبیہ لونڈی نے ابولہب کو رسول اکرم ﷺ کی ولادت کی خوشخبری دی جسے سن کر ابولہب نے اپنی باندی ثوبیہ کو آزاد کر دیا ابولہب کے مرنے کے بعد اس کے کسی ساتھی نے اسے خواب میں دیکھ کر اس کا حال پوچھا تو جواب دیا جہنم میں پڑا ہوں البتہ اتنا ضرور ہے کہ ہر پیر کی رات کو عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے۔ اور اپنی ان دو انگلیوں کی طرف اشاہ کرتے ہوئے کہا ان دو انگلیوں سے میں نے اپنی لونڈی ثوبیہ کو اس لئے آزاد کر دیا تھا کہ اس نے رسول اکرم ﷺ کی ولادت کی خوشخبری دی تھی۔ اس صلہ میں ان دونوں انگلیوں سے کچھ پانی پی لیتا ہوں۔ اور ثوبیہ میری وہ آزاد کردہ لونڈی تھی جس نے رسول اکرم کو دودھ بھی پلایا تھا۔

ابن جوزی نے لکھا ہے کہ ابولہب کافر جس کی مذمت قرآن کریم میں وارد ہے جبکہ اس کو ولادتِ رسول اکرم ﷺ کی خوشی منانے میں اپنی لونڈی ثوبیہ کو آزاد کرنے کا یہ بدلا ملا ہے کہ وہ دوزخ میں بھی ایک رات کے لئے فرحت ومسرت سے ہمکنار ہو جاتا ہے تو ان مسلمانوں کے حال پر غور کیا جائے جو آپ ﷺ کی ولادت باسعادت پر مسرتوں کا اظہار کرتے اور آپ ﷺ کی محبت میں بقدر استطاعت خرچ کرتے ہیں۔ مری جان کی قسم! شب ولادت رسالت مآب ﷺ میں اظہار مسرت کرنے والوں کو اللہ جنت کے باغوں میں داخل کرے گا۔ مسلمان ہمیشہ سے محفل میلاد النبی ﷺ منعقد کرتے آئے ہیں۔ محفل میلاد کے ساتھ ہی دعوتیں دینے کھانے وغیرہ پکواتے اور غریبوں کو طرح طرح کے تحفہ تحائف تقسیم کرتے۔ خوشی کا اظہار کرتے۔ اور دل کھول کر خرچ کرتے ہیں۔ نیز ولادت باسعادت پر قرآن خوانی کراتے اور اپنے مکانوں کو مزین کرتے ہیں۔ ان تمام افعال حسنہ کی برکت سے ان لوگوں پر اللہ کی برکتوں کا نزول ہوتا رہتا ہے[1]۔

---

[1] کھانا پکوا کر مستحقین وغربا کو کھلانا چاہیئے لیکن جھنڈیاں اور بے سود روشنی کا کہیں جواز نہیں اور شیخ کی عبارت کا مطلب بھی یہی ہے کہ فضول خرچی ونمائش نہ کی جائے بلکہ خلوص کے ساتھ بھوکوں کو کھلاؤ، غریبوں کو پہناؤ اور زیادہ سے زیادہ عبادت الٰہی کرو۔ اور کسی ناروا کام کے قریب تک نہ جاؤ۔

محفل میلاد النبی ﷺ کرنے کے خصوصی تجربے یہ ہیں کہ میلاد کرنے والے سال بھر تک اللہ کی حفظ وامان میں رہتے اور حاجت روائی ومقصود برآری کی خوشیوں سے جلد تر ہم آغوش ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان پر رحمتیں نازل کرتا ہے جو میلاد النبی ﷺ کو عید مناتے ہیں[1] اور جس کے دل میں عناد اور دشمنی کی بیماری ہو وہ اپنی دشمنی میں اور زیادہ سخت ہو جاتا ہے۔

ابن الحاج نے اپنی مدخل میں محفل میلاد النبی ﷺ میں لوگوں کی بدعتوں، ناجائز کاموں حرام سازوں سے گانوں باجوں کی نہایت سختی سے تردید کی اور ان گانوں وغیرہ کو بالکل ناجائز قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک نیتی کا ثواب دے اور سنت کی راہ پر گامزن کرے۔ اور اللہ ہی ہمارے لئے کافی اور بہترین مددگار ہے۔

رضاعت

رسالت مآب ﷺ کو دودھ پلانے کی سعادت حلیمہ سعدیہ کو حاصل ہوئی۔ طبرانی بیہقی اور ابو نعیم وغیرہ نے حضرت حلیمہ سعدیہ کی زبانی لکھا ہے کہ میں بنو سعد کے قافلہ کے ساتھ مکہ معظمہ میں اس صورت سے داخل ہوئی کہ اس خشک سالی کے زمانہ میں ہم سب کسی بچہ کو دودھ پلانے کی جستجو میں تھے۔ میری گود میں ایک بچہ تھا اور میں ایک گدھی پر سوار تھی اور ہمارے ساتھ ایک بوڑھی اونٹنی بھی تھی، کیفیت یہ تھی کہ میرے پستان میں اتنا دودھ نہ تھا کہ اپنے بچے کو سیراب کر سکتی اور ساتھ والی اونٹنی بھی اتنا دودھ نہیں دیتی تھی کہ غذا کے کام آسکے۔ ہمارے قافلہ کی ہر ایک عورت نے رسول اکرم ﷺ کو دودھ پلانے سے انکار کر دیا تھا کہ آپ ﷺ یتیم ہیں۔ پھر ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک بچہ دودھ پلانے کے لئے مل گیا۔ ایک میں بچی تھی کہ میں نے بھی چارو ناچار جبکہ مجھے کوئی بچہ نہ ملا تو میں نے اپنے شوہر سے کہا۔ اللہ کی قسم۔ میں یہ امر پسند نہیں کرتی کہ میں اپنے ساتھ والیوں کے ساتھ اس حال میں واپس چلوں کہ میرے پاس کوئی دودھ پلانے والا بچہ نہ ہو۔ اس لئے اس یتیم بچہ کے ہاں جاتی ہوں اور اس کو لے لیتی ہوں چنانچہ جب میں حضرت عبد اللہؓ کے گھر میں گئی تو میں نے دیکھا کہ دُرِّ یتیم ایک

---

[1] روز عید منانے کا مطلب یہ ہے کہ زیادہ تر عبادت کریں اور آج کل کے مروجہ میلاد کو اس سے کوئی واسطہ نہیں جو کہ حضرت مصنف کا مطلب ہے۔

صاف شفاف کپڑا اوڑھے ہیں ان کے جسم سے مشک کی خوشبو پھوٹ پڑ رہی ہے اور وہ سبز ریشمی بچھونے پر چت لیٹے سو رہے ہیں۔

آپ کا حسن و جمال دیکھ کر میں نے آپ ﷺ کو بیدار کرنا مناسب نہ سمجھا تاہم آہستہ آہستہ آپ کے قریب پہنچی اور اپنے دونوں ہاتھ آپ ﷺ کے سینہ پر رکھے۔ تو آپ ﷺ نے تبسم فرمایا اور دونوں آنکھیں کھول کر میری طرف نظر فرمائی۔ اس وقت آپ کی آنکھوں سے وہ نور نکلا جس نے آسمانی فضا کو بھر دیا یہ دیکھ کر میں نے آپ ﷺ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ پھر آپ ﷺ کو اپنا داہنا پستان پیش کیا تو آپ نے جتنا چاہا پیا اور اب تک آپ ﷺ کی یہی کیفیت ہے کہ صرف ایک پستان سے دودھ نوش فرماتے ہیں۔

علماء کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسالت مآب کو یہ بتا دیا تھا کہ آپ ﷺ کا دودھ شریک بھائی بھی ہے اس لئے آپ ﷺ نے عدل و انصاف سے کام لیا۔

حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے دودھ شریک بھائی نے خوب شکم سیر ہو کر دودھ پیا۔ پھر میں آپ ﷺ کو لے کر اپنی قیام گاہ میں آئی۔ اتنے میں میرے شوہر نے ہماری بوڑھی اونٹنی کے تھن دودھ سے بھرے دیکھے۔ اسے دوہ کر خود بھی پیا اور مجھے بھی شکم سیر کر کے پلایا۔ پھر ہم نے آرام سے رات بسر کی۔

حضرت حلیمہ سعدیہ کا بیان ہے کہ ہماری ساتھ والیاں جب بچے لے کر مکہ سے چلنے لگیں تو میں بھی رسول اکرم ﷺ کی والدہ ماجدہ سے رخصت ہو کر اپنی گدھی پر سوار ہوئی اور آپ ﷺ میرے ہاتھوں میں تھے اس وقت میں نے دیکھا کہ میری گدھی نے کعبہ کی جانب تین مرتبہ سجدہ کیا اور پھر وہ سر اٹھا کر چلنے لگی اس کی تیز رفتاری کی یہ حالت تھی کہ جو سواریاں آگے نکل گئی تھی میری گدھی ان سے بھی آگے نکل آئی یہ دیکھ کر میرے قافلے کی ساتھی عورتوں نے تعجب آمیز الفاظ میں کہا اس کی بڑی شان ہے اس کے بعد ہم سب قبیلہ بنو سعد والے اپنے اپنے گھروں میں پہنچ گئے۔ سب کے ساتھ میں بھی جانتی تھی کہ ہمارے قبیلہ کی سرزمین ہی سب سے زیادہ قحط سالی کا شکار ہے لیکن رسول اکرم ﷺ کو لانے کے بعد ہی صبح کو دیکھا کہ ہماری بکریوں کے تھن دودھ سے پھٹے پڑے ہیں۔ چنانچہ ہم دوہتے اور خوب پیتے۔ اس کے برعکس دوسرے لوگوں کی کیفیت یہ تھی کہ کوئی ان کا دودھ دوہ ہی نہ سکتا کیونکہ ان کے جانوروں کے تھنوں میں دودھ کا کوئی قطرہ ہی نہ ہوتا۔ ہمارے ہاں دودھ کی زیادتی دیکھ کر ہماری قوم والوں

نے اپنے چرواہوں سے کہا جہاں بنت ابی ذویب کی بکریاں چرتی ہیں تم بھی وہیں چرایا کرو۔ چنانچہ چرواہوں نے وہیں چرانا شروع کیا جہاں ہماری بکریاں چرتی تھیں اس کے باوجود بھی ان کی بکریاں صبح کو بھوکی نظر آتیں اور دودھ کی ایک بوند تک نہ دیتیں۔ اور میری بکریاں جب شام کو واپس ہوتیں تو شکم سیر اور تھنوں میں تھل تھلاتا دودھ بھرے لوٹتی تھیں۔ حلیمہ اسی طرح ہمیشہ خیر وسعادت حاصل کرتی رہیں اور آپ کی برکتوں سے بخوبی فیضیاب ہوتی رہیں۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

ترجمہ اشعار :

قبیلہ ہاشمی میں پہنچ کر حلیمہ سعدیہ اس مرتبہ پر فائز ہو گئیں جو عزت و بزرگی کے کنگرے سے افضل وبرتر ہے۔

ان کے مویشیوں میں اضافہ ہوا اور ان کا گھر سرسبز ہو گیا۔ اور حلیمہ سعدیہ قبیلہ بنو سعد کے ہر فرد سے اعلیٰ وافضل ہو گئیں۔

ابن جراح کا بیان ہے کہ میں نے ابو عبداللہ محمد بن معلیٰ ازدی کی کتاب الترقیص میں یہ شعر دیکھا ہے جس سے رسول اللہ ﷺ کو وہ لوری دیتی تھیں۔

یارب اذا اعطیتہ فابقہ وأَعْلَهُ الی العلی وارقہ

دادْ حِض اباطیل العری بحقہ

ترجمہ : اے اللہ جب تو نے آپ ﷺ کو دیا ہے تو آپ کو باقی رکھ آپ کو بلند درجے اور ترقیاں عنایت کر اور آپ ﷺ کی برکتوں سے باطل پرست دشمنوں کو ذلیل کر دے۔

اور آپ ﷺ کی دودھ شریک بہن شیما آپ ﷺ کو گود میں لے کر یہ شعر پڑھا کرتی تھیں۔

ترجمہ شعر :

یہ میرے وہ بھائی ہیں جو میرے ماں جائے نہیں اور میرے والد و چچا کی نسل سے بھی نہیں۔ لیکن میں آپ ﷺ پر اپنے بزرگ ماموں و چچا کو قربان کرتی ہوں۔ اور اے اللہ جیسا کہ تو نشو ونما کیا کرتا ہے اس سے زیادہ اچھی آپ ﷺ کی نشو ونما کر۔

بیہقی، صابونی، خطیب اور ابن عساکر وغیرہ نے حضرت ابن عباس بن عبد المطلب کی زبانی لکھا ہے "میں" (عباسؓ) نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کی نبوت کی

علامات نے مجھے آپ ﷺ کے مذہب اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دی ہے کیونکہ میں نے آپ ﷺ کو جھولے میں جھولتے وقت دیکھا کہ آپ ﷺ چاند سے (مناغات) باتیں کرتے اور جدھر اُنگلی کا اشارہ کرتے چاند اسی جانب چلتا تھا۔اس پر جواباً کہا جی ہاں چاند مجھ سے باتیں کرتا اور میں چاند سے باتیں کرتا وہ مجھے رونے سے بچانے کے لئے بہلایا کرتا اور جب وہ عرشِ الٰہی کے نیچے سجدہ کرتا تو میں اس کے جُھکنے کی آواز سنتا تھا۔

صابونی کا بیان ہے کہ اس حدیث کے بعض راوی ضعیف ہیں البتہ حدیث کا متن معجزات حَسَن میں سے ہے۔

ماں جب بچہ کو محبت وشفقت کی باتیں کر کے بہلائے تو اسے عربی زبان وادب میں مناغات ومحادثہ کہتے ہیں۔

بیہقی وابنِ عساکر نے ابنِ عباس ؓ کی زبانی لکھا ہے حلیمہ سعدیہ نے بتایا کہ رسولِ اکرم ﷺ کا جب میں نے دودھ چھڑایا تو آپ ﷺ نے سب سے پہلا کلمہ یہ ادا فرمایا۔

اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا وسبحان اللہ بکرۃ وا صیلا

"اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ بڑا ہے۔اور تمام تعریفیں بیش در بیش اللہ ہی کے لئے ہیں۔

اور میں صبح وشام اللہ تعالیٰ ہی کی تسبیح وپاکیزگی بیان کرتا ہوں"۔

پھر جب آپ ﷺ کی کچھ عمر ہوئی تو باہر جانے لگے لیکن جب دوسرے بچوں کو کھیلتے دیکھتے تو ان میں نہ کھیلتے بلکہ ان سے علیحدہ رہتے۔ (تا ختم حدیث)

نیز حضرت ابنِ عباس ؓ کا بیان ہے کہ جناب حلیمہ سعدیہ کبھی بھی رسولِ اکرم ﷺ کو اسلئے تنہا نہ چھوڑتی تھیں کہ کہیں آپ ﷺ دُور نہ چلے جائیں۔ایک دن آپ ﷺ اپنی رضاعی بہن شیما کے ساتھ دوپہر کے وقت مویشیوں کی طرف چلے گئے اور حلیمہ سعدیہ آپ ﷺ کو تلاش کرتی ہوئی وہاں پہنچیں جہاں بہن بھائی دونوں موجود تھے آتے ہی کہا اے نورِ درخشاں! آپ ﷺ اتنی دھوپ میں باہر تشریف لائے! جس کے جواب میں شیما نے کہا اماں جان! میرے بھائی دھوپ میں نہیں آئے۔میں نے خود دیکھا ہے کہ بادل کا ایک ٹکڑا آپ ﷺ پر سایہ افگن تھا۔جب آپ ﷺ چلتے تو وہ بادل بھی چلتا اور جب آپ ﷺ ٹھہر جاتے تو وہ بادل بھی آپ ﷺ کے سر پر ٹھہرا رہتا۔تا آنکہ اس بادل کے سایہ میں ہم یہاں آگئے۔

اور رسول اکرم ﷺ اپنے بچپن میں اتنی زیادہ سُرعت کے ساتھ بڑے ہو رہے تھے کہ دوسرے بچے اتنی جلدی ایسی نشوونما نہیں رکھتے۔

حضرت حلیمہ سعدیہ کا بیان ہے کہ میں نے جب آپ ﷺ کا [redacted] چھڑایا تو میں آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کے پاس لائی حالانکہ میں آپ ﷺ کے فیوض وبرکات کی وجہ سے آپ ﷺ کو مزید اپنے پاس رکھنے کی متمنی تھی۔ میں نے آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ سے عرض کیا اس نورِ درخشاں کو ہمارے پاس ذرا بڑے ہونے تک اور رہنے دیجئے' ہمیں خوف ہے کہ کہیں مکہ کی وبائیں آپ ﷺ پر اثر انداز نہ ہوں۔ اور یہ باتیں میں آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ سے مسلسل کہتی رہی۔ آخر کار انہوں نے آپ ﷺ کو ہمارے ساتھ واپس کر دیا۔ اللہ کی قسم! آپ ﷺ کی واپسی کے دو یا تین دن بعد ایک دن آپ ﷺ اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ پچھواڑے کی بکریوں میں تھے کہ اچانک آپ ﷺ کا رضاعی بھائی دوڑتا ہوا آیا اور کہا میرے ان قریشی بھائی کے پاس دو سفید پوش آئے اور انہوں نے آپ ﷺ کا سینہ چاک کیا۔ (تاختم حدیث)

اس واقعہ شق صدر کے بعد اس خوف سے کہیں آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کو اس کی اطلاع دوسروں سے نہ مل جائے آپ ﷺ کو لئے آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور پورا ماجرا کہا جسے سُن کر مادرِ مشفقہ نے فرمایا شاید تمہیں ان پر شیطان کے قابو پانے کا خوف ہے۔ اللہ کی قسم۔ آپ ﷺ پر شیطان کا ہرگز ہرگز کوئی اثر نہیں ہو سکتا اور میرے بیٹے کی تو شان ہی انوکھی ہے۔

شقِ صدر

رسالتِ مآب ﷺ کے سینہ مبارک کے شق ہونے اور قلب اطہر کے دھونے کا واقعہ چار مرتبہ ہوا۔

۱۔ پہلی مرتبہ اس وقت جب کہ آپ ﷺ کا قبیلہ بنو سعد میں اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ مکان کے پچھواڑے تھے۔ اور کم سن تھے۔

۲۔ دوسری مرتبہ اس وقت جب کہ آپ ﷺ کی عمر دس سال تھی۔ اور آپ ﷺ جنگل میں تھے سرورِ عالم نے فرمایا ہے کہ یہ واقعہ احکامِ نبوت کی ابتدائی منزل تھی۔

۳۔ تیسری مرتبہ جب کہ آپ ﷺ کی بعثت ہوئی اور آپ ﷺ کو تاجِ نبوت پہنایا گیا یہ اس وقت کا واقعہ ہے کہ آپ ﷺ نے اور اُمّ المومنین حضرت بی بی خدیجہ ؓ نے ایک ساتھ

ایک ماہ تک اعتکاف کرنے کی نذر مانی تھی۔ اور خدا کا کرنا یہ کہ وہ مہینہ ماہِ رمضان کا تھا۔ بعض کتابوں میں ہے کہ تیسری مرتبہ آپ ﷺ کا شقِ صدر غارِ حرا میں ہوا جس کے بعد ایک رات جب آپ ﷺ غارِ حرا سے باہر آئے تو کسی کو السلام علیکم کہتے سُنا اس کے بعد رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا مجھے گمان ہوا کہ کہنے والا شاید کوئی جن ہو۔ چنانچہ میں تیز رفتاری کے ساتھ گھر آیا اور بی بی خدیجہ ؓ نے مجھے دیکھ کر کہا خیر تو ہے کیا بات ہے؟ چنانچہ پُورا ماجرا میں نے کہہ سُنایا جس کے جواب میں بی بی خدیجہ ؓ نے کہا مژدہ ہو۔ سلام سُننا تو اچھی بات ہے۔ پھر دوسری مرتبہ جب میں غار سے باہر آیا تو میں نے دیکھا کہ جبریل ؑ سورج پر سوار ہیں ان کا ایک پیر مشرق میں اور دوسرا مغرب میں ہے۔ (تاختم حدیث)

۴۔ چوتھی مرتبہ آپ ﷺ کا شقِ صدر شبِ معراج میں ہوا۔ اگرچہ پانچویں مرتبہ بھی رسولِ اکرم ﷺ کا شقِ صدر ہوا لیکن اس کا ثبوت دستیاب نہیں ہوا۔ جس کی تحقیق میں بندہ (عبدالحق) نے ایک علیحدہ مستقل کتاب لکھی ہے اور تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔

غسل قلبِ اطہر

کئی احادیث میں مختلف اسنادؒ کے ساتھ وارد ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ کے قلبِ اطہر کو سونے کے طشت میں رکھ کر آبِ زمزم سے غسل دیا گیا۔

ان تمام احادیث سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ جنّت کے پانی کی بہ نسبت آبِ زمزم زیادہ افضل اور پاکیزہ ہے۔ ورنہ جنّت کے پانی ہی سے غسل دیا جاتا۔

سوال کیا جاتا ہے کہ آپ ﷺ کے قلبِ اطہر کو طشت میں غسل دیا گیا آیا یہ آپ ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے یا دیگر انبیاء کے ساتھ بھی یہی عمل کیا گیا؟ جس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ تابوت وسکینہ کی حدیث میں وارد ہے کہ تابوت میں ایک ہی طشت تھا جس میں انبیاء کے دل دھوئے گئے۔ (طبری)

عماد بن کثیر نے اپنی تفسیر میں سدی کے حوالہ سے بروایت ابو مالک، حضرت عبداللہ ابنِ عباس ؓ کی زبانی بھی یہی روایت تحریر کی ہے۔ علاوہ ازیں مواہب لدنیہ میں بھی یہی مرقوم ہے۔

وفات والدہ ماجدہ

رسالت مآب ﷺ کی عمر جب چار سال کی تھی، بعض کہتے ہیں پانچ سال، چھ سال اور نو سال کی تھی اور ایک روایت میں ہے کہ بارہ سال ایک ماہ دس دن کی تھی کہ آپ ﷺ کی

والدہ ماجدہ نے مقامِ ابواء میں وفات پائی[1]۔

بعض کہتے ہیں کہ مقامِ حجون[2] میں انتقال فرمایا۔

قاموس میں ہے کہ مکہ معظمہ کے مقام نابغہ میں حضورِ انور ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ ؓ مدفون ہیں۔

ابنِ سعد ؒ نے ابنِ عباس ؓ کی زبانی لکھا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ کی عمر جب چھ سال کی تھی تو آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ آپ ﷺ کو لئے ہوئے قبیلہ بنو نجار میں اپنے ماموں وغیرہ سے ملنے کے لئے مدینہ طیبہ تشریف لے گئیں اور وہاں سے جب مکہ معظمہ واپس ہو رہی تھیں تو مقامِ ابواء میں آپ ؓ نے رحلت فرمائی۔

روایت ہے کہ حضرت آمنہ ؓ وفات پانے کے بعد رسولِ اکرم ﷺ پر ایمان لائیں۔ طبرانی نے اسناد کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ کی زبانی تحریر کیا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ حزن وملال کے عالم میں مقامِ حجون حسب مرضی الٰہی ٹھہرے رہے اور پھر وہاں سے شاداں مراجعت فرمائی۔ اور مجھ سے کہا کہ میں نے اپنے اللہ سے دعائیں مانگیں تو اس نے میری والدہ ماجدہ کو میرے لئے زندہ کر دیا اور وہ میری نبوت پر ایمان لائیں اس کے بعد پھر وہ اپنی اصلی حالت پر لوٹ گئیں یعنی وصال فرما گئیں۔

اس حدیث کو ابو حفص بن شاہین نے اپنی کتاب الناسخ والمنسوخ میں بھی لکھا ہے۔

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کا بیان ہے کہ سرورِ عالم ﷺ کے والدین اسی دُنیا میں زندہ کئے گئے اور وہ دونوں رسولِ اکرم ﷺ پر ایمان لائے۔

خطیب نے بھی یہ حدیث تحریر کی ہے۔ اور سہیلی نے یہ حدیث قلمبند کر کے آخر میں لکھا ہے کہ اس روایت کے بعض راوی مجہول الحال ہیں۔ ابنِ کثیر نے لکھا ہے کہ یہ حدیث بیحد منکر اور اس کے بعض راوی مجہول الکیفیت ہیں۔

بعض علماء کا بیان ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ کے والدین کو دوزخ سے کوئی واسطہ نہیں بلکہ دونوں کے دونوں جنتی ہیں۔

---

[1] مکہ و مدینہ کے راستہ میں ابواء ہے جہاں ۵۷۰ء میں رسالتمآب ﷺ کے والد بزرگوار حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب مدفون ہو چکے تھے اور یہیں حضورِ انور ﷺ کی والدہ ماجدہ نے انتقال فرمایا۔ بعض آپ ﷺ کا سنہ وصال ۵۷۴ء کہتے ہیں ۱۲

[2] حجون پہلا حرف حائے حطی زبر کے ساتھ ہے اور یہ دو دو مقرہ ہے جو مکہ کی پہاڑی میں ہے۔ از مترجم۔ ۱۲

سرکارِ دو عالم ﷺ کے معزز والدین کے بارے میں سلسلۂ کلام طویل ہے اور مقتضائے احتیاط یہی ہے کہ خاموشی اختیار کی جائے۔

حافظ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی نے کیا خوب شعر کہا ہے۔

ترجمۂ اشعار:

اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو فضیلت پر فضیلت یہ مرحمت فرمائی کہ از روئے مہربانی آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ اور آپ ﷺ کے والد بزرگوار کو اسی دُنیا میں اس لئے زندہ کیا کہ وہ آپ ﷺ پر ایمان لے آئیں اور تمام مسلمانوں کو اس امر واقعہ کا یقین کرنا چاہئے کہ آپ ﷺ کے معزز والدین اسی دنیا میں زندہ ہو کر آپ ﷺ پر ایمان لائے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات قدیم ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اگرچہ حدیث مذکورہ بالا کے بعض راوی ضعیف ہیں۔

بعض علماء نے آپ ﷺ کے عزت مآب والدین کی ایمان آوری کے ثبوت میں طویل گفتگو کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان علماء کرام کو ان کی نیک نیتی کے عوض جنت میں جگہ دے۔

خبردار ہرگز ہرگز کبھی بھول کر بھی آپ ﷺ کے عزت مآب والدین کی بُرائی نہ کرو۔ اور ان کی شان میں کوئی گستاخ کلمہ نہ کہو۔ کیونکہ اس سے رسول اکرم ﷺ کو تکلیف ہوگی۔ اور مشہور قاعدہ کلیہ بھی یہی ہے کہ جب کسی کے والدین کو بُرا کہا جائے یا ان میں کوئی بُرائی نکالی جائے تو اس گفتگو سے ان کے بیٹے کو ایذا ہوتی ہے اور رسول اکرم ﷺ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ متعلقہ مُردوں کو بُرا کہہ کے ان کے زندہ لوگوں کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔

ان مطالب کے اثبات واقعات کے لئے علامہ جلال الدین سیوطی ؒ نے کئی رسالے تحریر کئے ہیں۔ بشرطِ ضرورت ان کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

دادا کا انتقال

رسالت مآب ﷺ کی والدہ ماجدہ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی نے آپ ﷺ کی کفالت کا بار اپنے کندھوں پر رکھا[1]۔ اور دو سال تک کفالت کرتے ہوئے بعمر ۱۲۰ یا ۱۴۰ (۵۷۷ء) میں انتقال فرمایا[2]۔

---

[1] حضرت عبدالمطلب کا نام شیبہ اور ہاشم کا نام عمر عبد مناف کا نام مغیرہ اور قصی کا نام زید بن کلاب بن مُرّہ تھا (تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو تاریخ الخلفاء بیان نسب حضرت علیؓ)۔ ۱۲ [2] تفصیل کے لئے دیکھئے تاریخ ذہبی۔ ۱۲

چچا کی کفالت

دادا مرحوم کے انتقال کے بعد آپ ﷺ کی کفالت کی ذمہ داری حضرت ابو طالب نے جن کا نام عبد مناف تھا اپنے کندھوں پر لی۔ کیونکہ ایک طرف تو حضرت عبد المطلب نے اپنے ان بیٹے ابو طالب کو رسالتمآب ﷺ کی کفالت کرنے کی وصیت کی تھی۔ اور دوسری طرف یہ وجہ تھی کہ ابو طالب کے بھائی عبد اللہ بن عبد المطلب آپ ﷺ پر بے حد شفیق تھے۔

ابن عساکر نے حلیمہ کی وساطت سے عرفطہ کی زبانی لکھا ہے۔ میں مکہ میں سخت قحط کے زمانہ میں آیا۔ اور قریش نے حضرت ابو طالب سے کہا سخت قحط کے آثار ظاہر ہیں اور ہم لوگ قحط میں گرفتار ہیں۔ چلئے بارش کی دعا کریں چنانچہ ابو طالب اپنے ساتھ ایک بیٹے کو لئے روانہ ہوئے۔ ان صاحبزادہ کی مثال اس آفتاب زیرِ ابر کی مانند تھی جس پر سے ابھی بادل ہٹا ہو۔ حضرت ابو طالب کے ساتھ اور بھی بعض لڑکے تھے۔ غرض کہ ابو طالب نے آفتابِ تمثال فرزند کو گود میں اُٹھا کر آپ ﷺ کی پیٹھ کعبہ کو لگائی اور آپ ﷺ نے آسمان کی طرف اپنی انگلی اُٹھائی۔ اگرچہ آسمان پر بادل کا کوئی اثر تک نہ تھا لیکن انگشتِ مبارک کا اشارہ پاتے ہی ہر چہار طرف سے بادل گھر آئے اور اتنی زیادہ بارش ہوئی کہ نالے بہہ نکلے اس وقت ابو طالب نے یہ اشعار پڑھے تھے۔

ترجمہ اشعار :

> "سرخ وسفید رنگ والے جن کے چہرہ سے بادل سیراب ہوتے ہیں یہ یتیموں کے ملجا اور فاقہ کشوں کو شکم کرتے ہیں۔ یہ مسکینوں کے ماویٰ وجائے پناہ ہیں۔ ملجا کو عربی زبان میں "ثمال" (ث کے زیر سے) کہتے ہیں نیز ثمال کے معنی فریادرس اور فاقہ کشوں کو شکم سیر کرنے والے کے بھی آتے ہیں"۔

اور ارامل جس کا واحد ارملہ ہے اس کے معنی مسکینوں کے ہیں جو مرد وزن دونوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ تاہم یہ لفظ ارامل صرف عورتوں کے ساتھ مخصوص اور بکثرت مستعمل ہے۔

حضرت ابو طالب کا یہ شعر ان کے طویل قصیدہ میں موجود ہے جسے ابن اسحٰق نے کامل طور پر نقل کیا ہے۔

اس قصیدہ کے علاوہ حضرت ابو طالب نے رسول اکرم ﷺ کی نعت میں دیگر قصائد بھی کہے ہیں اور آپ نے رسول اکرم ﷺ کی جو کمسنی سے کفالت کی وہ مشہور ہے۔

ابن التین کا بیان ہے کہ حضرت ابو طالب کا یہ شعر اس امر کا ثبوت ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی بعثت سے قبل ہی وہ آپ ﷺ کی نبوت کے قائل تھے جس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ بحیریٰ راہب وغیرہ نے بھی رسولِ اکرم ﷺ کی منزلت وشان سے مطلع کردیا تھا۔

ابنِ حجر عسقلانی نے ابنِ اسحٰق کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت ابو طالب کہ یہ شعر رسولِ اکرم ﷺ کی بعثت کے بعد کا ہے اور اکثر احادیث سے ثابت ہے کہ رسالتمآب ﷺ کی نبوت کے حضرت ابو طالب معترف تھے۔

مندرجہ بالا روایات سے بعض شیعہ حضرت ابو طالب کے مسلمان ہونے کا ثبوت لاتے اور کہتے ہیں کہ بحالتِ اسلام ان کی وفات ہوئی۔

فرقہ حشویہ کہتا ہے کہ حضرت ابو طالب نے بحالتِ کفر انتقال کیا اور اپنے اس دعویٰ کے ثبوت میں جو دلائل پیش کرتا ہے ان سے حضرت ابو طالب کا کافر رہنا کسی طرح بھی ثابت نہیں ہوتا۔ اور مواہب لدنیہ میں بھی یہی مفہوم تحریر ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو طالب کی وفات کے وقت رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا اے چچا جان فرمایئے لا الہ الا اللہ تاکہ اس کلمہ کی بدولت روزِ محشر مجھ پر آپ ﷺ کی شفاعت جائز ہو جائے۔ ابو طالب نے رسولِ اکرم ﷺ کی اس خواہش پر جواب دیا۔ اے بھتیجے! اگر مجھے قریش کے اس طعنہ زنی کا خوف نہ ہوتا کہ موت کے ڈر سے کلمہ پڑھ لیا تو بخدا میں کلمۂ اسلام پڑھ لیتا۔ البتہ اب تمہاری خوشی کے لئے پڑھ لیتا ہوں۔

حضرت ابو طالب کے وقتِ نزع میں لب ہلتے دیکھ کر عباس ؓ نے اپنے کان ان کے منہ کے قریب کئے اور رسولِ اکرم ﷺ سے کہا اے بھتیجہ بخدا میں نے اپنے بھائی ابو طالب کو وہ کلمہ پڑھتے سُنا جو آپ ﷺ نے بتایا تھا۔ اس پر رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا میں نے نہیں سُنا۔

ابنِ اسحٰق کی روایت ہے کہ حضرت ابو طالب بوقتِ مرگ اسلام لے آئے تھے۔ ان تمام روایات کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ حضرت عبدالمطلب کی ملت پر ہی ابو طالب کی موت واقع ہوئی اور اسی قول کو صحیح کہا گیا ہے۔

اس بارے میں سلسلۂ کلام بہت طول طویل ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی حق کہلواتا اور وہی راہِ راست دکھاتا ہے۔

سفرِ شام

۱۲ سال کی عمر میں رسول اکرم ﷺ اپنے چچا حضرت ابو طالب کے ساتھ مکہ سے سفر شام کے لئے روانہ ہوئے۔ اور جب بصرہ میں پہنچے تو آپ ﷺ کی بحیریٰ راہب نے جس کا نام جرجیس تھا دیکھ کر پہچان لیا، اور آپ ﷺ کا دست مبارک پکڑ کر کہا۔ یہ سردارِ دو عالم ہیں۔ انہیں اللہ نے نبی بنا کر تمام جہانوں کے لئے رحمت بنایا ہے۔

پھر اس سے پوچھا گیا کہ تمہیں یہ سب کیسے معلوم ہوا؟ تو اس نے جواباً کہا آپ سب لوگ جب عقبہ کی پہاڑی پر آئے تو ہر ایک شجر وحجر نے ان کو سجدہ کیا اور شجر وحجر صرف نبی اللہ کو سجدہ کرتے ہیں۔ اور میں تو آپ کی مہرِ نبوت کو بھی پہچانتا ہوں جو آپ ﷺ کی پشتِ مبارک پر آپ ﷺ کے کندھے کی نرم ہڈی کے پاس ایک سیب کی مانند ہے اور یہ تمام علاماتِ نبوت میں نے کتب قدیم میں پڑھی ہیں۔

شادی

رسول اکرم ﷺ نے ۲۵ سال کی عمر میں حضرت خدیجہؓ کے ساتھ جن کی عمر ۴۰ سال کی تھی عقد فرمایا۔ حضرت خدیجہؓ کو زمانہ جاہلیت میں طاہرہ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت خدیجہؓ کا مہر بیس سرخ اونٹ مقرر فرمائے آپ ﷺ کی محفل عقد میں حضرت ابو بکر صدیق اور قبیلہ مضر کے رئیس وسردار شریک تھے۔ اور حضرت ابو طالب نے یہ خطبہ پڑھایا تھا۔ (ترجمہ خطبہ)

تمام تعریفیں اور خوبیاں صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہمیں ابراہیمؑ کی ذریت اسمٰعیلؑ کی اولاد قبیلہ سعد کی نسل اور قبیلہ کے خاندان میں پیدا کیا۔ اس نے ہمیں کعبہ کا محافظ اور خدمت گار حرم بنایا۔ کعبہ وہ کعبہ جو حج کا مقام اور امن وحُرمت کا مسکن ہے اور ساتھ ہی ہم کو حاکم بنایا ہے۔ بعد حمد واضح ہو کہ میرے یہ بھتیجے محمد ﷺ بن عبد اللہ بن عبد المطلب بڑی شان وشوکت کے مالک ہیں۔ کوئی ان کا ہمسر نہیں اور یہ ہر ایک پر غالب آئیں گے اگر چہ مالی طور پر طاقت ور نہیں لیکن واضح رہے کہ مال ودولت ختم ہو جانے والا سایہ اور نو مولود حیلہ جوئی ہے۔

نیز حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی عزیز داری وقرابت سے تم لوگ بخوبی واقف ہو۔

حضرت ابو طالب ہی وہ شخصیت تھے جنہوں نے ام المومنین حضرت خدیجہؓ الکبریٰ کو رسول اکرم ﷺ کا پیام دیا تھا اور مال ودولت میں سے آپ کے مہر موجل ومہرِ معجّل کی

ادائیگی کی تھی۔ ان تمام اعمال حسنہ کی بدولت اللہ کی قسم آپ کے لئے زبردست خوشخبری اور نہایت بلند شان وشوکت مقدر ہے۔

تاریخِ نبوت

رسول اکرم ﷺ کی عمر مبارک جس وقت چالیس سال کی ہوئی بعض کہتے ہیں کہ چالیس سال و چالیس دن یا چالیس سال و دس دن، یا چالیس سال و دو ماہ کی عمر ہوگئی تو پیر کے دن ۱۷ یا ۲۴ رمضان تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو رحمۃ للعالمین اور تمام جنات وانسانوں کی طرف رسول بنایا۔

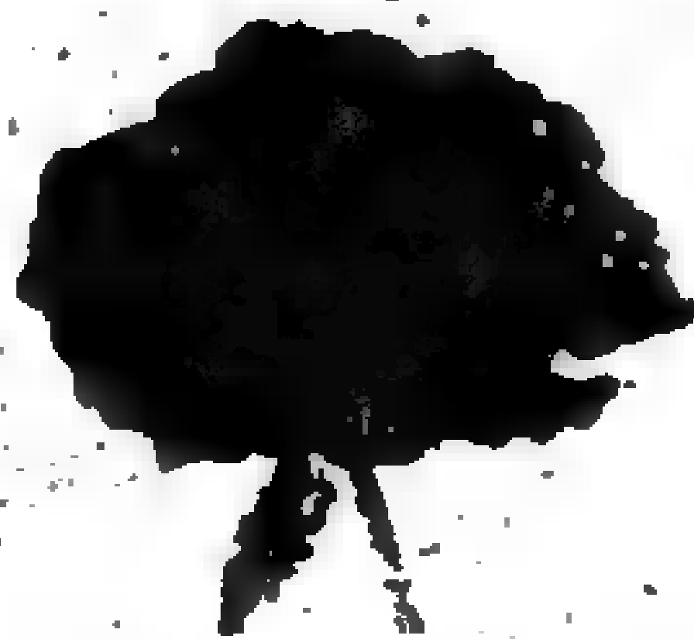
ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ پیر کے دن ۸ ربیع الاول ۴۱ عام فیل کو اللہ نے تمام مخلوق کی طرف رسول بنایا، آپ ﷺ کی قدر ومنزلت کو رفعت دی۔ اور تمام جہانوں میں آپ ﷺ کے ذکر کو بلند و بالا کیا۔

نبوت کے بعد آپ ﷺ ۱۳ سال مکہ معظمہ میں قیام پذیر رہے پھر بحکم الٰہی آپ ﷺ نے مدینہ طیبہ ہجرت فرمائی جہاں دس سال افادیت فرمائی اور اس مدت میں فی سبیل اللہ جہاد کئے۔ مخلوق کو دعوت اسلام دی۔ اور دنیا کو نور ایمان و یقین کی درخشانی سے منور کیا۔

عمرِ شریف

اللہ تعالیٰ کی حکمت آپ ﷺ کی بعثت میں یہ تھی کہ مخلوق ہدایت حاصل کرے، مسلمانوں کے اخلاق بلند پایہ ہو جائیں اور مذہب اسلام کی بنیادیں مکمل ہو جائیں۔ جب یہ کام پورے ہوگئے اور یہ مقصد کامل ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنی طرف اعلیٰ علیین میں اٹھانے کے لئے۔ آپ ﷺ کو ۶۳ سال کی عمر میں اپنے پاس بلالیا۔

اے اللہ درود وسلام ہو حضرت خاتم النبیین ﷺ پر، آپ ﷺ کے آل واصحابؓ پر، آپ ﷺ کے متبعین وفرمانبرداروں پر اور تمام علماء وصلحاء پر۔ (آمین)



باب دوم

وصال سرورِ عالم ﷺ کے اوّل و آخر کے حالات

عبداللہ بن مسعود ؓ کا بیان ہے کہ ہمارے نبی کریم و محبوب رب العالمین نے اپنے وصال سے ایک ماہ قبل ہمیں اپنے وصال کی اطلاع دے دی تھی۔ میرے ماں باپ اور میری جان آپ ﷺ پر قربان، جب آپ ﷺ کی جدائی کا وقت قریب آیا تو ہم سب اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کے دولت کدہ میں جمع ہوئے اور سرورِ عالم ﷺ نے باآواز بلند فرمایا تم زندہ وسلامت رہو۔ رحمتِ الٰہی تمہاری حفاظت کرے۔ تمہیں قوت وطاقت دے۔ تمہیں خوب رزق دے، اس نے تمہیں رفعت و بلندی دی اور منفعت بخش چیزیں مرحمت فرمائیں۔ وہی تمہارا الجاء ماویٰ ہے۔ اسی نے تم کو ہدایت دی اور وہی تمہیں اپنی حفاظت میں رکھے۔ لوگو! میں تمہیں وصیّت کرتا ہوں کہ ہر حال میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔ اور منجانب اللہ بھی تم کو یہی حکم دیتا ہوں کہ صرف اسی سے خائف رہنا۔ اور کبھی اس کی خلاف ورزی نہ کرنا۔ اور واضح طور پر کہہ رہا ہوں کہ میں تمہارے لئے ڈرانے والا ہوں اور بتا رہا ہوں کہ اللہ کی عبادت میں سرکشی نہ کرنا اور اس کے شہروں میں گردن افرازی نہ کرنا اللہ نے میری وساطت سے تم سے کہا ہے کہ آخرت میں اچھائیاں ان لوگوں کیلئے ہیں جو زمین میں فتنہ وفساد نہیں کرتے اِتراتے اور اکڑتے نہیں۔ اور آخرت کی بھلائیاں ان کے لئے ہیں جو متقی و پرہیز گار ہیں۔ اور دوزخ ان لوگوں کا ٹھکانا ہے جو مغرور و متکبّر ہیں۔ اس کے بعد ہم فرمانبرداروں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا آپ ﷺ ہم کو چھوڑ دیں گے؟ ارشادِ عالی ہوا جدائی کا وقت قریب ہے۔ اور میں عنقریب اللہ تعالیٰ کے حضور اس کی جنت الماویٰ میں، سدرۃ المنتہیٰ کے پاس جانے والا ہوں وہی عمدہ رفیق وساتھی ہے۔ حوضِ کوثر، چھلکتے جام اور پسندیدہ عیش میرا منتظر ہے۔

اس کے بعد ہم لوگوں نے کہا یارسول اللہ ﷺ غسل کون دے گا؟

ارشاد فرمایا: میرے قریب ترین اہل۔

پھر ہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کس کپڑے کا کفن دیں؟

فرمایا: میرے موجودہ کپڑوں کا یا مصری پارچہ جات کا یا یمنی چادروں کا۔

پھر ہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ نماز کون پڑھائے؟ اتنا کہہ کر ہم رونے لگے اور سرورِ عالم ﷺ کے چشم مبارک بھی ڈبڈبا آئیں اور فرمایا صبر کرو۔ اللہ تم پر رحم و کرم کرے اور تمہیں جزائے خیر دے۔ سنو جب تم مجھے غسل دے کر کفنا چکو تو میرے اسی مکان میں میری قبر کے پاس میرا پلنگ رکھ کر تھوڑی دیر کے لئے ہٹ جانا کیونکہ سب سے پہلے مجھ پر میرے دوست جبریلؑ پھر میکائیل پھر اسرافیل پھر ملک الموت تمام دیگر فرشتوں کے ساتھ درود بھیجیں گے پھر تم جماعت در جماعت ہو کر مجھ پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا۔ خبردار جھوٹی تعریف اور نوحہ وماتم کر کے مجھے تکلیف نہ دینا سب سے پہلے میرے اہلِ بیت مَرد، درود کی ابتدا کریں اور پھر خواتین اس کے بعد تم تمام لوگ اور پھر میرے وہ صحابہ جو اس وقت موجود نہیں ہیں مجھ پر صلوٰۃ وسلام پڑھیں اور واضح ہو کہ آج کے دن سے قیامت تک جو لوگ میرے لائے ہوئے مذہب اسلام پر باقی و برقرار رہیں وہ سب مجھ پر درود وسلام پڑھیں۔

پھر ہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ قبر میں کون اُتارے؟

ارشادِ عالی ہوا میرے وہ اہل، جن کے ساتھ بکثرت فرشتے ہوں گے وہ فرشتے تمہیں دیکھیں گے اور تم انہیں نہ دیکھ سکو گے۔

انوارِ تنزیل و مدارک میں ابنِ عباسؓ کی زبانی تحریر ہے کہ سب سے آخر میں جبریلؑ یہ آیت لے کر نازل ہوئے:

واتقوا یومًا ترجعون فیه الی اللہ ثم توفی کل نفسٍ بما کسبت وھم لا یظلمون۔

ترجمہ: "اس وقت سے ڈرو جب کہ تم اللہ کی طرف لوٹو گے پھر ہر ایک جاندار کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر کسی قسم کا ظلم نہیں کیا جائے گا"۔

اس کے بعد حضرت ابنِ عباسؓ نے فرمایا اس آیت کو سورۂ بقرہ کی آیت نمبر (۲۸۱) سے ملا کر پڑھو۔

اس آیت کے نزول کے بعد رسولِ اکرم ﷺ اکیس دن بعض کے نزدیک (۸۱) اور بعض کے تین گھنٹہ مزید ہم لوگوں میں رونق افروز رہے۔ اس کے بعد حضرت ابنِ عباسؓ نے بچشمِ گریاں کہا مہبط وحی الٰہی کا اختتام وعید وخوف الٰہی پر ہوا۔

ابتداء علالت

روایت ہے کہ بدھ کے دن ۲۸ صفر ۱۱ھ کو رسولِ اکرم ﷺ کے سرِ مبارک میں جب کہ حضرت میمونہؓ کے دولت کدہ میں تشریف فرما تھے۔ درد کی ابتداء ہوئی۔

بعض کے نزدیک یہ تاریخ ۲۹ صفر تھی اور بعض کے نزدیک شروع ماہِ ربیع الاوّل تھا کتاب الوفاء میں مرقوم ہے کہ ۲۰ صفر کو آپ ﷺ علیل ہوئے اور ۱۲ ربیع الاوّل کو آپ ﷺ نے پردہ فرمایا۔

رزین نے ابی حاتم کی زبانی آپ ﷺ کی تاریخ وصال ماہِ ربیع الاوّل ۱۱ھ لکھی ہے اور تحریر کیا ہے کہ امّ المومنین حضرت میمونہ ؓ کے دولت کدہ میں آپ ﷺ کو مرض کی ابتداء ہوئی۔ بعض کے نزدیک آپ ﷺ کا قیام ام المومنین زینب ؓ بنت جحش بعض کے نزدیک اُمّ المومنین حضرت ریحانہ کے دولت سرا میں تھا۔

خطابی نے لکھا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ پیر کے دن بعض کے نزدیک ہفتہ کے دن اور بعض کے نزدیک بدھ کے دن علیل ہوئے۔

حاکم نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ ہفتہ کے دن اور بعض کے نزدیک بدھ کے دن مرضِ دردِ سر میں علیل ہوئے۔ اور یہی دونوں قول کتاب روضہ میں بھی تحریر ہیں۔ آپ ﷺ کے زمانہ علالت کی مدّت میں لوگ باہم مختلف الخیال ہیں بعض لوگ چودہ اور بعض بارہ دن مدّتِ علالت بتاتے ہیں اور بارہ دن تک آپ ﷺ کی علالت اکثر لوگوں کے نزدیک متفق علیہ ہے۔

سلیمان تیمی جیسے ثقہ نے آپ ﷺ کی مدّتِ علالت دس دن بتائی ہے اور کہا ہے کہ ہفتہ کے دن ۲۲ صفر ۱۱ھ کو آپ ﷺ علیل ہوئے اور پیر کے دن بتاریخ ۲/ ربیع الاوّل ۱۱ھ ملک الموت کو لبیک کہا۔

کتاب الاکتفاء میں مرقوم ہے کہ حجۃ الوداع سے واپس آکر رسولِ اکرم ﷺ نے ماقی ایام ذوالحجہ اور ماہِ محرم و صفر مدینہ منورہ میں بسر فرماتے ہوئے لوگوں کو احکامِ الٰہی سے باخبر فرمایا۔ اور اسی زمانہ میں اسامہ بن زید کو مملکتِ شام کی جانب جانے کا حکم دیا اور فرمایا سرزمینِ فلسطین سے بلقاء و روم کی سرحدیں دور کردیں ساتھ ہی لوگوں کو سامانِ جنگ مرحمت فرمایا اور مہاجرین اولین کی فوج پر اسامہ بن زید کو سپہ سالار بنا کر روانہ فرمایا۔ اور یہ آخری جمعیت تھی جسے رسول اکرم ﷺ نے بہ نفس نفیس روانگی کا حکم دیا۔ لوگ روانگی کی تیاری کررہے تھے کہ سرورِ عالم ﷺ کو وہ مرض لاحق ہوا جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت کے مطابق رحم و کرم کرتے ہوئے ۲۸ صفر یا ابتداء ماہِ ربیع الاوّل ۱۱ھ میں آپ ﷺ کو اپنے پاس بُلا لیا۔

مرض لاحق ہونے کے دن سے پہلی والی رات کا واقعہ یہ ہے کہ آپ ﷺ آدھی رات کو بقیع غرقد (مشہور قبرستان) تشریف لے گئے اور مرحومین کے لئے دُعائے مغفرت کی اور وہاں سے درِ دولت واپس ہوئے۔ اسی رات کی صبح کو آپ ﷺ کو دردِ سر کا مرض لاحق ہوا۔

آپ کے غلام ابومویہبہ ؓ کا بیان ہے رات کے وقت سرورِ عالم ﷺ نے مجھے طلب کر کے فرمایا۔ اے ابومویہبہ! مجھے حکم دیا گیا ہے کہ بقیع غرقد کے مدفون کے لئے دعائے مغفرت کروں۔ تم میرے ساتھ چلو۔ چنانچہ میں آپ ﷺ کے ساتھ چلا۔ آپ ﷺ نے بقیع غرقد میں قدم رنجہ فرما کر کہا السلام علیکم اے اہل قبور! آنے والی صبح تمہارے لئے مبارک و مسعود ہو۔ اور تمہاری مثال ان لوگوں کی مانند نہ ہو جن کی صبح ہونے سے پہلے ہی انکو اندھیری رات فتنہ وفساد میں مبتلا کرتی ہے۔

اے آگے جانے والو سُنو! ہم پیچھے آرہے ہیں۔ اس کے بعد سرورِ عالم ﷺ نے میری (ابومویہبہ کی) طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے ابومویہبہ! اللہ نے مجھے اختیار دیا ہے کہ تمام دنیاوی خزانوں کی کنجیاں لے لوں اور ہمیشہ اس دنیا میں رہوں اور چاہے جنت کو سدھاروں اور وصال حاصل کروں۔

اس پر میں (ابومویہبہ) نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان دنیا کے خزانوں کی کنجیاں لے کر ہمیشہ ہمیشہ دنیا میں رہئے اور پھر جنت بھی لے لیجئے گا۔ یہ سن کر ارشاد عالی ہوا۔ نہیں اے ابومویہبہ! اللہ کی قسم! میں نے تو وصال رب اور جنت کو پسند کرلیا ہے۔ اس کے بعد سرورِ دو عالم ﷺ نے بقیع غرقد والوں کے لئے دعائے مغفرت فرمائی اور وہاں سے واپس ہونے کے بعد آپ ﷺ کو وہ مرض لاحق ہوا۔ جس میں اللہ نے آپ ﷺ کی روح قبض فرمائی۔

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ جب بقیع غرقد سے واپس ہوئے تو میں نے کہا "اُف دردِ سر" اس پر سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا تم کو نہیں بلکہ اے عائشہ ؓ میں کہتا ہوں "اُف دردِ سر" اور ام المومنین ؓ فرماتی ہیں کہ ہم باہم اس طرح خوش مزاجی کے ساتھ ایک دوسرے کو تسلی دیتے تھے اس کے بعد سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا اے عائشہ تمہارا کیا نقصان ہے؟ اگر مجھ سے پہلے فوت ہو جاؤ تو میں تمہارا ذمہ دار ہوں، میں تمہیں کفن دوں گا۔ تمہاری نماز پڑھوں گا میں تمہیں سپرد خاک کروں گا۔ (اس پر میں (عائشہ ؓ)

نے کہا گویا میں آپ ﷺ پر بار ہوگئی ہوں) اور اللہ کی قسم میں یہ سب کروں گا۔

اس کے بعد میں اپنے گھر چلی گئی اور آپ ﷺ دوسری بیوی کے پاس اچھے بھلے تشریف لے گئے اور پھر اسی دن آپ ﷺ کو دردسر کا مرض لاحق ہوا۔ اس دن آپ ﷺ حضرت میمونہ کے مکان میں تھے کہ درد کی تکلیف زیادہ ہوگئی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے تمام بیبیوں کو طلب فرما کر اجازت لی کہ میرے (عائشہؓ) کے گھر رہیں اور میں آپ ﷺ کی تیمارداری کروں چنانچہ سب کی اجازت پر آپ ﷺ حضرت میمونہؓ کے مکان سے میرے گھر دو آدمیوں کے سہارے اس طرح چلتے ہوئے تشریف لائے کہ آپ ﷺ کے قدموں سے زمین پر لکیریں کھنچ گئیں۔ ان دو آدمیوں میں ایک فضیل بن عباس اور دوسرے ایک اور تھے۔

فضیل بن عباسؓ کا بیان ہے کہ دوسرے شخص میرے ساتھ علی بن ابی طالبؓ تھے اور حضرت عائشہؓ کے گھر آنے کے بعد رسول اکرم ﷺ کا مرض زور پکڑ گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ "اف دردسر" کہنے کے بعد رسول اکرم ﷺ باہر تشریف لے گئے پھر تھوڑی دیر بعد لوگ آپؐ کو چادر میں لپیٹے میرے (عائشہؓ) کے گھر اٹھا کر لائے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے دیگر بیبیوں کو بلا کر فرمایا میں بیمار ہوگیا ہوں اور اب اتنی سکت نہیں کہ تم بیبیوں کے پاس آمد ورفت کر سکوں اس لئے مناسب یہی ہے کہ حضرت عائشہ کے پاس مقیم رہوں۔ اس کے بعد میں (عائشہؓ) نے رسول اکرم ﷺ کو وضو کرایا حالانکہ اس سے پہلے میں نے کسی کو بھی وضو نہیں کرایا تھا۔

ایک روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ مرض کی شدت میں بار بار فرماتے تھے میں کل کہاں رہوں گا"۔ اس سے آپ ﷺ کا مطلب یہ تھا کہ حضرت عائشہ کی باری کا دن کب ہوگا تاکہ وہاں پہنچ جاؤں۔ یہ سُن کر تمام ازواجِ مطہرات نے متفقہ طور پر اجازت دی کہ یارسول اللہ (ﷺ) آپ جہاں چاہیں قیام فرمائیں۔ تاآنکہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے در دولت میں آپ ﷺ قیام فرمارہے اور وہیں اللہ کو پیارے ہوئے۔

ایک روایت ہے کہ دردسر کی حالت میں رسول اکرم ﷺ ایک چادر اوڑھے تمام ازواج مطہرات کے ہاں باری باری تشریف لے گئے اور جب حضرت میمونہؓ کے گھر پہنچے تو مرض شدید ہوگیا۔ چنانچہ تمام ازواج مطہرات نے جمع ہو کر متفقہ طور پر آپ ﷺ کو زیادہ بیمار دیکھ کر آپ ﷺ کو لُدُوْد استعمال کرایا۔ چنانچہ آپ ﷺ کو نمونیا ہو جانے کا سب کو خوف دامن گیر ہوگیا تھا۔

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے مروی ہے کہ رسالتمآب ﷺ دورانِ علالت میں اپنی کوکھ پکڑ لیتے تھے، میں نے بھی ایک مرتبہ آپ ﷺ کی کوکھ پکڑی۔ اور اس وقت آپ ﷺ پر اتنی غشی طاری تھی کہ ہم کو آپ ﷺ کی رحلت کا خیال پیدا ہو گیا تھا۔ چنانچہ سب نے آپ ﷺ کو لدود استعمال کرایا۔ پھر رسالت مآب ﷺ کو خود بخود افاقہ ہو گیا۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا ہمیں یہ دوا کس نے چٹائی؟ جس پر سب نے خوفزدہ ہو کر حضرت عباس ؓ کی آڑ لی اور متفقہ طور پر گھر بھر کی سب عورتوں نے حضرت عباس ؓ ہی کو دوا چٹانے کا سبب ٹھہرایا۔ حالانکہ حضرت عباس ؓ کا اس میں کوئی عمل دخل تو کیا مشورہ تک نہ تھا۔ اور کہا ہمیں خوف دامن گیر ہو گیا تھا کہ کہیں آپ ﷺ کو نمونیا ہو گیا ہو۔ اور ہم نے آپ ﷺ کے چچا حضرت عباس ؓ کے حکم پر آپ ﷺ کو لدُود دیا ہے اس پر ارشادِ عالی ہوا۔ نمونیا شیطان کی وجہ سے ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھ پر مسلّط ہونے کی شیطان کو کسی قسم کی کوئی قوت نہیں دی ہے۔ اور وہ ہرگز مجھ پر قابو نہیں پا سکتا۔ البتہ یہ سب تم عورتوں کی کارستانی ہے اس لئے تم سب کو لدُود پلایا جائے اور اس حکم سے میرے چچا حضرت عباس ؓ مستثنیٰ ہیں۔ غرض کہ تمام خواتین کو حتیٰ کہ حضرت میمونہ ؓ روزہ دار کو بھی لدود چٹایا گیا۔ پھر رسولِ اکرم ﷺ حضرت عباس ؓ اور حضرت علی ؓ کے درمیان اُمّ المومنین حضرت عائشہ ؓ کے دولت کدہ میں اس طرح تشریف لے گئے کہ حضرت فضیل ؓ آپ ﷺ کی پشتِ مبارک کو سہارا دیئے ہوئے تھے اور آپ ﷺ کے قدوم میمنت لزوم سے زمین پر لکیریں کھنچ رہی تھیں۔ اور پھر آپ ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کے دولت کدہ ہی میں رہے کیونکہ شدّتِ مرض کے باعث کہیں اور جانے کی قوت نہ رہی تھی پھر جب آپ ﷺ کے مرض میں اور زیادہ اضافہ ہو گیا تو آپ ﷺ اس قدر بیمار ہو گئے کہ بچھونے پر کروٹیں بدلتے تھے۔ اس وقت میں (عائشہ ؓ) نے کہا اگر ہم میں سے کوئی ایسا کرتا تو آپ ﷺ پسند فرماتے؟ ارشاد فرمایا یقیناً مسلمانوں پر سختی ہوتی ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان کو جب کوئی کانٹا چبھتا ہے یا اس سے کم وبیش تکلیف ہوتی ہے اور وہ توبہ کرتا ہے تو اسی کے موافق اللہ، مسلمانوں کا درجہ بلند کرتا ہے اور اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ اس کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ ؓ نے فرمایا رسولِ اکرم ﷺ سے زیادہ کسی پر میں نے مرض کی شدت و تکلیف نہیں دیکھی۔

روایت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ کو بے انتہا شدید بخار تھا اور بخار کی تیزی کی وجہ سے کسی کا ہاتھ جسمِ اطہر پر نہیں ٹھہر سکتا تھا اس نوبت پر رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کسی نبی کو اتنی

زیادہ تکلیف نہیں ہوئی جتنا مجھ پر تکالیف کا بار ہے اور اللہ نے اتنا ہی ہمارے لیے ثواب بھی زیادہ مقرر کر دیا ہے۔

عبداللہ ابنِ مسعود ؓ کا بیان ہے کہ میں رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ کو سخت بخار چڑھا ہوا تھا۔ یہ دیکھ کر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کو شدید بخار ہے۔ ارشاد فرمایا ہاں مجھے اتنا بخار ہے جتنا تم دو آدمیوں کو ہوتا ہے۔ میں نے عرض کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کے لئے دوگنا ثواب مقرر ہے؟ فرمایا ہاں یہی بات ہے۔ اور اسی طرح یہ بھی امر حقیقی ہے کہ جب کسی کو کانٹا چبھے یا اس سے کم و بیش تکلیف پہنچے تو اسی قدر اللہ اس مسلمان کے گناہوں کا اس تکلیف کو کفارہ بنا دیتا ہے جس کی مثال ایسی ہے جیسے درخت اپنے پتے گرا دیتا ہے۔ (بخاری)

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کا بیان ہے کہ رسالت مآب ﷺ کو جب زیادہ بخار ہو گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا مجھ پر پانی بھری سات مشکیں بہاؤ شاید اسی سے کچھ آرام ہو اور لوگوں سے گفتگو کر سکوں۔ چنانچہ ہم سب نے آپ ﷺ کو حضرت حفصہ ؓ کی مملوکہ تانبے کی گیلن میں بٹھایا اور آپ ﷺ پر پانی ڈالنا شروع کیا تا آنکہ آپ ﷺ نے اشارہ سے فرمایا۔ بس ٹھیک ہے تم نے حکم کی تعمیل کر دی اور اسی دن آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور حمد و ثنا کے بعد شہدائے جنگِ اُحد کے لئے دعائے مغفرت فرمائی۔

شدّتِ مرض کے حالات

آپ ﷺ جملہ بارہ دن علیل رہے، بعض کہتے ہیں ۱۸ دن بیمار رہے۔ رسول اکرم ﷺ نے بزمانہ علالت فرمایا۔ مسجد میں آمد و رفت کے تمام دروازے سوائے ابو بکر ؓ کے دروازے کے بند کر دو کیونکہ صحابہ ؓ کے منجملہ میرے نزدیک ابو بکر ؓ ہی سب سے زیادہ احسان والے ہیں۔

ایک روایت میں رسولِ اکرم ﷺ کے الفاظ یہ بیان کئے جاتے ہیں کہ ابو بکر ؓ کی کھڑکی کے علاوہ میری طرف مسجد میں کھلنے والی تمام کھڑکیاں بند کر دو۔

عبداللہ ابنِ عمر ؓ کا بیان ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے آ کر کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھے تیمارداری کرنے اور خدمت گرامی میں حاضر رہنے کی اجازت مرحمت فرمائیے۔ اس پر

رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا اے ابوبکر! اگر ازواجِ مطہرات صاحبزادیوں اور اہلِ بیت پر سے اپنی تیمارداری کا بوجھ ہٹادوں تو ان پر میری وجہ سے عظیم تر مشکلات عائد ہو جائیں گی۔ اور اے ابوبکرؓ آپؓ کا اجر کار خیر تو اللہ کے ذمہ لازم ہو گیا ہے۔

آپ ﷺ کے زمانہ مرض کا ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ بحالِ علالت آپ ﷺ نے دورانِ خطبہ میں فرمایا اللہ نے بندہ کو اختیار دیا تھا کہ دنیا پسند کرے یا اللہ کے پاس چلا جائے، اس پر بندہ نے اللہ کے پاس چلے جانا منظور کرلیا ہے یہ سُن کر ابوبکر صدیقؓ روئے۔ لوگوں نے آپؓ کے گریہ پر اظہارِ تعجب کیا کیونکہ رسولِ اکرم ﷺ نے تو یہی فرمایا تھا کہ اللہ نے ایک بندہ کو اختیار دیا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ابوبکر صدیقؓ نے اپنی ذہانت سے رسولِ اکرم ﷺ کی رحلت اس جملہ سے معلوم کرلی۔

ایک روایت ہے کہ بزمانہ عُلالت سرورِ عالم ﷺ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے (۴۰) غلام آزاد کیے۔

ایک روایت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے اپنی علالت کے موقع پر اللہ تعالیٰ کے حضور عافیت وصحت کے لئے دستِ دعا بلند فرمائے۔ لیکن مرضِ الموت کے زمانہ میں شفاء کے لئے دعا نہیں کی بلکہ اپنی جان پر سختی برداشت کرتے اور فرماتے تھے اے نفس تیری عجب کیفیت ہے تو ہر آن بیماری سے پناہ کا مطالبہ کر رہا ہے۔

اس علالت کے دوران آپ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ سے چپکے سے کچھ کہا تو وہ رونے لگیں، پھر چپکے سے کچھ اور کہا تو وہ ہنسنے لگیں اس پر حضرت عائشہ صدیقہؓ نے پوچھا تو کہا کہ میں رسولِ اکرم ﷺ کا راز افشا کرنا نہیں چاہتی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے کہا رسالت مآب ﷺ کی رحلت کے بعد میں نے جنابِ فاطمہؓ سے بوقتِ واحد، گریہ وخنداں کا سبب پوچھا تو انہوں نے جواباً کہا "رسولِ اکرم ﷺ نے پہلی مرتبہ مجھ سے کہا تھا کہ جبریلؑ ہر سال تین مرتبہ مجھے قرآن سُناتے تھے اور اس مرتبہ صرف دو قرآن سُنائے ہیں اس سے یہ پتا چلتا ہے کہ میرا وقت اب پورا ہو چکا ہے۔ اور میرے اہلِ بیت میں سے تم سب سے پہلے مجھ سے آملوگی۔ اور میں تمہارا بہترین پیش رو ہوں"۔ یہ سُن کر مجھ پر گریہ طاری ہو گیا اس کے بعد سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا "خوش ہو جاؤ کہ تم میری اُمت کی خواتین کی سردار ہو"۔ اس پر میں خوش ہو گئی اور ہنسنے لگی۔

امامت

ابتدائی علالت کے دوران آپ ﷺ نماز پڑھاتے رہے البتہ آخری تین دن آپ ﷺ نے امامت نہیں فرمائی۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے (۱۷) وقت کی نماز اپنی علالت کے آخری زمانہ میں نہیں پڑھائی۔ آپ ﷺ نے اس نماز کے وقت جس میں امامت نہیں فرمائی جب اذان ہوئی تو فرمایا حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے کہو کہ وہ امامت کریں اور لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اور یہ نمازِ عشاء تھی۔

زہری نے لکھا ہے کہ عبداللہ بن زمعہ سے رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا جاؤ کہہ دو کہ لوگ نماز پڑھ لیں۔ یہ حکم لے کر عبداللہ بن زمعہ جب باہر آئے تو حضرت عمر ؓ مل گئے اور ان سے کہا لوگوں کو نماز پڑھا دیجئے۔ حضرت عمر ؓ نے لوگوں کو نمازِ جہری پڑھائی۔ چونکہ حضرت عمر ؓ بلند آواز تھے آپ کی آواز جب رسالتمآب ﷺ نے سنی تو فرمایا یہ عمر ؓ کی آواز ہے لوگوں نے عرض کیا جی ہاں۔ اس پر ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ اور مسلمان چیخ کر نماز پڑھنے کو مناسب نہیں سمجھتے۔ لوگوں کو چاہئے کہ ابوبکر صدیق ؓ کے پیچھے نماز پڑھیں اور وہ امامت کریں۔
(کتاب منتقی میں بھی یہی مذکور ہے)

شرح مواقف میں ہے کہ بلال ؓ نے اذان دی جسے سُن کر رسولِ اکرم ﷺ نے عبداللہ بن زمعہ سے فرمایا جاؤ ابوبکر صدیق ؓ سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ عبداللہ بن زمعہ جب باہر آئے تو حضرت عمر ؓ چند لوگوں کے ساتھ دروازے پر تھے جن میں ابوبکر صدیق ؓ نہ تھے۔ چنانچہ میں (عبداللہ بن زمعہ) نے کہا اے عمر ؓ آپ لوگوں کو نماز پڑھا دیجئے حضرت عمر ؓ نے نمازِ جہری پڑھائی اور آپ ؓ کی بلند آواز سن کر رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ نے مسلمانوں کو چیخ کر پڑھنے سے منع کیا ہے۔ اور پھر تین مرتبہ فرمایا ابوبکر ؓ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرت عمر ؓ نے اس موقع پر عبداللہ بن زمعہ سے کہا تم نے بہت بُرا کیا۔ میں تو یہ سمجھا تھا کہ تم کو رسولِ اکرم ﷺ نے میرے نام نماز پڑھانے کا حکم صادر فرمایا ہے۔ جس کے جواب میں عبداللہ بن زمعہ نے کہا اللہ کی قسم۔ رسولِ اکرم ﷺ نے مجھے یہ حکم نہیں دیا تھا کہ میں اپنی طرف سے کسی کو حکم دوں۔

ایک روایت ہے کہ بلال ؓ اذان دینے کے بعد رسولِ اکرم ﷺ کی قیام گاہ کے دروازے پر جا کر کھڑے ہوئے اور کہا السلام علیک یارسول اللہ ۔ آپ پر اللہ کی رحمتیں

ہوں۔ جواب میں ارشادِ عالی ہوا جاؤ ابو بکر صدیقؓ سے کہو وہ امامت کریں۔ چنانچہ بلالؓ وہاں سے اپنا سر پکڑے باہر آئے اور کہا ہائے فریاد میری آرزوئیں پامال ہو گئیں میری کمر ٹوٹ گئی۔ کاش میں پیدا ہی نہ ہوتا۔ اور اگر پیدا ہوا تھا تو رسول اکرم ﷺ کی یہ حالتِ علالت نہ دیکھتا۔ اس کے بعد وہ مسجد میں آئے اور کہا کہ اے ابو بکر صدیقؓ آپ کو رسول اکرم ﷺ نے حکم دیا ہے کہ آپ امامت کریں۔ ابو بکر نے جب مسجد میں رسول اکرم ﷺ کو نہ دیکھا تو غش کھا کر گر پڑے کیونکہ وہ بڑے نرم دل تھے اور مسجد کو رسول اکرم ﷺ سے خالی دیکھنا برداشت نہ کر سکے اس نوبت پر عام مسلمانوں نے آہ وفغاں کی رسول اکرم ﷺ نے یہ شور سن کر حضرت فاطمہؓ سے پوچھا یہ غل کیسا ہے؟ جنہوں نے کہا یارسول اللہ آپ کی عدم موجودگی پر مسجد میں لوگ آہ وفغاں کررہے ہیں۔ چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت علی وابن عباسؓ کو طلب فرمایا اوران کے کندھوں کے سہارے مسجد میں تشریف فرما ہو کر نماز پڑھائی پھر ارشاد فرمایا اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ تمہارا حافظ ونگہبان ہے۔ بخدا میں تم پر ایک خلیفہ مقرر کررہا ہوں، اللہ سے ڈرو اور اس کی اطاعت سے کسی صورت انحراف نہ کرنا۔ اور میں عنقریب دنیا چھوڑنے والا ہوں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بیان ہے رسول اکرم ﷺ کا مرض جب شدت پذیر ہو گیا تو بلالؓ نماز کی اطلاع دینے آئے جس پر ارشاد فرمایا جاؤ ابو بکر صدیقؓ سے کہو وہ امامت کریں تو میں (عائشہؓ) نے کہا یارسول اللہ میرے والد بزرگوار حضرت ابو بکر صدیقؓ نہایت رقیق القلب ہیں۔ وہ آپ کی جگہ کھڑے ہو کر اپنی آواز مقتدیوں کے کانوں تک نہ پہنچا سکیں گے۔ مناسب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کو امامت کا حکم صادر فرمایا جائے۔ اس پر پھر ارشاد فرمایا جاؤ ابو بکرؓ سے کہو کہ وہ امامت کریں۔ پھر میں (عائشہؓ) نے حضرت حفصہؓ سے کہا آپ کہیے۔ چنانچہ حضرت حفصہؓ نے رسالت مآب ﷺ سے عرض کیا یارسول اللہ ! ابو بکر صدیقؓ نہایت نرم دل ہیں۔ وہ آپ ﷺ کی قائم مقامی کی صورت میں اپنی آواز لوگوں تک نہ پہنچا سکیں گے۔ حضرت عمرؓ کو حکم امامت صادر فرمائیں تو انسب ہے۔ اس پر سرور عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم یوسفؑ کی عورتوں کی مانند ہو۔ جاؤ ابو بکرؓ سے کہو وہ امامت کریں۔ چنانچہ جب حضرت ابو بکرؓ نے نماز پڑھانا شروع کی تھی کہ رسول اکرم ﷺ کو کچھ افاقہ ہوا اور آپ ﷺ دو آدمیوں کے سہارے بدیں طور کے قدم مبارک زمین پر گھسیٹ رہے تھے مسجد میں تشریف

ئے۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ آپ کی آہٹ پا کر ہٹنے لگے تو آپ نے ارشاد فرمایا جہاں کھڑے ہو کھڑے رہو۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے بائیں جانب آکر بیٹھ گئے۔ اور رسول کرم ﷺ نے اس طرح نماز پڑھائی کہ آپ بیٹھے ہوئے تھے اور آپ ﷺ کے دائیں جانب حضرت ابوبکر صدیق ؓ کھڑے ہوئے آپ ﷺ کے مقتدی تھے اور دوسرے تمام نمازی حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی اقتدا کر رہے تھے۔

سیرۃ ابن ہشام میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ جب درِ دولت سے مسجد میں تشریف ئے تو لوگوں نے آپ ﷺ کو آگے آنے کے لئے جگہ دی اس سے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو سالت مآب ﷺ کی تشریف آوری محسوس ہوئی اور آپ مصلیٰ سے پیچھے ہٹنے لگے تو رسول اکرم ﷺ نے آپ کی پیٹھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا لوگوں کی امامت کرتے رہو۔ اور خود سرور عالم شریف لا کر ابوبکر ؓ کے پاس بیٹھ گئے اور صدیق اکبر دائیں جانب کھڑے ہو کر نماز پڑھاتے ہے نماز کے بعد ابوبکر ؓ نے کہا یا رسول اللہ ہم آپ کی خواہش کے موافق آپ کو اللہ کی نعمت و فضل کے سبب صحت مند پا رہے ہیں۔ آج بنت خارجہ کا دن ہے اجازت ہو تو وہاں چلا جاؤں ارشاد فرمایا ہاں۔ اس کے بعد سرور عالم اپنی قیام گاہ میں تشریف لے گئے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ مقام سخ میں اپنے اہل و عیال کے پاس چلے گئے۔

غرضکہ تمام روایات اس امر کا ثبوت ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ ہی امام تھے۔

ابن عباس ؓ کی زبانی بیان کیا جاتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے اپنی امت میں سے صرف ابوبکر صدیق ؓ کے پیچھے نماز پڑھی اور ایک مرتبہ دوران سفر میں عبدالرحمٰن بن عوف کے پیچھے بھی ایک رکعت پڑھی۔

ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف نے اپنی والدہ کی زبانی بیان کیا کہ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ وہ ایک جنگ میں حاضر تھے کہ دوران سفر میں سرور عالم قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے اتنے میں نماز کا وقت ہو گیا اور لوگوں نے عبدالرحمٰن بن عوف کی امامت میں نماز شروع کر دی۔ ایک رکعت کے بعد رسول اکرم ﷺ تشریف لائے اور عبدالرحمٰن ؓ کی امامت میں آپ ﷺ نے ایک رکعت پڑھی اور دوسری رکعت خود مکمل فرمائی پھر بعد نماز ارشاد فرمایا کسی نبی نے اس وقت تک رحلت نہیں کی جب تک اپنی امت کے کسی صالح شخص کے پیچھے نماز نہ پڑھ لی ہو۔ (کتاب الصفوۃ میں بھی یہی مرقوم ہے)

مغیرہ بن شعبہ ؓ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ کے ساتھ غزوہ تبوک میں شریک تھا جہاں قبل فجر آپ ﷺ قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے اور میں آپ ﷺ کے ساتھ پانی کا لوٹا لئے ہوئے تھا۔ رفع حاجت سے فراغت پا کر آپ ﷺ واپس ہوئے تو میں نے آپ ﷺ کے دست مبارک پر لوٹے سے پانی ڈالا۔ آپ ﷺ نے دست مبارک اور چہرہ اقدس دھویا۔ اس وقت آپ ﷺ اونی جُبّہ زیب تن فرمائے ہوئے تھے۔ پھر جُبّہ کی آستینوں میں سے ہاتھ نکالنے لگے لیکن جُبّہ کی آستین تنگ تھیں اس لئے آپ ﷺ نے جُبّہ کے نیچے دست مبارک نکالے اور جُبّہ کو اپنے کندھوں پر ڈال کر کہنیوں تک ہاتھ دھوئے پھر منہ دھو کر پیشانی اور عمامہ پر مسح کیا۔ پھر میں (مغیرہ بن شعبہ) جھک کر آپ ﷺ کے موزے اتارنے لگا تو فرمایا رہنے دو۔ میں نے وضو کر کے موزے پہنے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے موزوں پر مسح فرمایا۔

مغیرہ بن شعبہ سے ایک روایت یہ بھی مروی ہے کہ میں مغیرہ نے عرض کیا یا رسول اللہ شاید آپ ﷺ پاؤں دھونا فراموش فرما گئے۔ ارشاد عالی ہوا۔ نہیں بلکہ تم بھول گئے۔ اور اللہ نے مجھے یہی حکم دیا ہے (کہ وضو کر کے موزے پہننے کے بعد اگر دوبارہ وضو کیا جائے تو پہنے ہوئے موزوں پر مسح کیا جائے)۔

ابوداؤد و دارمی نے بھی یہ روایت اسی مضمون کے تحت لکھی ہے۔ مغیرہ کا بیان ہے کہ پھر رسول اکرم ﷺ اور میں سواری پر بیٹھ کر مسلمانوں کی جمعیت میں آئے جہاں نماز شروع ہو چکی تھی۔ اور عبدالرحمٰن بن عوف امامت کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کے ساتھ دوسری رکعت کا رکوع کیا۔ اس دوران انہیں رسول اکرم ﷺ کی تشریف آوری کا احساس ہوا اور وہ پیچھے ہٹنے لگے تو سرور عالم ﷺ نے انہیں ارشاد فرمایا کہ پیچھے نہ ہٹو بلکہ نماز پوری کرو۔ غرض کہ عبدالرحمٰن کے سلام پھیرنے کے بعد رسول اکرم ﷺ کے ساتھ میں بھی کھڑا ہو گیا اور ہم نے دوسری رکعت پڑھ کر نماز پوری کی۔ (مسلم و مشکوٰۃ)

رافع بن عمر بن عبید نے اپنے والد کی زبانی بیان کیا ہے رسول اکرم ﷺ جب شدتِ علالت کے باعث دولت کدہ سے باہر تشریف نہ لا سکے تو ابوبکر صدیق ؓ کو حکم دیا کہ وہ امامت کریں علاوہ ازیں اکثر یہ بھی ہوا کہ ابوبکر صدیق ؓ جب نماز پڑھاتے ہوتے تو رسول اکرم ﷺ تشریف لا کر ان ہی کی امامت میں نماز ادا فرماتے اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے علاوہ کسی دوسرے کے پیچھے رسول اکرم ﷺ نے نماز نہیں پڑھی۔ البتہ یہ دوران سفر ایک رکعت عبدالرحمٰن بن عوف کے پیچھے پڑھی ہے۔

اسد الغابۃ میں حسن بصریؒ کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی زبانی مرقوم ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ابوبکر صدیقؓ کو امامت تفویض فرمائی جنہوں نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور یہ واقعہ میری موجودگی کا ہے مجھے کسی قسم کی بیماری وغیرہ نہ تھی بلکہ میں تندرست تھا۔ سرورِ عالم ﷺ اگر مجھے آگے بڑھاتے تو میں امامت کرتا لیکن اللہ اور رسالت مآب ﷺ ابوبکر صدیقؓ سے دینی امور کی انجام دہی میں خوش تھے اسی لئے ہم نے اپنے دنیاوی معاملات کی انجام دہی میں بھی ابوبکر صدیقؓ پر اظہارِ رضامندی کیا۔

بزمانۂ علالت جمعرات کو جب مزاجِ عالی زیادہ ناساز ہوا تو آپ ﷺ نے ایک تحریر لکھوانے کا ارادہ کر کے عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ سے فرمایا شانہ کی ہڈی یا تختی لاؤ تا کہ وہ تحریر کردوں جس سے بحق ابوبکرؓ کوئی اختلاف نہ رہے اور جب عبدالرحمٰنؓ بہ تعمیل حکمِ عالی کوئی تختی وغیرہ لانے کے لئے جانے لگے تو فرمایا کسی مسلمان کو ابوبکر صدیقؓ سے اختلاف کرنے کی اللہ نے ممانعت کی ہے۔ (اسد الغابۃ)

ابنِ عباسؓ کا بیان ہے رسالت مآب ﷺ کے وصال کے وقت درِ دولت میں اکثر حضرات موجود تھے جن میں عمرؓ بن خطاب بھی تھے۔ سرورِ عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''کیا میں تمہیں ایک تحریر دے دوں جس سے میرے بعد تم گمراہی میں نہ پڑو''۔ اس پر حضرت عمرؓ نے لوگوں سے کہا اس وقت رسول اللہ ﷺ پر مرض کا سخت غلبہ ہے (آپ کو فرمان دہی کی تکلیف دینا مناسب نہیں) لوگو! تمہارے پاس قرآنِ کریم موجود ہے۔ جس میں ہر قسم کا علاج موجود ہے اور ہمارے لئے اللہ کی کتاب بہت کافی ہے۔ اس پر اہلِ بیت میں باہمی اختلافِ رائے پیدا ہوا۔ بعض کہنے لگے کاغذ پیش کر دتا کہ رسولِ اکرم ﷺ وہ فرمان صادر فرمادیں جس پر آپ ﷺ کے بعد سب متفق رہیں اور کوئی گمراہی میں نہ پڑے۔ اور بعض نے حضرت عمرؓ کی ہم نوائی کی۔ اس اختلافِ آرا کے موقع پر لوگوں کی جب آوازیں بلند ہوئیں تو سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا ''جاؤ میرے پاس سے چلے جاؤ''۔ اتنی روایت بیان کر کے حضرت ابنِ عباسؓ کہا کرتے تھے کہ اختلافِ رائے رکھنے والوں کے شور و غل کرنے کے باعث رسولِ اکرم ﷺ کے نوشتہ کی تحریر و عدم تحریر کی وجہ سے نئی نئی مشکلات پیدا ہوگئی ہیں۔ (بخاری)

ذاتی ملکیت

رسالت مآب ﷺ کے پاس صرف سات دینار تھے جو آپ ﷺ کے وصال میں صرف ہوگئے۔ (بخاری)

سہل بن سعد کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے پاس سات دینار تھے جو آپ ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کے پاس رکھوائے تھے سخت بیماری کے دوران ایک دن فرمایا۔ اے عائشہ محولہ دینار لاؤ اس کے بعد آپ ﷺ پر غشی طاری ہوگئی۔ سرورِ عالم ﷺ نے تین مرتبہ دینار لانے کیلئے فرمایا اور تینوں مرتبہ آپ ﷺ پر غشی طاری ہوگئی اور حضرت عائشہ صدیقہ ؓ مشغول بکار تھیں تا آنکہ ساتوں دینار حضرت عائشہ صدیقہ ؓ نے حضرت علی ؓ کے پاس خیرات کرنے کے لئے بھیج دیئے۔ اور پیر کی شام کو جب کہ رسول اکرم ﷺ ملک الموت کو لبیک کہنے والے تھے کہ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ نے کسی زوجہ مطہرہ کے پاس اپنا چراغ بھیج کر کہلوایا اس میں ذرا سا تیل ڈال دیجئے (کیونکہ ہمارے گھر میں اندھیرا ہے) اور رسولِ اکرم ﷺ ملک الموت کو لبیک کہنے کی تیاری کر رہے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ کو حضرت عائشہ صدیقہ ؓ اپنی گود میں لئے بیٹھی تھیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ تم نے ان اشرفیوں کا کیا کیا؟ (جو ہم نے تمہاری تحویل میں دی تھیں) جواب دیا وہ میری تحویل میں موجود ہیں۔ فرمایا وہ خرچ کردو۔ اس کے بعد آپ ﷺ پر غشی طاری ہوگئی اور حضرت عائشہ ؓ آپ ﷺ کو گود میں لئے بیٹھی تھیں کہ آپ ﷺ کو افاقہ ہوا اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم نے وہ اشرفیاں خرچ کردیں؟ جواب دیا جی نہیں، تو آپ ﷺ نے طلب کر کے وہ اشرفیاں اپنی ہتھیلی پر رکھیں اور فرمایا جب تک یہ سونا میرے پاس ہے اس وقت تک وصالِ الٰہی نہ ہو۔ چنانچہ وہ سب اشرفیاں خرچ کردیں اور اسی دن آپ ﷺ نے وصال فرمایا۔

اختیارِ قیام

حضرت عائشہ ؓ کا بیان ہے میں سُنا کرتی تھی کہ ہر نبی کو وفات سے پہلے دنیا یا آخرت میں رہنے کا اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ جسے چاہے قبول کرے۔ اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو مرض کے آخری زمانہ میں فرماتے سُنا ہے۔ "ان لوگوں کے ساتھ (شامل کر) جن پر تو نے انعام کیا ہے جو نبی، صدّیق، شہید اور صالح حضرات ہیں"۔ اے اللہ تو بہترین رفیق ہے میرا۔

(عائشہ ؓ کا) خیال ہے کہ جب آپ ﷺ نے یہ دُعا کی اسی وقت آپ ﷺ کو اختیارِ قیامِ دُنیا یا آخرت ملا تھا۔

اور ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں (جن کا ترجمہ یہ ہے) کہ میں (اختیار کرتا ہوں) رفیقِ اعلیٰ کو جنت میں اور میرے ساتھ نبی، صدّیق، شہید اور صالح حضرات ہوں گے اور یہ لوگ بہترین ساتھی ہوں گے۔

شدتِ مرض کے زمانہ میں وصال سے قبل آپ ﷺ نے مسواک کی۔

حالاتِ وصال

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کا بیان ہے کہ اللہ کی مجھ پر یہ نعمت ہوئی کہ میرے گھر میں میری باری کے دن میری گود میں میرے سینہ پر رسالتمآب ﷺ نے وصال فرمایا۔

ایک روایت میں ہے کہ میری ٹھوڑی اور میری گردن پر آپ ﷺ نے سہارا لے کر وصال فرمایا اور اللہ نے میرا اور آپ ﷺ کا لعابِ دہن وصالِ الٰہی سے پہلے ایک جا کیا وہ اس طرح کہ میرے بھائی عبدالرحمٰن بن سیدنا ابوبکر صدیق ؓ اپنے ہاتھ میں مسواک لئے میرے گھر آئے۔ اور رسول اکرم ﷺ میری گود میں آرام فرما رہے تھے۔ میں نے دیکھا کہ بھائی عبدالرحمٰن کی مسواک کی طرف آپ ﷺ دیکھ رہے ہیں۔ میں نے محسوس کیا کہ آپ ﷺ مسواک چاہتے ہیں چنانچہ میں نے کہا یا رسول اللہ مسواک پیش کروں؟ تو سر کے اشارہ سے کہا ہاں۔ غرض کہ میں نے وہ مسواک پیش کی اور وہ آپ ﷺ کو سخت معلوم ہوئی تو میں نے کہا اسے نرم کر دوں؟ آپ ﷺ نے سر کے اشارہ سے فرمایا ہاں۔ چنانچہ میں نے ملائم کر دی جس سے آپ ﷺ نے مسواک کی۔ نیز آپ ﷺ کے پاس ایک برتن میں پانی رکھا ہوا تھا جس میں ہاتھ ڈالتے اور چہرہ اقدس پر پھیرتے اور لا الٰہ الا اللہ کہتے اور فرماتے موت کے وقت سکرات ہوتی ہے۔ پھر آپ ﷺ ہاتھ اونچے کر کے فرمانے لگے رفیقِ اعلیٰ رفیقِ اعلیٰ تا آنکہ روح پرواز ہوئی اور دستِ مبارک زمین پر آرہے۔

حاکم و سعد نے مختلف روایتوں کے ذریعہ لکھا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ کا سرِ مبارک بوقتِ وصالِ الٰہی حضرت علی ؓ کی گود میں تھا۔ حافظ ابنِ حجر نے لکھا ہے کہ حاکم کی روایات کے راوی مشتبہ ہیں۔ اس لئے ان روایات کی طرف التفات نہ کیا جائے۔

شدّتِ مرض کے زمانہ میں پیر کے دن آپ ﷺ نے مسجد میں کھلنے والے دروزاہ کا پردہ اُٹھا کر لوگوں کو فجر کی نماز پڑھتے دیکھا۔

حضرت انس ؓ کا بیان ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ کی علالت کے زمانہ میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ نماز پڑھاتے تھے۔ بروزِ وصال پیر کے دن جبکہ نماز ہو رہی تھی کہ رسولِ اکرم ﷺ نے کھڑے ہو کر مسجد میں کھلنے والے دروازہ کا پردہ اُٹھا کر ہم لوگوں کی طرف دیکھا اس وقت چہرۂ اقدس ہمیں کتاب الٰہی کا ایک ورق معلوم ہوا۔ آپ ﷺ مسکرائے اور ہم نے ارادہ کیا کہ نماز چھوڑ کر ہم آپ ﷺ کے دیدار سے آنکھوں کو منوّر اور دل کو ٹھنڈک دیں۔ اسی دوران حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے اس خیال سے کہ رسولِ اکرم ﷺ نماز کے لئے تشریف لا رہے ہیں ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹنا چاہا لیکن آپ ﷺ نے اشارہ فرمایا نماز پڑھاتے رہیے۔ پھر آپ ﷺ نے پردہ چھوڑ دیا اور اسی دن آپ ﷺ نے رحلت فرمائی۔

شدّتِ مرض کے زمانہ میں ایک دن ابنِ عباس ؓ و علی ؓ دونوں دولت کدہ رسالت مآب ﷺ سے باہر آئے جہاں ایک شخص نے مل کر پوچھا اے ابوالحسن! رسول اللہ ﷺ کا مزاج کیسا ہے؟ جواب دیا اچھے ہیں اس کے بعد ابنِ عباس ؓ نے علی ؓ سے کہا تین دن بعد تم بے سہارا ہونے والے ہو۔ پھر ذرا الگ ہو کر کہا میرا خیال ہے اور میں بخوبی واقف ہوں کہ بوقتِ وفات اولادِ عبدالمطلب کے چہرے بُشرے سے کیسے ہو جاتے ہیں۔ اور مجھے خوف ہے کہ موجودہ علالت سے رسول ﷺ جانبر نہ ہوں گے۔ اس لئے ہمارے ساتھ چلو تا کہ آپ ﷺ سے پوچھ لیں کہ امامت کس کو دی جا رہی ہے اگر ہم لوگوں کو امیر نہ بنایا گیا ہو تو اپنے حقوق میں عمدہ قسم کی وصیت لکھوا لیں۔ اس پر حضرت علی ؓ نے جواباً کہا۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس چلنے پر بھی اگر ہمیں امیر نہ بنایا تو کیا سمجھتے ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد لوگ ہمیں تسلیم کریں گے؟ اور بخدا میں کبھی بھی آپ ﷺ سے امارت کے بارے میں کوئی دریافت نہیں کروں گا۔

شدّتِ مرض کے زمانہ کا ایک واقعہ یہ ہے کہ رسالتِ مآب ﷺ کے وصال سے تین دن پہلے تک جبریل روزانہ آتے، اور مزاج پُرسی کرتے تھے، یعنی ہفتہ اتوار اور پیر کے دن مسلسل آتے رہے اور اسی پیر کے دن ملک الموت بھی اجازت لے کر دولت کدہ کے اندر داخل ہوئے۔

ابوہریرہ ؓ کا بیان ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ کے مرض الموت کے زمانہ میں جبریل ؑ نے حاضری دے کر کہا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو سلام کہا ہے اور مزاج پُرسی کی ہے۔ آپ ﷺ نے جواباً کہا اے اللہ کے امین! میں علیل ہوں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا

اے جبریلؑ میں خود کو گرفتارِ تکلیف پا رہا ہوں۔ پھر دوسرے دن جبریلؑ نے آکر کہا اے محمد اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام کہا اور مزاج دریافت کیا ہے جواب دیا اے اللہ کے امین! میں خود کو علیل پاتا ہوں۔ پھر تیسرے دن جبریلؑ نے آکر عرض کیا اے محمدؐ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام کہا اور مزاجِ عالی دریافت کیا ہے۔ ارشاد فرمایا۔ اے اللہ کے امین! میں دردمند ہوں چونکہ جبریلؑ کے ساتھ ملک الموت بھی تھے جنہیں دیکھ کر رسول اللہ نے دریافت فرمایا یہ آپؑ کے ساتھ کون ہیں؟ جبریلؑ نے کہا یہ ملک الموت ہیں اور دُنیا میں یہ میری آخری آمد ہے۔ آپ ﷺ کے بعد کسی آدمی کے پاس میں نہیں آؤں گا۔ چنانچہ اسی وقت رسول اللہ ﷺ پر موت کی سختی ہوئی۔ آپ ﷺ کے پاس پانی بھرا ایک برتن رکھا تھا جس میں سے تھوڑا سا پانی لے کر چہرۂ اقدس پر مَل لیتے اور فرماتے اے اللہ سکرات موت پر میری مدد کرنا۔

ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ مرض الموت کے زمانہ میں رسول اکرم ﷺ فرماتے تھے خیبر کا زہرِیلا لقمہ ہمیشہ بُرے اثرات ظاہر کرتا رہا۔ اور اس وقت بھی رگِ گلو کٹتی ہوئی محسوس ہو رہی ہے۔

ابنِ اسحٰق نے اپنی شِفاء میں تمام مسلمانوں کا خیال لکھا ہے کہ رسول اکرم ﷺ شہید ہوئے باوجودیکہ اللہ نے آپ ﷺ کو شرفِ نبوت سے بھی سرفراز فرمایا تھا۔

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے رسول اللہ ﷺ کلماتِ ذیل پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے تھے:

اَذھب الباسَ رب الناس اشفہ وانت الشافی لا شفاء اِلّا شفائک شفاءً لا یغادر سقما۔

"اے لوگوں کے رب تو موجودہ تکلیف دور کر کے صحت دے دے۔ تو ہی شِفا دینے والا ہے۔ تیری شِفاء کے علاوہ کوئی اور صحت وشِفاء نہیں ہے اور تو ایسی شِفاء دے دے کہ کوئی بیماری باقی نہ رہے"۔

(حدیث متفق علیہ)

پھر جب رسول اللہ ﷺ زیادہ بیمار ہو گئے جس میں آپ ﷺ نے وصالِ الٰہی حاصل کیا تو میں نے (عائشہؓ) نے مذکورہ بالا دعا پڑھ کر آپ ﷺ کے جسمِ اطہر پر ہاتھ پھیرا۔ اور آپ ﷺ نے میرا ہاتھ ہٹا کر فرمایا اے اللہ مجھے اپنی رحمتوں میں لے لے اور (اے ملک الموت) مجھے رفیقِ اعلیٰ سے ملا دے۔ رسولِ اکرم ﷺ کے یہ آخری کلمات میں (عائشہؓ) نے اپنے کانوں سے خود سُنے ہیں۔ (صحیح بخاری ومسلم)

سہیلی کا بیان ہے کہ میں نے واقدی کی کسی کتاب میں لکھا دیکھا ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلا کلمہ اللہ اکبر اس وقت کہا جب کہ آپ ﷺ حضرت حلیمہ سعدیہ کے پاس شیر خوار تھے۔ اور زندگی کی آخری گھڑی میں آپ ﷺ نے الرفیق الاعلیٰ فرمایا۔

حاکم نے انس ؓ کی یہ حدیث لکھی ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے سب سے آخر میں یہ کلمہ فرمایا۔ "میرے رب کا جلال برتر ہے" مواہب لدنیہ میں بھی یہی مرقوم ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا آخری فرمان یہ تھا کہ جزیرۂ عرب میں دو مذہب باقی نہ رکھے جائیں۔

حضرت اُمّ سلمہ ؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زمانہ علالت میں عام طور پر یہ وصیّت فرمائی کہ نماز کی حفاظت کرو اور غلاموں کے حقوق تلف نہ کرو۔ اور بوقتِ وصال بھی یہی فرمایا۔ تا آنکہ سانس اُکھڑی اور آپ ﷺ نے زبانِ مبارک سے مزید کچھ نہ فرمایا۔ (اکتفاء)

حضرت انس ؓ نے بیان کیا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے بوقت وصال الٰہی یہ وصیّت فرمائی کہ نماز پڑھتے رہو اور غلاموں کے حقوق ملحوظ رکھو تا آنکہ آپ ﷺ کو غرغرہ لگا اور پھر زبان نے کچھ نہ فرمایا۔

روایت ہے کہ ملک الموت اجازت لے کر دولت کدہ میں آئے اور سامنے آ کر کہا یا احمدِ مجتبیٰ رسول اللہ ﷺ اللہ نے مجھے آپ ﷺ کے پاس روانہ کر کے حکم دیا ہے کہ میں آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل کروں۔ اگر اجازت دیں تو روح قبض کروں اور اگر منع فرمائیں تو روح کو رہنے دوں۔ ارشادِ عالی ہوا اے ملک الموت کیا تم ایسا ہی کرو گے؟ ملک الموت نے عرض کیا مجھے آپ ﷺ کے حکم کا پابند بنایا گیا ہے آپ ﷺ جو فرمائیں گے وہی کروں گا۔ (اس موقع پر جبریل ؑ بھی موجود تھے) جبریل ؑ نے کہا اللہ آپ ﷺ کا مشتاق ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اے ملک الموت تم کو جو حکم دیا گیا ہے اس کی تعمیل کرو۔ اس پر جبریل ؑ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ دنیا میں یہ میری آخری آمد تھی کیونکہ دنیا میں مجھے صرف آپ ﷺ ہی سے ضرورت پڑتی تھی۔ اب میں دنیا میں کسی آدمی کے پاس نہیں آؤں گا۔ اور پھر رسولِ اکرم ﷺ نے جامِ بقا نوش فرمایا۔

اکتفا میں حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کا یہ بیان مرقوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے سینہ پر میری گود میں رحلت فرمائی۔ اور اس مرحلہ پر کسی نے مجھ پر ظلم نہیں کیا۔ یہ میرے بھولے پن اور کم سنی کا زمانہ تھا جب کہ رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں اللہ کو پیارے ہوئے پھر

میں نے آپ ﷺ کا سرِ مبارک تکیہ پر رکھ دیا اور دوسری خواتین کے ساتھ گریہ وزاری میں مصروف ہو کر منہ پیٹنے لگی۔ اور رسول اللہ ﷺ کے وصال پر ایسے تعزیت کرنے والے آئے جن کی صورت نظر نہ آتی بلکہ ان کی آواز صاف سُنائی دیتی تھی۔ ان میں سے کسی نے یہ بھی کہا اے اہلِ بیت! آپ پر اللہ کی سلامتی، برکت اور رحمت ہو اور ہر ایک جاندار کو موت کا مزہ چکھنا لازمی ہے اور روزِ محشر تم کو پورا پورا بدلہ ملے گا۔ منجانب اللہ ہر مصیبت پر تعزیت کی جاتی ہے، یاد رہے کہ ہر مرنے والے اور فوت ہونے والے کو بدلہ اور اجر ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو اسی پر امید کی نظریں لگاؤ اور درحقیقت مصیبت زدہ وہ ہے، جو ثواب سے محروم رہا۔ اور تم پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی، رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ اس پر علیؓ نے کہا آپ خواتین جانتی ہیں یہ کون تھے؟ یہ خضرؑ تھے۔ (مشکوٰۃ۔ دلائل نبوت)

انسؓ کا بیان ہے رسولِ اکرم ﷺ کی رحلت پر صحابہ اجتماعی طور پر آپ ﷺ کے ارد گرد نوحہ کر رہے تھے۔ اتنے میں ایک شخص جس کے لمبے بال کندھوں تک تھے، تہبند باندھے چادر اُوڑھے صحابہؓ کے مجمع کو چیرتا اندر آیا اور دولت کدہ عالی کی چوکھٹ پکڑ کر رسولِ اکرم ﷺ پر گریہ وزاری کرنے لگا۔ پھر صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر اس نے کہا ہر مصیبت کی منجانب اللہ ہی تعزیت دی جاتی ہے اور ہر ایک رحلت کرنے والے کو اجر دیا جاتا ہے۔ (تاختم حدیث) اس کے بعد وہ شخص واپس ہو گیا۔ اس پر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کہا اس آنے والے شخص کو ہمارے پاس لاؤ۔ لوگوں نے اسے دائیں بائیں ہر طرف تلاش کیا لیکن وہ کسی کو نہ ملا تو صدیقِ اکبرؓ نے کہا یہ خضرؑ تھے جو بہرِ تعزیت تشریف لائے تھے۔

اس روایت کو ابنِ ابی دینا نے حضرت علیؓ کی زبانی بیان کر کے اس پر بحث بھی کی ہے۔

امام شافعیؒ نے اس روایت کو اپنی کتاب الاُمّ میں بھی تحریر کیا ہے لیکن اس میں خضرؑ کا کوئی تذکرہ نہیں کیا اور مواہب لدنیہ میں بھی اسی طرح مرقوم ہے۔

سنِ وصال

ابنِ عباسؓ کا بیان ہے کہ چالیس سال کی عمر میں رسالتمآب ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی (یعنی تاجِ نبوت سے سرفراز فرمایا گیا) اس کے بعد آپ ﷺ تیرہ سال مکہ اور دس سال مدینہ میں قیام فرما رہے اور ۶۳ سال کی عمر میں آپ ﷺ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ صحیح بخاری و مسلم)

اسی طرح صحیح روایت یہ ہے کہ ابو بکر صدیق ؓ و عمر فاروق ؓ اور حضرت عائشہ صدیقہ ؓ نے بھی ۶۳ سال کی عمر پائی۔

انس ؓ کا بیان ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے (۶۰) سال کی عمر پائی۔ ابو حاتم نے اپنی تاریخ میں بصحت یہ لکھا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ کی عمر (۶۵) سال کی ہوئی۔

ابنِ عساکر نے اپنی تاریخ میں ساڑھے باسٹھ سال ابنِ شیبہ نے اپنی کتاب میں (۶۱،۶۲) سال لکھتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ میرے نزدیک آپ ﷺ نے ۶۳ سال کی عمر نہیں پائی۔ اور تمام اقوال کی مطابقت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جو لوگ آپ ﷺ کی عمر ۶۵ سال کی بتاتے ہیں انہوں نے سالِ پیدائش و رحلت دونوں کو محسوب کیا ہے۔ اور ۶۳ سال عمر بتانے والوں نے جو مشہور ہے پیدائش و وصال کا سال ترک کر دیا ہے۔ اور (۶۰) سال کی عمر کہنے والوں نے کسُور ترک کر دی ہیں۔ ساڑھے باسٹھ سال کی عمر کہنے والوں نے "اکلیل" کی مرقومہ حدیث پر بھروسہ کیا ہے۔

اور یہ جو مشہور ہے کہ ہر نبی نے اپنے پہلے والے نبی کی نصف عمر پائی ہے۔ اور اس میں بھی کلام ہے کہ حضرت عیسیٰ نے (۱۲۵) سال کی عمر پائی اور جنہوں نے رسولِ اکرم ﷺ کی عمر (۶۱ یا ۶۲) سال لکھی ہے وہ شک وشبہ کے شکار ہیں۔ ان میں یقین وایقان کا کوئی جزو نہیں ہے۔

اور آپ ﷺ کی عمر کے بارے میں اختلافِ رائے کا سبب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے بعثت کے بعد کتنی مدت تک قیام فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جاننے والا ہے۔ (مغلطائی)

وقتِ رحلت

پیر کے دن ۱۲/ ربیع الاوّل ۱۱ھ کو چاشت کے وقت رسالتمآب ﷺ نے وصال فرمایا۔ اور یہی وہ وقت ہے جس میں ہجرت کے موقع پر مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے تھے۔

ابنِ عباس ؓ کا بیان ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ پیر کے دن پیدا ہوئے اور پیر کے دن مبعوث ہوئے اور پیر کے دن ہی بوقتِ ہجرت مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے پیر کے دن ہی آپ ﷺ نے حجرِ اسود اُٹھا کر موجودہ مقام پر نصب کیا اور پیر کے دن اس صورت میں وصالِ الٰہی فرمایا کہ آپ ﷺ پیوند والی چادر اُوڑھے ہوئے تھے۔

ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ہمیں ایک پیوند والی چادر اور موٹی ازار دکھاتے ہوئے فرمایا۔ یہی کپڑے زیب تن کئے ہوئے رسول اکرم ﷺ نے وصال فرمایا۔

کتاب الکتفا میں قلمبند ہے کہ بوقتِ وصال رسالتمآب ﷺ رونے آوازوں اور فرشتوں کی تسبیح کا غل تھا اکثر صحابہ کا بیان ہے لوگ مدہوش اور حواس باختہ تھے۔ بعض دیوانے نظر آتے، بعض سکتہ کے عالم میں خاموش تھے اور بعض فرش زمین پر تڑپ رہے تھے۔ اور حضرت عمرؓ کا یہ حال تھا کہ مجنونانہ انداز میں چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے۔ بعض منافق کہتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے وفات پائی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی قسم! آپ ﷺ نے وفات نہیں پائی بلکہ آپ ﷺ اللہ کے پاس گئے ہیں اور بالکل اسی طرح تشریف لے گئے ہیں جس طرح حضرت موسیٰ بن عمران اپنی قوم سے چالیس دن پوشیدہ رہ کر پھر آگئے تھے۔ حضرت موسیٰؑ بن عمران کی بابت بھی یہی کہا جاتا تھا کہ انتقال کر گئے اور اللہ کی قسم! حضرت موسیٰؑ بن عمران کی واپسی کی طرح رسولِ اکرم ﷺ بھی یقیناً تشریف لائیں گے۔ بد باطن لوگ جو آپ ﷺ کی وفات کے قائل ہیں ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں۔

ایک روایت یہ ہے کہ حضرت عمرؓ ننگی تلوار ہاتھ میں لئے فرماتے تھے، اگر میں نے کسی کو یہ کہتے سُنا کہ رسول اللہ ﷺ انتقال کر گئے تو اس شمشیر بُرآن سے اس کی گردن اُڑا دوں گا۔

حضرت عثمان غنیؓ کی یہ کیفیت تھی کہ وہ بالکل گُم سُم ہو کر رہ گئے تھے انہیں بعض لوگ اِدھر اُدھر لے جاتے لیکن بالکل گنگ تھے اور کوئی بات ان کی زبان سے نہ نکلتی تھی اور ان پر یہ کیفیت دوسرے دن تک رہی۔

حضرت علیؓ بے حِس و حرکت ہو کر بیٹھ گئے تھے۔ عبداللہ بن انیسؓ رنج والم میں ایسے علیل ہوئے کہ آپ ﷺ کے غم میں گُھل گُھل کر انتقال کیا۔ البتہ تمام صحابہؓ کے منجملہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عباسؓ سب سے زیادہ ثابت قدم اور استوار نظر آرہے تھے۔

ایک روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ سب سے زیادہ ثابت قدم تھے لیکن جب اندر آئے تو رو رہے تھے۔ اور سانس اُکھڑی ہوئی معلوم ہو رہی تھی۔ لیکن جب رسولِ اکرم ﷺ

کے پاس حاضری دی تو آپ ﷺ پر جھک گئے اور چہرۂ اقدس سے چادر اُٹھا کر کہا اے حبیب آپ کی زندگی و وصال دونوں پاکیزہ وصد آفریں۔ آپ ﷺ کے تشریف لے جانے سے خیر منقطع ہوگئی جو دوسرے انبیاء کی وفات سے منقطع نہیں ہوئی تھی۔ اے حبیب آپ تعریف وتوصیف سے بالاتر اور گریہ وزاری سے بلند ہیں۔ اگر آپ ﷺ کی رحلت پر اختیار ہوتا تو ہم یقین سے کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی رحلت کے عوض ہم اپنی جانیں قربان کردیتے۔ اے حبیب محمد ﷺ، بارگاہِ الٰہی میں ہمیں یاد رکھئے اور خاطرِ عالی میں ہمارا خیال رکھئے۔

ایک روایت میں ہے کہ بوقتِ وصالِ سرورِ دو عالم، لوگ مختلف الرائے ہوگئے بعض آپ ﷺ کی وفات اور بعض دوبارہ زندہ ہوکر آنے کے قائل بن گئے۔

حضرت انس ؓ کا بیان ہے رسولِ اکرم ﷺ کہ وصال پر لوگ گریہ وزاری کرنے لگے تو حضرت عمر فاروق ؓ نے مسجد میں کھڑے ہوکر فرمایا۔ آئندہ تمہارے یہ الفاظ میرے کانوں تک نہ آئیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے رحلت کی سنو! آپ ﷺ اللہ کے پاس اسی طرح تشریف لے گئے ہیں جیسے حضرت موسیٰ بن عمران اپنی قوم سے چالیس دن تک پوشیدہ رہ کر اللہ کے پاس گئے تھے۔ اور جو لوگ آپ ﷺ کی وفات کے قائل ہیں اللہ کی قسم ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے جائیں گے۔

عکرمہ کا بیان ہے کہ حضرت عمر فاروق ؓ کا سلسلۂ کلام جاری تھا وہ لوگوں کو ڈرا رہے تھے اور ان کے منہ میں جھاگ بھر آئے تھے۔ اس پر حضرت عباس ؓ نے کہا جیسے عام طور پر لوگ سویا کرتے ہیں ویسے ہی رسولِ اکرم ﷺ بھی محوِ خواب ہیں۔ اور چونکہ وصال کر چکے ہیں اس لئے اے لوگو آپ ﷺ کی تدفین میں مشغول ہو جاؤ۔

رسالتمآب ﷺ کے وصال کے وقت ابوبکر صدیق ؓ اپنی بیوی بنتِ خارجہ کے گھر میں بمقامِ سخ یعنی مدینہ منورہ کے محلہ عالیہ میں تھے جہاں سرورِ عالم سے اجازت لے کر گئے تھے۔ جب حضرت عمر ؓ شمشیر بکف ہوکر لوگوں کو ڈرانے لگے کہ رسول اللہ کی وفات کے قائل کی گردن اُڑا دوں گا تو یہ سُن کر حضرت ابوبکر ؓ اپنے مکان سخ سے روانہ ہوکر سیدھے حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کے درِ دولت پر آئے اور گھر میں داخل ہوکر رسولِ اکرم ﷺ کے چہرۂ مبارک پر سے چادر ہٹا کر دیدار کیا پھر جھک کر آپ ﷺ کو بوسہ دیا اور رو، رو کر کہا رسول اللہ نے وصالِ الٰہی فرمایا۔ اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ اے رسول اللہ

آپ کی حیات و ممات دونوں بہتر و پاکیزہ ہیں۔ (ریاض از طبرانی)

بعض روایات میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے چہرۂ اقدس سے چادر ہٹائی اور اپنا منہ آپ ﷺ کے دہانِ مبارک پر رکھ کر موت کی خوشبو سونگھی پھر چادر اُڑھا دی۔

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کا بیان ہے کہ وہ درِ ماجد حضرت ابوبکر صدیق ؓ اپنے مقامِ سخ سے جو مدینہ منورہ کے ایک سمت میں بنو حارث بن خزرج کے قبیلہ کے پاس ہے گھوڑے پر سوار ہو کر واپس آئے۔ مقامِ سخ سے دولت کدہ رسالتمآب ﷺ کا فاصلہ ایک میل کا ہے۔

روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ سخ سے واپسی پر سیدھے مسجد میں آئے جہاں سے حضرت عائشہؓ کے گھر میں آکر سب سے پہلے رسول اللہ کے پاس پہنچے جن پر یمنی چادر پڑی ہوئی تھی۔ ابوبکر ؓ نے آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس سے چادر ہٹائی اور جھک کر بوسہ دیا۔ پھر رو کر کہا میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان اللہ کی قسم! اس ایک مرتبہ کے علاوہ آپ ﷺ دو مرتبہ کی موت سے دوچار نہ ہوں گے اور ابتدائی موت جو مقدر تھی وہ آپ ﷺ نے قبول فرمائی ہے۔ (بخاری)

دو موتیں

حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا یہ قول کہ آپ دو مرتبہ کی موت سے دوچار نہ ہوں گے اس میں لوگ باہم مختلف الرائے ہیں۔

بعض کہتے ہیں اس جملہ کا معنی بالکل واضح ہے جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ آپ زندہ ہو کر دوبارہ تشریف لائیں گے اور لوگوں کے ہاتھ پاؤں قطع کریں گے ان کے اس گمان باطل کی ابوبکرؓ کے قول سے تردید ہوتی ہے۔ اور اگر لوگوں کے اس گمان باطل کو صحیح مان لیا جائے تو نتیجتاً لازم آتا ہے کہ آپ ﷺ دو بارہ موت سے دوچار ہوں گے۔ اس لئے ابوبکر صدیق ؓ نے بتا دیا کہ اللہ کا بڑا اکرم ہے کہ آپ ﷺ موت سے دو دفعہ دوچار نہ ہوں گے۔ اور ان لوگوں کے مماثل نہ ہوں گے۔ جو اپنے وطن سے ہزاروں کی تعداد میں طاعون کے خوف سے بھاگ کھڑے ہوئے تھے [1]۔ اور نہ اس شخص کی مانند جن کا گزر ایک گاؤں پر ہوا تھا [2]۔

بعض کہتے ہیں کہ ابوبکرؓ کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح دوسرے قبر میں پھر دفن میں پھر زندہ کئے جاتے اور منکر نکیر کے سوال و جواب کے بعد پھر ان کو موت سے دوچار کر دیا جاتا ہے ان تمام لوگوں کی مانند رسول اکرم ﷺ کو موت نہیں آئے گی۔

بعض کہتے ہیں کہ ابوبکر کے قول سے مراد یہ ہے کہ سرور عالم ﷺ کی رحلت کے ساتھ آپ ﷺ کی شریعت کو موت نہیں آئے گی۔

فتح الباری میں تحریر ہے کہ ابوبکرؓ کے قول میں دوسری موت سے مراد ہے ''بے چینی'' یعنی آج کی بے چینی و بے قراری کے بعد آپ ﷺ کو آئندہ کوئی کرب و بے چینی نہ ہوگی۔

وصال شریف

ابن عباسؓ کا بیان ہے ابوبکر صدیقؓ جب دولت کدہ عالی سے باہر آئے تو عمرؓ لوگوں سے مخاطبت کر رہے تھے۔ ابوبکرؓ نے کہا عمرؓ بیٹھ جایئے لیکن عمرؓ نے انکار کیا تو ابوبکرؓ نے لوگوں کی جانب متوجہ ہو کر کہا تم میں سے جو کوئی محمد ﷺ کی پرستش کرتا تھا وہ بھی سن لے کہ آپ ﷺ کا وصال ہو چکا ہے اور جو شخص اللہ کی عبادت کرتا تھا وہ بھی سن لے کہ اللہ تعالیٰ زندہ ہے کبھی موت نہیں آئے گی۔ اور اللہ نے کہا ہے:

''وما محمدٌ الّا رسول قد خَلَت مِن قبلِہ الرُّسُل''۔ (تاختم آیۃ)

''حضرت محمد ﷺ تو اللہ کے رسول ہیں اور آپ سے پہلے اکثر رسول گذر چکے ہیں''۔ (تاختم آیۃ)

اس کے بعد ابن عباسؓ نے بیان کیا ہے اللہ کی قسم لوگوں نے آیت متذکرہ بالا کی موجودگی کو شاید طاق نسیاں بنا دیا تھا جس کی یاددہی کے لئے ابوبکرؓ نے آیت تلاوت کی۔

صحیح بخاری میں ہے کہ ابوبکرؓ خطبہ دینے لگے تو عمر بیٹھ گئے ابوبکرؓ نے حمد وصلوٰۃ کے بعد کہا اچھی طرح سن لو جو کوئی حضور انور محمد ﷺ کی پرستش کرتا تھا وہ بخوبی یقین کر لے کہ آپ ﷺ نے وصال فرمایا۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا وہ بھی بخوبی یقین کر لے کہ اللہ تعالیٰ زندہ و پائندہ ہے اور اسے کبھی موت نہیں آئے گی۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔

''اِنکَ مَیِّت واِنَّھُم مَیِّتُون وما محمدُ ﷺ اِلَّا رسول قد خَلت مِن قبلہ الرُّسُلُ''۔

یقیناً آپ ﷺ کو بھی موت سے دوچار ہونا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور آپ ﷺ سے پہلے کے رسول گزر چکے ہیں۔

اور ابوبکرؓ کے خطبہ کے دوران میں لوگوں کی روتے روتے ہچکی بندھ گئی۔

ابن عمرؓ نے ابن شیبہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس سے حضرت ابوبکرؓ گذرے اور حضرت عمرؓ کہہ رہے تھے رسول اللہ ﷺ نے وفات نہیں پائی تا آنکہ تمام منافقوں کو قتل کر دیں گے۔ اور دوسری روایات میں یہ الفاظ ہیں کہ تمام منافقوں کو فنا کر دیں گے۔ اور یہ اس وقت تھا جبکہ منافق سر اٹھا رہے تھے اور خوب خوشیاں منا رہے تھے۔ ان حالات کی موجودگی کے باوجود حضرت ابوبکرؓ نے کہا لوگو! سنو حضرت محمد مصطفیٰ نے وصال فرمایا اور تم نے اللہ کا یہ حکم سنا ہی ہے کہ ”آپ ﷺ بھی موت سے دوچار ہوں گے اور وہ بھی“۔

اور اس کے بعد یہ آیت پڑھی :

”وماجعلنا لِبَشَرٍ مِن قبلک الخُلد“۔

”اے محبوب ہم نے آپ سے پہلے کسی کو ہمیشہ زندہ نہیں رکھا“۔

اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ منبر کی جانب بڑھے۔ (تاختم حدیث)

انس بن مالکؓ کا بیان ہے کہ جس وقت ابوبکرؓ کی بیعت مسجد نبوی میں ہو رہی تھی اس وقت میں نے حضرت عمرؓ کو کہتے خود سنا ہے۔ حضرت عمرؓ نے منبر رسالت مآب ﷺ پر چڑھ کر اولاً کلمہ شہادت پڑھا پھر بعد حمد الٰہی کہا۔ کل میں نے تم سے ایک بات کہی تھی لیکن جیسی میں نے کہی تھی وہ ویسی نہ تھی۔ اور اللہ کی قسم! میں نے جو بات کل کہی تھی اس کی صحت کا ثبوت قرآن کریم اور سنت وسیرت نبوی ﷺ میں موجود نہیں۔ مجھے امید تھی کہ ہمارے بعد تک محمد مصطفیٰ ﷺ زندگی گزاریں گے۔ یا باقی رہیں گے لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ اللہ نے اپنے رسول کے لئے وہ امر پسند کیا جو اس کی مرضی تھی اور اس چیز کو پسند نہیں فرمایا کہ آپ ﷺ تمہاری آنکھوں کے سامنے ہمیشہ ہمیشہ زندگی گزارتے رہیں اللہ نے ہمیں قرآن کریم عنایت کیا ہے اور اپنے رسول ﷺ کے ذریعہ اسے ہدایت نامہ بنایا ہے۔ اس لئے احکام قرآن پر مضبوطی سے عمل کرو اور جس طرح رسول اللہ ﷺ نے ہدایت فرمائی اس پر عمل پیرا رہو۔

ابونصر کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ نے ابتداً جو کچھ کہا وہ سب کچھ غم والم کے سبب سے فتنہ وفساد برپا ہونے کے خوف، اور منافقوں کے جڑ ہ دوڑنے کے خیال سے کہا۔ پھر جب انہوں نے حضرت صدیقؓ کی قوت یقینی کا مشاہدہ کیا اور اللہ کے احکام، ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے، آپ ﷺ کو بھی موت سے دوچار ہونا ہے اور ان سب کو بھی' ابوبکرؓ کی زبانی مکرر سنے اور شدت غم میں ڈوبے ہوئے اثرات سے دل کو یک گونہ تسلی ہوئی تو اپنے کلمات اولین کی تردید

وتوجیہ کرتے ہوئے حقیقی امرواقعہ بیان کیا کہ حضرت محمد ﷺ نے وصال الٰہی فرمایا ہے۔

ابن عساکر نے ابوذ ودیب ہذلی کی زبانی لکھا ہے۔رسول اللہ ﷺ کی علالت کی ہمیں اطلاع ملی جس سے ہمارے قبیلہ والے حیران و پریشان ہو گئے اور یہ شب درا ہم نے آنکھوں میں کاٹی البتہ صبح کے وقت قدرے غنودگی آ گئی تھی اس وقت ہاتف غیبی نے یہ اشعار کہے۔

خَطبُ اجَلُ اناخ بالاسلام بَینَ النَّخِیل مَقْعَد الاطام

قبض النبیُّ محمدٌ فَعُیُوننَا تبلی الدموع علیه بالاسجام

یہ نہایت حادثہ ہے کہ،باغات اور پختہ مکانوں کی نشست گاہوں میں اسلام بیٹھ گ حضرت محمد مصطفیٰ نے وصال فرمایا۔اور آپ ﷺ کی جدائی کے صدمہ میں ہماری آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

اور میں ڈر کر نیند سے چونک پڑا اور پھر میری نظر آسمان کی طرف اٹھی جہاں مجھے سعد ذابح (مشہور ظالم سیارہ) دکھائی دیا اس پر مجھے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی روح پرواز کر گئی یا قریب الوصال ہیں چنانچہ میں تیزی سے مدینہ آیا جہاں مدینہ والوں کو دھاڑیں مار مار کر اس طرح روتے دیکھا جیسے حاجی بحالت احرام لبیک پڑھتے ہیں میں نے پوچھا کیا ہوا؟ کیوں رو رہے ہو؟ تو کسی نے جواباً کہا کہ محمد مصطفیٰ نے وصال فرمایا ہے۔

علامہ دمیری نے اپنی کتاب حیوٰۃ الحیوان میں علامہ واقدی کے شیوخ کے حوالہ سے لکھا ہے لوگوں کو رسول اکرم ﷺ کی رحلت میں جب شک وشبہ ہوا تو اسماء بنت عمیس نے اپنا ہاتھ آپ ﷺ کے کندھوں کے درمیان رکھ کر کہا رسول اکرم ﷺ نے رحلت فرمائی کیونکہ آپ ﷺ کے کندھوں کے درمیان سے مہر نبوت اُٹھالی گئی ہے۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ﷺ وصال فرما چکے ہیں۔(امام بیہقی وابونعیم)

حضرت اُم سلمہؓ کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے وصال کے وقت میں نے اپنا ہاتھ آپ ﷺ کے سینہ انور پر رکھا تھا۔باوجود یکہ میں کھانا بھی کھاتی ہوں اور وضو بھی کرتی ہوں لیکن اب تک میرے ہاتھ سے مشک آمیز خوشبو نہیں گئی ہے۔

ابونعیم نے حضرت علیؓ کی زبانی تحریر کیا ہے کہ وصال سرورعالم ﷺ کے بعد ملک الموت گریہ کناں آسمان پر چڑھ گئے۔اور کہا بخدا! اللہ نے آپ ﷺ کو معبوث فرمایا تھا، پھر

حضرت علیؓ نے فرمایا قسم بخدا! میں نے اپنے کانوں منادی کو یہ کہتے سنا ہے یا محمدؐ ۔ تمام مصائب آپ ﷺ کی جدائی کی تکلیف کی بہ نسبت کوئی حیثیت نہیں رکھتیں بلکہ سب ادنیٰ اور معمولی ہیں۔

سنن ابن ماجہ میں مرقوم ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے اپنی علالت میں فرمایا۔ لوگو اور مسلمانو! اگر تم کسی مصیبت سے دوچار ہو تو اپنی مشکل میں میری مصیبت کو پیش نظر رکھو۔ کیونکہ میرے بعد میرا کوئی اُمتی اس مصیبت و مشکل سے دوچار نہ ہوگا۔ جسے میں برداشت کرتا رہا ہوں۔ اور میری رحلت نہایت سخت گراں بار ہے۔

غسل شریف

سرورِ عالم ﷺ کے وصال کے بعد جب تمام لوگ امر خلافت پر مجتمع ہوگئے اور حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ مان کر آپ ﷺ کی خلافت حقہ پر بیعت کر چکے تو تمام صحابہ غسل شریف اور تجہیز و تکفین کی جانب متوجہ ہوئے۔

روایت ہے کسی نے ابن عباسؓ سے پوچھا رسول اکرم ﷺ کو کس طرح غسل دیا گیا؟ جواب دیا کہ والد ماجد حضرت عباسؓ نے یمنی کپڑے کا ایک پردہ ڈالا اور یہ پردہ ڈالنے کی رسم تمام صالح مسلمانوں میں رائج ہوگئی پھر ہاشمیوں سے کہا آپ دیوار اور پردہ کے درمیان سے ہٹ جائیے۔ پھر والد ماجدؓ پردہ کے اندر گئے آپنے حضرت علیؓ، فضیل، ابوسفیان بن حارث اور اسامہ بن زیدؓ کو طلب فرمایا جب یہ سب لوگ پردہ کے اندر آگئے تو ان پر اور پردہ کے باہر والوں اور سب گھر والوں پر نیند طاری ہوگئی۔ اتنے میں ندائے غیب نے متنبہ کیا اور کہا رسول اکرم ﷺ کو غسل نہ دو کیونکہ آپ ﷺ بالکل پاکیزہ ہیں۔ اور اہل بیت نے بھی کہا کہ یہ ندائے غیبی ہے۔ آپ ﷺ کو غسل نہ دیا جائے لیکن والد ماجدؓ نے فرمایا کہ ایک غیر آواز کی وجہ سے ہم سنت نبوی کو ترک نہیں کر سکتے۔ اس کے بعد دوبارہ پھر سب پر نیند کا غلبہ ہوگیا اور ندائے غیبی نے یہ کہہ کر خبردار کیا کہ آپ ﷺ کو کپڑے پہنے ہوئے غسل دو۔ اس پر اہل بیت نے کہا ہم یہ بات نہیں مانتے۔ اور والد ماجدؓ نے فرمایا ہاں مع لباس کے غسل نہیں دیں گے۔

کیفیت غسل شریف

پردہ کے اندر حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ جا کر چار زانوں ہو کر بیٹھے اور رسول اکرم ﷺ کو اپنے درمیان بٹھانا چاہا کہ ندائے غیبی آئی۔ آپ ﷺ کو پیٹھ کے بل چت لٹادو اور پردہ پوشی

کرتے ہوئے غسل دو۔ چنانچہ جس تختہ پر بیٹھے تھے اس سے الگ ہو کر اس پر آپ ﷺ کو چت لٹادیا۔ سر مبارک مغرب کی جانب اور پائے اقدس مشرق کی طرف تھے۔ آپ ﷺ کے جسم اطہر پر قمیض تھی جس کی آستین ایک طرف سے کھلی ہوئی تھی اسی پر سے آپ ﷺ کو غسل دیا آپ ﷺ کو خالص پانی سے غسل دیا گیا اور پھر کافور کی خوشبو دی گئی۔ غسل کے بعد آپ ﷺ کی قمیض اور آستین نچوڑی۔ سجدہ گاہ اور جوڑوں پر خوشبو ملی اور آپ ﷺ کے چہرہ، ہاتھوں اور ہتھیلیوں کو بحیثیت وضو خالص پانی سے دھویا گیا۔ اس کے بعد قمیض اور کھلی ہوئی آستین کے اوپر ہی کفن پہنایا اور عود اگر کی تین مرتبہ دھونی دی۔ پھر آپ ﷺ کو اٹھا کر تابوت میں لٹایا اور سب تسبیح پڑھنے لگے۔

ابن عباس ؓ کہا کرتے تھے اپنے نبی کا پردہ کرو، اللہ تمہاری پردہ پوشی کرے گا۔

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کا بیان ہے رسالتمآب کے غسل شریف پر لوگوں کا باہمی اختلاف ہوا کہ آپ ﷺ کو لباس پہنے غسل دیں یا لباس اتار کر جب اختلاف باہمی نے شدت اختیار کی تو ہم سب پر نیند غالب آگئی اور حالت یہ ہوئی کہ ہر ایک کی ٹھوڑی اس کے سینہ سے لگ گئی اتنے میں ہمارے گھر کے کونے سے آواز آئی اور ہمیں نہیں معلوم کہ کہنے والا کون تھا جس نے کہا رسالتمآب کو لباس پہنے ہوئے ہی غسل دو۔ چنانچہ آپ ﷺ کے غسل شریف کے لئے لوگ کھڑے ہو گئے اور آپ ﷺ کو لباس پہنے پہنے ہی غسل دیا۔ اور بوقت غسل آپ ﷺ قمیض زیب تن کئے ہوئے تھے۔

مشکوٰۃ میں ہے کہ آپ ﷺ کی قمیض کے اوپر سے پانی ڈالا گیا اور قمیض ہی کے ذریعہ جسم اطہر کو ملا گیا۔ (دلائل نبوت از بیہقی)

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ فرماتی تھیں اگر مجھے اپنے حال سے خبر ہوتی جو بعد کو معلوم ہوا تو سرور عالم کو ازواج مطہرات کے سوائے کسی اور سے غسل نہ دلاتی۔

غسل دینے والے

اکثر لوگوں کا بیان ہے کہ آپ ﷺ کو غسل دینے کی آپ ﷺ کے چچازاد بھائی حضرت علی ؓ آپ ﷺ کے چچا حضرت عباس ؓ ابن عبدالمطلب اور ان کے دونوں صاحبزادوں فضل و قثم آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلام اسامہ بن زید اور آپ ﷺ کے غلام شقوان نے ذمہ داری لی تھی۔ جب سب لوگ آپ ﷺ کو غسل دینے کے لئے جمع ہو گئے تو اوس بن خولی انصاری جن کا

تعلق عوف بن خزرج کے قبیلہ سے تھا اور جو جنگ بدر میں شریک رہ چکے تھے انہوں نے دروازہ کے باہر سے حضرت کو پکارا اور کہا اے علیؓ میں تم کو اللہ کا واسطہ دے کے رسالتمآب کے غسل شریف میں شرکت کی درخواست کرتا ہوں۔

حضرت علیؓ نے کہا آجاؤ۔ چنانچہ وہ بھی سر پردہ میں آ گئے لیکن غسل دینے میں کچھ حصہ نہ لے سکے۔ بعض کہتے ہیں کہ اوس بن خولی انصاری، پانی اٹھا کر دیتے تھے۔

ایک روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے جسم اطہر پر قمیض تھی اور بوقت غسلِ شریف حضرت علیؓ اپنے سینہ سے آپ ﷺ کے جسم اطہر کو ٹیک لگائے ہوئے تھے اور حضرت عباسؓ، فضل وقثم بشمولیت علیؓ آپ ﷺ کے پہلو بدلنے کی خدمت سرانجام دے رہے تھے اور اسامہ وشقوان اپنی آنکھوں پر پٹی باندھے ہوئے پانی ڈال رہے تھے۔ کیونکہ حضرت علیؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا اے علیؓ سوائے تمہارے مجھے کوئی دوسرا غسل نہ دے۔ اور ایک دوسری روایت حضرت علیؓ کی زبانی یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اے علیؓ تمہارے سوا کوئی دوسرا مجھے نہ نہلائے اور میرا ستر عورت نہ دیکھے ورنہ اس کی آنکھوں کی بینائی جاتی رہے گی۔ (سیرۃ مغلطائی)

آبِ غسل

کتاب الشفاء میں مرقوم ہے حضرت علیؓ اس پانی سے جس میں بیری کے پتے تھے آپ ﷺ کو غسل دے رہے تھے اور رسول اکرم ﷺ کے جسم اطہر سے وہ چیز دکھائی نہ دی جو عام طور پر مُردوں کے جسم پر دکھائی دیتی ہے۔ اور حضرت علیؓ کہتے تھے۔ آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان آپ ﷺ کی حیات وممات دونوں پاکیزہ ہیں۔

ابن ماجہ نے جید اسناد کے ساتھ حضرت علیؓ کی زبانی مرفوعاً لکھا ہے کہ جب میں (علیؓ) انتقال کروں تو مجھے میرے مملوکہ کنوئیں "غرس" کے پانی کی سات مشکوں سے غسل دینا۔

نہایہ میں مرقوم ہے کہ لفظ غرس کے غین پر زبر اور ر، س دونوں ساکن ہیں اور یہ وہ کنواں ہے جس کا پانی رسول اکرم ﷺ نوش فرماتے تھے۔

ابن نجار کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رات میں نے خواب میں دیکھا کہ صبح سویرے جنت کے کنوئیں پر ہوں چنانچہ صبح ہوئی تو آپ ﷺ چاہ غرس پر تشریف لے گئے اس

پانی سے وضو کیا اور اس میں لعاب دہن ٹپکایا۔ (تاریخ مدینہ از سمنودی)

سیرۃ مغلطائی میں مذکور ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر آپ ﷺ کی قمیض کے نیچے ہاتھ ڈال کر ملا۔ آپ ﷺ کو پہلی مرتبہ سادہ پانی سے اور دوسری مرتبہ بیری کے آمیزہ پتوں کے پانی سے اور تیسری مرتبہ کافور آمیختہ پانی سے غسل دیا گیا۔

آب غسل کی برکت

جعفر بن محمد کا بیان ہے بوقت غسل جب رسالتمآب کے حلقہ چشم پر پانی رہ جاتا تو حضرت علیؓ اپنی زبان سے اسے پی لیا کرتے تھے۔

شواہد نبوت میں مذکور ہے کہ کسی نے حضرت علیؓ سے ان کے فہم وادراک اور قوی الحافظہ ہونے کا سبب پوچھا تو جواب دیا۔ رسول اکرم کو غسل کے وقت آپ ﷺ کے حلقہ چشم میں جو پانی رہ جاتا میں اسے اپنی زبان سے چوس کر پی جاتا تھا۔ اور میری دانست میں اسی کی برکت سے قوت حافظہ عطا ہوئی ہے۔

کتاب الشفاء میں مذکور ہے کہ حضرت علیؓ اور فضل بن عباسؓ ان دونوں نے غسل دیا۔ اور بوقت غسل شریف آواز آئی اے علیؓ اپنی نگاہ آسمان کی طرف کرلو۔

کفن مبارک

غسل شریف کے بعد آپ ﷺ کے جسم اطہر کو خشک کیا گیا پھر آپ ﷺ کو تین کپڑوں کا کفن دیا گیا جس میں دو سفید کپڑے تھے اور ایک یمنی چادر تھی۔

اکتفا میں امام ترمذی کا قول مذکور ہے کہ لوگوں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے کہا آپ ﷺ کو دو کپڑوں اور ایک یمنی چادر کا کفن دیا گیا۔ اس پر حضرت عائشہ صدیقہؓ نے کہا کئی چادریں منگوائیں تھی لیکن یہ آوردہ چادریں واپس کردیں اور ان کا کفن نہیں دیا۔

ابن عباسؓ کا بیان ہے رسول اکرم ﷺ کو دو معمولی قسم کی اور ایک نجرانی چادر کا کفن دیا گیا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ کو تین عدد سفید سوتی چادروں کا کفن دیا گیا۔ جو علاقہ یمن کے شہر سحول کی ساختہ تھیں، اور آپ ﷺ کے کفن میں قمیض وعمامہ نہ تھا۔

بخاری میں حضرت عائشہ ؓ کی زبانی تحریر ہے کہ میں (عائشہ ؓ) والد بزرگوار ...ت ابوبکر صدیق ؓ کی علالت کے زمانہ میں ان کے پاس گئی وہ اپنی علالت کے زمانہ میں جو ...ے پہنے تھے میں نے دیکھے آپ کے پہنے ہوئے کپڑے پر زعفران کا دھبہ تھا۔ والد ...ار نے مجھ سے فرمایا اس کپڑے کو دھو کر اس میں مزید دو کپڑوں کا اضافہ کر کے ان تین ...وں کا مجھے کفن دے دینا میں نے کہا یہ تو پرانا ہے، فرمایا مُردہ کی بہ نسبت زندہ نئے کپڑے کا مستحق ہے کیونکہ وہ کام کاج کرتا ہے۔ امام ابوعبداللہ، مالک بن انس ؓ نے اپنی مؤطا میں لکھا ... کہ رسول اکرم ﷺ کو تین کپڑوں کا کفن دیا گیا۔ اور تمام لوگوں کا اس امر پہ اتفاق ہے کہ ...ﷺ کے کفن میں قمیض و عمامہ شامل و محسوب نہیں تھے۔

ایک مفرد حدیث میں جسے یزید بن ابی زیاد نے بیان کیا ہے مرقوم ہے کہ آپ ﷺ ...فن میں کافور ملایا گیا۔ یہ روایت ضعیف ہے۔ (سیرۃ مغلطائی)

عروہ نے حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کی زبانی بیان کیا کہ آپ ﷺ کو تین سفید سوتی ...وں کا کفن دیا گیا۔ اس روایت کو نسائی میں بھی عبدالرزاق کے ذریعہ معمر کے واسطہ زہری ...حوالہ عروہ کی روایت سے تحریر کیا ہے۔ نیز اس روایت کو ائمہ سنت نے ہشام بن عروہ کے ...یعہ حضرت صدیقہ ؓ کی زبانی لکھا ہے جس میں اتنا اضافہ ہے کہ آپ ﷺ کے کفن کی چادریں ...ی تھیں۔ اور آپ ﷺ کے کفن میں قمیض و عمامہ نہ تھا۔

بیہقی نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کو تین نئے کپڑوں کا کفن دیا گیا جو سحول کے بنے ...ئے تھے۔ سحول سین پر زبر اور پیش دونوں کے ساتھ آتا ہے۔

امام نووی نے لکھا ہے کہ سَحول کے سین پر زبر ہی زیادہ مشہور ہے اکثر کی رائے یہی ...ہے کہ سَحول شہر کی تیار کی ہوئی تھیں اور سحول وہ شہر ہے جو مملکت یمن میں ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ سَحول کے معنی دھوبی کے ہیں یعنی وہ چادریں دُھلی ہوتی تھیں۔

اور سُحول سین کے پیش کے ساتھ یہ جمع ہے سَحْل کی جس کے معنی ہیں صاف ...فید شفاف کپڑا جو سوتی ہو۔ اور اس طرح لفظ سُحول کا استعمال بالکل شاذ ہے کیونکہ جمع ...ونے کی صورت میں کوئی جمع منسوب نہیں ہوتی۔ بعض کہتے ہیں کہ سحل سین کے پیش سے ...یک گاؤں کا نام ہے۔

کُرسُف کے معنی ہیں روئی اور سوت۔

ترمذی نے لکھا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے کفن کے بارے میں مختلف روایتیں ہیں جن کے منجملہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت بالکل صحیح ہے اور اکثر و بیشتر علماء از قسم صحابہ وغیر صحابہ کا اسی پر عمل درآمد ہے۔

اور بیہقی نے اپنی "خلافیات" میں ابو عبداللہ یعنی حاکم کی زبانی لکھا ہے کہ حضرت علیؓ بن ابی طالب، ابن عباسؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ، ابن عمرؓ، جابر بن عبداللہ اور عبداللہ بن مغفل رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بیان یہی ہے کہ رسول اکرم ﷺ کو جن تین کپڑوں میں کفن دیا گیا اس میں قمیض وعمامہ نہ تھا۔

احمد نے اپنی مسند میں عبداللہ بن محمد بن عقیل کے ذریعہ ابن حنفیہ کی وساطت سے حضرت علیؓ کی زبانی لکھا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کو سات کپڑوں کا کفن دیا گیا۔

ابن حزم کہتے ہیں کہ روایت کے یہ الفاظ کہ کفن میں قمیض وعمامہ نہ تھا اس کے معنی سمجھنے میں ابن عقیل اور بعد والوں کو وہم وشک ہوگیا ہے۔ حالانکہ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کے کفن میں قمیض وعمامہ نہ تھا یعنی کفن دینے میں بصورت کفن آپ ﷺ کو قمیض نہیں دی اور عمامہ بھی نہیں لپیٹا اور ایک دوسرے معنی یہ ہوتے ہیں کہ آپ ﷺ کو جن تین کپڑوں کا کفن دیا گیا وہ قمیض وعمامہ کے علاوہ تھے۔

شیخ تقی الدین ابن دقیق العید کا بیان ہے کہ پہلے مرادی معنی ہی واضح ہیں کہ آپ ﷺ کو کفن میں قمیض وعمامہ نہیں دیا گیا۔

امام نوویؒ نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ پہلے معنی ہی کے تمام جمہور علماء قائل ہیں اور حدیث کے ظاہری الفاظ بھی یہی بتا رہے ہیں اور یہی درست ہے کہ آپ ﷺ کے قمیض وعمامہ نہیں دیا گیا۔ اور دوسرا قول بالکل ضعیف ہے کیونکہ حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ آپ ﷺ کو کفن قمیض وعمامہ دیا گیا ہو۔

علماء کا بیان ہے کہ مذکورہ بالا روایت ہے کے معنی علماء کے باہمی اختلاف کے سبب یہ اختلاف رونما ہے کہ کفن میں قمیض وعمامہ کا ہونا مستحب ہے یا نہیں؟

بعض علماء کہتے ہیں اگر قمیض وعمامہ کو بھی شریک کیا جائے تو کفن کے پانچ کپڑے ہو جاتے ہیں۔ جسے حنبلی علماء مکروہ کہتے ہیں۔ اور شافعیوں کے نزدیک یہ جائز ہے لیکن غیر مستحب ہے اور خواتین کے لئے تاکید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سات کپڑوں تک کا کفن دیا جائے

جو مکروہ نہیں ہے البتہ کفن میں سات کپڑوں سے مزید کا اضافہ فضول خرچی ہے۔

علماء احناف کا مسلک یہ ہے کہ کفن میں صرف تین کپڑوں ازار، قمیض اور کفنی یعنی لفافہ ہیں اور روایت تکفین میں اس امر کا بین ثبوت ہے کہ جس قمیض کو پہنے ہوئے آپ ﷺ کو غسل شریف دیا گیا وہ بوقتِ تکفین اُتار لی گئی تھی۔

امام نووی نے اپنی شرح مسلم میں تحریر کیا ہے کہ علماء احناف کا مسلک ہی بالکل درست ہے جو اعتراضات سے بلند ہے اور سنن ابوداؤد کی روایت جو ابن عباسؓ کی زبانی یہ ہے کہ آپ ﷺ بوقت وصال زیب تن کئے ہوئے تھے، یہ سنن ابوداؤد کی متذکرہ حدیث بالکل ضعیف ہے جس سے کسی طرح بھی صحتِ حجت ودلیل نہیں لائی جاسکتی کیونکہ اس میں ایک راوی یزید بن زید بھی ہے جس کو تمام محدثین نے ضعیف راوی لکھا ہے۔ اور جبکہ ثقہ راویوں کی روایت ہو تو وہ بالکل ہی ضعیف و نا قابل اعتماد ہے۔

نماز جنازہ

امام محمدؒ نے لکھا ہے کہ سرور عالمؐ کی نماز جنازہ لوگوں نے فرداً فرداً پڑھی۔ نماز جنازہ کسی امام کے ساتھ باجماعت نہیں پڑھی گئی مسلمان گروہ در گروہ آتے نماز پڑھتے اور چلے جاتے کیونکہ حضرت عمرؓ فرما رہے تھے کہ جنازہ کے پاس سے چلتے جایئے۔

اور روایت ہے کہ آپ کے جنازہ پر سب سے پہلے حضرت علیؓ و عباسؓ و بنو ہاشم نے نماز پڑھی پھر مہاجرین و انصار پھر دوسرے لوگوں نے فرداً فرداً نماز پڑھی اور انہوں نے باجماعت نہیں پڑھی اس کے بعد خواتین اور آخر میں بچوں نے نماز پڑھی۔

ایک روایت میں ہے کہ رسالتمآب ﷺ نے وصیت فرمائی تھی کہ سب سے پہلے مجھ پر میرا رب صلوٰۃ پڑھے گا پھر جبریل، میکائیل، اسرافیل یکے بعد دیگرے اور پھر ملک الموت اپنے لشکر سمیت پھر دوسرے فرشتے گروہ در گروہ آ کر صلوٰۃ و درود پڑھیں گے۔ اس صلوٰۃ و درود کا مطلب یہ ہے کہ یہ تمام فرشتے دعا مانگیں گے اور چلے جائیں گے۔

ابن ماجشون نے لکھا ہے جب یہ پوچھا گیا کہ آپ ﷺ پر کتنی مرتبہ صلوٰۃ پڑھی گئی تو جواب دیا (۷۲) ہزار مرتبہ۔ اس پر کسی نے پوچھا یہ کیسے معلوم ہوا۔ جواباً کہا اس صندوق کی کتابوں کے ذریعہ جو امام مالکؒ کی خودنوشت تھیں۔

علاوہ ازیں نافع نے ابن عمرؓ کی زبانی بھی یہی بیان کیا ہے (سیرۃ مغلطائی)

کتاب الفائق میں مرقوم ہے کہ نماز پڑھنے والے آدمیوں کی تعداد (۳۰) ہزار تھی

اور فرشتے جو صلوٰۃ و درود پڑھتے اور دعائیں مانگنے آئے تھے ان کی تعداد (۶۰) ہزار اور ہر فرشتے کے ساتھ مزید دو فرشتے اور بھی تھے۔

ابن ماجہ نے لکھا ہے رسول اکرم ﷺ کو منگل کے دن جب کفنا چکے تو جسم اطہر آپ ﷺ کے در دولت والے پلنگ پر رکھا گیا۔ آپ ﷺ کے انوار کدہ کے اندر لوگ گروہ در گروہ آتے اور بعد درود و صلوٰۃ واپس ہو جاتے۔ مردوں کے بعد خواتین کی باری آئی اور جب یہ سب فارغ ہو گئیں تو سب سے آخر میں بچوں نے آ کر صلوٰۃ پڑھی۔ اور آپ ﷺ کے جنازہ پر کسی انسان نے باجماعت نماز نہیں پڑھی۔

ایک روایت میں ہے کہ سب سے پہلے آپ ﷺ کے جنازہ پر فرشتوں نے گروہ در گروہ ہو کر صلوٰۃ پڑھی پھر آپ ﷺ کے اہل بیت نے۔ ان کے بعد انسانوں کے گروہوں نے پھر سب سے آخر میں خواتین نے۔

ایک روایت یہ ہے کہ اہل بیت آپ ﷺ پر صلوٰۃ پڑھ رہے تھے اور عوام کو معلوم نہ تھا کہ کیا پڑھ رہے ہیں۔ جنہوں نے ابن مسعودؓ سے پوچھا کیا پڑھیں؟ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا حضرت علیؓ سے پوچھو چنانچہ حضرت علیؓ نے فرمایا یہ دعا پڑھو۔

ان اللّٰہ و ملائکتہٗ یُصلُّون علی النبی یا ایھا الذین اٰمنو صلوا علیہ و سلموا تسلیما ۔ لبیک اللھم ربّنا و سعْدَیک صَلٰوۃُ اللہِ البَرِّ الرحیم والملائکۃ المقربون والنبین والصدیقین والشھداء والصالحین وما سبّح لک من شئٍ یارب العالمین علی محمدٌ بن عبداللّٰہ الخاتم النبین وسید المرسلین وامام المتقین ورسول رب العالمین الشاھد البشیر الداعی الیکَ السراج المنیر و علیہ السلام ۔

ترجمہ : "اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رسالتمآب پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔ اے مسلمانو! تم بھی آپ ﷺ پر درود سلام بھیجو (اور آپ ﷺ کی پیروی کرو) اے اللہ ہم حاضر ہیں اور اے ہمارے رب تو ہی ہمارا مددگار ہے اللہ جو پاکیزہ و مہربان ہے اس کی اور اس کے مقرب فرشتوں، تمام نبیوں، صدیقوں، شہیدوں، صالح لوگوں اور اے تمام جہانوں کی ربوبیت کرنے والے مالک ان تمام کی طرف سے جو پاکیزگی کے ساتھ تیری تسبیح کرتے ہیں ان سب کی طرف سرورِ عالم ﷺ حضرت محمد ﷺ ابنِ عبداللہ پر جو خاتم النبین رسولوں کے سردار، متقیوں کے امام

رب العالمین کے فرستادہ رسول شاہد و بشارت دینے والے، تیرے ہی حکم سے تیری طرف بلانے والے روشن چراغ ہیں آپ ﷺ پر سلام ہو[1]۔

قبرِ مبارکہ کی نوعیت

شیخ زین الدین مراغی نے اپنی کتاب تحقیق النصرۃ میں تحریر کیا ہے کہ مدینہ طیبہ میں دو گورکن تھے۔ ایک بغلی قبر کھودتا تھا اور دوسرا صندوقچی۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب ؓ نے ان دونوں کو بلا کر کہا تم میں سے ایک حضرت ابوعبیدہ بن جراح کے پاس جائے اور انہیں بُلا لائے اور یہ جانے والا گورکن وہ تھا جو اہلیانِ مکّہ کی قبریں کھودتا تھا۔ اور دوسرے گورکن کو حکم دیا کہ تم حضرت ابوطلحہ انصاری کے پاس جاؤ اور انہیں بلالاؤ اور یہ وہ گورکن تھا جو صرف مدینہ والوں کیلئے قبریں کھودتا تھا۔ اس کے بعد حضرت عباس ؓ نے دعا کی اے اللہ تو اپنے رسول کے لئے بہتری کر۔ مکّہ والوں کی قبریں کھودنے والے نے حضرت ابوعبیدہ کو تلاش کیا مگر وہ نہ ملے البتہ مدینہ والا گورکن حضرت ابوطلحہ انصاری کو بلالایا اور ان کی رائے کے موافق گورکن نے آپ ﷺ کے لئے اپنے دستور کے موافق بغلی قبر کھودی۔

مقام مزار شریف

رسولِ اکرم ﷺ کے مقامِ دفن کے متعلق صحابہ ؓ میں باہم اختلاف رونما ہوا بعض کہتے ہیں مکّہ میں تدفین کی جائے اور بعض مدینہ طیبہ میں۔ بعض کہتے قدس میں اور بعض جنت البقیع میں۔ ان تمام اختلاف آرا کی موجودگی میں حضرت ابوبکر ؓ نے کہا میں نے رسول اکرم ﷺ کو فرماتے سُنا ہے کہ ہر نبی کی اسی جگہ قبر بنائی گئی جہاں اس نے وصال کیا۔ اور ایک روایت یہ ہے

---

[1] عام طور پر تمام مسلمان اور احناف نماز جنازہ میں یہ دعا پڑھتے ہیں :
اللھم اغفر لحینا و میتنا و شاھدنا و غائبنا و صغیرنا و کبیرنا و ذکرنا و انثانا. اللھم من احییتہ منافا حیہ علی الاسلام و من توفیتہ منافتوفہ علی الایمان.
ترجمہ : "یا اللہ ہمارے زندوں، مُردوں حاضر و غائب چھوٹے، بڑے، مرد، عورت سب کی مغفرت فرما اے اللہ ہم میں سے تو جسے زندہ رکھنا چاہتا ہے اسے دینِ اسلام پر زندہ رکھ اور جسے موت دینا چاہتا ہے اس کا ایمان پر خاتمہ بالخیر کر"۔ لڑکے کی میت پر یہ دعا پڑھتے ہیں :
اللھم اجعلہ لنا فرطا و اجعلہ لنا اجراً و ذخراً و جعلہ لنا شافعاً مشفعاً.
ترجمہ : "اے اللہ اس میت والے کو ہمارے لئے اچھی منزل بنادے اسے ہمارے لئے اجر و ذخیرہ کردے۔ اور اے اللہ اسے ہمارے لئے شفاعت کرنے والا بنادے اور ایسا شفاعت کرنے والا بنادے جس کی شفاعت تیرے نزدیک مقبول ہے۔ لڑکی میت کی صورت میں ضمائر مونث لاتے ہیں"۔ از مترجم۔ ۱۲

کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ نے ہر نبی کو اسی جگہ موت سے ہم آغوش کیا جہاں اس کی خواہشِ تدفین تھی۔ ان احادیث کے پیشِ نظر جس جگہ آپ ﷺ نے ملک الموت کو لبیک کہا تھا آپ ﷺ کے بستر کو ہٹا کر اسی جگہ آپ ﷺ کے لئے قبرِ مبارک تیار کی گئی۔

کوائفِ تدفین

قبرِ انور تیار ہونے کے بعد اس میں علیؓ، عباسؓ اور حضرت عباسؓ کے دونوں صاحبزادے فضل وقثم اُترے سب لوگ تو نکل آئے لیکن جناب قثم جو رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں اخیر میں آئے تھے وہ قبرِ مبارک میں سب سے زیادہ دیر تک ٹھہرے رہے اور سب سے اخیر میں قبرِ مبارک سے اوپر آئے۔

مغیرہ کا وہ قصہ کہ انہوں نے اپنی انگوٹھی آپ ﷺ کی قبر مبارک میں ڈال دی اور اپنی انگوٹھی ڈھونڈ نکالنے کے بہانہ سے قبرِ مبارک میں ان کا اُترنا وغیرہ یہ سب بالکل غلط ہے۔ اور حقیقتِ حال صرف اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جانتا ہے۔

رسولِ اکرم ﷺ کے غلام شقران اور اوس بن خولی نے حضرت علیؓ سے کہا۔ اے علیؓ اللہ کے واسطہ رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت کرنے کی مجھے بھی اجازت دو۔ حضرت علیؓ نے جواباً کہا اچھا آجاؤ۔ چنانچہ یہ اپنی قوم والوں کے ساتھ قبرِ مبارک میں اُترے اور ان کی تعداد (۵) تھی۔

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ میں (علیؓ) اور حضرت عباسؓ اور عقیل بن ابو طالب اور اُسامہ بن زید اور ابنِ عوف اور اوس بن خولیؓ یہ چھ آدمی قبرِ مبارک میں اُترے اور یہی وہ لوگ تھے جو آپ ﷺ کی تکفین کے ذمہ دار شریکِ کار تھے۔

میری (عبدالحق محدث دہلویؒ) اور اکثر و بیشتر محدثین کی رائے میں اوّلین روایت ہی صحیح ہے کہ جسمِ اطہر کو قبرِ مبارک میں اُتارنے والے حضرات علیؓ، عباسؓ اور ان کے دونوں صاحبزادے تھے۔

ایک روایت ہے کہ سرخ رنگ کی وہ بخرانی چادر جسے رسالتمآب ﷺ نے خود اوڑھا اور بچھایا تھا اور جو خیبر میں شقران کو مرحمت فرمائی تھی یہ چادر شقران نے آپ ﷺ کے جسمِ اطہر کو قبر میں اُتارنے سے پہلے آپ ﷺ کے نیچے بچھا دی اور یہ کہا بخدا اس چادرِ مبارک کو آپ ﷺ کے بعد کوئی شخص استعمال نہیں کر سکتا ہے اور یہ چادر آپ ﷺ کے ساتھ ہی قبر میں رہ

گئی۔ اور قبرِ مبارک کچی اینٹوں سے بنائی گئی۔ بعض کہتے ہیں کہ ان اینٹوں کی تعداد (۹) تھی جو چُنی گئی تھیں۔

ابو عمرو حاکم کا بیان ہے بغلی میں کچی اینٹیں رکھنے کے بعد لوگوں نے وہ بحرانی چادر نکال لی۔

میت کے لئے بچھونا

امام نووی ؒ نے لکھا ہے کہ امام شافعی اور دیگر تمام شافعی علماء کا متفقہ فتویٰ ہے کہ قبر میں میت کے نیچے ریشمی چادر وغیرہ کا بچھانا قطعاً مکروہ ہے۔ البتہ امام بغوی کا قول ہے کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ شقران کے عمل و روایت سے اس کا جواز ثابت ہوتا ہے اس کے علاوہ جمہور علماء و محدثین کے نزدیک اور میرے (شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ) خیال سے قبر میں میت کے نیچے ریشمی چادر وغیرہ بچھانا مکروہ ہے۔ نیز تمام علماء نے کہا ہے کہ شقران کے اس فعل کی کسی صحابی نے موافقت نہیں کی اور شقران نے یہ فعل اپنے اس نظریہ کے تحت کیا تھا جو ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ انہیں یہ ناپسند تھا کہ رسول اکرم ﷺ کی استعمال کردہ چادر کوئی دوسرا آدمی استعمال کرے۔

سیرۃ مغلطائی میں تحریر ہے کہ یہ امر بالکل درست ہے کہ قبرِ مبارک میں (۹) اینٹیں رکھنے کے بعد شقران کی بحرانی چادر نکالی گئی۔ پھر لحد پر مٹی ڈال کو قبر مبارک کو مسطح کر دیا گیا۔

قبر پر چھڑکاؤ

مشکوٰۃ میں جابر کی زبانی تحریر ہے کہ قبر شریف پر بلال ؓ بن رباح نے سرہانے کی طرف سے پائنتی تک ایک مشک پانی چھڑکا۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے دلائلِ نبوت از امام بیہقی)

نوعیت قبرِ مبارک

سفیان بن نمار کا بیان ہے کہ میں نے رسولِ اکرم ﷺ کی قبر مبارک کو ہان نما دیکھی ہے۔

صحیح بخاری میں ابوبکر بن عیش کی زبانی تحریر ہے کہ میں نے آپ ﷺ کی قبرِ مبارک کو ہان نما دیکھی ہے۔

ابونعیم نے اپنی مستخرج میں مذکور بالا قول لکھتے ہوئے مزید تحریر کیا ہے کہ حضرات شیخین رضؓ [1] کی قبریں بھی کوہان نما تھیں اور پھر اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ کوہان نما قبریں بنانا مستحب ہے۔

امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد، علامہ مزنی، قدیم شوافع اور اکثر علماء شافعی کے نزدیک قبر کو مسطح و ہموار بنانا مستحب ہے اور بہت ممکن ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی قبر مبارک پہلے مسطح و ہموا ہو۔

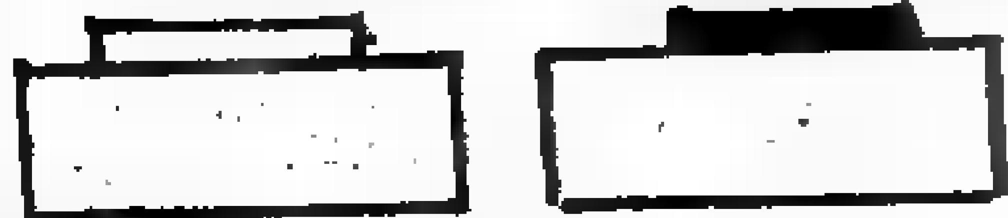
ابوداؤد و حاکم نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ نے قاسم بن محمد کی قبر بنانے کے لئے رسول اکرم ﷺ اور شیخین کی قبور کھولی تھیں اور یہ تینوں قبریں نہ تو زمین سے زیادہ اونچی تھیں اور نہ بہت پست۔ بلکہ سرزمین مکہ کے سرخ پتھروں سے بنی ہوئی تھیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ مکہ کے سرخ اور سفید پتھروں سے بنی ہوئی تھیں۔ اور سرور عالم ﷺ کی قبر مبارک زمین سے ایک بالشت اونچی ہے۔ قبر مبارک کے اونچے ہونے کا واقعہ حضرت امیر معاویہ رضؓ کے زمانہ میں رد عمل لایا گیا۔

قبر مبارک پہلے مسطح و ہموار تھی لیکن حضرت عمیر بن عبدالعزیز کے دور امارت میں جبکہ ولید بن عبدالملک عباسی خلیفہ کے زمانہ میں وہ مدینہ کے امیر و گورنر تھے آپ ﷺ کے مزار مبارک کو اونچا کیا گیا۔

علماء کا باہمی اختلاف رائے یہ ہے کہ مسطح افضل ہے یا کوہان نما۔ اور حقیقت یہ ہے کہ جبکہ دونوں طرح کی قبور بنانی جائز ہیں تو مسطح و ہموار کو حق ترجیح حاصل ہے جس کے ثبوت میں مسلم میں فضالہ بن ابی عبیداللہ کی یہ حدیث مذکور ہے کہ مسلم بن فضالہ نے ایک دن قبر کے پاس آ کر اسے ہموار کر دیا اور کہا میں نے رسول اکرم ﷺ کو حکم دیتے خود سنا ہے کہ قبور کو ہموار کر دو۔

قبور شیخین رضؓ

علامہ سمنودیؒ نے اپنی کتاب خلاصۃ الوفاء میں لکھا ہے کہ مزار رسالت مآب ﷺ سب سے آگے ہے اور آپ ﷺ کے دونوں کندھوں کے نزدیک ابوبکر صدیق رضؓ کی قبر ہے اور عمر فاروق کی قبر آپ ﷺ کے پائنتی ہے جس کا سیدھا خاکہ یہ ہے سب سے آگے مزار مبارک نبی کریم ﷺ آپ ﷺ کے کندھوں کے پاس قبر ابوبکر صدیق رضؓ۔



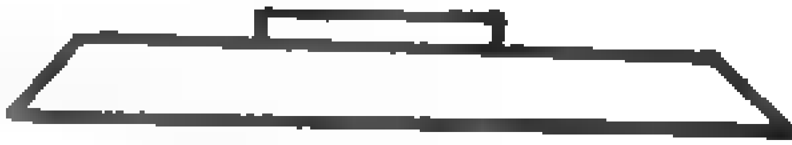


[1] شیخین سے مراد ہیں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ۔ از مترجم۔ ۱۲

رزین نے لکھا ہے کہ مزار نبی کریم آگے ہے اور آپ ﷺ کے سر و کندھوں کے درمیان سے ابوبکر صدیقؓ کا مزار ہے اور پاؤں آگے نکل گئے ہیں اور عمرؓ کا مزار اس سے نیچے اس طرح ہے۔





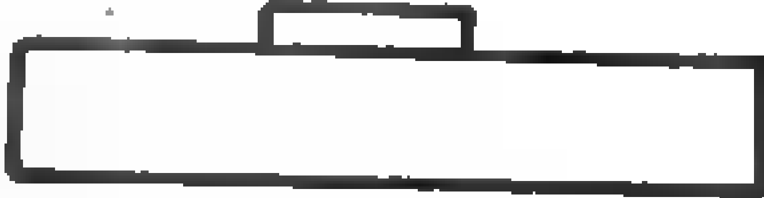


اور خلاصۃ الوفاء کی عبارت (کا ترجمہ) درج ذیل ہے:

ترجمہ: دولت کدہ گرامی میں مزارات مبارکہ کے محل وقوع میں لوگ باہم مختلف الرائے ہیں اور اس کی سات کیفیت ہیں جسے ہم نے کتاب الوفاء میں مکمل طور پر یہ دلائل تحریر کیا ہے۔ اکثر حضرات اس امر پر متفق ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کا مزار مبارک سمت قبلہ میں قبلہ کی جانب دیوار کے قریب ہے۔ اور آپ ﷺ کے کاندھوں کے درمیان سے ابوبکرؓ کا مزار شروع ہوا ہے۔ اور حضرت ابوبکرؓ کے کندھے کے پاس حضرت عمرؓ کے مزار کی ابتدا ہوئی ہے۔







پرستش قبور کی ممانعت

حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بیان ہے کہ آخری زمانہ علالت میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ یہودیوں و عیسائیوں پر اللہ کی لعنت ہو جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبور کو سجدہ گاہ بنالیا (یعنی قبروں کی پرستش کرنے لگے)۔

اور میرا (عائشہؓ) کا خیال ہے کہ اگر قبور انبیاء کی پرستش کا خوف نہ ہوتا جو رسالت

مآب ﷺ کے فرمان سے ظاہر ہے تو آپ ﷺ کا مزار کھلا ہوا رکھا جاتا اس کے اطراف دیواریں نہ کھینچی جاتیں اور آپ ﷺ کو کمرہ کے بیرونی حصہ میں رکھا جاتا۔

اس کے بعد عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ میرا پہلے کا بیان اس وقت کا ہے جب کہ مسجد نبوی کی توسیع نہیں ہوئی تھی اور جب مسجد نبوی ﷺ توسیع ہونے لگی تو مزار مبارک والے کمرہ کو مثلث وتکونہ بنایا گیا تا کہ کوئی شخص قبلہ رو ہو کر مزار مبارک کے سامنے بحالت نماز بھی سجدہ نہ کر سکے۔

سبز گنبد میں تدفین عیسیٰؑ

مورخین نے حضرت سعید بن مسیب کی زبانی لکھا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کے سبز گنبد میں مشرقی جانب ایک قبر کی جگہ باقی ہے جہاں حضرت عیسیٰؑ ابن مریم دفن کیے جائیں گے۔

وقت تدفین محمد ﷺ

آپ ﷺ کی تدفین کے وقت میں باہمی اختلاف رائے ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بیان ہے ہمیں معلوم ہی نہ ہوسکا کہ سرور عالم ﷺ کس وقت سپرد زمین کیے جائیں گے آخرکار منگل کے دن صبح کے وقت پھاوڑے سے مٹی کھودنے کی ہمیں آواز آئی۔

امام مالکؒ نے مؤطا میں لکھا ہے ہمیں اطلاعات بہم پہنچی ہیں کہ سرور عالم ﷺ نے پیر کے دن وصال فرمایا اور منگل کے دن سپرد زمین کیے گئے۔

ترمذی نے لکھا ہے جس مقام پر آپ ﷺ نے وصال فرمایا اسی مقام پر رات کے وقت آپ ﷺ کو سپرد زمین کیا گیا۔

محمد بن اسحٰق کا بیان ہے سرور عالم ﷺ نے پیر کے دن ملک الموت کو لبیک کہا۔ اس دن اور منگل کے دن کے بعد بدھ کی رات کو سپرد زمین کیے گئے۔

بعض کہتے ہیں منگل کے دن بعد زوال آفتاب آپ ﷺ کو سپرد زمین کیا گیا۔ شعبی نے کفایہ میں لکھا ہے۔ لوگوں نے بدھ کے دن آپ ﷺ پر صلوٰۃ پڑھی اور پھر آپ ﷺ سپرد زمین کیے گئے۔

دفن میں تعویق کا سبب

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ ﷺ کی تدفین میں تعویق کیوں کی گئی حالانکہ آپ ﷺ کے اہل بیت نے جب اپنی کسی میت کی تدفین میں تعویق کی تھی تو فرمایا تھا میت دفن

کرنے میں جلدی کرو دیر نہ لگاؤ۔

اس اعتراض کا جواب ایک تو وہ ہے جو پہلے لکھا جاچکا کہ آپ ﷺ کی رحلت پر سب متفق نہ تھے، یا پھر یہ جوابات ہیں کہ مقام دفن پر اختلاف تھا کہ کس مقام پر سپرد زمین کیا جائے یا تعویق کا سبب یہ تھا کہ مہاجرین وانصار میں خلافت کی حوالگی پر باہمی اختلاف تھا تا آنکہ مہمات امور دین میں سے جب خلافتِ خلیفہ کا مسئلہ بالکلیہ طور پر سب نے طے کرلیا اور خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پر لوگوں نے مجمع عام میں دوبارہ بیعت کرلی تو آپ ﷺ کی تدفین کی جانب توجہ کی کیونکہ مذہب اسلام کا ایک بڑا اہم کام اولاً مکمل ہونا تھا اور مسلمانوں کے اتحاد کو باقی و برقرار رکھنا ضروری تھا۔ اس اہم کام کے تکمیل کے بعد صحابہؓ نے غسل وکفن کا کام انجام دیا اور سپرد زمین کیا اور اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جانتا ہے۔

دارمی میں حضرت انسؓ کی زبانی مرقوم ہے کہ جس دن رسول اکرم ﷺ ہمارے ہاں مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے وہ دن بہترین دن اور نہایت تاباں و درخشاں تھا اور جس دن آپ ﷺ نے ہم کو داغ مفارقت دیا یہ دن نہایت تاریک وغمناک تھا۔

ترمذی نے بھی حضرت انسؓ کی روایت سے لکھا ہے جس دن رسول اکرم ﷺ مدینہ میں تشریف فرما ہوئے تھے تو اس دن مدینہ کی ہر چیز منور ہوگئی تھی اور جس دن آپ ﷺ نے ملک الموت کو لبیک کہا اس دن ہر چیز تاریک ہوگئی تھی۔ اور لوگوں کی یہ کیفیت ہوئی کہ ابھی ہم تدفین میں مصروف تھے اور ہم نے اپنے ہاتھوں کی مٹی تک نہ جھاڑی تھی کہ لوگوں کے دل پھر گئے۔

گریہ و مرثیہ

جب آپ ﷺ کو سپرد زمین کیا جاچکا تو جناب فاطمہؓ مزار اقدس پر آئیں اور کہا تمہارے دلوں نے کس طرح قبول کرلیا کہ تم رسول اللہ پر مٹی ڈالو۔ (بخاری)

ایک دوسری روایت یہ ہے کہ جب آپ ﷺ کی تدفین ہوچکی تو جناب فاطمہ نے آکر کہا اے ابوالحسن (علیؓ) تم نے رسول اللہ ﷺ کو سپرد زمین کردیا؟ جواب دیا ہاں۔ اس پر جناب فاطمہؓ نے فرمایا تمہارے دلوں نے کس طرح قبول کیا کہ تم رسول اللہ پر مٹی ڈالو؟ کیا آپ ﷺ نبی رحمت نہیں؟ حضرت علیؓ نے کہا بیشک تھے لیکن حکم الٰہی کو کوئی نہیں ٹال سکتا اس پر جناب فاطمہؓ بیٹھ کر گریہ وزاری کرنے لگیں اور فرماتی تھیں۔ اے ابا جان! ہائے رسول اللہ ہائے نبی رحمت اب وحی نہیں آئے گی۔ اب جبرئیل کی آمد ختم ہوگئی۔ اے اللہ میری روح کو سرور

عالم ﷺ کی روح سے ملادے۔ آپ ﷺ کے دیدار سے میری نگاہوں کو سیراب کر دے۔ قیامت کے دن آپ ﷺ کی شفاعت سے محروم نہ رکھ۔

اور ایک روایت میں ہے کہ جناب فاطمہؓ نے رسول اکرم ﷺ کے مزار مبارک کی مٹی اٹھا کر سونگھی اور یہ اشعار پڑھے۔

ماذا علیٰ مَن شَمّ تربۃ احمدً ان لا یشمَّ مدی الزمان غوالیا

صبت عَلیَّ مصائب' لَو اَنَّھا صُبّت علی الایام صِرن لیالیا

جس نے احمد مجتبیٰ کے مزار کی مٹی سونگھ لی اس کا کیا کہنا وہ آئندہ کبھی بھی کسی قسم کی کوئی خوشبو نہ سونگھے گا اور مجھ پر جو مصیبتیں پڑی ہیں اگر یہ دنوں پر پڑتیں تو راتیں ہو جاتیں یعنی دن، رات بن جاتے۔

کتاب الاکتفاء میں مرقوم ہے کہ حضرت علیؓ اور جناب فاطمہؓ کی جانب جو شعر منسوب ہیں وہ یہی دونوں شعر ہیں۔

حضرت انسؓ کا بیان ہے رسول اکرم ﷺ جب علالت کی وجہ سے زیادہ کمزور ہو گئے اور نشست و برخاست نہ کر سکتے تھے تو جناب فاطمہؓ نے کہا ہائے ابا جان کی تکلیف! اس پر ارشاد عالی ہوا آج کے بعد تمہارے والد کو کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ پھر آپ ﷺ کے وصال پر حضرت فاطمہ نے کہا اے ابا جان! اللہ نے آپ ﷺ کی دعا سن لی۔ آپ ﷺ کا مسکن جنت الفردوس ہے۔ اب جبرئیل کہاں ہے جس نے آپ ﷺ کو وصال الٰہی کی خبر دی تھی۔

حدیث بخاری میں مرقوم ہے کہ جناب فاطمہؓ نے کہا اے انسؓ تمہارے دل نے کس طرح قبول کیا کہ تم سرور عالم ﷺ پر مٹی ڈالو۔

طبرانی نے اس روایت کو اس اضافہ کے ساتھ لکھا ہے اے ابا جان! اب اللہ سے آپ ﷺ بہت زیادہ قریب ہو گئے۔

رسول اکرم ﷺ کے وصال کے بعد جناب فاطمہؓ صرف چھ ماہ زندہ رہیں اور اس عرصہ میں آپ نے کبھی خندہ نہیں فرمایا۔ اور حق یہ ہے کہ نہ ہنسنا ہی آپ کو زیبا تھا۔

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں جناب فاطمہؓ کے در دولت پر حاضر ہوا اور رسول اکرم ﷺ پر آپؓ بدین مرثیہ نوحہ کر رہی تھیں۔

اے نبی ﷺ جو کی روٹی کھا کر بھی آپ ﷺ شکم سیر نہ ہوئے۔ اے نبی ﷺ پلنگ کے

عرض آپ ﷺ نے چٹائی کو پسند کیا۔اے نبی ﷺ مالکِ دوزخ کے خوف سے آپ ﷺ کبھی رات بھر نہیں سوئے۔

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کا بیان ہے کہ وصال رسالت مآب ﷺ کے بعد والد ماجد حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے اپنا منہ آپ ﷺ کی دونوں آنکھوں کے درمیان رکھا اور اپنے دونوں ہاتھ آپ ﷺ کی کنپٹیوں پر رکھے پھر کہا ہائے نبی ہائے دوست، ہائے منتخب دوست۔

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے وصال کے بعد والد ماجد حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے گھر میں آ کر پردہ اٹھایا اور سرور عالم ﷺ کے پاس جا کر آپ ﷺ کے چہرہ انور پر سے چادر ہٹا کر انا لِللّٰہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ پھر کہا اللہ کی قسم رسول اکرم ﷺ نے رحلت فرمائی۔ پھر گھوم کر سرہانے کی طرف جا کر کہا ہائے نبی ﷺ پھر اپنا منہ جھکا کر پیشانی کا دوبارہ بوسہ لیا اور کہا ہائے منتخب دوست پھر اپنا منہ جھکا کر آپ ﷺ کی پیشانی کا تیسری مرتبہ بوسہ لیا اور آپ ﷺ کے چہرہ انور پر چادر ڈال دی۔ پھر باہر چلے گئے۔

علامہ بوصیری کے قصیدہ بردہ کی شرح میں ابوالعباس قصاب نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے کہنے سے حضرت فاروق اعظم کو جب رسالت مآب ﷺ کے وصال کا یقین ہوا تو اپنے قول سے رجوع کیا اور بہ صد گریہ وزاری کہا یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان۔ وہ کھجور کا ٹھنٹھ جس سے سہارا دے کر آپ ﷺ خطبہ دیا کرتے تھے لوگوں کی اکثریت تعدادی کے پیش نظر جب آپ ﷺ نے اس کے بجائے ایک نیا منبر بنوا کر خطبہ دینا شروع کیا تو وہ ٹھنٹھ آپ ﷺ کی جدائی کے سبب رونے لگا تھا اور آپ ﷺ نے ازراہ کرم جب اس پر اپنا دست مبارک رکھا تو اس کا رونا بند ہوا تھا۔اس واقعہ کے پیش نظر بھی آپ ﷺ کی امت آپ ﷺ کے فراق میں گریہ وزاری کرنے کی زیادہ مستحق ہے۔یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان اللہ کے نزدیک آپ ﷺ کا درجہ بلند وبالا ہے جس کا ایک ثبوت یہ ہے کہ آپ ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری کو اس نے اپنی اطاعت بنادیا اور صاف کہہ دیا ہے۔ "من یطع الرسول فقد اطاع اللہ ": جس نے رسول اکرم ﷺ کے احکام کی فرمانبرداری کی اس نے یقیناً اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔

میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان۔اللہ کے نزدیک آپ ﷺ کا درجہ بہت بلند وبالا

ہے جس کا ایک ثبوت یہ ہے کہ اگرچہ آپ ﷺ کو تمام انبیاء کے بعد مبعوث فرمایا لیکن آپ ﷺ کی اولیت کو یوں بیان کیا ہے۔

"لقد اخذنا من النبین میثاقھم منک ومن نوح":

یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان۔ اللہ کے نزدیک آپ کا رتبہ نہایت بلند وبالا ہے جس کا ایک ثبوت یہ ہے کہ دوزخی تک تمنا کریں گے اے کاش ہم آپ ﷺ کی اطاعت کرتے اور یہ دوزخی اس وقت جبکہ وہ طبقات دوزخ کے اندر عذاب میں گرفتار ہوں گے یوں اظہار تمنا کریں گے۔

"یالیتنا اطعنا اللہ واطعنا الرسول": کاش ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور رسول اکرم ﷺ کے فرمانبردار ہوتے۔

ابوالجوزاء کا بیان ہے کہ ایک مدنی جب کسی تکلیف میں مبتلا ہوتا تو اس کا بھائی آکر اس سے مصافحہ کرتا اور کہتا۔ اے عبداللہ! اللہ تعالیٰ سے ڈرو کیونکہ رسول اکرم ﷺ کی پیروی کی وجہ سے آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ اثر انداز ہوتے ہیں۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

"اصبر بکل مصیبة وتجلد واعلم بان المرء غیر مخلد وصبر کما صبر الکرام فانھا نوب تنوب الیوم تکشف فی غدو اذا اتتک مصیبة تشجی بھا فاصبر مصابک بالنبی محمد ﷺ"۔

ترجمہ: ہر مصیبت پر صبر وتحمل کرو اور یقین کرو کہ کوئی آدمی ہمیشہ رہنے والا نہیں ہے۔ بزرگوں کے صبر کی طرح تم بھی صبر کرو کیونکہ مصیبت وہ تکلیف ہے جو آج ہے اور کل چلی جائے گی۔ تم جب کسی مصیبت میں مبتلا ہو کر غمگین ہو تو رسول اکرم ﷺ کی تکالیف پر غور کر کے اپنی مصیبت کی برداشت کے لئے سینہ سپر ہو جاؤ۔

اور ایک دوسرے شاعر نے یوں کہا ہے۔

"تذکرت لما فرق الدھر بیننا فعزیت نفسی بالنبی محمد وقلت لھا ان المنایا سبیلنا فمن لم یمت فی یومه مات فی غد"۔

ترجمہ: مجھے وہ وقت یاد ہے جبکہ زمانہ نے ہم میں جدائی ڈال دی اور اس سے میں نے رسول اکرم محمد مجتبیٰ ﷺ کے وصال کے پیش نظر اپنے نفس کو پرسا دیا اور اس

سے کہا موت تو ہماری راہ ہے جو آج نہیں مرا وہ کل جان بحق ہو جائے گا۔

روایت ہے رسول اکرم ﷺ کے وصال کے بعد حضرت بلالؓ اذان دینے میں جب اشہدُ انّ محمد رسول اللہ (شہادت دیتا ہوں کہ محمد رسول اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں) کہتے تو گریہ وزاری سے پوری مسجد گونجنے لگتی۔ اور سرور عالم ﷺ کی تدفین کے بعد حضرت بلالؓ نے اذان دینا چھوڑ دیا تھا۔

اور یہ شعر برمحل ہے۔

ترجمہ : اگر رضوی پہاڑ بھی فراق سے دوچار ہوتا تو یقیناً وہ بھی اپنی جگہ سے ٹل جاتا مجھ پر شوق وذوق کا اس قدر غلبہ ہے کہ اگر فولاد پر پڑتا تو وہ بھی برداشت کی سکت نہ رکھتا۔

مرثیہ صفیہؓ

سرور عالم کی پھوپھی حضرت صفیہؓ نے آپ ﷺ کی جدائی پر بکثرت نوحے لکھے اور مرثیے کہے۔ جن میں سے ایک نوحہ یہ ہے :

الایا رسول اللہ کنتَ رجائنا وکنت بنا بِرًّاولم تک جافیا وکنت رحیماً ھادیاً و معلماً لبیک علیک الیومَ مَن کان باکیا لعمرک ما ابکیٰ النبی لِفَقْدہ ولٰکن لاخشی مِن الھجراتیا کَانّ علی قلبی لذکر محمد وماخفتُ مِن بعدالنبی المکاویاا فا طم صلی اللہ ربّ محمد علی حدث امسی بیثرب تاو یاندی لرسول اللہامی و خالتی وعمی و خالی ثم نفسی وما لیافلوانّ رب الناس ابقی محمد سررناولکن امرہٗ کان ما ضیا علیک من اللہ السلام تحیّۃ واُدخِلتَ جنّتِ من العدن راضیا۔

ترجمہ : اے رسول اللہ آپ ﷺ ہماری آرزو امید تھے آپ ﷺ ہمارے محسن تھے اور آپ ﷺ نے کبھی قطع رحمی نہیں کی۔ آپ مہربان، ہادی اور معلم تھے۔ آج آپ ﷺ پر ہر ایک رونے والے کو خوب گریہ کرنا چاہیے آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کی قسم صرف میں تنہا ہی آپ کی جدائی پر گریہ وزاری نہیں کر رہی ہوں بلکہ پورا عالم نوحہ کناں ہے اور مجھے آپ ﷺ کے آیندہ فراق نے خوف زدہ کردیا ہے کہ

خدانخواستہ آیندہ آپ ﷺ سے نہ مل سکوں۔ میرا دل آپ ﷺ کی یاد سے بھرپور ہے۔ اور آپ ﷺ کے بعد آنے والے حوادث سے دوچار ہونے کا خوف دامن گیر ہے بتایئے میں کس طرح صبر کروں؟ اے محمد اللہ جو آپ ﷺ کا بھی رب ہے وہ آپ ﷺ پر اس صورت میں بھی رحمتیں نازل کرے جبکہ آپ ﷺ نے سرزمین مدینہ کے اندر قیام گاہ بنالی ہے۔ اے رسول اللہ آپ ﷺ میری والدہ، چچا ماموں اور میری جان و مال قربان اگر اللہ آپ ﷺ کو باقی رکھتا تو ہم خوش ہوتے لیکن حکم الٰہی پورا ہو کر رہتا ہے آپ ﷺ پر منجانب اللہ تحیۃ وسلام ہو اور آپ جنت کے باغوں میں خوش و خرم رہیں۔

مرثیہ ابوسفیانؓ

رسول اکرم ﷺ کے چچازاد بھائی ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلبؓ نے یہ مرثیہ لکھا۔

الرقتُ فبتُّ همّى لايزول وليل اخى المصيبة فيه طول واسعد فى البكاء وذاک فيما اصيب المسلمون به قليل لقد عظمت مصيبتا وجلّت عشيّةَ قيل لقد قُبض الرسولُ واضحت ارضنا ماعراها تكادبنا جوانبها تميل فقدنا الوحى والتنزيل فينا بروح به ويغدو جبرئيل وذاک احق ما سالت عليه نفوس والناس او كانت تسيل نبى كان يجلوا الشک عنا بما يوحى اليه وما يقول ويهدينا فلا نخشى ضلالًا علينا والرسول لنا دليل افاطمة ان جزعت فذاک السبيل فقير ابيک سيد كل قبروفيه السيد الناس الرسول.

ترجمہ: میری نیند رخصت ہوگئی اور میرا غم لازوال ہوگیا ہے اور درحقیقت مصیبت زدہ کی بات بڑی طویل ہوتی ہے۔ آہ وبکا میرے ساتھ ہے اور تمام مسلمانوں کو جو تکلیف پہنچی ہے اس کی بہ نسبت میری تکلیف کمتر ہے۔ ہماری مصیبت اس رات کو بہت زیادہ ہوگئی جس شب کسی نے کہا رسول اکرم ﷺ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ اس زمین پر جو سانحہ عظیم ہوا ہے اس سانحہ عظمی کی وجہ سے عنقریب اس زمین کے کنارہ ہم پر جھک پڑیں گے جبرئیل کی صبح وشام آمد اور وحی کے نزول کو ہم کھو چکے

ہیں جن پر یہ سانحہ عظیم پڑا ہے ان کی بابت یقین ہے کہ ان کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بہہ جائیں یا آئندہ بہا کریں۔ اے نبی کریم ﷺ اس وحی کے ذریعہ جو آپ ﷺ پر آتی ہے اور آپ ﷺ جو کچھ فرماتے ہیں اس سے ہمارے تمام شکوک وشبہات دور فرمادیا کرتے تھے۔ اے محبوب ہمیں آپ ﷺ ہدایت کرتے تھے جس کی وجہ سے ہمیں کسی گمراہی کا خوف نہ تھا۔ اور یارسول اللہ آپ ﷺ ہمارے رہبر ورہنما تھے۔ اے فاطمہ تم جزع وفزع کرنے پر مغرور ہو اور اگر صبر کرو تو یہ عمدہ راستہ ہے۔ آپ ﷺ کے والد ماجد کا مزار مبارک تمام مزاروں کا سردار ہے کیونکہ اس میں تمام لوگوں کے سردار آرام فرما ہیں۔

مرثیہ صدیق اکبرؓ

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی رسول اللہ کی جدائی پر مرثیہ لکھا جس کے دو شعر یہ ہیں۔

ودعنا الو حی اذو لّیتَ عنّا فودّ عنا من اللّٰہ الکلام سوی ما قد تر کت لنا رھینًا تضمّنہٗ القراطیس الکرام

ترجمہ : اے رسول اللہ جب سے آپ ﷺ ہم سے جدا ہوئے تب سے وحی الٰہی نے بھی ہمیں چھوڑ دیا اور اللہ کے کلام سے بھی ہم محروم ہو گئے۔ البتہ وہ کلام ہمارے پاس موجود ہے جو آپ ﷺ مکرم کاغذوں پر مرقوم ہمارے پاس چھوڑ گئے ہیں۔

علاوہ ازیں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حسب ذیل مرثیہ بھی لکھا ہے۔

لما رایتُ نبینا مُسْتَتجدًا ضا قت علیّ بعوضھن اللدور فار تاع قلبی عند ذٰلک بھلکۃِ والعظم مِنی ما حَیِیْتُ کَسِیر عتیق و یحکَ ان حبک قد تو یٰ فا لصبرُ عنک لما بقیتُ لیسیر یا لیتنی من قبل مھلک صاحبی غُیِّبتُ فی جدث علیّ صُخور فلتحد ث بدائع من بعدک یَعنیْ[1] بِھِنّ جوانح و صدور .

ترجمہ : میں نے جب اپنے محبوب نبی کریم ﷺ کو بے حس وحرکت دیکھا تو پورا گھر اپنی وسعتوں کے باوجود میری نظر میں تنگ ہوگیا۔ میرا دل اس وقت مرجانا چاہتا تھا۔ اب میری ہڈیاں تازندگی شکستہ رہیں گی۔ اے عتیق (ابوبکر صدیقؓ) افسوس

---

[1] غم وتکلیف میں مبتلا ہونا۔ از قاموس۔ ۱۲

تیرا محبوب جدا ہوگیا اور اب تازندگی صبر کرنا پڑے گا۔ کاش میں اپنے آقا کے وصال سے پہلے ہی مرجاتا۔ قبر میں پوشیدہ ہوجاتا اور مجھ پر بھاری پتھر رکھ دیئے جاتے۔ آپ ﷺ کے بعد وہ حادثات رونما ہوں گے جن سے پسلیاں اور سینے چکنا چور ہوجائیں گے۔

مرثیہ حسان ؓ

حضرت حسان کے فراقِ رسول اللہ ﷺ میں ایک مرثیہ کے دو شعر یہ ہیں۔

کنتَ السواد لناظری فعمی علیک النّاظر مَن شاء بعدک فلیمت فعلیک کنتُ اُحاذِرَ۔

ترجمہ: اے محبوب آپ ﷺ ہماری نگاہوں کی روشنی تھے اب آپ ﷺ کے جمال جہاں آرا کے دیدار سے ہماری آنکھیں اندھی ہوگئیں آپ ﷺ کے بعد اب جو چاہے مرے مجھے کوئی پروانہیں مجھے تو آپ ﷺ کی ہی رحلت کا خوف دامن گیر تھا۔

میراث وترکہ اور حکم عالی

رسولِ اکرم ﷺ نے بوقتِ وصال پیسہ روپیہ اور غلام وغیرہ کچھ بھی ترکہ نہ چھوڑا البتہ ایک سفید خچر، کچھ ہتھیار اور زین باقی بچی تھی اور یہ بھی حین حیات صدقہ و خیرات کردیئے تھے۔

خلاصۃ السیر میں مذکور ہے کہ روزِ وصال سرورِ عالم ﷺ نے دو یمنی چادریں، ایک عمان کا تہبند، دو سوتی چادر یا ایک سوتی قمیص، ایک یمنی جُبّہ، ایک حاشیہ دار سفید چادر، اور تین چار چھوٹی مستعملہ ٹوپیاں، یہ سب چیزیں ترکہ میں چھوڑی تھیں۔ آپ ﷺ نے جو تہبند چھوڑا تھا اس کی لمبائی پانچ بالشت تھی اور چادریں کہنہ تھی۔

رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا ہے ہم گروہ انبیاء کی چھوڑی ہوئی چیز قابلِ ورثہ نہیں ہوتی بلکہ ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔

حکمِ عالی

رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا ہے میرے ورثا باہمی طور پر میرا روپے پیسہ تقسیم نہیں کریں گے، البتہ ازواجِ مطہرات ؓ کے نفقے اور اہل وعیال کے خرچ کے بعد جو کچھ باقی رہے وہ صدقہ خیرات ہے۔

ابو ہریرہ ؓ کا بیان ہے حضرت ابو بکر صدیق ؓ کے پاس جنابِ فاطمہ ؓ بنت

رسالتمآب ﷺ تشریف لائیں اور کہا بتایئے آپ ﷺ کا وارث کون ہے؟ جواب دیا میری اولاد اور متعلقین۔ اس پر حضرت فاطمہ ؓ نے کہا پھر میرے والد ماجد کا ورثہ مجھے کیوں نہیں ملا؟ ابوبکرؓ نے جواب دیا میں نے خود سُنا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ فرماتے تھے "نبی کا تمام مال صدقہ ہے۔ البتہ ذاتی طور پر خورد و نوش کی اشیاء اس حکم سے مستثنیٰ ہیں اور ہم گروہ انبیاء کی چھوڑی ہوئی چیز قابلِ ورثہ نہیں ہوتی"۔ اب بحالتِ موجودہ میں ان اخراجات کی ذمہ داری لیتا ہوں جو سرورِ عالم ﷺ خرچ فرماتے تھے اور ان لوگوں کو لازمی طور پر خرچ دوں گا جنہیں سرکارِ عالم ﷺ سرفہ مرحمت فرماتے تھے۔

مطالبہ حضرت فاطمہ ؓ

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کا بیان ہے رسولِ اکرم ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے رسولِ اکرم ﷺ کے خیبر، باغِ فدک اور مدینہ کے صدقات میں سے حضرت فاطمہ ؓ نے ترکہ مانگا۔ تو حضرت ابوبکر ؓ نے فرمایا رسولِ اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے۔ "ہماری چھوڑی ہوئی کوئی چیز قابلِ میراث و ورثہ نہیں اور ہم جو کچھ چھوڑیں وہ سب صدقہ ہے"۔ رسولِ اکرم ﷺ کے اس فرمان کی تعمیل میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے جناب فاطمہ ؓ کو نا قابلِ ورثہ چیز کے دینے سے انکار کیا۔ اور جناب فاطمہ ؓ کے دل میں یہ بات گھر کر گئی۔ اور اس کے بعد جناب فاطمہ ؓ نے اپنے انتقال تک پھر کسی ورثہ کا مطالبہ نہیں کیا۔

روایت ہے کہ جنابِ فاطمہ ؓ نے جب انتقال کیا تو آپؓ کے شوہر حضرت علیؓ نے راتوں رات ہی آپ کو دفن کر دیا اور ابوبکر صدیق ؓ کو جناب فاطمہ ؓ کے انتقال کی خبر تک نہ دی اور خود حضرت علی ؓ نے ہی آپؓ کی نمازِ جنازہ بھی پڑھائی۔ چونکہ جناب فاطمہ ؓ کی موجودگی کی وجہ سے حضرت علی ؓ کی لوگوں میں عزت و وجاہت تھی اور جناب فاطمہ ؓ کے انتقال کے بعد لوگوں کو حضرت علی ؓ نے خود سے کشیدہ پایا تو ابوبکر صدیق ؓ سے مصالحت کرنے ہی کو مناسب سمجھا اور آپؓ سے بیعت کی۔

روایت ہے حضرت علی ؓ نے کئی ماہ تک بیعت نہیں کی لیکن جنابِ فاطمہ ؓ کے انتقال کے بعد حضرت علی ؓ نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ (صحیح بخاری و مسلم)

حضرت فاطمہ ؓ کی رضامندی

امام بیہقی نے شعبی کی زبانی لکھا ہے۔ "فاطمہ کی علالت کے زمانہ میں حضرت

ابوبکر صدیقؓ بہرِ عیادت تشریف لائے۔ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ سے کہا ابوبکر صدیقؓ آپ کی عیادت کے لئے اندر آنا چاہتے ہیں۔ حضرت فاطمہؓ نے کہا اے علیؓ آپ کی اجازت ہے؟ حضرت علیؓ نے جواب دیا ہاں۔ تب حضرت فاطمہؓ نے کہا اچھا انہیں بلا لایئے۔ چنانچہ ابوبکر صدیقؓ نے اندر آ کر حضرت فاطمہؓ کو خوش کیا اور وہ راضی ہوگئیں۔ (کتاب الوفا میں یہی لکھا ہے)

ریاض النضرۃ میں محب طبری نے لکھا ہے حضرت فاطمہؓ کے پاس حضرت ابوبکر صدیقؓ آئے ان سے معذرت خواہی کی پھر گفتگو کرتے رہے یہاں تک کہ وہ خوش ہوگئیں۔

امام اوزاعی کا بیان ہے مجھے معتبر ذرائع سے یہ واقعہ معلوم ہوا ہے، کہ حضرت فاطمہؓ جو حضرت ابوبکرؓ سے ناراض ہوگئیں تھیں کہ ایک گرم دن ان کے دروازہ پر جا کر حضرت ابوبکرؓ نے کہا میں اس گرمی میں اس وقت تک کھڑا رہوں گا جب تک دختر سرور عالم ﷺ خوش نہ ہو جائیں۔ اس امر پر حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کو قسم دلائی چنانچہ ابوبکر صدیقؓ سے حضرت فاطمہؓ بالکل راضی ہوگئیں۔

ابن سمان نے کتاب الموافقہ میں تحریر کیا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ خلافت میں ایک دن حضرت علیؓ و حضرت عباسؓ کے درمیان رسول اکرم ﷺ کی میراث کے بارے میں تنازعہ ہوا۔ جس کا تصفیہ بحسن وخوبی اس طرح ہوا کہ حضرت عمرؓ نے حضرت طلحہؓ، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد رضوان اللہ علیہم اجمعین سے قسمیں کھلا کر کہا کیا آپ لوگوں نے رسول اکرم ﷺ کو فرماتے نہیں سنا کہ "نبی کا تمام مال صدقہ ہے سوائے اس کے جو وہ خود نوش جان کر لیں اور ہم گروہ انبیاء کی چھوڑی ہوئی چیز قابل ورثہ نہیں ہے"۔ اس پر سب نے کہا بخدا آپ سچ کہتے ہیں اور یہی صحیح بھی ہے۔

زیارت مزارِ اقدس

سبز گنبد کے مکین سرور عالم ﷺ قرشی، ہاشمی، مکی، مدنی۔

ابوالقاسم محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم خاتم النبیین والمرسلین صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کے مزارِ اقدس کی زیارت مستحب ہے اور مستحبات میں سے بھی سب سے زیادہ مؤکد اور عبادات میں سے سب سے زیادہ افضل عبادت ہے۔ نیز اس شخص کے لئے جسے گنجائش وقدرت ہو بمنزلہ واجب کے ہے۔ کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: "جس کو وسعت وقدرت ہو اور میری زیارت نہ کرے تو یقیناً اس نے مجھ پر ظلم کیا"۔

ایک روایت میں آپ ﷺ کا فرمان یہ ہے میرا ہر ایک اُمتی جسے وسعت وقدرت ہو وہ اگر میری زیارت نہ کرے تو اللہ کے حضور اس کا کوئی عذر قابل قبول نہیں۔

حافظ ابوعلی بن سکن نے لکھا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے جس نے میری زیارت کی اور اس کا مقصود صرف میری زیارت ہوا تو مجھ پر حق ہے کہ بروزِ قیامت میں اس کی شفاعت کروں۔

اور میں عبدالحق (محدث دہلویؒ) بھی روایت کرتا ہوں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے جس نے میرے مزار کی زیارت کی مجھ پر اس کی شفاعت واجب ہوگئی۔

نیز رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا ہے جس نے میرے وصال کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے میری حیاتِ ظاہری میں میری زیارت کی۔

مزارِ اقدس کی زیارت کرنے کے حکم سے متعلق بکثرت احادیث وارد ہیں اور جتنی ہم نے بیان کردی ہیں وہ کافی ہیں۔

زائر کے لئے احکام

جب کوئی زائر گھر سے چلے اور مدینہ کی جانب متوجہ ہو تو اسے لازمی ہے کہ دورانِ راہ میں رسولِ اکرم ﷺ پر بے شمار درود پڑھتا رہے کیونکہ اس راہ کے مسافر کے لئے عبادات مفروضہ کے بعد درود شریف پڑھنا ہی افضل ترین عبادت ہے، زائر کی نگاہ جب مدینہ کے کسی درخت پر پڑے یا اسے حرم پاک نظر آئے تو بے انتہا درود شریف پڑھے اور دل میں اللہ سے دعا مانگے کہ زیارت بابرکت سے اسے فائدہ ہو اور دنیا و آخرت میں سعادت مندی حاصل ہو اور زبان سے یہ کہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰذَا حرم رسولک فاجعله لی وقایةً من النار و اَماناً من العذاب و سؤ الحساب

ترجمہ : اے اللہ یہ تیرے رسولِ اکرم ﷺ کا حرم محترم ہے اسے میرے لئے آتشِ دوزخ سے پناہ گاہ بنادے عذابِ آخرت اور برے حساب سے۔ امن ومقامِ امن بنادے۔

مدینہ منورہ میں داخلہ سے پہلے غسل کرنا۔ اچھے عمدہ کپڑے پہننا، خوشبو لگانا اور سہولت کے ساتھ جتنا ہو سکے صدقہ کرنا یہ سب مستحب ہے اس کے بعد یہ دعا پڑھتے ہوئے مدینہ منورہ میں داخل ہونا ہے۔

بسم اللہ وعلی ملّةِ رسول اللہ ﷺ ربّ ادخلنی مُدخَلَ صِدقٍ واَخرِجنی

مُخرَجَ صدقٍ واجعل لی مِن لدنک سلطاناً نصیرا ۔

ترجمہ : شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے اور میں رسول اللہ ﷺ کی ملّت پر ہوں اے اللہ مقامِ صداقت میں مجھے داخل کر اور صداقت کے مقام پر مجھے نکال ۔ اور مجھے اپنے لطف و کرم سے غالب و مددگار بنا دے ۔

پھر مسجدِ نبوی ﷺ کے دروازہ پر پہنچنے کے بعد پہلے اپنا سیدھا پاؤں دروازہ میں رکھ کر یہ دعا پڑھے ۔

اللّٰھُم اغفرلی ذُنُوبیْ وَ افتح لی ابواب رحمتک وفضلک

ترجمہ : اے اللہ میرے گناہ معاف کر دے اور مجھ پر اپنے فضل و کرم کے دروازے کھول دے ۔

اور زائر جب روضۂ اقدس کا رُخ کرے تو یہاں تا بحدِ سعی مُصلی نبوی ﷺ پر تحیۃ المسجد ادا کرے ورنہ اس روضہ اقدس کے کسی حصہ میں یا مسجدِ نبوی میں کسی مقام پر نمازِ تحیۃ المسجد پڑھے ۔ اور پھر بقعہ مُبارکہ تک پہنچنے سے پہلے سجدۂ شکر ادا کرے ۔ بعض علماء نماز و تلاوت کے علاوہ سجدۂ شکر بجالانے کے بارے میں مختلف الرائے ہیں ۔ پھر قبولِ زیارت کی دعا کے ساتھ مزید نعمتوں کے حصول کی بھی دعا کرے ۔ پھر مزار مبارکہ کے پاس اس طرح حاضری دے کر آپ ﷺ کے سرِ مبارک کی طرف منہ اور قبلہ کی جانب پیٹھ کر کے کھڑا ہو ۔ مزار مبارک کی جالی کو نہ چھوئے اور اسے بوسہ بھی نہ دے کیونکہ یہ دونوں کام اور اس کے علاوہ دوسری حرکتیں جاہلوں اور ناواقفوں کے طور طریق ہیں اور سلف صالحین کا یہ طرزِ عمل کبھی نہیں رہا ۔ نیز زائر کے لئے لازمی ہے کہ بہرِ ادب وہ جالی سے چپک کر کھڑا نہ ہو بلکہ مناسب یہ ہے کہ جالی سے تین یا چار ہاتھ ہٹ کر پیچھے کھڑا ہو پھر رسولِ اکرم ﷺ حضرت صدیقِ اکبر ؓ اور فاروقِ اعظم ؓ کے حضور میں اپنے حضورِ قلب ، پست آواز اور تمام اعضاء کے سکون کے ساتھ یہ کہے ۔

السلام علیک یا سید المرسلین السلام علیک یا خاتم النبیّن السلام علیک یا قائد الغرا لمحجلین السلام علیک یا من ارسله اللّٰه رحمة للعالمین السلام علیک وعلی اھل بیتک وازواجک واصحابک اجمعین السلام علیک ایھا النبی رحمة اللّٰه وبرکاته اشهدُ ان لا الٰه الا اللّٰه واشهد انک عبده ورسوله وامینه وخیرته من خلقه واشهد

انک بَلّغت الرسالۃ وادّیتَ الامانۃ ۔ وجاھدت فی سبیل اللّٰہ حق جھادہ وَعَبَدْت ربک حتّی اتاک الیقین فجزاک اللّٰہ عنا یا رسول اللّٰہ افضل ما جزیٰ نبیّا عن اُمّتِہٖ اللھم صل علی سیدنا محمد و علی اٰل سیدنا محمدٍ ﷺ کما صلّیت علی ابراھیم وعلی اٰل ابراھیم اِنک حمید مجید ۔ و بارک علی سیدنا محمدٍ ﷺ کما بارکت علی ابرھیم وعلیٰ اٰل ابراھیم انک حمید مجید ۔ اللھم انک قلت وقولک الحق ولَو انھم اذ ظلموا اَنْفُسَھُم جائوک ، فاستغفروا اللّٰہ واستغفرلھم الرسولُ لَوَجدوا اللّٰہ توّابًا رحیما ۔

ترجمہ : آپ پرسلام ہوائے نبیوں کے سردار۔آپ ﷺ پرسلام ہوائے نبیوں کے خاتم۔آپ پرسلام ہوائے درخشاں حسینوں کے قائدورہبر۔اے رسول آپ پرسلام ہوآپ کواللہ نے تمام جہانوں کے لئے رحمت بناکر مبعوث فرمایا ہے۔آپ پرسلام ہوآپ کی اہلِ بیت،ازواج مطہرات اورتمام صحابۂ کرامؓ پرسلام ہو۔آپ پرسلام ہوائے نبی اوراللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوتی رہیں۔میں گواہی دیتاہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوائے کوئی اور معبودنہیں ، نیز گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے بندے،اس کے رسول اس کے امین اوراس کی مخلوقات میں بہترین وبرگزیدہ ہیں۔اور گواہی دیتاہوں کہ آپ ﷺ نے رسالت کی تبلیغ فرمائی حقِ امانت ادا کیا۔اوراللہ کی راہ میں پوری طرح حقِ جہادادافرمایا۔اوروصالِ الٰہی حاصل کرنے تک آپ ﷺ نے پروردگار کی عبادت کی۔ہماری استدعاً ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کووہ بہترین جزاءرحمت فرمائے جوکسی نبی کواس کی اُمّت کی طرف سے جزاء دیتا ہے۔ اے اللہ درودوانعامات نازل فرماہمارے سردارحضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پراوران کی آل پر جیسا کہ تونے درودوانعامات سے حضرت ابراہیمؑ اوران کی آل کونوازاہے۔اے اللہ یقیناتو ہی برترلائقِ حمد ہے۔اوراے اللہ برکتیں نازل فرماہمارے سردارحضرت محمد ﷺ پرجیسی کہ تونے حضرت ابراہیمؑ اوران کی اولادپر برکتیں نازل فرمائی ہیں۔اے اللہ یقیناتو ہی لائقِ حمدوبرتر ہے۔اے اللہ تونے ہی فرمایاہےاور تیرایہ فرمان بالکل صحیح ہے۔جنہوں نے اپنی جانوں پرظلم کیاہے اگروہ آپ ﷺ کے حضور حاضر ہوں اور آپ ﷺ کے ذریعہ اللہ سے مغفرت کے طلبگار ہوں تو آپ ﷺ ان کیلئے دعائے

مغفرت فرمائیں۔ اس صورت میں لوگ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا پائیں گے۔

اور پھر یہ دعا کرے۔ اے اللہ ہم نے تیرا فرمان سُنا اور تیرے احکام کی تعمیل میں تیرے نبی کریم ﷺ کے حضور حاضر ہیں جو ہمارے گناہوں کی تیری بارگاہ میں شفاعت کریں گے۔

اے اللہ ہم پر رحم و کرم کر اور سرورِ عالم ﷺ کی زیارت کی برکت سے خوش بخت بنا اور آپ ﷺ کی شفاعت ہمیں نصیب کر۔

اے رسول اللہ ﷺ ہم آپ ﷺ کی بارگاہ میں اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہوئے اور اپنے گناہوں کی مغفرت مانگتے ہوئے حاضر ہوئے ہیں۔ اللہ نے آپ ﷺ کو رؤف رحیم قرار دیا ہے جو اپنی جان پر ظلم اور اپنے گناہ کا اقرار کرتے ہوئے آپ ﷺ کے حضور حاضر ہو اس کی آپ ﷺ نے شفاعت کی۔ اب میری بھی شفاعت فرمایئے۔ میں آپ ﷺ کے قدوم میمنت لزوم میں حاضر ہوں۔ اور اسی کے ساتھ زائر کے لئے لازمی ہے کہ وہ اپنے اپنے والدین، اعزاء واحباب وغیرہ کے لئے دعا مانگے کیونکہ آپ ﷺ کی بارگاہ میں ہر دعا قبول ہوتی ہے۔

رسائل المناسک میں متفرق شعراء کے اشعار مرقوم ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔

ترجمہ : ہموار زمین میں جن کی ہڈیاں دفن ہوئیں ان سب میں آپ ﷺ بہتر و برتر ہیں اور آپ ﷺ کی خوشبو سے ہموار زمین اور چٹانیں معطر ہو گئی ہیں۔

میری جان قربان ہو۔ اُس مزارِ مبارک میں آپ ﷺ قیام فرما ہیں اور اسی میں پارسائی اور بخشش و کرم موجود ہے۔

اے رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ وہ شفیع ہیں جن کی شفاعت کی اس وقت امید و توقع ہے جب کہ پُل صراط پر قدم متزلزل ہوں گے۔

مدینہ منوّرہ سے واپسی، وہاں رفتار کردار کی روش، مدینہ منوّرہ میں داخلہ کے طریقے، زیارات کے اداب اور مدینہ طیبہ میں رہن سہن وغیرہ کے طور طریق ہم (شیخ عبدالحق محدث دہلوی) نے اپنی کتاب تاریخ المدینہ المسمیٰ بہ جذب القلوب الی دیار المحبوب میں تفصیل کے ساتھ مکمل طور پر تحریر کئے ہیں جو ضرور مطالعہ کئے جائیں۔

دیدارِ سرورِ عالم ﷺ

خواب میں سرورِ عالم ﷺ کے جمال جہاں آرا کے دیدار سے متعلق علماء و محدثین کے بیان پر متذکرہ بالا مضمون انشاء اللہ ختم کروں گا اور درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی تکمیلِ کار کی توفیق

دیتا ہے اور اسی کے ہاتھ مقصود رسائی ہے۔

مواہب لدنیہ میں مذکور ہے رسول اکرم ﷺ کی خصوصیت ہے کہ جس نے خواب میں آپ ﷺ کا دیدار کیا تو اس نے حقیقتاً آپ ﷺ ہی کا جمالِ جہاں آرا دیکھا کیونکہ شیطان آپ ﷺ کی شکل اختیار نہیں کرسکتا ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت قتادہ کی زبانی مرقوم ہے "رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے خواب میں مجھے دیکھا تو اس نے یقیناً میرا ہی دیدار کیا"۔ نیز حضرت جابر ؓ کی زبانی یہ حدیث لکھی ہے۔ "جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے یقیناً میرا دیدار کیا کیونکہ میری شباہت اختیار کرنا شیطان کے بس سے باہر ہے۔

بخاری میں ابوسعید ؓ کی زبانی لکھا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شیطان، مجھ جیسا نہیں ہوسکتا۔ یعنی میری شباہت اختیار نہیں کرسکتا۔ نیز ابوقتادہ کی زبانی تحریر ہے وہ میری صورت میں دکھائی نہیں دے سکتا۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ شیطان میں اتنی قوت نہیں ہے کہ وہ میری شباہت اختیار کرسکے"۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اگرچہ شیطان کو مختلف صورتیں بدل لینے کی طاقت دی ہے وہ جو صورت چاہے بدل لیتا ہے مگر اس میں رسولِ اکرم ﷺ کی صورت وشبیہ اختیار کرنے کی طاقت نہیں ہے۔

بعض کہتے ہیں جمال جہاں آرا کے دیدار کا اقتضا یہ ہے کہ جب کوئی شخص خواب میں سرکارِ ابد قرار ﷺ کا دیدار کرے تو اس کو آپ ﷺ کی وہ صورت نظر آنا چاہئیے جو حالتِ صحت میں تھی۔

بعض تنگ نظر کہتے ہیں دیدار کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ آپ ﷺ کی وہ صورت دیکھے جس میں آپ ﷺ نے وصال فرمایا اور اس دیدار میں آپ ﷺ کے موئے مبارک کا شمار بھی معتبر ہے جن میں وصال کے وقت تک بیس موئے مبارک سفید ہوگئے تھے۔ یعنی زمانہ علالت میں جو صورت آپ ﷺ کی تھی اس کا دیدار خواب میں ہوسکتا ہے۔

حماد بن زید کا بیان ہے محمد ابن سیرین سے جب کوئی شخص دیدارِ سرکار ﷺ کا ابد قرار کو بیان کرتا تو وہ کہتے تم نے جو صورت دیکھی ہے اس کی کیفیت بیان کرو۔ دیدار ﷺ کا اقراری اگر وہ صورت بیان کرتا جس سے محمد ابن سیرین ناواقف ہوتے تو جواب دیتے تم نے ہرگز ہرگز رسولِ اکرم ﷺ کا دیدار نہیں کیا۔ (اس روایت کی اسناد صحیح ہے)

حاکم نے عاصم بن کلیب کے حوالہ سے ان کے والد کی زبانی یہ روایت لکھی ہے کہ

میں نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کا خواب میں دیدار کیا ہے انہوں نے کہا کیفیت بیان کرو چنانچہ میں نے رسولِ اکرم ﷺ کی صورت کو حضرت حسن ابن علیؓ کی صورت کے مشابہہ بتایا جس پر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا تم نے یقیناً جمالِ سرورِ عالم ﷺ کا دیدار کیا۔ اگر چہ اس روایت کی اسناد جید ہیں لیکن اس روایت کے معارض ہے جو ابنِ عاصم نے ایک دوسری سند کے ساتھ ابو ہریرہؓ کی زبانی یوں بیان کی ہے رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا ہے جس نے خواب میں میرا دیدار کیا تو اس نے یقیناً میرا ہی دیدار کیا کیونکہ میں ہر صورت میں نظر آتا ہوں۔ اس روایت کے راویوں میں ابن تومہ بھی ہے جو ضعیف راوی اس لئے ہے کہ اس کے ہوش وحواس باقی نہیں رہے تھے۔ اور مندرجہ بالا روایت اس کی زبانی اس زمانہ کی ہے جب کہ وہ ہوش وحواس سے ہاتھ دھو چکا تھا۔ باقی اللہ تعالیٰ ہی سب سے زیادہ جانتا ہے۔

قاضی ابو بکر ابن عربی نے لکھا ہے سرورِ عالم کے معلومہ صفات کے ساتھ آپ ﷺ کا دیدار ہونا دراصل ادراکِ حقیقی ہے اور غیر معلومہ صفات کے ساتھ جمال جہاں آرا کا دیدار کرنا ادراکِ مثالی ہے۔

حقیقت امر یہ ہے کہ انبیاء کے جسم کو زمین متغیر نہیں کرتی۔ اس لئے سرکارِ ابد قرار کی ذات عالی وقار کا دیدار، حقیقتاً آپ ﷺ کا دیدار ہے اور آپ ﷺ کی صفات کا علم ونظر آنا یہ مثالی ادراک یعنی مثال نظر آتا ہے۔

قاضی عیاض نے لکھا ہے رسولِ اکرم ﷺ نے جو فرمایا ہے کہ ”جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے یقیناً میرا دیدار کیا“ اس کا یہ مفہوم ہرگز نہیں ہوسکتا کہ جس نے آپ ﷺ کو اس معلومہ صورت میں دیکھا جس میں آپ ﷺ حیاتِ طیبہ کی صورت میں جلوہ گر تھے تو خواب کا ایسا دیدار حق ہوا اور جس نے آپ ﷺ کو خواب کی حالت میں دیکھا اس نے یقیناً سرکارِ ابد قرار ﷺ کا دیدار کیا۔

شیخ الاسلام ابنِ حجر نے لکھا ہے کہ قاضی عیاض کا قول بھی منافی دیدار نہیں بلکہ ان کے قول سے یہ صاف ظاہر ہے کہ دونوں حالتوں میں دیدار سے مراد دیدارِ حقیقی ہے۔ اور پہلی حالت میں خواب، محتاج تعبیر نہیں اور دوسری حالت میں محتاجِ تعبیر ہے۔ اور جن لوگوں کا یہ خیال ہو کہ بحالتِ خواب سرورِ عالم کا دیدار صورت معلومہ کے ساتھ ہی دراصل خواب میں دیدار ہے۔ اور جس نے آپ ﷺ کو کسی اور صفتی صورت میں دیکھا تو وہ خواب

میں دیدارِ سرورِ عالم ﷺ نہیں بلکہ اس کا خواب، خوابِ پریشاں ہے تو ایسے کلام زبان پر لانے والے تعلیم اور اسلامی تعلیم سے بے بہرہ ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ سرکارِ ابد قرار ﷺ کا دیدار خواب میں اس طرح ہو جو حالاتِ دنیا کے موافق نہ ہو تب بھی دیدار ہوا۔ اور شیطان کو کسی طرح بھی یہ قوت نہیں ہے کہ وہ معمولی طریقہ سے بھی آپ ﷺ کا مشابہ ہو سکے اگر وہ آپ ﷺ کی صورت کا ادنیٰ طریقہ سے بھی مشابہ ہو تو آپ ﷺ کے اس ارشادِ عالی کے خلاف ہوگا کہ شیطان میری مماثلت اختیار نہیں کر سکتا۔ اور چونکہ رسولِ اکرم ﷺ کا حکم غلط نہیں ہو سکتا اس لئے مناسب یہی ہے کہ جس طرح سرکارِ ابد قرار ﷺ کو خود بذاتہ خواب میں دیکھنا دیدار ہے اسی طرح آپ ﷺ کی جانب امور منسوبہ کو دیکھنا بھی دیدار ہے اور اس میں کسی قسم کا وہم و شک نہ کرنا ہی مستحسن ہے اور اس قسم کا اعتقاد ہی حرمت و عصمت و برتری ہے۔ اور جس طرح سرکار ابد قرار ﷺ حیاتِ ظاہری میں بحالتِ بیداری شیطان سے محفوظ تھے اسی طرح اب بھی بحالتِ خواب اپنا دیدار عالی کرنے میں شیطان کے کرتوت سے محفوظ ہیں۔

مذکورہ بالا حدیث کی صحیح تاویل ہی یہ ہے کہ سرکار ابد قرار ﷺ کا دیدار کسی صورت میں باطل اور غیر صحیح نہیں اور یہ خوابِ پریشاں بھی نہیں بلکہ درحقیقت فی نفسہ حق و درست ہے۔ اور آپ ﷺ کا دیدار دراصل آپ ﷺ ہی کا دیدار ہے۔ اور اگر کسی دوسری صورت میں دیدار ہو تو اس صورت خواب میں شیطان کا کوئی عمل دخل نہیں بلکہ یہ بھی منجانب اللہ ہے۔ اور یہی قول قاضی ابوبکر ابن طیب وغیرہ کا ہے جس کی صداقت کی تائید سرورِ عالم ﷺ کے اس فرمان سے ہوتی ہے کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے بالکل حق و صحیح دیکھا اور اسی کو قرطبی نے لکھ کر صحیح قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ ہمارے شیخ المشائخ حافظ ابنِ حجر ہیثمی نے بھی اسی کو درست فرمایا ہے جو ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ جس نے رسولِ اکرم ﷺ کی جوانی، بڑھاپے ڈھلتی عمر یا آخری عمر کی شکل، خواب میں دیکھی اس نے دیدارِ سرورِ عالم ﷺ سے سرفرازی پائی۔

تعبیر دیدار ﷺ

جس نے سرکار ابد قرار ﷺ کو کسی دوسری حالت میں دیکھا تو اس کی تعبیر دیکھنے والے کے حال کے موافق ہے۔ جیسا کہ بعض علمائے تعبیر کا بیان ہے کہ جس نے سرورِ عالم ﷺ کو بڑھاپے کی شکل میں دیکھا تو اس کی تعبیر، خواب دیکھنے والے کی انتہائی سلامتی ہے۔ اور جس

نے جوان شکل میں دیکھا تو اس کی تعبیر سخت جنگ ہے۔

حافظ ابوسعید احمد بن محمود بن نصر ؒ کا بیان ہے جس نے خواب میں سرورِ عالم ﷺ کو اپنی حالت وہیئت پر دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ خواب دیکھنے والے کے حالات اچھے ہوں گے۔ وہ صاحب الرائے ہوگا۔ اپنے دشمنوں پر کمال جاہ وحشمت کے ساتھ غالب آئے گا۔ اور جس نے سرورِ عالم ﷺ کو کسی دوسری حالت میں مثلاً ترش رو وغیرہ دیکھا تو یہ دیکھنے والے کی بدحالی کی دلیل ہے۔

عارف بن ابوحمزہ ؒ کا بیان ہے جس نے سرکارِ ابد قرار ﷺ کو خواب میں اچھی حالت میں دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ دیکھنے والا مذہبی اعتبار سے بہت اچھا ہے۔ اور نعوذ باللہ پناہ بخدا اللہ کی امان اگر کوئی آپ ﷺ کے کسی عضو میں چوٹ زخم یا کوئی کمی دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ دیکھنے والے کے دینی عقائد میں فتور اور خلل ہے۔ اور یہی بات بالکل حق و درست ہے اور اس کا کئی مرتبہ تجربہ ہو چکا ہے۔

نیز ان تمام طریقوں کے ذریعہ دیدار کرنے سے دیکھنے والے کو سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اس کو اپنے مذہبی عقائد کا علم ہو جاتا ہے کہ اس سے مذہبی عقائد صحیح ہیں یا ان میں خلل وفتور ونقص ہے۔

رسول اللہ ﷺ نورانی ہیں اور آپ ﷺ کی مثال صاف وشفاف آئینہ کی مانند ہے کہ دیکھنے والے کو اپنی ذات کی اچھائی وبرائی بے کم وکاست مکمل طور پر اس آئینہ میں نظر آجاتی ہے۔

خواب میں کلام فرمائی

اسی طرح خواب کی حالت میں سرکارِ ابد قرار ﷺ کے کلام سننے کے بارے میں بھی لوگ مختلف الرائے ہیں۔ جس کا بہترین تصفیہ یہ ہے کہ جو شخص بحالتِ خواب آپ ﷺ کا کلام سماعت کرے اگر وہ سنت کے موافق ہو تو بالکل حق وصحیح ہے اور اگر سنت وسیرتِ نبوی ﷺ کے خلاف ہو تو یہ سننے والے کی سماعت کا فتور ہے۔

یعنی دیکھنے والے کو سرورِ عالم ﷺ کا دیدار تو ہوا لیکن اس کی سماعت نے غلطی کی ہے۔ اور یہی وہ بہترین تصفیہ ہے جو میں (شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ) نے اب تک سنا ہے۔ اللہ مجھ بندۂ کمزور کی اصلاح کرے۔ میں نے سیدی شیخ عارف باللہ عبدالوہاب ابن ولی اللہ متقی کو فرماتے خود سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ ہم نے سیدی شیخ عارف باللہ علی بن حسام الدین متقی کو فرماتے سنا ہے کہ مصر سے ایک استفتاء آیا جس کا مضمون یہ تھا کیا فرماتے ہیں سادات علماء

وعرفاء اس شخص کے بارے میں جس نے اپنے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا "شراب پی" اس خواب کی کیا تعبیر ہے؟ یہ استفتاء جس کے پاس پہنچا اس نے کچھ نہ کچھ لکھا اور حسبِ توفیق تاویلات واشارات تحریر کئے یہاں تک کہ جب شیخ عارف باللہ متبع رسول اللہ و مقتدائے امت محمد بن عراق شیخ کامل اور مکمل پیروکار سنت کے پاس وہ استفتاء آیا تو آپ نے اس کا یہ جواب تحریر فرمایا خواب دیکھنے والے کی سماعت نے غلطی کی۔ کیونکہ سرورِ عالم ﷺ نے تو بارہا صاف صاف فرمایا ہے کہ شراب نہ پیو۔ ان صاف احکام کی موجودگی میں امر واقعہ یہ ہے کہ سرورِ عالم ﷺ نے خواب دیکھنے والے سے فرمایا کہ شروب نہ پی اور اس کی سمجھ میں غلطی سے یہ آیا کہ شراب پی۔ واللہ اعلم۔

نیز یہ امر واقعہ ہے کہ سرکارِ ابد قرار ﷺ اب بھی بحالتِ خواب کلام فرماتے ہیں اور یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے نوازتا ہے۔

دیدارِ خواب، عین دید ﷺ

صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے "جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ عنقریب حالتِ بیداری میں بھی میرا دیدار کرے گا"۔ اور یہ روایت بھی مذکور ہے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو گویا اس نے مجھے بیداری میں دیکھا اور شیطان میری شباہت اختیار نہیں کر سکتا۔

اسمٰعیلی نے لکھا ہے کہ "مجھے بیداری میں دیکھا" کے الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ عنقریب دیدار کرے گا۔

یہی قول ابن ماجہ کا بھی ہے اور اسی کو ترمذی نے حضرت ابنِ مسعودؓ کی زبانی روایت کر کے اس معنی کو صحیح قرار دیا ہے۔

جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ عنقریب بحالتِ بیداری ہماری دید کرے گا اس حدیث کے الفاظ "وہ عنقریب بحالت بیداری ہماری دید کرے گا" کی تفسیر میں علماء باہم مختلف الرائے ہیں۔ ابنِ بطال نے لکھا اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ خواب دیکھنے والے کو اس کے خواب کی تصدیق حالتِ بیداری میں ہو جائے گی۔ اور اپنے اس خواب کو صحیح و برحق دیکھ لے گا۔ اور اس سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ یہ خواب دیکھنے والا سرکارِ ابد قرار ﷺ کو آخرت میں دیکھے گا کیونکہ روزِ محشر آپ ﷺ کی تمام امت آپ ﷺ کا دیدار کرے گی اس میں خواب دیکھنے والے یا نہ دیکھنے والے کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔

علامہ مازری کا بیان ہے حدیث گویا اس نے حالتِ بیداری میں مجھے دیکھا کے ظاہر معنی ہی یہ ہو سکتے ہیں کہ عنقریب بیداری میں میرے جمالِ جہاں آرا سے سرفراز ہوگا۔ یعنی جو لوگ ہجرت کر کے ابھی مدینہ نہیں آئے ہیں وہ عنقریب ہمارا دیدار کریں گے۔ اور آپ ﷺ کو خواب میں دیکھنا یہ آپ ﷺ کو بحالتِ بیداری دیکھنے کی علامت ہے جس کے بارے میں رسول اکرم ﷺ کو اللہ نے وحی کے ذریعہ مطلع کیا کہ جن لوگوں نے آپ ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے وہ عنقریب آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ ﷺ سے فیوض حاصل کریں گے۔ اور عنقریب بیداری میں دید کریں گے۔ اس جملہ کے ایک تاویلی معنی یہ بھی ہیں کہ اس خواب کی تعبیر وصحت کو عین حالتِ بیداری میں دیکھے گا۔

قاضی عیاض نے لکھا ہے جس نے سرورِ عالم ﷺ کو خواب میں آپ ﷺ کی صفات معروفہ کے ساتھ دیکھا تو ہو سکتا ہے کہ معروفہ صفات سے اسے زینت دی جائے روزِ محشر سرکارِ ابد قرار ﷺ کا دیدار ہو۔ اور صفات معروفہ کے سبب اس کی شان وشوکت میں اضافہ ہو۔ اور اس خواب کے سبب اسے رسولِ اکرم ﷺ کا قُرب نصیب ہو اور اعلیٰ مقامات کے لئے اس کی شفاعت فرمائیں اور مزید دیگر خصوصی انعامات سے بہرہ اندوز کیا جائے۔

بعض لوگ کہتے ہیں ممکن ہے کہ روزِ محشر بعض گناہ گاروں کو اللہ تعالیٰ دیدارِ سرورِ عالم ﷺ سے تھوڑی مدت تک روکے رکھے تاکہ دیدار نہ کرنے کے عذاب میں بتلا رہیں۔ انہی کے متعلق ارشادِ عالی ہے کہ عنقریب بحالتِ بیداری ہمارا دیدار کریں گے۔

ابن ابی حمزہ نے حدیث کے ان الفاظ کو کچھ دوسرے ہی معنوں پر محمول کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس ؓ نے خواب میں آپ ﷺ کا دیدار کیا۔ پھر بیدار ہونے کے بعد آپ ﷺ کی اس حدیث ”عنقریب حالتِ بیداری ہمارا دیدار کریں گے“ پر غور وفکر کیا۔ اور اسی تفکر میں اپنی خالہ ام المومنین حضرت میمونہ ؓ کے پاس گئے اور ان سے یہ حدیث بیان کی جس پر انہوں نے سرورِ عالم ﷺ کا مستعملہ آئینہ نکال کر دیا جس میں ابن عباس ؓ نے اپنی صورت دیکھنے کے بجائے رسولِ اکرم ﷺ کی شبیہ مبارک دیکھی اور خود اپنی صورت اس میں دکھائی نہ دی۔

ان تمام جوابات سے پانچ باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ خواب میں جو صورت دیکھی جاتی ہے وہ تشبیہ وتمثیل کے طور پر ہوتی ہے جس کا ثبوت رسولِ اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ

خواب میں دیکھنے والے نے گویا بیداری کی حالت میں میرا دیدار کیا۔ دوسری یہ کہ ''عنقریب بیداری کی حالت میں دیکھے گا'' کے بطریق تاویل یہ معنی ہوئے کہ حقیقتاً میرے دیدار سے شرف اندوز ہوگا۔

تیسری یہ کہ یہ حدیث خاص ان لوگوں کے حق میں ہے جو آپ ﷺ پر ایمان تولا چکے تھے لیکن انہوں نے آپ ﷺ کا دیدار نہیں کیا تھا۔

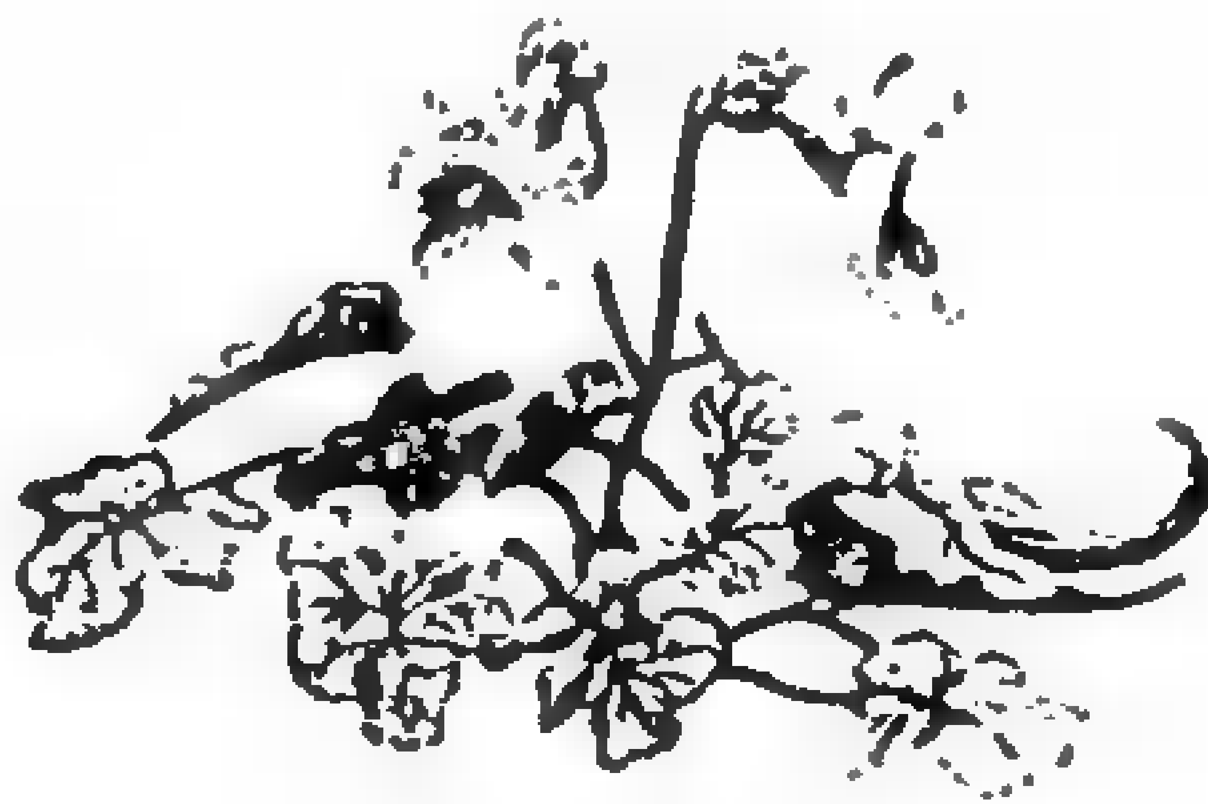
چوتھی یہ کہ خواب میں دیکھنے والا آپ ﷺ کو آپ کے مستعملہ آئینہ میں دیکھے گا۔ بشرطیکہ آئینہ مبارک دستیاب ہو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے تحریر کیا ہے کہ آئینہ مبارک کا دستیاب ہونا اب مشکل ہے۔

پانچویں یہ کہ خواب میں دیدار کرنے والا مزید خصوصیات وانعامات کے ساتھ روزِ محشر آپ ﷺ کے دیدار سے نوازا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہی حقیقتِ حال جانتا ہے۔ اور وہی ہمارا مرجع وماوی ہے۔

(از اقبال الدین احمد)



ربیع الآخر

مناسب ہے کہ اس ماہ ربیع آخر کے حالات اختصار کے ساتھ حوالہ قرطاس کئے جائیں۔ اللہ تعالیٰ اس متبرک ماہ کے ظاہری وباطنی فیوض سے بہرہ ور کرے۔

اسی مہینہ میں سیدنا ومولینا، قطب یگانہ، غوث اعظم شیخ الاسلام والمسلمین غوث الثقلین شیخ محی الدین ابی محمد عبدالقادر حسنی وحسینی جیلانی کی وفات ہوئی ہے۔ اور آپ کے وصال الہٰی کی تاریخ میں اختلاف پیدا کرلیا گیا ہے بطور اشارہ ہم قول راجح بیان کریں گے۔

کتاب بہجۃ الاسرار جس میں ان شیخ الاسلام کے حالات مشائخ عظام کی زبانی ثقہ راویوں کے ذریعہ لکھے ہیں۔ اس کتاب کے مصنف اور شیخ الاسلام کے درمیان صرف دو واسطے واقع ہیں چنانچہ مصنف بہجۃ الاسرار نے لکھا ہے کہ شیخ الاسلام ماہ رمضان میں بیمار تھے اور آپ کے پاس اس وقت مشائخ کے منجلہ شیخ علی بن ہیتی، شیخ ابونجیب عبدالقادر سہروردی اور شیخ ابوالحسن جوسقی وغیرہ کی نشست تھی کہ اتنے میں ایک خوبصورت باوقار شخص آیا اور کہا السلام علیک یا ولی اللہ! میں ماہ رمضان ہوں۔ عذرخواہی کیساتھ عرض کرتا ہوں کہ یہی رمضان آپ کے مقدر میں تھا۔ اب آپ کو الوداع کہتا ہوں اور یہ ہماری آپ کی آخری ملاقات ہے پھر وہ شخص واپس چلا گیا۔ اور ہفتہ کی رات کو بتاریخ ۹۔ ربیع الآخر آپ نے انتقال کیا۔ اور دوسرے سال کے رمضان کے روزے آپ نہ رکھ سکے[1]۔

---

[1] حضرت غوث الاعظمؒ ایران کے مشہور قصبہ جیل میں یکم رمضان ۴۷۰ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ کی پیدائش کے وقت آپ کی والدہ ام الخیر فاطمہ بنت ابوعبداللہ الصومعی الحسینی کی عمر (۶۰) سال کی تھی۔ آپ کے والد بزرگوار کا اسم گرامی ابوصالح الحسنی تھا۔ آپ والدہ کی طرف سے حسینی اور والد کی طرف سے حسنی سید تھے۔ اور آپ کے بچپن میں ایران کی حکومت خاندان سلجوقیہ کے تیسرے سلطان معزالدین ابوالفتح ملک شاہ ابن الپ ارسلان کے ہاتھ میں تھی۔ آپ حنبلی مسلک رکھتے تھے۔ تمام کا اتفاق ہے کہ آپ نے بہ عمر (۹۰) سال بتاریخ ۱۱۔ ربیع الآخر ۵۶۱ھ مطابق ۱۱۸۲ء میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ کثرت ہجوم کے باعث ہفتہ کے دن رات کے وقت آپ کو خود قائم کردہ مدرسہ میں جہاں علماء آپ سے کتابی علوم حاصل کرتے تھے اس کے سائبان کے نیچے آپ کا جسم سپرد زمین کیا گیا بغداد میں آپ کا مزار مبارک اب بھی مرجع خلائق ہے۔ از مترجم۔ ۱۲

مناقب غوث اعظمؒ

آپ کی خوبیوں اور مناقب کے بارے میں شیوخ نے لکھا ہے کہ ہر مہینہ اپنی رویت ہلال سے پہلے آپ کے پاس آتا۔ اگر تقدیر الٰہی کے سبب اس مہینہ میں کوئی ہونے والی برائی یا سزا دہی مقدر ہوتی تو ناپسندیدہ و منکرہ صورت میں آتا اور اگر تقدیر الٰہی کے سبب اس میں نعمتیں اور خوبیاں ہوتی تو خوبصورت شکل میں نمودار ہوتا۔

بہجۃ الاسرار اور شیخ عالم و عارف امام عبداللہ یافعیؒ کی کتاب خلاصہ المفاخر در مناقب شیخ عبدالقادر جس کے تکملہ کتاب کا نام روضۃ الریاحین ہے اس میں مرقوم ہے کہ زمانہ کے بہترین مشائخ میں سے غوث الاعظم کے فرزند سید السادات سیف الدین عبدالوہاب کا بیان ہے کہ والد بزرگوار پیر و مرشد شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی کے پاس ہم کئی لوگ جمعہ کے دن سہ پہر کے وقت بتاریخ ختم ماہ جمادی الآخر ۵۶۰ھ نشستہ تھے اور پیر و مرشد فرما رہے تھے اتنے میں ایک خوبصورت نوجوان آیا اور پیر و مرشد کے پاس بیٹھ کر اس نے کہا السلام علیک اے ولی اللہ! میں رجب ہوں اور یہ خوشخبری دینے آیا ہوں کہ بہ تقدیر الٰہی اس ماہ میں لوگوں کے لئے کوئی عام برائی نہیں ہے۔ چنانچہ یہ مہینہ لوگوں پر بخیر و خوبی گزرا۔ پھر اس ماہ رجب کو آخری دن جو اتوار کا دن تھا ہم لوگ پیر و مرشد کی خدمتؒ میں حاضر تھے کہ ایک کریہہ المنظر بدصورت شخص آیا اور کہا السلام علیک یا ولی اللہ! میں شعبان ہوں اور اللہ نے اس ماہ میں مقدر کر دیا ہے کہ بغداد میں بلائیں آئیں گی۔ ارض حجاز میں سخت قحط ہوگا اور خراسان میں رن پڑے گا چنانچہ جیسا اس آمدہ بدصورت نے کہا تھا ویسا ہی دیکھنے میں آیا۔

عُرس غوث اعظمؒ

مستند روایات معلومہ کے پیش نظر غوث اعظم کا عرس ۹۔ ربیع الآخر کو ہونا چاہیئے۔ اور اسی تاریخ کو پیر و مرشد امام کامل و عارف شیخ عبدالوہاب قادری المتقی مکیؒ آپ کا عرس قرار دیتے تھے۔ یہ وہ تاریخ عرس ہے جو قابل اعتماد اس سبب سے بھی ہے کہ یہی تاریخ عرس ہمارے پیر و مرشد شیخ اعظم علی متقیؒ اور دیگر شیوخ کے نزدیک قابل اعتماد ہے۔

لیکن ہمارے ملک میں ان دنوں ۱۱ ربیع الثانی ہی زیادہ مشہور معروف ہے اور غوثِ الاعظم کی اولاد و مشائخ عظام مقیم ہند (و پاک) گیارہویں تاریخ کو عرس کرتے ہیں۔

نیز اسی طرح پیرو مرشد سیدنا بہی رضی الوضی ابوالحاسن سید شیخ موسیٰ حسنی جیلانی ابن شیخ کامل عارف حق معظم ومکرم ابوالفتح شیخ حامد حسنی جیلانی نے اورادقادریہ میں لکھی ہے اور شیخ حامد حسنی جیلانی ایک متفق علیہ ولی اللہ تھے جن کا لقب مخدوم ثانی اور عبدالقادر ثانی تھا انہوں نے اپنے آباء کرام" کی زبانی آپ" کے عرس کی تاریخ گیارہویں لکھی ہے۔

شیخ وقت امام عبداللہ یافعی نے اپنی کتاب خلاصہ المفاخر اور مشہور عالم تاریخ مسمی مرآۃ الجنان میں آپ کی تاریخ رحلت ماہ ربیع الثانی ۶۱، ۵۶۰ھ تحریر کی ہے اور کوئی دن تاریخ تحریر نہیں ہے انہوں نے تاریخ کا تعین شاید عدم معلومات یا اختلاف تاریخ کی وجہ سے نہیں کیا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ آپ کی تاریخ وفات ۱۷ ربیع الثانی ہے اور یہ بے اصل روایت ہے باقی اللہ ہی زیادہ جانتا ہے۔

اگر یہ دریافت کیا جائے کہ ہمارے ملک میں مشائخ عظام کی وفات کی تاریخ پر جو عُرس کیا جاتا ہے اس کی اصلیت کیا ہے؟ تو میرا جواب یہ ہے کہ میں نے بھی یہی سوال اپنے پیرو مرشد امام عبدالواہاب متقی مکی" سے کیا تھا جس کے جواب میں فرمایا تھا کہ ہمارے مشائخ کے طور طریقے عادات ورواج اور نیت ہی گیارہویں کی ہے اس پر میں نے عرض کیا تھا کہ دوسری تواریخ کو ترک کرتے ہوئے گیارہویں ہی کو کیوں خاص کر لیا ہے؟ جواب سرفراز فرمایا مہمان نوازی مطلق سنت ہے اس لئے تاریخ سے قطع نظر کرتے ہوئے غرباء کو دعوت دو اور کھانا کھلاؤ۔ نیز شریعت اسلامیہ میں اس کے نظائر بھی موجود ہیں یہ عام طور پر مطلق حیثیت سے سنت ہے اور کسی خاص وجہ سے خصوصیت کی بناء پر ان کا بروئے کار لانا بدعت ہے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ بعض متاخرین نے بعض مغربی مشائخ کی زبانی بیان کیا کہ جس دن آپ نے وصال الٰہی کیا اس دن کو لوگوں نے از خود دوسرے دنوں کی بہ نسبت زیادہ خیر وبرکت کا منور درخشاں دن بنا دیا ہے۔ پھر تھوڑی دیر تک سرنگوں رہ کر سر اُٹھایا اور فرمایا زمانہ ماضی میں یہ سب کچھ نہ تھا یہ تو صرف متاخرین کی خوشیاں اور خودکاریاں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جانتا ہے۔



ماہِ رجب

لغت قاموس میں رجب کے معنی "ڈرایا اور تعظیم کی" کے ہیں اسی سے رجب نکلا ہے اور اس کی جمع ارجاب، رجوب اور رجبات آتی ہے۔ نیز ماہِ رجب میں قربانی کرنے کو ترجیب کہتے ہیں۔ اور عرب اس ماہ کی تعظیم کرتے تھے۔

جزری نے اپنی نہایہ میں تحریر کیا ہے کہ ترجیب کے معنی تعظیم کرنے کے ہیں اسی وجہ سے عرب رجب کی تعظیم کرتے تھے۔

ماہِ جمادی الآخر اور ماہِ شعبان کے درمیان کا مہینہ رجب ہے اس کو رجب مضر بھی کہتے تھے کیونکہ قبیلہ مضر اس کی خاص طور پر حرمت و تعظیم کرتے تھے۔

رسولِ اکرم ﷺ نے جو یہ فرمایا ہے کہ ماہِ رجب وہ مہینہ ہے جو ماہِ جمادی الآخر اور ماہِ شعبان کے درمیان ہے اس میں اس امر کی تاکید مقصود ہے کہ لوگ ایک ماہ کو ہٹا کر دوسرے ماہ کی جگہ دیا کرتے تھے۔ اور زمانہ جاہلیت کے لوگ جو روز و ماہ میں کمی بیشی کرلیا کرتے تھے ان کے خیالِ باطل اور عملِ ناقص کو راہ پر لانے کا سرورِ عالم ﷺ نے اس طرح بھی سبق دیا ہے۔

عتیرہ رجبیہ اس قربانی کا نام ہے جو جاہلیت والے ماہِ رجب میں جانور ذبح کیا کرتے تھے۔

رجب کو اصم (بہرا) بھی کہتے تھے کیونکہ قاموس میں ہے کہ رجب بہرا ہے یعنی اس ماہ میں کوئی آواز نہیں آتی اور کوئی منادی ندا نہیں کرتا کہ اے فلاں اور اے دوست وغیرہ۔

نہایہ میں مرقوم ہے کہ اللہ کا مہینہ رجب دراصل بہرہ ہے کیونکہ اس میں ہتھیاروں کی آوزیں نہیں آتیں۔ اور چونکہ یہ حرمت والا مہینہ ہے اس لئے انسانی صفت کے مدِ نظر اسے بہرا کہا جانے لگا۔

بندۂ مؤلف (شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ) عفی اللہ عنہ عرض پرداز ہے کہ لوگوں میں یہ جو مشہور ہے کہ اس مہینہ کو بہرا اس لئے کہتے ہیں کہ روزِ محشر یہ خود بہرا بن جائے گا اور لوگوں کے جرائم و عیوب پر گواہی نہیں دے گا اور کہے گا میں تو بہرا ہوں۔ میں کوئی چیز سنتا ہی نہیں ہوں۔ اور اسے اللہ کا مہینہ اس لئے کہتے ہیں کہ اللہ کی صفت ستر پوشی کی طرح یہ بھی لوگوں کی

عیب پوشی کرتا ہے"۔ لوگوں کے ان اقوال کی کوئی اصلیت اور معقولیت نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفت ستاری (پردہ پوشی) کا اقتضا یہ نہیں کہ بہرہ پن کی خصوصیت پائی جائے۔ نعوذ باللہ من ذلک اور یہ امر بالکل واضح ہے کہ بہرا اپنے بہرے پن کی وجہ سے صرف اقوال و گفتگو سُننے سے عاجز ہوتا ہے اور بہرے پن کا عذر کر کے لوگوں کے اقوال چھپا سکتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

جامع الاصول میں صحاح ستہ کی کوئی حدیث بھی ماہِ رجب کی فضیلت کی ہمیں نہیں ملی۔ البتہ جامع کبیر میں کچھ احادیث ماہِ رجب کے فضائل اور اس ماہ کے اعمال کے فضائل کی مذکور ہیں۔ جن میں سے چند یہ ہیں۔

فضائل ماہِ رجب

ابوالفتح بن فوارس نے اپنی امالی میں حسن بصری ؒ کے حوالہ سے مرسلاً لکھا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا ہے رجب اللہ کا مہینہ ہے۔ شعبان میرا اور رمضان میرے اُمتیوں کا مہینہ ہے اور رجب وہ پُر عظمت مہینہ ہے جس میں نیکیوں کا چند در چند کئی گُنا ثواب دیا جاتا ہے جس نے اس ماہ ایک دن کا روزہ رکھا اسے سال بھر کے روزوں جیسا ثواب ملتا ہے[1]۔

امام رافعی نے سعید کی زبانی لکھا ہے کہ رجب یقیناً اللہ کا مہینہ ہے۔ اسے بہرا اس لئے کہتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت کے لوگ اس مہینہ میں جدال و قتال بند رکھتے اور اپنے ہتھیار اُٹھا رکھتے تھے لوگ اس ماہ میں امن امان سے رہتے۔ تمام راستے پُر امن ہوتے اور کوئی کسی سے خائف نہ رہتا اور اس پورے مہینہ میں امن و امان نظر آتا تھا۔

تنقید روایات فضیلت

امام بیہقی نے اپنی شعب الایمان میں حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کی زبانی تحریر کیا ہے کہ رجب وہ پُر عظمت مہینہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نیکیوں کا ثواب کئی گُنا زیادہ دیتا ہے۔ جس نے اس ماہ میں ایک دن کا روزہ رکھا تو گویا اس نے سال بھر کے روزے رکھے۔ اور جس نے اس ماہ میں سات دن کے روزے رکھے تو اس پر دوزخ کے سات دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ اور جس نے اس ماہ میں آٹھ دن روزے رکھے اس کے لئے جنت کے آٹھ دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اس ماہ دس دن کے روزے رکھنے والا اللہ سے جو مانگے گا وہ اسے اللہ تعالیٰ

---

[1] واضح ہو کہ ہمارے اوزان و پیمانہ جات کی مانند اللہ تعالیٰ ثواب کو نہیں ناپتا۔ رسول اکرم ﷺ کی موجودہ مثال ایک تمثیلی مثال ہے۔ اور تشویق ثواب کی جانب مائل کرتی ہے۔

عنایت کرے گا۔ اور جو اس ماہ پندرہ روزہ رکھے تو آسمانی منادی آواز دیتا ہے اے روزہ دار تیرے تمام گذشتہ گناہ معاف کر دیئے گئے۔ اب نیک عمل شروع کر دو جو زیادہ عمدہ عمل کرے گا اسے زیادہ ثواب دیا جائے گا۔

اور اس حدیث کی بابت یہ لکھا ہے کہ وہ روایت ہے جس کا مرفوع ہونا منکرو ناپسندیدہ ہے۔

طبرانی نے سعید بن ابی راشدی کی زبانی لکھا ہے کہ ماہ رجب میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو کشتی میں سوار کیا تو انہوں نے خود روزہ رکھا اور اپنے ساتھیوں کو روزے رکھوائے تا آنکہ چھ ماہ تک ان کی کشتی چلتی رہی اور جس دن جودی پہاڑ پر رُکی اس دن محرم کی دسویں تھی۔ جس کے شکر میں نوح اور ان کے ساتھیوں نے روزہ رکھا اور دیگر تمام جانوروں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

عاشورا ہی وہ دن ہے جس میں اللہ نے بنی اسرائیل کے لئے دریا کو پایاب کر دیا تھا۔ عاشورہ کے دن اللہ نے حضرت آدمؑ، یونسؑ کی توبہ قبول کی اور اسی دن حضرت ابراہیمؑ تولد ہوئے۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں لکھا ہے کہ ماہ رجب میں ایک دن اور ایک رات بہت ہی برتر و افضل ہے جس نے اس دن روزہ رکھا اور اس رات عبادت کی تو گویا اس نے سو سال کے روزے رکھے اور سو سال تک عبادت کی اور یہ تاریخ ۲۷/ رجب ہے اور اسی ماہ اللہ نے رسول اکرم ﷺ کو تاج نبوت سے رونق افزا فرمایا۔ نیز اس روایت کی بابت تحریر کیا کہ اسے حضرت سلیمان فارسیؓ کی زبانی منسوب کرنا منکرو ناپسندیدہ ہے۔

طبرانی نے اوسط میں اور ابن ابی شیبہ نے خرشہ بن حُر کی روایت سے لکھا ہے کہ میں نے حضرت عمر فاروق کو دیکھا ہے کہ وہ رجبی کے روزہ داروں کو پکڑ کر کھانا کھلاتے اور فرماتے یہ رجبی، رجبی کیا چیز ہے۔ سنو رجب وہ مہینہ ہے جسے ایام جاہلیت میں معظم مانا جاتا تھا۔ لیکن اسلام نے اس کی خودساختہ عظمت کو ترک کر دیا ہے۔

ابن عساکر نے ابی قلابہ کی روایت لکھی ہے کہ رجب کے روزہ داروں کے لئے جنت میں محل بنائے جاتے ہیں۔

ابن شاہین نے اپنی ترغیب میں عامر بن شبل جرمی کی یہ روایت لکھی ہے میں نے ایک آدمی سے سنا ہے جو کہتا تھا کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ کو فرماتے سنا ہے جنت

میں ایک محل ہے جس میں صرف ماہ رجب کے روزے دار داخل ہونگے۔

شیرازی نے اپنی القاب میں لکھا ہے جنت کی ایک نہر کو رجب کہتے ہیں جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے جس نے ماہ رجب میں ایک دن بھی روزہ رکھا اللہ اسے اس نہر سے سیراب کرے گا۔

امام بیہقی نے اپنی شعب الایمان میں حضرت انس ؓ کی روایت سے لکھا ہے پہلی ماہ رجب کا روزہ تین سال کے گناہوں کا کفارہ ہے اور رجب کی دوسری و تیسری تاریخ کا روزہ دو سال اور ایک سال کے گذشتہ گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔

(اسے ابومحمد خلال نے ابن عباس ؓ کی زبانی فضائل رجب میں تحریر کیا ہے)

ماہ رجب میں ایک رات ایسی ہے جس میں عبادت کرنے والے کو سو سال کی نیکیاں نصیب ہوتی ہیں۔ اور یہ ۲۷/ رجب کی شب ہے۔ جس نے اس رات بارہ رکعتیں اس ترکیب سے پڑھیں کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سبحان اللہ الحمد للہ اللہ اکبر سو مرتبہ پڑھا۔ اور بعد نماز سو مرتبہ استغفر اللہ پڑھ کر سو مرتبہ درود شریف پڑھا اور پھر دن نکلنے پر روزہ رکھا تو اللہ تعالیٰ ایسے نمازی و روزہ دار کی ہر ایک دعا سوائے دعائے معصیت و گناہ کے قبول فرماتا ہے اور ایسا شخص دنیا و آخرت کے حصول کے لے جو دعا چاہے مانگے۔

اس روایت کو امام بیہقی نے اپنی شعب الایمان میں ابان کے واسطہ انس ؓ کی زبانی مروی ہونا تحریر کر کے لکھا ہے کہ یہ پہلی والی روایت سے بھی زیادہ ضعیف ہے۔

ماہ رجب میں سرور عالم ﷺ فرماتے تھے اے اللہ! ماہ رجب و شعبان میں ہمارے لئے برکتیں نازل فرما اور ماہ رمضان ہمیں نصیب کر۔

اس کے علاوہ ابن عساکر نے مزید یہ لکھا ہے کہ شب جمعہ میں آپ ﷺ فرماتے تھے یہ درخشاں شب ہے اور جمعہ کی بابت ارشاد فرماتے یہ روشن دن ہے۔

تنزیل الشریعت میں احادیث موضوعہ کے تحت یہ حدیث لکھی ہے کہ تمام مہینوں پر ماہ رجب کی فضیلت کی مثال دیگر تمام کلام پر قرآن کریم کی برتری کی مانند ہے۔

اس روایت کو دیلمی نے انس ؓ کی زبانی لکھا ہے اس کے موضوع ہونے کا سبب نہیں لکھا نیز اس کے راویوں میں غیر معروف راوی کا نام بھی تحریر نہیں کیا۔

حافظ ابن حجر نے اپنی تبین العجب میں یہ حدیث بہ اضافہ عبارت ذیل یوں درج کی ہے۔ ماہ رجب کی فضیلت تمام دوسرے مہینوں پر ایسی ہے جیسے قرآن کریم کو تمام دیگر اذکار پر حاصل ہے۔ اور ماہ شعبان کو دوسرے مہینوں پر وہی فضیلت ہے جو رسول اکرم ﷺ کو دوسرے انبیاء پر ہے۔ اور ماہ رمضان کو دوسرے مہینوں پر افضلیت وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کو اپنے تمام بندوں پر حاصل ہے۔

حافظ ابن حجر نے تحریر کیا ہے کہ روایت مذکورہ سلفی کی ہے جس کے ثقہ راویوں میں ایک شخص ہبتہ اللہ سقطی بھی ہے جو آفت کا پرکالا ہے باقی اللہ ہی زیادہ جانتا ہے۔

یہ حدیث کہ ۲۷/ رجب کی رات عبادت اور اس دن کا روزہ سو سال کی مانند ہے اور اسی تاریخ رسول اکرم ﷺ کی بعثت ہوئی۔ اسے دیلمی نے سلمانؓ کی روایت سے لکھ کر تحریر کیا ہے کہ راویوں میں خالد بن ہیاج بھی ایک راوی ہے جو متروک قرار دیا گیا ہے۔ اور خالد بن ہیاج وہ متروک راوی ہے جو آفت کا پرکالا ہے۔

اور یہ حدیث کہ ۲۷/ رجب کو مجھے معبوث کیا گیا جس نے ستائیسویں رجب کا روزہ رکھا اور افطار کے وقت دعا مانگے تو اس کے گزشتہ بیس سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ اس کو ہناد نسفی نے اپنی فوائد میں حضرت انس کی زبانی مرفوعاً لکھ کر تحریر کیا ہے کہ اس کی اسناد منکر و ناپسندیدہ ہے۔

ابو معاذ شاہ مروزی نے اپنی جزء میں ماہ رجب کے فضائل مؤلفہ عبدالعزیز کتابی کو نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جس نے ستائیسویں رجب کا روزہ رکھا اسے اللہ (۶۰) مہینہ کے روزہ کا ثواب دے گا اور اسی تاریخ رسول اللہ ﷺ معبوث ہوئے"۔

یہ روایت اس معنی کی حد تک مناسب ہے لیکن اسے ضمرہ نے ابن شواب مطر وراق، شہر بن خوشب کے ذرائع سے ابو ہریرہؓ کی روایت سے موقوفاً ہونا تحریر کیا ہے۔ اور یہ مرفوع بھی ہے۔

جس نے ماہ رجب کی کسی رات میں شب بیداری کی اور اس کی صبح کو روزہ رکھا تو اللہ روز محشر اسے مامون و محفوظ اٹھائے گا اور یہ شخص لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر پڑھتا ہوا پل صراط پر سے بہ آسانی گزر جائے گا۔ اس حدیث کو دارمی نے جابرؓ کی زبانی اسمٰعیل بن یحییٰ تمیمی کی روایت سے بیان ہونا تحریر کیا ہے جو ضعیف ہے۔

جس نے ماہ رجب کی ایک رات شب بیداری کی اور ایک دن روزہ رکھا تو اللہ اس کے عوض میں اس کو جنت کے میوے کھلائے گا، جنت کے قیمتی لباس پہنائے گا اور جنت کی مُہر زدہ شراب نوش کرائے گا" اس حدیث کو دارمی نے حسین بن علیؓ کی زبانی حصین بن مخارق کی روایات سے ہونا تحریر کیا ہے جو مطعون ہے۔

ماہ رجب پُر حرمت مہینہ ہے اور اس کے ایام کا آسمان ششم پر اندراج ہے جب کوئی شخص ماہ رجب میں کسی دن روزہ رکھتا ہے اور اسے تقویٰ سے آراستہ کرتا ہے تو اس شخص کا روزہ اور وہ دن دونوں کہتے ہیں اے اللہ اس روزہ دار کی بخشش کر دے۔ اور اگر تقویٰ کے ساتھ روزہ نہ رکھا تو روزہ اس کے بخشش کی دعا نہیں کرتا اور یہ دونوں اس روزہ دار سے کہتے ہیں کہ تو نے اپنے نفس کو دھوکہ دیا۔

اس روایت کو ابن شاہین و دارمی نے ابو سعید کی زبانی تحریر کر کے لکھا ہے کہ اس کے راویوں میں اسمٰعیل تیمی بھی ہے جو ضعیف ہے۔

ماہ رجب وہ بہرا مہینہ ہے جو اللہ کے نزدیک بلند درجات کا حامل ہے۔ اور اسے اللہ نے اپنی ذات کے لئے خاص کر لیا ہے۔ جس نے ماہ رجب کے کسی دن حصول ایمان و ثواب کی خاطر روزہ رکھا تو یہ اللہ کی خوشنودی کا سبب ہوتا ہے۔ اور ماہ رمضان میری امت کا مہینہ ہے جس میں ان کے گناہ کالعدم کر دیئے جاتے ہیں۔ مسلمان جب روزہ رکھتا ہے اور جھوٹ نہ بول کر غیبت بھی نہیں کرتا اور پاکیزہ افطار کرتا ہے تو یہ روزہ دار اپنے گناہوں سے اس طرح پاک وصاف ہو جاتا ہے جیسے سانپ کینچلی اتار کر صاف وشفاف ہو جاتا ہے۔

یہ حدیث حاکم نے اپنی تاریخ میں ابو سعید کی زبانی لکھ کر تحریر کیا ہے کہ اس کے راویوں میں ابو ہارون عبدی اور عصام بن طلیق ہیں جو ناکارہ راوی ہیں۔ میں (عبدالحق محدث دہلویؒ) کہتا ہوں کہ ابو ہارون وہ آفت کا پرکالا راوی ہے جسے سب ہی نے جھوٹا ولپاٹیا کہا ہے اور بعض تو اسے فرعون سے بھی زیادہ جھوٹا کہتے ہیں۔

روایت ہے کہ ابو درداء سے کسی نے ماہ رجب کا روزہ رکھنے کی بابت دریافت کیا انہوں نے جواباً کہا تم نے اس ماہ کی بابت پوچھا ہے جس کی زمانہ جاہلیت والے تعظیم کرتے تھے۔ اور اسلام نے بھی اس ماہ کی عظمت برقرار رکھی ہے اور رجب کے کسی دن نفل روزہ رکھنے والے کو یہ روزہ نفع دے گا اور اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کرے گا۔

نیز دوزخ کے ایک دروازے کو تیغا لگادے گا۔اس روزے کے بدلے میں اگر زمین کے برابر سونا دیا جائے تب بھی دنیا میں اس کے ثواب کا بدلہ وعوض نہیں ہوسکتا، ہاں روزِ محشر اس کا ثواب ملے گا۔اس روزہ دار کی شام کو افطار کے وقت، دس دعائیں قبول ہوتی ہیں۔اگر کوئی دنیاوی چیز مانگے تو اللہ فوراً دیتا ہے اور اس کے لئے خیر وخوبی کا اتنا ذخیرہ کردیا جاتا ہے جتنا کہ اولیاء اللہ محبوب واصفیاء میں سے کسی نے طلب کیا ہو۔اور جو شخص رجب کے روزے رکھے تو اس کے ثواب کے ساتھ اسے مزید دس صدیقوں کے کارہائے نمایاں کے ثواب سے زیادہ انعام دیا جاتا ہے۔اور جس نے رجب کے تین روزے رکھے تو اس کو ان کے ثواب کے ساتھ بوقت افطار اس شخص سے اللہ کہتا ہے۔میرے اس بندہ کے حقوق ادا کرنا مجھ پر واجب ہوگئے اور اس کے حق میں میری محبت وولایت لازم وواجب ہوگئی ہے۔اے فرشتو میں تمہیں گواہ بنا کر کہہ رہا ہوں کہ میں نے اس کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کردیئے ہیں۔

اور جس نے ماہِ رجب میں چار روزے رکھے تو ان کے ثواب کے ساتھ اس کا حشر اس طرح ہوگا کہ اس کا چہرہ چودہویں کے چاند کی طرح کھیت کرتا ہوگا۔اور اس روزہ دار کی نیکیاں ریگستان عالج کے ریت کے ذرّوں کی تعداد کے برابر اس کے نامۂ اعمال میں لکھی جائیں گی۔نیز اس روزہ دار کو جنت میں داخل کرکے کہا جائے گا آج اللہ سے جو چاہتا ہے مانگ لے۔اور جس نے ماہِ رجب میں چھ دن روزے رکھے تو ان کے ثواب کے ساتھ اس روزہ دار کو وہ نور دیا جائے گا جس سے روزِ محشر تمام لوگ روشنی حاصل کریں گے اور آمنین کے ساتھ اس کا حشر کیا جائے گا اور پُل صراط بغیر کسی حساب کتاب کے عبور کرے گا۔والدین کی نافرمانی اور قطع رحم کرنے کے علاوہ اس کے تمام جرائم معاف کردیئے جائیں گی اور اللہ تعالیٰ مل کر اس کی پیشانی کو بوسہ دے گا اور جس نے اس ماہ سات روزے رکھے تو ان کے ثواب کے ساتھ اس روزہ دار پر دوزخ کے سات دروازے تیغا کردیئے جائیں گے۔اس پر آتشِ دوزخ حرام کردی جائے گی۔اور جنت واجب ولازم قرار دی جائے گی۔اور حکم دیا جائے گا جنت میں جہاں چاہو رہو۔اور جس نے آٹھ روزے رکھے تو ان کے ثواب کیساتھ اس روزہ دار کے نامۂ اعمال میں اعلیٰ علیین کا قیام رکھ جائے گا۔اور آمنین کے ساتھ اس کا حشر ہوگا او اس کی قبر سے نور پھوٹ پھوٹ کر نکلے گا اور اس کا چہرہ اتنا منوّر ہوگا کہ مشرق کے تمام لوگ جگمگا اٹھیں گے اور گمان کریں گے کہ یہ حضرت محمد مجتبیٰ ﷺ ہیں اور ادنیٰ سے ادنیٰ کرم الٰہی یہ ہوگا کہ بغیر حساب وکتاب یہ سیدھا جنت میں

داخل ہو جائے گا۔اور جس نے دس روزے رکھے اس کا کیا کہنا اس کو دس گنا ثواب دینے کے ساتھ اس کی برائیوں کو اچھائیوں سے تبدیل کر دیا جائے گا۔اور اللہ کے نیکو کار مقربین میں شمار کیا جائے گا۔اور اللہ کے اس بندہ کی طرح ہو جائے گا جس نے ہزار سال تک روزے رکھے،شب بیداری کی،صبر و ثابت قدمی کو اختیار کیا اور امید وار ثواب ورحم وکرم رہا اور جس نے بیس روزے رکھے تو ان کا اجر بیس گنا زیادہ ملے گا اور حضرت ابراہیم کی قبر کی مانند ایک قبہ کا مالک ہوگا اور قبیلہ ربیعہ مضر کے باشندوں کی تعداد سے زیادہ لوگوں کی شفاعت کرے گا اور جس نے ماہ رجب کے پورے تیس دن روزے رکھے تو ہر روزہ کا ثواب تیس گنا سے زیادہ ملے گا اور آسمان سے منادی ندا کرے گا۔اے ولی اللہ مبارک ہو۔اللہ کے حضور تمہارا درجہ بہت زیادہ بلند ہے۔اللہ کا دیدار کرو ،انبیاء صدیقین،شہداء وصالحین کے ساتھ نشست وبرخاست کرو اور یہ تمہارے بہترین رفیق اور ساتھی ہیں۔پھر تین مرتبہ کہا جائے گا خوش رہو خوش رہو اور جب حجاب الٰہی اُٹھا لیا جائے گا تو تمہیں انعامات سے نوازا جائے گا۔پھر جب فرشتۂ موت اس کے پاس آئے گا تو اس کو موت نہ آئے گی بلکہ حوضِ فردوس سے اسے سیراب کیا جائے گا۔اور اسے موت کی تکلیف نہ ہوگی اور اپنی قبر میں فرحاں وشاداں رہے گا۔اور حوضِ کوثر سے سیراب ہوتا رہے گا۔اور روزِ حشر اپنی قبر سے اس شان سے اُٹھے گا کہ ستر ہزار فرشتے عمدہ موتی اور یاقوت اپنی بہترین پوشاک میں زیور کے طور پر لگائے آکر اس سے کہیں گے،اے ولی اللہ! اللہ کے پاس تشریف لے چلئے۔یہ اس روزہ کا عوض ہے جس میں آپ اللہ کے لئے پیاسے رہے اور اپنے جسم کو اللہ کے لئے لاغر و کمزور کیا۔اور یہ روزہ دار جنات عدن میں داخل ہونے والوں میں سب سے پیش پیش ہوگا۔اللہ اس سے راضی اور یہ اللہ سے راضی ہوگا۔اور یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔اور ہر روزہ کے دن حسب توفیق صدقہ بھی دے تو اس کے ثواب کا اندازہ لگانا ہی مشکل ہے۔یعنی تمام مخلوق اگر جمع ہو کر اس کے ثواب کا اندازہ لگائیں جو اسے ملے گا تو یہ اندازہ لگانا قدرت وطاقتِ مخلوق سے خارج ہے۔بلکہ محصلہ ثواب کے دسویں حصہ کا بھی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔

ان تمام روایات کو ابنِ شاہین نے اپنی کتاب ترغیب میں بروایت مکحول تحریر کیا ہے۔جس کی اسناد نہایت تاریک اور نا قابلِ اعتبار ہیں۔نیز ان روایوں کے علاوہ ایک راوی داؤد بن مجر بھی ہے جو متہم وبدنام ہے۔اور ایک راوی سلیمان بن حکم ہے جس کو تمام محدثین نے ضعیف لکھا ہے اس کے علاوہ ایک راوی علاء بن کثیر بھی ہے جس کے ضعیف ہونے پر سب کا اجماع ہے۔

کے ماہ و سال

حافظ ابنِ حجر عسقلانی نے اپنی "تبیین العجب" میں لکھا ہے کہ روایات مندرجہ
بالکل موضوع اور من گھڑت ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے گھڑنے والے کو رسوا کرے۔ اللہ
کی قسم بوقتِ تحریر اس روایت کو پڑھ کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اس غلط روایت کی
پوری ذمہ داری، روسیاہ داؤد محبر اور علاء بن خالد کے سر پر ہے یہ دونوں بالکل لپاٹیئے اور
جھوٹے ہیں اور راوی مکحول وہ شخص ہے جس نے ابوداؤد کا زمانہ پایا ہی نہیں۔ اور میری
قسمت میں اللہ کی قسم یہ روایت مکحول کی نہیں ہرگز ہرگز نہیں ہے بلکہ اس سے زیادہ کسی اور
جھوٹے لپاٹیئے کی ہے۔

حضرت انس ؓ نے بیان کیا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے ماہِ رجب کے پہلے جمعہ کو
خطبہ کے دوران میں فرمایا۔ لوگو! اللہ کا ایک بزرگ مہینہ ماہِ رجب تم پر سایہ فگن ہے جو اللہ کا بہرہ
مہینہ ہے۔ اس میں نیکیاں چند در چند ملتی ہیں اس میں لوگوں کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ غم والم
دور ہو جاتے ہیں اس میں کسی مسلمان کی دعا اللہ تعالیٰ رد نہیں کرتا اس ماہ میں جو شخص نیکیاں
کرتا ہے اس کو ثواب کئی گنا زیادہ دیا جاتا ہے اور اللہ جسے چاہتا ہے چند در چند نیکیاں و ثواب
عنایت کرتا ہے۔ لوگو اس ماہ میں شب بیداری کرو، روزے رکھو۔ جس نے ماہِ رجب کے
اندر کسی دن پچاس رکعتیں اس طرح پڑھیں کہ حسب مقدور ہر رکعت میں قرآن کریم پڑھا
اللہ ایسے شخص کو بہ مراتب طاق و جفت اور انسانوں اور جانوروں کے بالوں کی تعداد کے برابر
نیکیاں عنایت فرماتا ہے۔

جس نے ماہِ رجب میں ایک روزہ رکھا اللہ نے اس کو سال بھر کے روزوں
کا ثواب دیا۔

جس نے ماہِ رجب میں اپنی زبان کو لغویات سے محفوظ رکھا تو منکر و نکیر کے سوال
کے وقت اللہ تعالیٰ خود اس شخص کو جواب تلقین کرے گا جس نے ماہِ رجب میں خیرات کی اس کی
گردن عذاب کو دوزخ کے پھندے سے چھٹکارا پائے گی۔

جس نے اس ماہ میں صلہ رحمی کی، اللہ دنیا و آخرت میں اس کے ساتھ صلہ رحمی کرے گا
اور زندگی بھر اس کے دشمنوں پر اسے فتح مند و غالب رکھے گا۔

جس نے اس ماہ کسی کی عیادت و تیمارداری کی، اللہ اپنے فرشتوں کو اس سے ملنے اور
دعائے سلامتی دینے کا حکم دیتا ہے۔

جس نے اس ماہ نمازِ جنازہ پڑھی گویا اس نے ایک مُردہ میں جان ڈالی۔ جس نے کسی مسلمان کو اس ماہ کھانا کھلایا، اس کے عوض اللہ اس کو حضرت ابراہیمؑ اور سرورِ عالم کے دستر خوان پر کھلائے گا۔

جس نے اس ماہ کسی کو پانی پلایا، اللہ اسے سربلند شربت پلائے گا۔

جس نے اس ماہ کسی مسلمان کو کپڑے پہنائے اللہ اس کو ایک ہزار عمدہ جنتی لباس زیب تن کرائے گا۔

جس نے کسی یتیم پر مہربانی کی اور محبت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کے جتنے بالوں پر ہاتھ پھیرا ہے ان کی گنتی بھر اللہ تعالیٰ اس شخص کے گناہ معاف کرتا ہے۔

جس نے اس ماہ ایک مرتبہ اپنی مغفرت کی دعا کی اللہ اس کی دعائے طلب بخشش قبول فرماتا ہے۔ جس نے ایک مرتبہ سبحان اللہ اور لا الٰہ الا اللہ پڑھا اللہ اسکا نام بکثرت ذکرِ الٰہی کرنے والے مرد و زن کی فہرست میں لکھ دیتا ہے۔ جس نے اس ماہ ایک مرتبہ قرآنِ کریم ختم کیا اس کے عوض اللہ ایک ایک تاج جو مونگے اور موتیوں سے مرصّع ہو گا اس کے والدین کو پہنائے گا۔ اور محشر کی رسوائی سے محفوظ و مامون رکھے گا۔

ابنِ عساکر نے مندرجہ بالا روایت کو منکر و ناپسندیدہ لکھا ہے اور تبیین العجب میں ان روایات کو موضوع و خودساختہ تحریر کیا ہے۔

مندرجہ بالا روایات جن کتب میں مذکور ہیں اس وقت سب کی سب میرے سامنے ہیں اور ان تمام مندرجہ بالا روایات کی بابت ان کتب احادیث میں تحریر ہے کہ ان میں سے کوئی بھی صحیح نہیں بلکہ ہر ایک ضعیف ہے۔ نیز یہ سب کی سب خودساختہ ہیں اور حقیقتِ حال اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

نمازِ شبِ رغائب

ماہِ رجب کی پہلی شب جمعہ کو لوگ "لیلۃ الرغائب" (شبِ اشتیاق) کہتے ہیں مشائخ کے نزدیک اس رات میں خاص ترکیبوں سے ایک نماز پڑھی جاتی ہے۔ محدثین نے بختی سے انکار کیا ہے۔ علامہ محی الدین امام نووی نے لکھا ہے کہ الرغائب اور ماہِ شعبان کی پندرھویں شب کی مخصوص نماز یہ دونوں نمازیں سنّت نہیں بلکہ مذموم بدعت ہیں۔ ابوطالب مکّی کے قوت القلوب اور امام غزالی کی احیاء العلوم یہ دونوں کتابیں اس مسئلہ کی حد تک قابلِ التفات نہیں

چونکہ ان دونوں کتابوں میں مندرجہ بالا نمازوں کے جواب کی بابت جو احادیث لکھی ہیں وہ خود ساختہ اور موضوع احادیث ہیں اس لئے یہ قابلِ اعتناء نہیں ہیں۔

امام عبدالعزیز ابن عبدالسلام نے ان دونوں نمازوں کے غیر مسنونہ ہونے پر ایک نہایت نفیس کتاب لکھی ہے۔ جس میں نہایت عمدگی سے مندرجہ بالا نمازوں کے سنت ہونے کی تردید کی ہے۔ نیز امام مذکور نے اپنے فتاویٰ میں ان دونوں نمازوں کے رواج کی مذمت کرتے ہوئے ان کے مسنون ہونے کا انکار کیا ہے۔ اور تحریر کیا ہے کہ انہیں ترک کرنا ان سے پہلوتہی کرنا مناسب ہے اور اولی الامر، حاکمِ وقت پر لازم ہے کہ ان نماز پڑھنے والوں کو روکیں۔ کیونکہ وہ حاکمِ وقت ہیں اور ہر ایک حاکمِ وقت سے اس کی رعایا کے اعمال کی روزِ محشر اللہ تعالیٰ باز پرس کرے گا۔

بعض علماء نے ان نمازوں کے بطلان اور ایسے نمازیوں کی غائب دماغی پر اکثر کتابیں لکھی ہیں۔

شیخ شہاب الدین احمد ابن حجر مکی ہیثمی کا بیان ہے کہ ہمارا اور فرقہ مالکیہ، دوسرے آئمہ، اکثر علماء حجاز وفقہاء مدینہ کا مسلک یہ ہے کہ ہم یہ نماز لیلۃ الرغائب نہیں پڑھتے علاوہ ازیں شیخ شہاب الدین احمد ابن حجر مکی نے اس مضمون پر ایک کتاب لکھی ہے۔ جس میں یہ حدیث نقل کی ہے جس نے ۲۷ رجب کو شب بیداری کی اور اس میں بارہ رکعتیں مع ترکیب مقررہ پڑھیں اور صبح کو روزہ رکھا اور یہ وہ رات ہے۔ جس میں رسولِ اکرم ﷺ مبعوث ہوئے یہ حدیث نقل کر کے اس کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ حدیث نہیں بلکہ خود ساختہ روایت ہے اس حدیث کو مختلف الفاظ کے ساتھ ان راویوں نے بیان کیا ہے۔ جن پر جھوٹے ہونے کا الزام عائد ہے۔

اور یہ احادیث کہ رجب اللہ کا مہینہ ہے، یا ماہِ رجب میں مغفرت ہوتی ہے یا رجب کا روزہ عام گزشتہ گناہوں کو معاف کرا دیتا ہے۔ یہ سب خود ساختہ اور جھوٹی ہدایتیں ہیں۔ نیز اس کتاب میں ان تمام نمازوں کو تحریر کیا ہے جو سنت نہیں بلکہ سراسر بدعت و ناپسندیدہ ہیں اور عوام کے خیالِ باطل کی باگیں راست کرتے ہوئے لکھا ہے صحیح حدیث وہ ہے جسے رسول اکرم ﷺ نے بیان کیا اور وہ ثقہ راویوں کے ذریعہ ثابت ہو، اگر کوئی غلط، مذموم اور جھوٹا راوی درمیان میں آگیا تو ان باطل راویوں کا قاعدہ ہی یہ ہے کہ وہ کسی اثر کے تحت اصل حدیث میں کتربیونت کرتے اور من گھڑت بیان کرتے ہیں۔

اس لئے کسی شب یا جمعہ کو بیداری کے لئے خاص کرنا اور کسی دن یا کسی جمعہ کو خاص کر کے روزہ رکھنا یا ایسی باتیں کرنا جو مخالفِ سنّت ہوں کیسے باعثِ فضیلت ہو سکتی ہیں؟ اور باقی اللہ ہی زیادہ جانتا ہے۔

تنقید شیخ

اب بندۂ ضعیف (شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ) کی اللہ تعالیٰ اصلاح حال کرے اور ہر قول و فعل و خیال کو نیکی و خوبی پر گامزن کرے۔

عرض پرداز ہے کہ محدثین متذکرہ نے احادیث نقل کر کے اس کی اسناد ان طریقوں سے بیان کی اور ان کے راویوں پر اپنی مطمحِ نظر سے تنقید کی۔ اور تعجب یہ ہے کہ اپنے بیان میں بے انتہا مبالغہ سے کام لیا۔ ان محدثین کو زیبا تو یہی تھا کہ جس روایت کو یہ نہ سمجھ سکے تھے اس کی بابت یہ کہہ دیتے کہ یہ ہمارے نزدیک درست نظر نہیں آتی اور سب سے زیادہ شیخ محی الدین امام نووی پر تعجب ہے کہ فقہی مسائل میں عدل و انصاف کی راہ پر گامزن ہوتے ہوئے حنفیوں کے بغض و عناد نہ رکھتے ہوئے آداب سلوک سے بھی واقف ہیں۔ ان کو زیبا نہ تھا کہ شوافع کی مانند بغض و عناد کے پیشِ نظر روایاتِ حنیف کو باطل کہتے اور امام نووی وہ شخصیت تھے جو مشائخ عظام اور علماء کرام سے نسبت بھی رکھتے تھے۔ افسوس صد افسوس۔

مؤلف جامع الاصول نے اپنی کتاب میں، تالیف رزین میں سے ایک حدیث نقل کی ہے۔ جامع الاصول وہ کتاب ہے جس میں بہ قیامِ عنوانات، صحاح ستہ کی احادیث نقل کی گئی ہیں۔ اور جس عنوان کے تحت انہیں صحاح ستہ ہی سے اپنے مطلب کی حدیث نہ ملی تالیف رزین وغیرہ میں سے اخذ کی۔ اور متعلقہ عنوان کے باب کو مکمل کیا۔ چنانچہ جامع الاصول میں یہ حدیث نقل کی گئی ہے۔ انسؓ نے رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث بیان کی ہے رسول اللہ ﷺ نے نماز شب رغائب کا تذکرہ کیا ہے اور یہ ماہِ رجب کی پہلی شب جمعہ ہے۔ مغرب و عشاء کے درمیان یہ نماز پڑھی جاتی ہے۔ جس میں بارہ رکعتیں چھ سلام کے ساتھ اس طرح پڑھتے ہیں کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد تین مرتبہ سورۂ القدر اور بارہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھتے ہیں اور سلام پھیرنے کے بعد اللھم صلّ علیٰ محمّدن النبی الامیّ وعلیٰ اٰلہٖ۔ ستر بار پڑھ کر سجدہ میں جاتے ہیں اور سجدہ کی حالت میں سبّوحٌ قدّوس ربّ الملآئکۃ و الرّوح پڑھتے ہیں پھر سر اُٹھا کر یہ دعا مانگتے ہیں۔ ترجمہ دعا:

اے اللہ ہمارے گناہ معاف کردے ہم پر رحم کر اور ہمارے متعلق تو جو کچھ جانتا ہے اس سے درگذر کر۔ کیونکہ تو ہی برتر و بزرگ ہے۔ اور دوسری ایک روایت میں ہے کہ مندرجہ بالا دعا کے بجائے (ستر) مرتبہ اعز الاکرم پڑھتے ہیں پھر دوسرا سجدہ کر کے پہلے کی طرح پڑھتے ہیں اور آخری سجدہ میں حسب خواہش دعا کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اس دعا کو رد نہیں کرتا۔

اتنا لکھنے کے بعد مؤلف جامع الاصول نے لکھا ہے کہ یہ حدیث چونکہ مجھے صحاح ستہ میں نہیں ملی اس لئے میں نے رزین سے نقل کی ہے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ یہ روایت حدیث مطعون فیہ ہے۔ اور اس کے کئی راوی جھوٹ سے مہتم ہیں۔ اسکے علاوہ کتاب بہجۃ الاسرار میں نمازِ شبِ رغائب پڑھنے کا جواز سیدنا قطب ربانی غوث صمدانی شیخ محی الدین عبد القادر جیلانیؒ کے بیان میں درج ہے جس میں مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ شب رغائب میں چند شیوخ جمع ہوئے۔ جن میں شیخ عبد الوہاب اور شیخ عبد الرزاق بھی تھے۔ اور ان دونوں کا بیان ہے کہ شیخ بقا ابن بسطو جمعہ کے دن بتاریخ ۵ رجب ۵۴۳ھ والد بزرگوار حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کے مدرسہ میں آئے اور کہا آپ لوگوں نے آج میرے صبح سویرے آنے کا سبب کیوں نہیں پوچھا؟ واقعہ یہ ہے کہ گزشتہ شب میں نے وہ نور دیکھا جس نے دنیا کو روشن کر دیا۔ اور مشرق و مغرب میں پھیل گیا۔ اور مجھے اللہ تعالیٰ کے اسرار و رموز دکھائی دیئے بعض تو اس سے متصل تھے اور بعض میں کوئی چیز مانع اتصال نہ تھی۔ اور متصلہ اسرار و رموز کا نور چند در چند زیادہ تھا۔ پھر میں نے اس متصلہ نور کا سرچشمہ تلاش کیا۔ تو معلوم ہوا کہ وہ نور حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ سے صادر ہو رہا تھا۔ پھر میں نے اس حقیقت کو دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ آپؒ کو نور کا شہود تھا جو آپؒ کے قلب کے نور کے مقابل تھا۔ اور یہ دونوں نور باہم مل رہے تھے جن کی روشنی آپ کے آئینہ حال پر آ رہی تھی۔ اور آپ سے جو نورانی کرنیں پھوٹ رہی تھیں وہ مشرق و مغرب کو منور کر کے پورے عالم کو جگمگا رہی تھیں۔ اور آسمان سے ایک ایک فرشتہ آکر آپؒ سے مصافحہ کرتا تھا۔ یہ سُن کر ہم دونوں (یعنی شیخ عبد الوہاب اور شیخ عبد الرزاق) نے ان شیخ بقا ابن بسطو سے پوچھا کیا گزشتہ رات آپ نے نماز رغائب پڑھی تھی تو انہوں نے یہ اشعار پڑھے۔

رات نمازِ رغائب میں، میں نے اپنے محبوبوں کا دیدار کیا ان محبوب کے چہرہ سے وہ جمالی روشنی نکل رہی تھی جس نے عالم کی ہر چیز کو منور کر دیا تھا۔ اور جس نے حقوق محبت پوری طرح ادا نہیں کئے تو انہوں نے واجب ہی ادا نہیں کیا۔

علاوہ ازیں مشائخ عظام کے نزدیک اس کیفیت کا نام ہی شاہد و مشہود ہے۔ اور نماز شب رغائب کے بے انتہا ثواب ہیں[1]۔

کتاب تنزیہہ الشریعت میں احادیثِ موضوعہ کے تحت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی زبانی یہ روایت مذکور ہے کہ ماہِ رجب اللہ کا شعبان میرا اور رمضان میری اُمت کا مہینہ ہے یہ سماعت کرتے ہوئے کسی نے کہا "ماہِ رجب اللہ کا ہے" اس ارشادِ عالی کا مفہوم کیا ہے؟ فرمایا یہ مہینہ مغفرت کے لئے مخصوص ہے۔ (تا ختم حدیث)

اسی کتاب میں یہ حدیث بھی مرقوم ہے کہ رجب کی پہلی شب جمعہ سے غفلت نہ برتو کیونکہ فرشتے اس شب کو "لیلۃ الرغائب" (شبِ اشتیاق) کہتے ہیں۔

اسی کتاب میں یہ بھی ہے کہ ماہِ رجب میں جمعرات کو جو شخص روزہ رکھے اور اسی دن شام کو مغرب و عشاء کے درمیان یعنی شب جمعہ کو بارہ رکعات پڑھے (تا ختم حدیث بہ ترکیب نماز) یہ روایت لکھ کر آخر میں تحریر کیا ہے کہ اس میں ایک راوی علی بن عبد اللہ بھی ہے۔ اور ابنِ جوزی نے لکھا ہے کہ بعض محدثین نے اسے جھوٹا اور بدنام کہا ہے۔ اور ہم نے یہ سُنا ہے کہ اسکے راوی مجہول ہیں۔ اس پر میں نے تفتیش کی تو دوسری کتابوں میں اس راوی کا نام تک نہیں پایا بلکہ ان کتابوں میں مذکور ہے کہ متذکرہ راوی علی بن عبد اللہ شاید اس روایت کے راویوں کی روایت کے زمانہ تک پیدا نہیں ہوا۔

حافظ عراقی نے اپنی امالی میں لکھا ہے "حافظ ابو الفضل محمد بن ناصر سلامی نے تساہل سے کام لے کر اسے امالی ابن حصین کی چودھویں مجلس میں تحریر کیا ہے۔ اور آخر میں لکھا ہے رجب کی نوچندی میں نماز کی حدیث حسن و غریب ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے۔ "جس نے یکم ماہ رجب کو بعد نماز مغرب

---

[1] سیدنا محدث دہلوی" کو حضرت عبد القادر گیلانی سے بے پناہ عقیدت ہے اور اسی ارادت میں شیخ کے خصوصی حالات تحریر فرماتے ہیں۔ مسئلہ شرعی یہ ہے کہ مقالات اور واردات عام مسلمانوں کے لئے واجب الاتباع نہیں ہیں۔ ورنہ عین ممکن ہے کہ پیروکار ایسی حرکات کرنے لگے جو شریعتِ اسلامیہ کے خلاف ہو جس کا اثر اسی فاعل اور بیان کنندہ کے سر پر بحیثیت جرم عائد ہوتا ہے۔ اور چونکہ حضرت محدث دہلوی عالم باعمل اور شہودی مسلک کے مالک تھے اور ان کے اقوال کے مطالب ہم لوگ نہیں سمجھ سکتے اس لئے بہتر طریقہ کار یہی ہے کہ وہ کام کریں جو سیرتِ پاک سے ثابت ہو۔ نماز شب رغائب اور اسی طرح کی دوسری نمازوں اور روزوں کا حدیث سے ثبوت نہیں اس لئے ان کو مخصوص نہ کیا جائے اور بدعات سے پرہیز کرنا ہی افراط و تفریط سے بچنا ہے۔ ہم حضرت شیخ سے بدعقیدہ نہیں بے انتہا احترام کرتے اور ان کے ارادت مند ہیں۔ ۱۲

(۲۰) رکعات پڑھیں (تا ختم حدیث) تو اس نماز کے ثواب کا اثر یہ ہے کہ بغیر حساب وکتاب اور بغیر کسی دغدغہ کے بجلی کی مانند یہ شخص پل صراط سے گذر جائے گا۔ (جوزقانی نے بھی یہی تحریر کیا ہے) اور اس میں کئی راوی مجہول ہیں۔

ابن جوزی نے یہ حدیث لکھی ہے کہ ماہ رجب میں جس نے روزہ رکھا اور دو رکعات نماز اس طرح پڑھیں کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی اور دوسری رکعت میں سو مرتبہ سورہ اخلاص پڑھی تو جب تک وہ بہ حین حیات جنت میں اپنا مقام نہ دیکھ لے اس وقت تک اس کی روح پرواز نہ ہوگی" اس حدیث کے آخر میں اپنی رائے لکھی ہے کہ اس میں راوی مجہول اور متروک ہیں۔

ابن حجر نے یہ حدیث قلمبند کی ہے۔ رجب کی ستائیسویں شب کو جس نے بارہ رکعات پڑھنے کے بعد اس نے بیٹھے بیٹھے ہی سات مرتبہ سورۃ فاتحہ پڑھ کر چار مرتبہ سبحان اللہ والحمد للہ و لا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم ؕ: پڑھا اور دوسرے دن یعنی ۲۸ رجب کو روزہ رکھا تو اللہ تعالیٰ اس کے ساٹھ سال کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ اور یہ وہ شب ہے جس میں اللہ نے سرور عالم ﷺ کو مبعوث فرمایا اور تاج نبوت پہنایا۔ پھر اس حدیث کے آخر میں لکھا ہے کہ اس حدیث کو ابن جوزی نے موضوعات میں لکھا ہے حالانکہ میری (شیخ عبدالحق محدث دہلوی) کی تحقیق یہ ہے کہ ابن جوزی کی موضوعات میں یہ حدیث پائی نہیں گئی۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ کسی خاص طباعت میں ہو۔

حافظ ابن حجر مکی نے لکھا ہے "ہمیں حضرت انس ؓ کی زبانی مرفوعاً یہ حدیث دستیاب ہوئی کہ ۲۷ رجب کو اعمال وعبادت کرنے والے کے نام سو سال کی عبادت کا ثواب لکھا جاتا ہے اور جس نے اس شب میں بارہ رکعات اس طرح پڑھیں کہ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد کوئی سورۃ پڑھی اور ہر دوسری رکعت کے آخر میں تشہد پڑھ کر سلام پھیرا اور بارہ رکعات پڑھنے کے بعد سبحان اللہ والحمد للہ و لاالہ الا اللہ واللہ اَکْبَرُ : سو مرتبہ استغفر اللہ سو مرتبہ اور درود شریف سو مرتبہ پڑھ کے اپنے دنیاوی امور کی تکمیل کے لئے دعا مانگی اور پھر صبح کو روزہ رکھا تو اللہ اس کی تمام دعائیں قبول کرے گا۔ بجز کسی خواہشِ جرم کے (اسے بیہقی نے لکھ کر آخر میں لکھا ہے کہ اس میں دو راوی بدنام ہیں)۔

شب معراج

ممالک عربیہ میں مشہور ہے کہ رسول اکرم ﷺ کو بتاریخ ۲۷ رجب معراج شریف ہوئی اور اسی زمانہ میں سرزمین عرب کے باشندے رجبی مناتے ہیں جس کی صورت یہ ہے کہ صحرا اور وادیوں کے دور دراز مقامات سے لوگ جوق در جوق رسول اکرم ﷺ کی زیارت کے لئے مدینہ طیبہ میں حاضری دیتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ۲۷ رجب تاریخ معراج شریف صحیح نہیں ہے اور اکثر لوگ کہتے ہیں کہ بعثت کے بارہویں سال ماہ رمضان یا ماہ ربیع الاول کی سترھویں تاریخ کو معراج شریف ہوئی۔ اور یہی اکثر محدثین کے نزدیک صحیح ہے۔

اور یہ جو مشہور ہے کہ پندرہویں رجب کی خاص طور پر عظمت کی جائے اس میں بکثرت نماز پڑھی جائے اور اس دن روزہ رکھا جائے۔ پندرہویں اور پچیسویں رجب کو یوم استفتاح یعنی روز قبولیت دعا کہتے ہیں۔ اور اس دن روزہ رکھنے کو مریم کا روزہ کہتے ہیں، عوام کی ان مشہور روایات کو میں (عبدالحق محدث دہلویؒ) نے حدیث کی کسی کتاب میں نہیں دیکھا۔ اس کے ثبوت وجواز یا انکار وتردید کی کوئی حدیث مجھے نہیں ملی۔ اور باقی اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جانتا ہے۔

رجبی میں قربانی

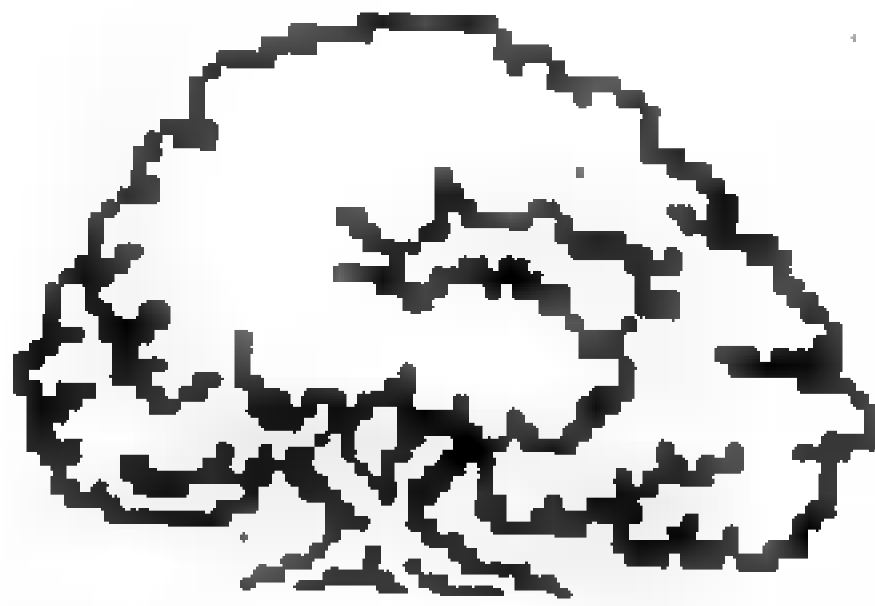
اسلام کے ابتدائی زمانہ میں بہ اقوال جمہور جو چیزیں منسوخ کی گئیں ان میں سے "عتیرۃ" بھی ہے عتیرۃ ایک بکری کو کہتے ہیں جو ماہ رجب میں بزمانہ ابتداء اسلام ذبح کی جاتی تھی۔

جمہور علماء کا قول ہے کہ بزمانہ ابتداء اسلام میں اسی رجبی کی قربانی کو منسوخ کردیا گیا ہے۔

طیبی نے لکھا ہے کہ ابن سیرین ماہ رجب میں عتیرۃ (بکری) کی قربانی کیا کرتے تھے۔ اور رجب میں کسی بکری کی قربانی نہیں کی جاتی اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ رجبی میں قربانی کے احکام منسوخ ہوچکے ہیں۔ باقی اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

بخاری ومسلم میں حضرت ابوہریرہؓ کی زبانی مذکور ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا فرع اور عتیرۃ کوئی چیز نہیں۔ پھر حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ فرع کے معنی ہیں اونٹنی کا وہ پہلا بچہ جو مشرک اپنے بتوں کے نام پر (چڑھاوے کے طور پر بھینٹ چڑھانے کے لئے) کاٹتے تھے۔ اور عتیرہ وہ بکری ہے جو ماہ رجب میں رجبی کے طور پر ذبح کرتے تھے۔

ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے یہ حدیث لکھی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے میدان عرفات میں فرمایا۔ لوگو! اچھی طرح سن لو کہ ہر گھر والے پر ہر سال قربانی اور عتیرہ لازم ہے اور تم جانتے ہو۔ اس حدیث کے آخر میں ترمذی نے لکھا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے اور اس کی اسناد ضعیف ہے۔ اور ابوداؤد میں تحریر ہے کہ عتیرہ وہ بکری کا ذبیحہ ہے جو پہلے بتوں کے نام پر کاٹتے تھے۔ اور اب ماہ رجب میں عتیرہ کے احکام منسوخ ہو چکے ہیں اور حدیث شریف میں عتیرہ سے مراد رجب میں قربانی کرنا ہے۔



شعبان

لغت قاموس میں ہے کہ شعبان ایک مشہور مہینہ ہے۔ شعبان کی جمع شعبانات اور شعابین وشعبانیین آتی ہے۔ یہ باب تفعّل تشعّب سے ہے اور اس کے معنی ہیں تفرق پھیلانا اور شاخ درشاخ ہونا۔

رافع نے حضرت انس ؓ کی زبانی لکھا ہے حدیث میں ہے کہ اس ماہ کا نام شعبان اس لئے رکھا گیا ہے کہ روزہ کو اس ماہ میں شاخ درشاخ برابر بڑھتی رہنے والی خیر وخوبی میسر آتی ہے۔ تا آنکہ روزہ دار جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔

ماہ شعبان کے مضامین کو تین مقالوں پر تقسیم کیا جاتا ہے۔

پہلا مقالہ

بلحاظ احادیث صحاح ستہ فضیلت ماہ شعبان اور بغیر تخصیص پندرھویں شب کے روزے کی فضیلت۔

ماہ رجب ورمضان کے درمیانی مہینہ شعبان سے لوگ غفلت برتتے ہیں حالانکہ اس ماہ میں بندوں کے اعمال کا زیادہ ثواب دیا جاتا ہے۔ اور بارگاہِ الٰہی میں پیش ہوتے ہیں۔ مجھے یہ امر زیادہ پسند ہے کہ میرے اعمال بارگاہِ الٰہی میں اس طرح پیش ہوں کہ میں روزہ دار ہوں۔

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی اپنی شعب الایمان میں حضرت اسامہ ؓ کی زبانی تحریر کیا ہے۔

شعبان میرا اور رمضان اللہ کا مہینہ ہے۔ اسے دیلمی نے بھی اپنی کتاب فردوس الاخبار میں حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کی زبانی تحریر کیا ہے۔

حضرت انس ؓ کا بیان ہے کہ ماہ رجب کی آمد پر سرور عالم ﷺ فرماتے تھے اے اللہ رجب وشعبان ہمارے لئے مبارک کر اور برکتیں نازل فرما اور رمضان ہمیں نصیب کر۔

اسے ابن عساکر و ابن نجار نے بھی تحریر کیا ہے۔

بخاری، مسلم، ابوداؤد، وموطاء میں حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کی تحریر ہے کہ رسول اکرم ﷺ روزے رکھتے تو ہمیں خیال ہوتا کہ اب کبھی افطار نہ کریں گے اور روزے نہ رکھتے تو

خیال آتا کہ اب کبھی روزے نہ رکھیں گے۔ یعنی گاہے آپ ﷺ مسلسل روزے رکھتے اور گاہے عرصہ تک روزے نہ رکھتے اور میں نے رسول اکرم ﷺ کو ماہ شعبان کے سوائے کسی دوسرے مہینے کے پورے روزے رکھتے کبھی نہیں دیکھا۔ البتہ دوسرے مہینوں کی بہ نسبت ماہ شعبان میں زیادہ تعداد میں روزے رکھتے تھے۔

مسلم ونسائی میں ابی سلمہؓ کی زبانی درج ہے کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے رسول اکرم ﷺ کے روزوں کے بارے میں دریافت کیا، آپؓ نے فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ چند دن کے علاوہ باقی ماندہ پورے ماہ شعبان کے روزے رکھتے تھے۔

ترمذی میں یہ حدیث بھی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا دوسرے مہینوں کی بہ نسبت رسول اکرم ﷺ ماہ شعبان میں زیادہ دنوں تک روزے رکھتے تھے۔ گویا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ ﷺ نے پورے شعبان کے روزے رکھے ہوں۔

ابوداؤد نے ایک روایت حضرت عائشہ صدیقہؓ کی زبانی یہ لکھی ہے کہ رسول اکرم ﷺ کو دوسرے مہینوں کی بہ نسبت شعبان کے روزے بہت محبوب تھے تا آنکہ ماہ رمضان تک روزے رکھتے تھے۔

نسائی نے بھی ترمذی وابوداؤد کی یہ روایت نقل کی ہے۔ علاوہ ازیں نسائی میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی زبانی مرقوم ہے کہ سرور عالم ﷺ گاہے مسلسل روزے رکھتے اور گاہے عرصہ تک روزے نہ رکھتے۔ آپ ﷺ شعبان میں قدرے کم اور کبھی زیادہ دن تک روزے رکھتے تھے۔ اور ایک روایت یہ لکھی ہے کہ آپ ﷺ چند دن کم باقی ماندہ ایام ماہ شعبان کے پورے روزے رکھتے تھے۔ اور ایک روایت یہ لکھی ہے کہ آپ ﷺ پورے ماہ شعبان کے روزے رکھتے تھے۔

بخاری ومسلم میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی زبانی مرقوم ہے۔ رسول اکرم ﷺ دیگر مہینوں کی بہ نسبت ماہ شعبان کے پورے روزے رکھتے تھے اور فرماتے تھے اپنی طاقت کے موافق اعمال صالحہ کرتے رہو اور بلاشبہ اللہ نہیں تھکتا۔ بلکہ تم لوگ تھک جاتے ہو۔ (تاختم حدیث) اور ابوہریرہؓ کی زبانی بھی یہی حدیث مروی ہے۔

ابوداؤد میں ابوہریرہؓ کی زبانی تحریر ہے کہ رسول اکرم ﷺ چند دن کم ماہ شعبان کے اتنے روزے رکھتے گویا پورے ماہ شعبان آپ ﷺ کا روزہ دار ہونا معلوم ہوتا تھا۔

ترمذی نے حضرت اُم سلمہؓ کی زبانی لکھا ہے کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو دو ماہ کے پے درپے روزے رکھتے ہوئے صرف شعبان ورمضان میں دیکھا ہے۔

ابوداؤد میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ سال میں کسی ماہ کے پورے روزے نہیں رکھتے البتہ ماہ شعبان کے پورے روزے رکھتے تھے تا آنکہ رمضان کے روزوں سے ملا دیتے تھے۔

نسائی نے متذکرہ دونوں احادیث لکھی ہیں اور دوسری روایت کو بطور خاص لکھا ہے۔

نسائی نے حضرت اسامہؓ کی زبانی لکھا ہے میں اسامہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ میں نے آپ ﷺ کو دوسرے مہینوں کی بہ نسبت ماہ شعبان میں زیادہ روزے رکھتے ہوئے دیکھا ہے یہ کیا بات ہے! ارشاد عالی ہوا۔ یہ وہ مہینہ ہے۔ جس سے لوگ عام طور پر غفلت برتتے ہیں۔ یہ مہینہ رجب اور رمضان کے درمیان ہے اور یہ وہ مہینہ ہے جس میں لوگوں کے اعمال بارگاہِ الٰہی میں بالراست پیش ہوتے ہیں۔ ان امور کے پیش نظر میری خواہش ہے کہ میرے اعمال بارگاہِ الٰہی میں اس صورت میں پیش ہوں کہ میں روزہ دار ہوں۔

دیگر احادیث فضیلت مندرجہ جامع کبیر

۲۔ صحاح ستہ کے علاوہ دیگر احادیث جو جامع کبیر میں درج اور شیخ الاسلام امام وقت عارف باللہ ابوالحسن بکریؒ نے بیان کی ہیں حسب ذیل ہیں۔

شعبان وہ مہینہ ہے جو رجب و رمضان کے درمیان ہے اور لوگ اس سے غفلت برتتے ہیں۔ حالانکہ اس ماہ کے اعمال بالراستِ بارگاہِ الٰہیٰ میں پیش ہوتے ہیں اور مجھے یہ امر زیادہ پسند ہے کہ میرے اعمال اس صورت میں پیش ہوں کہ میں روزہ دار ہوں'' اس حدیث کو بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے۔

عطاء بن یسار کی زبانی بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ سب مہینوں سے زیادہ ماہ شعبان میں روزے رکھتے تھے اس کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ اس سال میں مرنے والوں کی مدت وا وقات بھی اسی مہینہ میں تحریر کیے جاتے ہیں۔

حضرت اسامہؓ کی زبانی مروی ہے کہ شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان اللہ کا۔ (دیلمی نے بھی اپنی مسند الفردوس میں یہ حدیث لکھی ہے)۔

حضرت عائشہؓ کی زبانی مروی ہے کہ کسی عورت نے کہا وہ رجب کا روزہ رکھتی ہے تو میں نے کہا اگر تم روزہ رکھنا ہی چاہتی ہو تو ماہ شعبان میں روزے رکھو کیونکہ اس میں بڑی

فضیلت ہے۔ (اسے ابن زنجویہ نے بھی لکھا ہے) نیز حضرت صدیقہؓ کی زبانی یہ بھی لکھا ہے کہ دوسرے مہینوں کی بہ نسبت رسول اکرم ﷺ ماہ شعبان میں بکثرت روزے رکھتے تھے اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس سال مرنے والوں کا نام مُردوں کی فہرست میں اسی ماہ لکھا جاتا ہے۔ اور ہر ایک بات یہاں تک لکھی جاتی ہے کہ فلاں شخص جو شادی کرے گا وہ یا فلاں شخص جو حج کرے گا اوران کے نام اس سال مرنے والوں کی فہرست میں لکھے جاتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کی زبانی مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ پورے شعبان روزہ دار رہتے تھے ایک مرتبہ میری دریافت پر آپ ﷺ نے فرمایا ایک سال میں مرنے والوں کے نام اللہ تعالیٰ ماہ شعبان میں تحریر کردیتا ہے اور میری دلی خواہش یہ ہے کہ میری مدت حیات ظاہری اس ماہ میں اس صورت سے لکھی جائے کہ میں روزہ دار ہوں" آپ ﷺ کے اپنی بات کا مطلب یہ ہے کہ میرے روزہ دار ہونے کی حالت میں میری مدت حیات ظاہری کی کتابت فرمادی جائے اور اسی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ ہر ایک کو اس کی لکھی ہوئی موت وقت مقررہ پر آتی ہے۔ اور ہر ایک خاتمہ بالخیر کا امیدوار ہے اسی لئے عبادت کے منجملہ روزہ بہترین عبادت ہے۔

اس روایت کو امام وقت شیخ ابوالحسن بکریؒ نے بھی بیان کیا صحاح ستہ و جامع کبیر کی احادیث کے علاوہ امام وقت شیخ ابوالحسن بکریؒ نے حسب ذیل احادیث لکھی ہیں۔ اور روایت متذکرہ بالا کو صحیح لکھتے ہوئے تحریر کیا ہے اس پر یہ روایت ثبوت و دلیل صحت ہے جو حضرت عائشہ صدیقہ ؓ نے بیان کی ہے کہ رسول اکرم ﷺ پورے شعبان کے روزے رکھتے اور ماہ رمضان سے ملادتے تھے۔ اور دوسرے مہینوں کی بہ نسبت ماہ رمضان کے پورے روزے رکھتے تھے۔ میں نے ایک دن کہا یارسول اللہ ﷺ ماہ شعبان کے روزے آپ ﷺ کو کیوں زیادہ پسند ہیں ؟ ارشاد عالی ہوا۔ سال بھر میں مرنے والوں کے نام اسی ماہ شعبان میں لکھے جاتے ہیں۔ اس لئے میری دلی خواہش ہے کہ اس ماہ میں جس وقت میری مدت حیات ظاہری لکھی جائے تو میں روزہ دار ہوں اور عمل صالح میں مشغول ہوں۔

نیز حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کی زبانی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جن لوگوں کی روحیں قبض کرنا ہوتی ہیں انکے نام کی فہرست اسی ماہ شعبان میں ملک الموت کو دی جاتی ہے۔ اور میری دلی خواہش ہے کہ میرا نام اس حالت میں درج فہرست کیا جائے کہ میں روزہ دار ہوں۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ مرنے والوں کو ناموں کی فہرست پندرہویں شعبان کی رات کو تیار کی جاتی ہے۔ آپ ﷺ کی اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ چونکہ رات کے وقت بظاہر روزہ نہیں ہوتا اس لئے روزہ دار رہنے کا مطلب یہ ہے کہ بوقت کتابت شب اللہ تعالیٰ روزہ کی برکت کو جاری رکھے اور یہ بھی مطلب ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دن کے وقت مرنے والوں کی فہرست بناتا ہے اور رات کے وقت وہ فہرست ملک الموت کے حوالہ کر دیتا ہے۔ اس کا ثبوت دوسری احادیث سے بھی ملتا ہے اور اس روایت کو ابن ابی دنیا نے بھی تحریر کیا ہے۔

عطاء بن یسار کا بیان ہے شعبان کی پندرہویں شب میں ملک الموت کو ایک فہرست دے کر اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ جن لوگوں کے نام اس میں لکھے ہیں ان کی روح اس سال وقت مقررہ پر قبض کرنا۔ اور شعبان کی پندرہویں شب کے وقت لوگوں کے حالات متفرق ہوئے ہیں کوئی فرش فروش کرتا ہے۔ کوئی باغوں کے درخت لگانے کی فکر میں ہوتا ہے۔ کوئی نکاح کرتا ہوتا اور کوئی شادی کی تیاری میں مصروف ہوتا ہے۔ اور کوئی محلات بنواتا ہوتا ہے۔ لوگوں کی مشغولیات کے وقت دوسری طرف اللہ تعالیٰ ان کی موت کا دن تاریخ لکھتا ہوتا ہے۔

دیلمی نے ابو ہریرہؓ کی زبانی لکھی ہے کہ ایک شعبان سے دوسرے شعبان تک مدت حیات ظاہری منقطع کرنے کا وقت و دن لکھا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ یہ بھی لکھا جاتا ہے کہ ان کے مرنے والوں میں سے فلاں فلاں شخص کی فلاں وقت شادی ہوگی اور فلاں وقت یہ مرنے والا بچہ پیدا ہوگا۔

عثمان بن مغیرہ اخنس ؓ کی زبانی بھی اس قسم کی روایت شیخ ابوالحسن بکری نے تحریر کی ہے۔

دوسرا مقالہ

احادیث کی روشنی میں خصوصیت کے ساتھ پندرہویں شعبان کی فضیلت حکم الٰہی فیھا یُفرقُ کُلُّ اَمرٍ حکیم (اس شب میں ہر حکمت والے کام کا فیصلہ دیا جاتا ہے) کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت عکرمہؓ نے بیان کیا ہے پندرہویں شعبان کی رات میں سال بھر تمام کاموں کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ اس رات زندہ رہنے والے اور حج کرنے والے سب کے نام کی فہرست تیار کی جاتی ہے جس کی تعمیل میں کسی قسم کی ذرا سی بھی کمی بیشی نہیں ہوتی۔ اس روایت کو ابن جریر، ابن منذر اور ابی حاتم نے بھی لکھا ہے۔

بعض علماء کی رائے ہے کہ کتابت کا یہ کام لیلۃ القدر میں ہوتا ہے اگرچہ اس کی ابتداء پندرہویں شعبان کی شب سے ہوتی ہے۔

قاسم بن محمد بن ابی بکر نے اپنے والد و چچا کی زبانی اپنے دادا حضرت ابوبکر صدیقؓ کی زبانی بیان کیا کہ رسولِ اکرم ﷺ فرماتے تھے "اللہ تعالیٰ پندرہویں شعبان کی شب میں آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے۔ اس شب میں ہر گنہگار کی بخشش ہوتی ہے البتہ مشرک اور کینہ ور کی بخشش نہیں ہوتی۔ (بیہقی)

ابنِ ماجہ اور بیہقی نے حضرت علیؓ کی زبانی رسولِ اکرم ﷺ کا یہ فرمان تحریر کیا ہے کہ پندرہویں شعبان کو شب بیداری کرو اور دوسرے دن روزہ رکھو۔ کیونکہ اس شب میں اللہ تعالیٰ مغرب کے وقت ہی سے آسمانِ دنیا پر نزول اجلال فرماتا ہے اور کہتا ہے، ہے کوئی مجھ سے طالبِ مغفرت کرے تا کہ میں اس کی مغفرت کر دوں، ہے کوئی روزی مانگنے والا تا کہ اسے خوب روزی دوں۔ ہے کوئی مصیبت کا مارا عاقبت کا خواہاں تا کہ اسے عاقبت دے دوں، اور اسی طرح طلوعِ فجر تک اللہ تعالیٰ نوازنے کے لئے دریافت کرتا رہتا ہے۔

بندہ ضعیف (شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ) عرض پرداز ہے کہ ہر شب اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا پر آتا ہے اور اس کا یہ نزول رات کے اخیری تیسرے حصہ میں ہوتا ہے لیکن پندرہویں شعبان کی شب میں اللہ تعالیٰ کا نزول رات کے اخیری تیسرے حصہ میں منحصر نہیں بلکہ سرِ شام مغرب ہی کے وقت سے صبح فجر ہونے تک آسمانِ دنیا پر نزول اجلال فرماتا ہے۔ اور اسی وجہ سے پندرہویں شعبان کی شب کی یہ فضیلت و برتری ہے۔ اور ایک حدیث کے جو یہ الفاظ ہیں کہ اس شب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عظیم تر عطیات سے سرفراز کرتا ہے اس کا ثبوت علمی متذکرہ بالا روایت ہے جس میں ارشاد ہے کہ اسی طرح طلوعِ فجر تک نوازنے کی خواہش کرتا رہتا ہے۔

نوفل بکالی کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ پندرہویں شعبان کی شب میں اکثر باہر آتے تھے۔ ایک مرتبہ پندرہوین شعبان کی شب میں باہر آئے اور آسمان کی جانب نظر اٹھا کر کہا کہ ایک مرتبہ حضرت داؤدؑ نے پندرہویں شعبان کی شب میں جانبِ آسمان نظریں کرتے ہوئے کہا تھا کہ یہ وہ وقت ہے جس شخص نے اللہ سے دعا مانگی اس کی دعا اللہ نے قبول کی۔ اور جس نے دعائے مغفرت کی اللہ نے اس کی مغفرت کر دی۔ بشرطیکہ دعا کرنے والا عُشار (دسواں حصہ لینے ولا) جادوگر، کاہن، نجومی، جلاد، فال نکالنے ولا، گویا اور باجہ بجانے والا نہ ہو، اس کے بعد حضرت علیؓ نے یہ دعا کی اے اللہ اے داؤد کے رب! اس شب جو شخص دُعا مانگے

مغفرت کا طالب ہو اس کی دُعا قبول کر لے۔ کیونکہ اس رات تیرا خصوصی فضل وکرم کرنا زبان دخاص وعام ہے اگر چہ دوسری راتوں میں بھی کرم کرتا ہے۔

اور پھر کہا اللہ تعالیٰ اسی رات میں تمام لوگوں کی مغفرت کرتا ہے البتہ مشرک کینہ پرور ور قاطع رحم کی دُعا نہیں سُنتا۔ (ابنِ ماجہ)

ابنِ ماجہ میں ابی موسیٰ ؓ کی زبانی مرقوم ہے کوئی رات، شبِ قدر کے بعد پندرہویں شعبان کی شب سے زیادہ افضل نہیں ہے اس شب میں اللہ آسمانِ دنیا پر نزول کرتا اور اپنے تمام بندوں کی مغفرت کرتا ہے بشرطیکہ دعا کرنے والا مشرک کینہ پرور اور قاطع رحم و بدسلوک نہ ہو۔

(اور ابوسعید بن منصور نے عطاء بن یسار کی زبانی بھی یہی بیان کیا ہے)

علامہ دینوری نے اپنی مسالک میں لکھا ہے کہ پندرہویں شعبان کی شب میں اللہ تعالیٰ اپنے مقرب فرشتہ ملک الموت کو بتا دیتا ہے کہ اسے اس سال ان لوگوں کی روح قبض کرنا ہے امام بیہقی نے راشد بن سعد سے مرسلاً روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ چار راتوں میں خیر و برکت کے دروازے کھول دیتا ہے۔ ایک بقرہ عید کی رات دوسری عید الفطر تیسری پندرہویں شعبان کی شب جس میں مدت حیات ورزق اور حج کرنے والوں کے نام لکھے جاتے ہیں اور چوتھی عرفہ کی رات ان چاروں راتوں میں شام سے صبح تک اللہ تعالیٰ خیر و برکت کے دروازے کھول دیتا ہے رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا جبریلؑ نے میرے پاس آکر کہا یہ شعبان کی پندرہویں شب ہے اس میں اللہ اپنے گنہگار بندوں کو جن کی تعداد قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں کے برابر ہو تب بھی مغفرت کرتا ہے۔

ترمذی، ابنِ ماجہ، بیہقی اور ابنِ ابی شیبہ نے حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کی زبانی لکھا ہے ایک شب رسولِ اکرم ﷺ میرے پاس نہ تھے میں آپ کو تلاش کرنے چلی۔ اور آپ ﷺ جنت البقیع میں اپنا سرِ مبارک آسمان کی جانب بلند کئے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھ کر فرمایا اے عائشہ کیا تم کو یہ خوف ہوا کہ اللہ اور اس کا رسول تم پر کوئی ظلم کرے گا؟ میں نے عرض کیا مجھے یہ خوف و ہراس تو ہرگز نہیں البتہ گمان ہوا تھا کہ آپ ﷺ کسی اور بی بی کے پاس گئے ہیں اس نوبت پر سرکارِ کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا پندرہویں شعبان کی شب میں اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے اور قبیلۂ کلب کی بکریوں کے بالوں کے برابر لوگوں کی مغفرت کرتا ہے۔

امام بیہقی اور مؤلف جامع الاصول نے رزین کا یہ قول مزید لکھا ہے کہ جو لوگ مستحقِ دوزخ ہیں، ان کے گناہ بھی معاف کر دیتا ہے۔

دنیا میں مستحقینِ دوزخ کو معاف کرے اور ان کی دنیا ہی میں مغفرت کرنے کے باب میں صرف متذکرہ بالا حدیث درج ہے۔ علاوہ ازیں متعدد احادیث اس مضمون کی وارد ہیں کہ پندرہویں شعبان کی شب میں اللہ اپنے بندوں کی جانب متوجہ ہو کر مسلمان مرد و زن کی مغفرت کرتا ہے۔ کافروں کی دعائیں قبول کرنے میں تاخیر کرتا ہے۔ اور کینہ وروں کو ان کی کینہ پروری کے سبب مہلت دیتا ہے تاکہ کینہ وری ترک کرے پھر دعا کریں۔ (بیہقی)

ابنِ قانع نے ابی ثعلبہ خشنی کی زبانی روایت کی ہے کہ پندرہویں شعبان کی شب میں مشرک، کینہ ور، بدسلوک و قاطع رحم، پائنچے لٹکا کر چلنے والے، والدین کو ستانے والے اور شراب خور کی طرف اللہ تعالیٰ نظر تک نہیں کرتا۔ بیہقی نے شعب الایمان میں اسے تحریر کر کے اسے بھی ضعیف لکھا ہے۔

بیہقی نے عثمان بن عاص کے ذریعہ حضرت صدیقہ ؓ کی زبانی لکھا ہے کہ شعبان کی پندرہویں شب میں ندا آتی ہے۔ ہے کوئی طالبِ مغفرت تاکہ اس کی مغفرت کر دوں۔ ہے کوئی سائل تاکہ اس کا دامن گوہر مراد سے بھر دوں، اور اللہ تعالیٰ ہر سائل کی دعائیں قبول کرتا ہے۔ اور زانیہ عورت و مشرک کی کوئی دُعا سُنتا ہی نہیں۔

کعب کی روایت ہے کہ شعبان کی پندرہویں شب اللہ تعالیٰ جبریلؑ کو جنت میں بھیج کر کہلواتا ہے پوری جنت سجادی جائے کیونکہ آج کی رات آسمانی ستاروں دنیا کے شب و روز، درختوں کے پتوں، پہاڑوں کے وزن اور ریت کے ذرّوں کی تعداد کے برابر اپنے بندوں کی مغفرت کروں گا۔

عطاء بن یسار کی روایت ہے کہ یکم ماہِ شعبان کو اللہ تعالیٰ جبریلؑ کو اس سال فوت ہونے والوں کی فہرست دیتا ہے اور کہتا ہے کہ ان لوگوں کی روح قبض کرنا ہے۔ اور یہ ان لوگوں کی فہرست ہوتی ہے جو دنیا میں شادی بیاہ کرتے ہیں۔ مکان بناتے، درخت لگاتے، مظالم کرتے اور فسق فجور وغیرہ کرتے ہوتے ہیں اور ان کو حیاتِ دنیا میں مشغولیت کے سبب پتہ تک نہیں ہوتا کہ وہ اس سال موت سے ہم آغوش ہونگے۔ (ابنِ زنجویہ)

معانیٔ الفاظ حدیث

قاموس میں ہے کہ شحنا (شین کے زیر کے ساتھ) کے معنی ہیں۔ عداوت ودشمنی۔ اور مشاحنہ کے معنی ہیں کینہ ور۔

مشاحن کا لفظ جو حدیث میں آیا ہے اس کے معنی ہیں بدعتی جو جماعت اہلِ سنّت سے خارج ہے (یعنی عداوت رکھنے والا۔ کینہ ور) نہایہ میں ہے کہ مشاحنا کے معنی ہیں۔ عداوت رکھنے والا اور شحناء کے معنی ہیں کینہ وعداوت۔

اوزاعی نے لکھا ہے کہ حدیث میں مشاحن کے معنی ہیں بدعتی اور جماعت اہلِ سنت کو چھوڑ دینے والا۔ طیبی نے لکھا ہے شحناء کے معنی عداوت، کینہ اور انتقام لینے کی فکر رہنے والے کے ہیں۔ اور ممکن ہے اس لفظ سے وہ رنجش مراد ہو جو مذہب کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف نفس امارہ کی بناء پر دل میں بھری ہوتی ہے۔ اور ناظر عین الغریبین میں شحناء کے معنی "بھر دینا" ہیں۔

عشر کے معنی قاموس میں ہیں دس میں ایک کا حصہ لے لینا۔ اور نہایہ میں بھی اس کے معنی ۱۰/۱ حصہ لینا۔ اور حدیث کے جو یہ الفاظ ہیں کہ اگر عاشر کو پاؤ تو اسے قتل کردو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم ایسے شخص کو پاؤ جو زمانہ جاہلیت کی مانند دسواں حصہ اپنے مذہب پر رہ کر یا عُشر کو جائز جان کر لیتا ہو تو اس شخص کو قتل کردو اگرچہ عشر کو جائز جاننے والا مسلمان ہی کیوں نہ ہو اور چالیسواں حصہ زکوٰۃ لینے کے خلاف دسواں حصہ لیتا ہو۔ البتہ خلفائے راشدین کے زمانہ میں یا ان کے بعد، کاشت کی زمین کو جو ٹیکس آب رسانی کے بعد لیا جاتا ہے۔ اس کا نام بھی عُشر ہے۔ اور ذمیوں کے مالِ تجارت پر جو ٹیکس لیا جاتا ہے اس کا نام بھی عُشر ہے۔ اور یہ دونوں ٹیکس مندرجہ بالا حدیث کے لفظ عُشر کے معنی سے جدا ہیں[۱]۔

طیبی نے لکھا ہے کہ حدیث میں جادوگر اور دسواں حصہ لینے والے کی عدم بخشش کا جو حکم ہے یہ اس طرف اشارہ کر رہا ہے کہ یہ لوگ اللہ کی رحمت سے محروم ہیں۔ اور عریف کے معنی عرّاف یعنی نجومی کے ہیں جو عالمِ غیب ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں حالانکہ عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اور نہایہ میں یہ حدیث مذکور ہے کہ جس نے کسی نجومی یا کاہن کے پاس جا کر اس

۱؎ اس حدیث میں عاشر سے مراد وہ شخص ہے جو مال میں سے چالیسواں حصہ مقررہ زکوٰۃ لینے کے بجائے صرف دسواں حصہ وصول کرے یا وصول کرائے۔ ۱۲

کے قول کی تصدیق کی تو گویا ایسے شخص نے رسول اکرم ﷺ پر نازل شدہ قرآنِ کریم کے احکام کی مخالفت کی اور کفر کیا۔ طیبی کا بیان ہے کہ عریف (نجومی) کہانت (غیب کی باتیں بتانے) کی دو قسم ہے جو مالِ مسروقہ یا گم شدہ کی برآمدگی کا اپنے قول حال وغیرہ سے ثبوت دیتا ہے اور کہانت کرنے والا یعنی کاہن وہ دشمن ہے جو مستقبل کے حالات کی اٹکل پچو خبر دیتا ہے۔ شرط اور شرطہ اس گروہ کا نام ہے جو حکام کے مددگار ہوتے ہیں۔ اور شرطی میں یائے نسبتی ہے۔ جس کے معنی نہایۃ میں ہیں مقدمۃ الجیش یعنی فوج کا اگلا حصہ اور حاکم کے سامنے نفاذ حکم کے لئے چلنے والا۔ لیکن حدیث میں شرطی سے مراد ظالم و جفا جو ہیں۔ نیز وہ لوگ مراد ہیں جو ظالموں کے معین و مددگار ہوتے ہیں[1]۔ علامہ نوویؒ نے قاموس کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جابی کے یہ معنی ہیں کہ گمان کی بناء پر مال نکال لینا۔ اور حدیث میں جابی سے مراد وہ شخص ہے جو بادشاہ و حاکم اعلیٰ کے پاس مال حرام لے کر آئے۔ کوبہ کے معنی طبل و بربط وغیرہ یعنی باجے کے ہیں۔ اور یہی معنی نہایۃ میں علامہ جزری نے لکھے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ بلا شک وشبہ اللہ نے شراب اور کوبہ (باجہ) کو حرام قرار دیا ہے جامع الاصول کی شرح میں لکھا ہے کہ کوبہ وہ چھوٹا سا طبلہ ہے، جو دوسر والا ہوتا ہے۔

(جسے ڈگڈگی بھی کہتے ہیں۔ از مترجم اقبال الدین احمد)

عرطبہ کے معنی قاموس میں عود، طنبورہ یا طبلہ کے ہیں یعنی باجے اور باجہ بجانے والا۔ اور مُسبل کے معنی ہیں وہ شخص جو اپنے لمبے لمبے کپڑے زمین پر غرور و تکبر کے اظہار کے لئے لٹکائے۔

قاضی عیاض نے اپنی مشارق الانوار میں یہ حدیث نقل کی ہے اللہ تعالیٰ تین شخصوں سے کلام نہ کرے گا ایک وہ جو ازار (تہبند، پائجامہ و پتلون) وغیرہ کو لٹکا کر چلے اور غرور و تکبر کے طور پر اپنے کپڑوں کو زمین پر گھسیٹ کر چلے۔

صحیح مسلم میں حضرت ابوذر غفاری[2] کے ذریعہ رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد مذکور ہے کہ روزِ محشر اللہ تین شخصوں سے کلام نہیں کرے گا۔ ان کی طرف نظر نہیں کرے گا۔ انہیں پاک نہیں کرے گا اور ان لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے اس جملہ کو رسول اکرم ﷺ نے تین مرتبہ ادا

---

[1] شرطی کا لفظ بزمانہ حال کانسٹبل پولیس کو کہتے ہیں۔ ۱۲

[2] ایک قبیلہ کا نام ہے اور غفاری غفار کی جانب منسوب ہے۔ یہ غین کے زبر کے ساتھ ہے۔ ۱۲

فرمایا۔ اس پر (ابوذر غفاری) نے کہا رسول اللہ ﷺ یہ نقصان و خسارے والے کون لوگ ہیں؟ ارشاد فرمایا کپڑا لٹکانے والے، کچھ دے کر احسان جتانے والے اور جھوٹی قسمیں کھا کھا کر مال تجارت کو رواج دینے والے۔ امام نوویؒ نے لکھا ہے ازار لٹکانے والے سے وہ شخص مراد ہے جو اپنے تہبند و پائجامہ وغیرہ کے پائچوں یا باقی ماندہ نچلے کپڑے کو ازراہِ تکبر و غرور زمین پر گھسیٹ کر چلے۔ اور خیلاء کے معنی غرور و تکبر کے ہیں اور غرور کے ساتھ اپنے کپڑوں کو زمین پر گھسیٹ کر چلنا یہ وعید ان لوگوں کے لئے جو غرور و تکبر کرتے ہیں۔ اور بلاشک و شبہ رسول اکرم ﷺ نے اس بارے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اجازت دی کہ وہ کپڑے گھسیٹ کر چل سکتے ہیں کیونکہ آپ ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جو غرور و تکبر کریں۔ اور آپ کو اجازت ہے کہ آپ اپنا تہبند اسی طرح باندھ سکتے ہیں جو چلنے میں زمین پر گھسٹتا رہتا ہے۔ امام جعفر محمد بن جریر طبری نے لکھا ہے کہ صرف ازار کو گھسیٹ کر چلنے کے الفاظ حدیث میں اس لئے ہیں کہ لوگ عموماً ازار ہی لمبی پہنتے تھے۔

میں (شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ) کہتا ہوں کہ صرف ازار لٹکانا حکم رسالتمآب ﷺ میں خصوصی حکم نہیں ہے بلکہ ہر کپڑے کو لٹکانے کی ممانعت ہے جیسا کہ سالم بن عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے والد کی زبانی بیان کیا کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ازار قمیض اور عمامہ بھی زمین پر گھسیٹا جاتا ہے اور جس نے اپنے جسم کا کوئی لباس بھی ازراہِ غرور زمین پر گھسیٹا تو روز محشر اللہ اس کی جانب نظر نہیں کرے گا۔

اس حدیث کو ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے بھی بہ اسناد حسن تحریر کیا ہے۔
(ختم شدہ کلام امام نوویؒ)

میں (شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ) کہتا ہوں کہ اکثر احادیث میں صرف کپڑے گھسیٹ کر چلنے اور بعض احادیث میں ازار گھسیٹ کر چلنے کی ممانعت کے الفاظ ہیں۔ اور گھسیٹ کر چلنے میں کسی خاص کپڑے کا ذکر کرنا شاید راوی کے اپنے ذاتی فہم کی بات ہے ورنہ ہر وہ لباس جو پہنا جاتا ہے اسے ازراہ غرور گھسیٹ کر چلنے کی شارع نے ممانعت فرمائی ہے اگرچہ ازار گھسیٹنے کے الفاظ ہی زیادہ مشہور ہیں۔ باقی اللہ ہی زیادہ جانتا ہے۔

تیسرا مقالہ

پندرہویں شعبان کی شب میں شب بیداری، دن میں روزہ اور وظائف و اعمال کے ثبوت درج ذیل ہیں۔ حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پندرہویں

شعبان کی شب بیداری کرو اور دن میں روزہ رکھو۔ (تاختم حدیث)

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کا بیان ہے کہ پندرھویں شعبان کی شب میری باری تھی۔ اور رسولِ اکرم ﷺ میرے گھر میں تھے۔ لیکن آدھی رات کے وقت میں نے دیکھا تو آپ ﷺ کو نہ پایا اور میرے دل میں دوسری عورتوں والی بات آگئی چنانچہ میں چادر اُوڑھ کر دوسری ازواج کے گھروں میں گئی لیکن وہاں آپ ﷺ نہ ملے تو میں گھر لوٹ آئی اور میں نے آپ ﷺ کو اپنے کمرہ میں اسی حالت میں سجدہ ریز دیکھا گویا کوئی کپڑا اکھٹا پڑا ہو۔ آپ ﷺ سجدہ میں یہ دعا کر رہے تھے۔ اے اللہ میرے خیال و ضمیر نے تجھے سجدہ کیا اور میرا دل بھی تیرے حضور سجدہ ریز ہے۔ اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں نے بذاتِ خود اپنے نفس پر ظلم کیا۔ اے عظیم و برتر! تو ہی ہر بڑے کام کا مرکزِ اُمید ہے میرے گناہ معاف کر دے۔ اے اللہ میں اپنی پیشانی سے تجھے سجدہ کرتا ہوں جس کا تو ہی خالق و صورت گر ہے۔ اے اللہ تو نے ہی آنکھ اور کان عنایت فرمائے ہیں اس کے بعد رسولِ اکرم ﷺ نے سرِ مبارک اُٹھایا اور پھر دوبارہ سجدہ کیا اور سجدہ میں یہ دعا مانگی اے اللہ میں تیرے غصہ سے پناہ مانگتا اور تیری رضامندی کا طالب ہوں۔ تیرے عذاب سے پناہ مانگتا اور تیرے عفو و رحم کا طالب ہوں۔ اے اللہ میں تیری پناہ میں آنا چاہتا ہوں۔ میں بیش در بیش تیری ویسی تعریف و ثنا کرتا ہوں جیسی تو نے خود اپنی تعریف کی ہے۔ اور جس طرح میرے بھائی داوٗدؑ نے دعا کی تھی ویسی ہی میں بھی یہ دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ تیرے حضور میں اپنی پیشانی زمین پر رگڑتا ہوں اور سجدہ صرف تیرے ہی لئے سزاوار ہے۔ اسکے بعد سرِ مبارک اٹھا کر یہ دعا کی اے اللہ مجھے وہ پاکیزہ دل عنایت فرما جس میں شرک کا بالکل شائبہ نہ ہو، جو فسق و فجور اور سختی کرنے سے بلند ہو۔ پھر وہاں سے اُٹھ کر میرے پاس آئے اور میری چادر اُوڑھ لی اور میری حالت یہ تھی کہ میری سانس پھول رہی تھی۔ یہ دیکھ کر فرمایا اے حمیرا کیا بات ہے؟ سانس کیوں پھول رہی ہے؟ میں نے پورا ماجرا کہا تو میرے گھٹنوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا[1] واہ ان گھٹنوں نے آج کی رات ملاقات نہیں کی۔ حالانکہ آج پندرھویں شعبان کی شب ہے جس میں اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا پر نزول اجلال فرماتا ہے۔ اور مشرک و کینہ ور کے سوائے اپنے بندوں کی مغفرت کرتا ہے۔ (بیہقی)

---

[1] قاموس میں ویس کے معنی لکھتے ہیں کہ وہ جملہ ہے جو ازراہِ مہربانی بچوں کو بہلانے کے لئے استعمال ہوتا ہے لیکن میں مترجم نے اس کا ترجمہ "واہ" کیا ہے۔ اللھم اغفر لی ذنوبی و خطیاتی۔ (اقبال الدین احمد)

امام وقت عارف باللہ شیخ ابوالحسن بکری" کا بیان ہے کہ اس رات یہ بہترین دعا کرنی چاہیئے۔اے کرم پرور اللہ! عفوودرگذر تجھے محبوب ہے میرے گناہ معاف کردے۔اے اللہ! میں تیرے حضور عفووعافیت اور دین ودنیا میں دائمی امن وامان وعافیت کا طلب گرہوں۔اسکے بعد شیخ نے کہا اگر چہ متذکرہ دعا لیلۃ القدر میں کی جاتی ہے۔لیکن شب قدر کے بعد، شعبان کی پندرھویں شب افضل ہے جیسا کہ لکھا جاچکا ہے۔

اس شب کی بہترین دُعا

بہترین دعا وہ ہے جو عمدہ اسنادوروایات کے ساتھ بیان کی گئی ہو۔چنانچہ ابو برزہ" کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔آدمؑ نے آسمان سے زمین پر آکر خانہ کعبہ کا سات مرتبہ طواف کیا۔اور مقام ابراہیم کے عقبی حصہ میں دو رکعت نماز پڑھی۔پھر یہ دعا کی۔اے اللہ تو میرا ظاہر وباطن جانتا ہے۔میں تجھ سے اس ایمان کا طلب گار ہوں جو قلب کی قوت دے۔اور وہ سچا ایقان عنایت کر جس کے ذریعہ یقین کامل ہو جائے کہ مجھے وہی ملے گا جو تو نے لکھ دیا ہے۔اے اللہ اپنی مرضی پر مجھے راضی برضا رہنے کے لئے ثابت قدم رکھ۔اس پر اللہ نے آدمؑ سے بذریعہ وحی کہا اے آدمؑ تم نے جو دعا مانگی وہ میں نے قبول کی اور آئندہ تمہاری اولاد میں سے جو کوئی یہ دعا کرے گا میں اس کی دعا قبول کروں گا، اس کی مغفرت کروں گا۔اس کے غم وآلام دور کروں گا۔اور ہر تاجر کو اتنا زیادہ دوں گا کہ دنیا اس کے ناک رگڑتی آئے گی اگر چہ تاجر کو اس کی خواہش نہ ہو۔

شعبان کی پندرھویں شب میں شب بیداری کا حکم

شعبان کی پندرھویں شب میں مختلف روایتیں ہیں۔

تابعین میں سے خالد بن معدان، مکحول اور لقمان بن عامر وغیرہ شب بیداری کے قائل ہیں۔اور عطا وابن ابی ملکیہ نے اختلاف کیا ہے۔اور علماء شافعی ‹ مالکی کا بھی یہی مسلک ہے۔

خالد بن معدان، لقمان بن عامر اور اسحٰق بن راہویہ مسجد میں جمع ہو کر اس رات شب بیداری کرتے تھے۔اور خالد ولقمان کی یہ حالت تھی کہ شعبان کی پندرھویں شب میں یہ دونوں عمدہ لباس زیب تن کرتے، سُرمہ لگاتے اور رات بھر مسجد میں عبادت کناں جاگتے تھے۔

اب جو شخص شعبان کی پندرھویں رات کو شب بیداری کرے تو یہ امر احادیث کے مطابقت میں بالکل مستحب ہے۔ اور قاعدہ کلیہ ہے کہ جن احادیث سے کسی فعل کا جائز ہونا پایا جائے وہ فعل مستحب ہے۔ اور امام اوزاعی کا بھی یہی قول ہے۔

خلیفہ وقت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ایک مرتبہ بصرہ کے گورنر کو لکھا کہ سال بھر کی حسب ذیل چار راتوں میں زیادہ سے زیادہ عبادت کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ ان شبوں میں بہت زیادہ خیر و برکت نازل فرماتا ہے۔

اوّل یکم رجب کی شب، دوم پندرھویں شعبان کی شب، سوم عید الفطر کی شب اور چہارم بقر عید کی شب۔

میری (عبدالحق کی) رائے میں یہ روایت قابلِ نظر ہے۔

امام شافعیؒ کا بیان ہے کہ پانچ راتیں ایسی ہیں جن میں دعا قبول ہوتی ہے ایک جمعہ کی رات، ایک عیدین کی رات، ایک یکم رجب کی رات اور ایک پندرھویں شعبان کی رات۔

امام احمد ابن حنبلؒ نے شعبان کی پندرھویں شب میں شب بیداری کے اثبات یا نفی کی بابت کوئی رائے نہیں دی ہے۔ حالانکہ عیدین کی شب میں جاگنے کی بابت دو روایتیں تحریر کی ہیں۔

رسولِ اکرم ﷺ کا یہ عمل ثابت ہے کہ پندرھویں شعبان کی شب میں مسلمان مرد و زن اور شہدا کی دعائے مغفرت کے لئے آپ ﷺ قبرستان تشریف لے گئے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بیان ہے کہ ایک رات رسولِ اکرم ﷺ میرے گھر تشریف لائے اور لباس اُتارنے لگے لیکن پورا لباس اُتارا نہ تھا کہ پھر کھڑے ہو گئے اور لباس زیب تن فرمایا۔ اس پر مجھے سخت رشک آیا اور گمان ہوا کہ آپ ﷺ میری کسی سوکن کے ہاں جا رہے ہیں آپ ﷺ کی روانگی کے بعد میں تعاقب میں چلی یہاں تک کہ میں نے آپ ﷺ کو بقیع غرقد میں اس حالت میں دیکھا کہ مسلمان مرد و زن اور شہدا کے لئے دعائے مغفرت کر رہے تھے۔ یہ دیکھ کر میں نے دل میں کہا میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان، آپ ﷺ اللہ کے کام میں مشغول ہیں اور میں دنیاوی کام میں لگی ہوں۔ اس کے بعد میں لوٹ کر اپنے گھر کمرہ میں آ گئی۔ میں لمبی لمبی سانس لے رہی تھی کہ اتنے میں آپ ﷺ تشریف فرما ہوئے اور فرمایا اے عائشہ کیا بات ہے سانس کیوں پھول رہی ہے؟ میں نے کہا میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان۔ آپ ﷺ تشریف لا کر لباس اُتارنے لگے اور لباس اُتارنے نہ پائے تھے کہ کھڑے ہو کر دوبارہ لباس زیب تن کیا۔ اس پر

مجھے رشک آیا اور گمان ہوا کہ آپ ﷺ کسی اور ازواجِ مطہرات کے ہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔ تا آنکہ میں نے آپ ﷺ کو قبرستان بقیع میں مشغولِ دعا دیکھا۔ اس پر ارشاد فرمایا اے عائشہؓ کیا تمہیں یہ خوف ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ تم پر ظلم کرے گا۔ واقعہ یہی تھا کہ جبریلؑ آئے اور انہوں نے کہا آج شعبان کی پندرھویں شب ہے۔ جس میں قبیلہ بنو کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد کے برابر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مغفرت کرتا ہے اور مشرک، کینہ ور، قاطع رحم و بد سلوک، غرور سے زمین پر لباس گھسیٹ کر چلنے والے، والدین کے نافرمان اُور دوامی شراب خور کی طرف اس شب میں نظرِ کرم نہیں کرتا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے لباس اُتارا اور فرمایا اے عائشہؓ شب بیداری کی اجازت ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان! بصد شوق۔ چنانچہ آپ ﷺ کھڑے ہو گئے اور عبادت کرنے لگے۔ اندرونِ نماز آپ ﷺ نے ایک بڑا لمبا سجدہ کیا جس پر مجھے آپ ﷺ کی قبض روح کا گمان ہوا۔ میں اُٹھ کر آپ ﷺ کو دیکھنے بھالنے لگی۔ میں نے آپ ﷺ کے تلوؤں کو ہاتھ لگایا تو ان میں حرکت تھی۔ اس پر مجھے خوشی ہوئی اور میں نے آپ ﷺ کے اندرونِ سجدہ یہ دُعا کرتے سُنا۔ اے اللہ میں تیرے عفو و کرم کی طلب کے لئے تیرے مواخذہ کرنے سے پناہ مانگتا ہوں۔ میں تیری رضامندی کے لئے تیری ناخوشی سے پناہ مانگتا ہوں اے اللہ تیرے جلال و جمال کی قسم میں تیری ہی پناہ دہی کا خواستگار ہوں اور مجھ سے ویسی حمد و ثناء ناممکن ہے جیسی تو نے خود اپنی تعریف کی ہے۔

صبح کو میں (عائشہؓ) نے آپ ﷺ سے ان دعاؤں کا تذکرہ کیا، فرمایا یہ دعائیں یاد کر لو اور دوسروں کو بھی ان کی تعلیم دو۔ کیونکہ جبریلؑ نے مجھے یہ دعائیں سکھائیں اور کہا سجدہ میں دعائیں مکرر سہ کرر پڑھی جائیں۔ (بیہقی)

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ شعبان کی پندرھویں شب میں نماز پڑھ رہے تھے اور بحالتِ نماز آپ ﷺ نے ایک اتنا طویل سجدہ کیا کہ مجھے آپ ﷺ کی قبض روح کا گمان ہوا چنانچہ میں نے کھڑے ہو کر آپ ﷺ کا انگوٹھا ہلایا جس میں حرکت معلوم ہوئی تو میں اپنی جگہ لوٹ آئی۔ پھر آپ ﷺ نے نماز پوری کر کے کہا اے عائشہ اے حمیرا! کیا تمہیں یہ گمان ہوا کہ نبی اللہ نے تم پر زیادتی کی؟ میں نے عرض کیا جی نہیں یا رسول اللہ ﷺ مجھے تو آپ ﷺ کے طویل سجدہ سے روح قبض کا گمان ہوا تھا۔ اس پر ارشادِ عالی ہوا جانتی ہو یہ کون سی رات ہے؟ میں نے کہا اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی زیادہ جانتے ہیں۔ فرمایا یہ شعبان کی

پندرھویں شب ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مزید نظرِ کرم فرمانے کے لئے آسمانِ دنیا پر نزول اجلال کرتا ہے۔ اور طالبان مغفرت کی مغفرت کرتا اور خواہانِ کرم پر نظرِ کرم فرماتا ہے اور حاسد و کینہ ور کو اس کے حال پر چھوڑ دیتا ہے۔ (بیہقی)

احادیث موضوعہ

شعبان کی پندرھویں شب میں نمازیں پڑھنے کے بارے میں حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ میں (علیؓ) نے خود دیکھا ہے کہ شعبان کی پندرھویں شب کو رسول اللہ نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے چودہ رکعات پڑھ کر نشست کی اور بیٹھے بیٹھے سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص اور سورۂ فلق اور سورۂ الناس چودہ چودہ مرتبہ پڑھنے کے بعد آیۃ الکرسی اور لقد جاء کم رسول من انفسکم کی آیت ایک ایک مرتبہ پڑھی بعد فراغت نماز دعا میں نے آپ ﷺ سے وہ سب کچھ پوچھا جو آپ ﷺ کو روبہ عمل لاتے دیکھا تھا جس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جیسا تم نے کرتے دیکھا ہے ایسے عمل کرو جو شخص ایسا کرے گا۔ اسے بیس پسندیدہ حج اور بیس سال کے مقبول روزوں کا اجر و ثواب ملے گا۔ اور صبح کو روزہ رکھنے کے سبب اس کو دو سال گذشتہ اور ایک آئندہ کے روزوں کا ثواب ملے گا۔

اس روایت کو بیہقی نے شعب الایمان میں درج کر کے آخر میں تحریر کیا ہے کہ یہ حدیث موضوعات کے مشابہ ہے اور چونکہ اس کے راوی مجہول ہیں اس لئے یہ منکر کو ناپسندیدہ ہے نیز اس حدیث کو علامہ جوزقانی نے باطل وغلط احادیث میں شمار کیا ہے اور علامہ ابن جوزی نے موضوعات میں تحریر کر کے لکھا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے اور اس کی اسناد تاریک ہے۔

کتاب تنزیہہ الشریعت میں احادیث موضوعہ کے ضمن میں حضرت علیؓ کی یہ روایت مذکور ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ اے علی! شعبان کی پندرھویں شب میں جس نے سو۱۰۰ رکعات اس ترکیب سے پڑھیں کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھی (تا ختم حدیث) تو اللہ تعالیٰ اپنے معزز فرشتوں کراماً کاتبین کو حکم دیتا ہے کہ میرے اس بندے کا کوئی گناہ قلم بند نہ کرو بلکہ آئندہ سال تک اس کی نیکیاں لکھتے رہو۔ اور جو شخص یہ نماز پڑھے گا۔ اللہ اس شب کی اس نماز کے سبب اس کا نام عابدوں کی فہرست میں لکھوا دیتا ہے۔ اس حدیث کے بارے میں ابن جوزی نے لکھا ہے کہ اس کے راوی مجہول ہیں اور یہ حدیث ضعیف ہے۔

ایک حدیث یہ ہے کہ شعبان کی پندرھویں شب میں جس نے سو۱۰۰ رکعات اس طرح پڑھیں کہ ہر رکعت میں ایک ایک ہزار مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھی تو اس کا اس وقت انتقال ہوگا جبکہ اس کے جواب میں سو فرشتے آچکیں گے۔ ان سو۱۰۰ فرشتوں کے منجلہ (۳۰) جنت کی خوشخبری دیں گے۔ (۳۰) دوزخ سے روکیں گے (۳۰) گناہوں و جرائم سے باز رکھیں گے اور باقی (۱۰) فرشتے اس کے دشمنوں کو جھٹلائیں گے۔ ابن جوزی نے لکھا ہے کہ اس روایت میں بدنام اور مجہول راویوں کی کثرت ہے۔

حضرت علیؓ کی زبانی ایک روایت یہ ہے کہ میں نے بچشم خود رسول اکرم ﷺ کو شعبان کی پندرہویں شب میں کھڑے ہوکر (۱۴) رکعات پڑھتے دیکھا ہے۔ (تا ختم حدیث) اس روایت کی بابت بیہقی نے لکھا ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔ اس کی اسناد تاریک اور راوی مجہول ہیں۔

بدعتیں

ہندوستان کے اکثر شہروں میں لوگوں نے یہ رواج کرلیا ہے کہ پندرہویں شعبان کی رات کو اپنے گھروں کی دیواروں پر چراغ جلاتے اور فخریہ روشنی کرتے ہیں کہ ہم نے ایسی اچھی روشنی کی ہے جو دوسروں سے اچھی ہے اور ہم اتنے آدمی ہیں جو روشنی کرتے ہیں فرداً فرداً اور اجتماعی حیثیت سے اس رات میں آتش بازی چھوڑتے اور دیگر کھیل کود کرتے ہیں اس کے علاوہ کسی غیر معتبر کتاب میں بھی ان امور کے مسنون وسنت ہونے کی کوئی ضعیف یا موضوع حدیث پائی نہیں جاتی۔

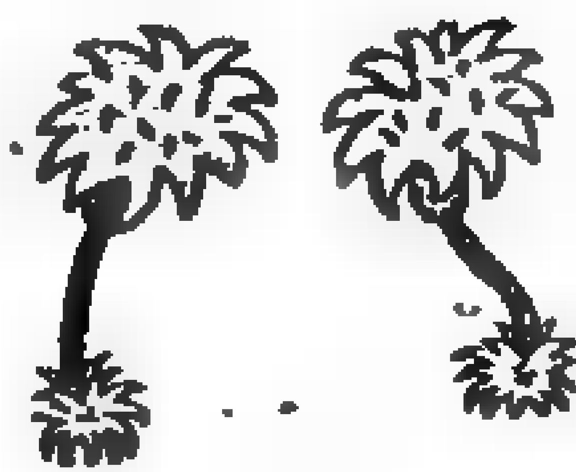
ممالک عربیہ میں سے حرمین اور غیر عربی ممالک کے کسی دوسرے شہر میں (ہندوستان کے سوائے) ان امور کا کوئی رواج نہیں ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ عین ممکن یہ ہے بلکہ یقین واثق ہے کہ ہندوستان کے ہندوؤں کے دیگر رسوم انجام دینے کی طرح ہندی مسلمانوں نے اس رسم کی پیروی کی جیسے ہندو، دیوالی کے تہوار پر اپنے گھروں کی دیواروں اور طاقوں میں دیئے جلاتے ہیں۔ اور ہندوستان کے ہندوؤں میں کفر کی وجہ سے بدعتی امور بکثرت رائج ہیں چونکہ مسلمانوں کے ہندوؤں سے بڑے اختلاط رہے۔ ہندوؤں نے اپنی عورتوں کے ساتھ مسلمانوں کی شادیاں کیں اسی اختلاط عام اور رہن سہن کے طریقہ اختیار کرنے کے سبب مسلمانوں نے بھی روشنی کرنے کی رسم ڈال لی

ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ "ہم بھی کسی سیٹھ ساہوکار سے کم نہیں جس طرح وہ روشنی کرتے ہیں ویسی ہی بلکہ اس سے اچھی ہم کرتے ہیں۔

بعض متاخرین علماء کا بیان ہے کہ مخصوص راتوں میں بکثرت روشنی کرنا بدعت شنیعہ (نکمی بدعت) ہے اس لئے کہ ضرورت سے زیادہ روشنی کرنے کے مستحب ہونے کا شریعت میں کوئی حکم نہیں[1]۔

علی بن ابراہیم کا بیان ہے کہ چراغاں اور روشنی کرنے کی ابتداء بارمکیوں نے کی ہے جو نسلاً واعتقاداً آتش پرست تھے۔ اور ظاہری اسلام لانے کے بعد بھی انہوں نے اپنے وہمی خیالی امور کو اسلام میں جاری رکھنے کی حتی الامکان کوششیں کیں کیونکہ اعتقادی طور پر ان کو قدیم رواج کے درست ہونے کا یقین تھا۔ نیز اسلام میں قدیم رواج ورسوم کو باقی رکھنے میں ان کی مصلحت یہ تھی کہ اسلام کے پردہ میں چراغ جلا کر اس کو سجدہ کرتے ہوئے آتش پرستی کی روح باقی رکھیں اور طرّہ یہ ہے کہ جاہل ائمہ مساجد نے چراغ وروشنی اور نماز رغائب کی آڑ میں لوگوں کو جمع کرنے کا طریقہ بنالیا ہے تاکہ اپنی قیادت وسرداری جتا کر دولت گھسیٹ سکیں۔ ساتھ ہی قصہ خواں مجالس میں خوب قصے بیان کرسکیں۔ اور غریبوں کے روپے لیتے رہیں۔ اور حقیقت یہ امر ہے کہ ان تمام منکرات کے بُطلان وابطال میں سے اللہ نے ائمہ ہدیٰ پیدا کئے ہیں، کہ منکرات ناپید ہوجائیں۔ ان ائمہ ہدیٰ میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے دوسری صدی ہجری ممالک عرب وشام کے اندر منکرات کو اچھی طرح ختم کرنے کی کوشش کی تھی۔

تذکرہ میں علامہ طوسی نے لکھا ہے کہ ختم قرآن کی شب میں اجتماع منبروں کا قیام عورتوں مردوں کا میل جول اور کھیل کود وغیرہ میں باہمی اختلاط اور زمانہ حال کے اعمال وکردار ناگفتہ بہ یہ سب کے سب کام کوئی اصلیت نہیں رکھتے اور ان کے جواز کی کوئی صورت نہیں ہے[1]۔



[1] اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو امور بدعت انجام دینے سے محفوظ رکھے بدعت ہی وہ جرم عظیم ہے جو عقبیٰ کو خراب کرتی اور ملت اسلامیہ کی مرکزیت پارہ پارہ کرتی ہے۔ (اقبال الدین احمد) ۱۲

رمضان

ماہ رمضان کے روزے اور قیام یعنی تراویح کے احکام و متعلقہ مسائل اور تراویح کی بابت علماء کا باہمی اختلاف۔

بعض علماء تراویح کو نفل بعض مستحب اور بعض سنت کہتے ہیں۔ اور تراویح کو سنت کہنے والے ہی صحیح راہ پر ہیں۔ اور یہی صحیح ہے کہ مرد و زن کے لئے تراویح پڑھنا سنت مؤکدہ ہے اور یہ مسنون طریقہ ہے جو بزرگوں سے لے کر اب تک جاری ہے۔ اور مندرجہ ذیل روایت کے پیشِ نظر کوئی اختلاف باقی نہیں رہا ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ نے امام حسن ابن علیؓ کی زبانی بیان کیا ہے کہ تراویح پڑھنا سنت ہے اور اسے کسی حال میں ترک کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے ایام رمضان میں تراویح پڑھی اور گاہے ترک کرتے ہوئے فرمایا میں اس خوف سے مسلسل نہیں پڑھتا کہ کہیں یہ فرض نہ ہو جائے۔

احادیث میں ہے کہ حضرت عمرؓ اور دیگر خلفاء راشدین ہمیشہ تراویح پڑھتے تھے اور رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے لوگو! میری اور میرے بعد خلفاء راشدین کی سنت پر سختی کے ساتھ عمل کرو۔ فقہ کی بعض کتابوں میں مرقوم ہے اگر شہر کے باشندے تراویح پڑھنا چھوڑ دیں تو حاکم وقت کے لئے لازمی ہے کہ وہ تارکین تراویح کو قتل کر دے۔

روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ اپنے غلام زکوان کے پیچھے تراویح پڑھتی تھیں اور یہی عمل ام سلمہؓ کا تھا کہ وہ دیگر خواتین کے ساتھ جماعت کے طور پر اپنے غلام ام حسن بصری کی امامت میں تراویح پڑھتی تھیں، جسے ہم تفصیل کے ساتھ چند عنوانات میں بیان کرتے ہیں۔

رکعات تراویح

ہمارے مسلک شریعت اسلامیہ میں (۲۰) رکعات تراویح پڑھنا ہی سنت ہے۔

بیہقی نے صحیح اسناد کے ساتھ لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں صحابہ (۲۰) رکعات تراویح پڑھتے تھے اور حضرت عثمان غنیؓ و علی مرتضیٰؓ کے زمانہ میں بھی (۲۰) ہی پڑھتے تھے۔

حضرت ابن عباس ؓ کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ ماہ رمضان میں (۳) وتر پڑھتے تھے۔

بعض محدثین کے نزدیک یہ روایت ضعیف ہے لیکن حنفیوں کے نزدیک حدیث مذکورہ بالا مقبول ومعتمد علیہ ہے۔ اس لئے کہ رسول اکرم ﷺ اور صحابہ تراویح کی (۲۰) رکعات ہی پڑھتے تھے۔

بعض لوگ حضرت عائشہ ؓ سے مروی روایت کو صحیح کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی شب بیداری کی عادت طیبہ کے موافق (۱۱) رکعات ہی پڑھتے تھے۔

ایک روایت ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں بعض لوگ (۱۱) رکعات پڑھتے تھے تاکہ عمل رسول اللہ ﷺ سے مشابہت ہوجائے لیکن صحابہ وتابعین اور بعد کے بزرگوں کے عمل سے یہ امر تصفیہ شدہ ہے کہ تراویح کی (۲۰) رکعات ہی پڑھی گئی ہیں اور اب بھی (۲۰) رکعات ہی پڑھتے ہیں جو مشہور معروف ہے۔

ایک روایت میں (۲۳) رکعات پڑھنا تحریر ہے جس میں (۳) وتر بھی جمع کرلئے گئے ہیں۔

امام مالک ؒ نے لکھا ہے کہ امام شافعی ؒ کے نزدیک تراویح کی (۳۶) رکعات ہیں اور دوسری رایت میں (۳۹) رکعات مذکور ہیں جن میں وتر بھی شامل ہیں۔ یہ عمل صرف باشندگان مدینہ منورہ کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ باشندگان مکہ معظمہ کا دستور رہا کہ وہ خانہ کعبہ کے سات چکر لگاتے اور طواف کی دو رکعتیں ہر دو رکعات تراویح اور وتر کے درمیان ادا کرتے۔ اور باشندگان مدینہ منورہ کعبہ کے اطراف طواف کرنے کی فضیلت سے دور رہنے کے سبب (۲۰) رکعات تراویح کے بعد چار چار رکعات مزید پڑھتے ہیں اور اپنی ان اضافہ کردہ (۱۶) رکعات کو (ستہ عشریہ) کہتے ہیں اور ان کی یہ عادت آج تک جاری وساری ہے اس طرح (۳۶) رکعات تراویح کے نام سے کہی جاسکتی ہیں۔ نیز اسی طرح (۳۶) رکعات پڑھنے کی روایت حضرت عمر ؓ سے بھی منسوب کی جاتی ہے جو مشہور نہیں ہے۔

بحالت موجودہ اگر آج بھی (۲۰) رکعات تراویح پر مزید اضافہ کے ساتھ نماز پڑھی جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں اور ممانعت نہیں۔ اور اس میں امام ومقتدی کی کوئی خصوصیت نہیں بلکہ سب برابر ہیں ستہ عشریہ کو علیحدہ پڑھنا مناسب ہے کیونکہ تراویح کے

سوائے کوئی اور نماز باجماعت پڑھنا ہمارے نزدیک مکروہ ہے اور باشندگان مدینہ جو ستہ عشریہ کو باجماعت ادا کرتے ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ ان کے نزدیک نفل باجماعت پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔

متاخرین علماء مصر شیخ قاسم حنفی کا بیان ہے کہ باجماعت نفل ادا کرنا عمل مکروہ ہے کیونکہ نفل پڑھنا اگر مستحب ہوتے تو دوسری فرض نمازوں کی مانند ان کا باجماعت پڑھنا افضل ہوتا۔ اور اگر نماز نفل باجماعت پڑھنے کا حکم ہوتا تو شب بیداری نماز تہجد باجماعت ادا کر کے طالب فضیلت پاتے اور اس صورت میں نماز نفل باجماعت ادا کرنا افضل ہو سکتی تھی۔ اور جبکہ رسول اکرم ﷺ اور صحابہ ؓ کے طرز عمل وعبادت سے نفل باجماعت ادا کرنے کی کوئی روایت نہیں ہے تو اس صورت میں بھی معلوم ہوا کہ نفل باجماعت ادا کرنے میں کوئی فضیلت و برتری نہیں ہے۔

تراویح میں نشست

مستحب یہ ہے کہ چار رکعات تراویح پڑھنے کے بعد جتنے وقفہ میں ایک ترویحہ (چار رکعت) پڑھتے ہیں اتنی مدت نشست کرے۔ یعنی (۲۰) رکعات تراویح میں ہر چار رکعت کے بعد (۵) مرتبہ بیٹھنا مستحب ہے امام اعظم حضرت ابوحنیفہؒ سے بھی یہی مروی ہے۔ اور باشندگان حرمین شریفین کا بھی یہی طرز عمل اور یہی طریقہ ہے۔ اور چونکہ لفظ تراویح راحت سے ماخوذ ہے۔ اس لئے چار رکعات کے بعد تو ترویحہ (ایک رکعت کے وقفہ کے برابر آرام کرنا) ضروری ہے۔ اور آرام کرنے ہی کی وجہ سے ترویحہ کا محاورہ مشہور ہے جو اپنے نام کے سبب کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ باشندگان حرمین شریف اور تمام بزرگوں کا یہی قول و عمل ہے کہ ترویحہ کرتے ہیں۔ باشندگان مکہ معظمہ کا طریقہ یہ ہے کہ تراویح پڑھنے کے درمیان میں وہ خانہ کعبہ کا (۷) مرتبہ طواف کرتے ہیں۔ اور باشندگان مدینہ منورہ ستہ عشریہ کی چار چار رکعات پڑھتے اور اسی طرح تمام ممالک اسلامیہ میں ہر چار رکعت کے بعد آرام سے بیٹھتے ہیں۔

نشست ترویحہ

ہر چار رکعات کے بعد نشست ترویحہ میں اختیار ہے کہ سبحان اللہ کی تسبیح پڑھے چاہے "لا الہ الا اللہ" کی خواہ تلاوت قرآن کریم کرے یا خاموش بیٹھا رہے۔

اگر چار رکعات کے بعد ترویحہ نہ کیا جائے یعنی آرام سے نہ بیٹھیں تو بعض کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں اور اکثر علماء و محدثین کے نزدیک ترویحہ ترک کرنا فعل غیر مستحب ہے۔ اور باشندگان حرمین شریفین کے عمل کا مغائر ہے۔

مستحب قرأت

میری (عبدالحق محدث دہلوی ؒ کی) اللہ تعالیٰ اصلاح حال کرے اور جس طرح آغاز و حال اچھا کیا ہے ویسے ہی بلکہ اس سے زیادہ انجام اچھا کرے رائے یہ ہے کہ بزمانہ موجودہ ترویحہ ندارد ہے۔ اور حافظ صاحبان کا یہ حال ہے کہ تراویح میں اتنی لمبی قرأت کرتے ہیں جو نمازیوں پر بار بن جاتی ہے۔ بلکہ اکثر اوقات چند رکعات میں پوری رات کٹ جاتی ہے۔ آہستہ پڑھنے کا عملِ مستحب، جو بزرگوں سے بطور ورثہ چلا آرہا ہے۔ وہ ترک کر کے حافظ صاحبان طویل قرأت کے ذریعہ عملِ مستحب کو فعل غیر مستحب بنا رہے ہیں۔ حالانکہ مستحب یہ ہے کہ قرأت میں میانہ روی سے کام لیا جائے اور جس طرح چار رکعات کے بعد ترویحہ کرتے ہیں ویسے ہی قرأت کو کوتاہ کیا جائے اور لمبی قرأت نہ کی جائے جو زیادہ مستحسن ہے تاکہ امر مستحب ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے اور بآسانی ترویحہ کے عمل استحباب کا ثواب ملتا رہے تراویح کی مقدار قرأت کو آئندہ بیان کیا جاتا ہے۔ چار رکعتوں میں معتدل مقدار قرأت کے ساتھ جو مدت ہوتی ہے اگر اس کی ایک رکعت سے کم وقفہ کا ترویحہ بھی کیا جائے تو انشاء اللہ کافی ہوگا اور ہم سب اپنے اعمال الٰہی میں قبولیت کے خواستگار ہیں اللہ ہمارے اعمال قبول فرمائے۔ (آمین)

نیت تراویح

نماز تراویح، سنت الوقتہ یا نفل پڑھنے کی ماہ رمضان میں نیت کی تو ایسی نیت کرنا جائز ہے۔

البتہ مطلق نماز یا نفل کی نیت کرنے میں مشائخ کا باہمی اختلاف وہی ہے۔ جو سنت مؤکدہ کی نیت کرنے میں اختلاف رائے ہے۔

بعض متقدین کا بیان ہے کہ نماز تراویح پڑھنے کے لئے نیت کرنا اس لئے جائز ہے کہ تراویح سنت ہے اور نفل کی نیت یا مطلق نماز کی نیت کرنے سے سنت نماز کی ادائیگی نہیں ہوتی ہے۔ جس کا ثبوت وہ روایت ہے جو امام اعظم ؒ نے امام حسن سے دو رکعات نماز فجر کے بارے میں بیان کی ہے۔ اس سے بھی ثابت ہے کہ تراویح کی نماز بھی فرض نمازوں کے مانند

ایک مخصوص نماز ہے جس میں فرض نماز کی خصوصیات کی رعایت رکھنا واجب ہے۔ لہٰذا ان تمام حالات واحکام کی موجودگی میں مطلق نیت ٹھیک نہیں بلکہ نماز تراویح کی نیت کرنا واجب ہے۔

اور اکثر متاخرین کی رائے ہے کہ نماز تراویح اور تمام دیگر سنت نمازیں مطلق نیت نماز کرنے سے ادا ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ نماز تراویح نفل ہے اور نماز نفل مطلق نیت نماز سے ادا ہوتی ہے۔

احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ نماز تراویح، سنت موقتی نفل ماہ رمضان اور تمام دیگر سنتوں میں نیت کرنا ضروری سنت ہے نیز وہ نماز جو رسول اکرم ﷺ کی متابعت میں پڑھی جائے اس کی بھی نیت کی جائے تاکہ کوئی اختلاف باقی نہ رہے۔ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ نماز تراویح میں ہر دوگانہ کی علٰیحدہ علٰیحدہ نیت کی جائے۔ یہ قول درست نہیں ہے اس لئے کہ نماز تراویح پوری کی پوری ایک نماز کی مانند ہے جس کی پہلی مرتبہ نیت کرنا واجب ہے۔ اور ہر دوگانہ پڑھنے کی علٰیحدہ نیت کرنے کی لازماً ضرورت نہیں ہے۔

مقدار قرأت

نماز تراویح میں کس قدر قرآن کریم پڑھا جائے اس میں لوگ باہم مختلف الرائے ہیں۔

بعض کہتے ہیں نماز تراویح میں اتنا قرآن کریم پڑھا جائے جتنا نماز مغرب پڑھتے ہیں کیونکہ نماز تراویح دیگر فرض نمازوں کی بہ نسبت اخف ہے یعنی فرض نماز سے زیادہ اعلیٰ نہیں ہے۔

میں عبدالحق کہتا ہوں کہ ان لوگوں کا یہ قول درست وصحیح اس لئے بھی نہیں کہ اتنی کم مقدار میں تلاوت کرنے سے ماہ رمضان میں قرآن کریم ختم نہیں ہو سکتا۔

بعض کہتے ہیں کہ نماز تراویح کی رکعات میں اتنا قرآن پڑھا جائے جتنا کہ نماز عشاء میں پڑھتے ہیں اس لئے کہ تراویح کی نماز وقت کے لحاظ سے نماز عشاء کے تابع ہے[1]۔

حسن بن زیادؒ نے امام اعظم ابوحنیفہ کی زبانی بیان کیا ہے کہ ہر رکعت میں تقریباً دس

---

[1] نماز تراویح سنت اور عشاء فرض ہے۔ تابع ہو۔ ظاہر ہرگز یہ مطلب نہیں کہ عشاء پڑھنے کے بعد تراویح نہ پڑھی جائے اور وقت کے لحاظ سے ایک نماز کا دوسری کے تابع ہونا معنی نہیں رکھتا تابع ومتبوع کے لحاظ سے متبوع کی ادائیگی کوئی ضروری نہیں ہوتی حالانکہ تراویح پڑھنے کا رسول اکرم ﷺ نے خود حکم دیا اور عمل کرکے سبق بھی دیا ہے کہ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وقت کی بچت کے لئے اتنی کم تر تلاوت کی جائے کہ قرآن کریم ختم ہو سکے۔ اور اس نعمت غیر مترقبہ کو نہ کھویا جائے۔ جو رمضان کی راتوں میں شب بیداری سے حاصل ہوتی ہے۔ از مترجم ۱۲

آیات تلاوت کی جائے اس طرح ماہ رمضان میں ایک مرتبہ قرآن کریم ختم ہو جائے گا اس لئے کہ نماز تراویح کی روزانہ بیس کے لحاظ سے ایک ماہ میں چھ سو رکعات ہوتی ہیں اور قرآن کریم کی چھ ہزار آیات ہیں[1] اس حساب سے روزانہ تقریباً دس آیتیں پڑھنا مناسب ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ بیس سے لے کر تیس آیات تلاوت کی جائیں جیسا کہ حضرت عمر فاروق ؓ نے تین اماموں کو طلب کر کے فرمایا تم میں سے ایک امام ہر ایک رکعت میں (۳۰) آیات اور دوسرا (۲۵) آیات اور تیسرا (۲۰) آیات تلاوت کرے اور حضرت عمر فاروق ؓ کا یہ حکم بر بنائے فضیلت ہے اور امام اعظم ابو حنیفہ کا حکم بر بنائے سنت ہے اور جمہور کا مذہب بھی یہی ہے کہ ماہ رمضان میں ایک قرآن ختم کرنا سنت ہے اور دو مرتبہ قرآن ختم کرنا بہتر ہے اور تین مرتبہ ختم کرنا افضل ہے۔

امام اعظم کا بیان ہے کہ ختم ایک مرتبہ ہی میں ہوتا ہے دو اور تین مرتبہ میں ختم کرنے کا حکم حضرت عمر ؓ کا ہے[2]۔

بعض فقہاء و علماء کا مسلک و قول ہے کہ ستائیسویں رمضان کو قرآن ختم کرنا مستحسن ہے تاکہ شب قدر کی برکتیں بھی حاصل ہو جائیں۔ کیونکہ اکثر محدثین نے احادیث بیان کی ہیں کہ ستائیسویں شب ہی شب قدر ہے۔

مشائخ بخارا نے قرآنِ کریم کے (۵۴۰) رکوع قرار دیئے ہیں اور قرآنِ کریم میں اس کے نمبر بھی لکھے ہیں تاکہ ستائیسویں شب کو بآسانی قرآن ختم کیا جا سکے۔

ہمارے بعض متقدمین مشائخ نے لکھا ہے افضل یہ ہے کہ ہر رکعت میں (۳۰) آیات پڑھی جائیں تاکہ ہر دسویں شب میں ایک قرآنِ کریم ختم ہو سکے۔ اور ہر دس دن کو متمیز و مخصوص کر لینا آسان کام ہے اور احادیث میں بھی وارد ہے کہ رمضان کے پہلے دہے میں رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ دوسرے دہے میں مغفرت کی جاتی ہے۔ اور تیسرے دہے میں مسلمانوں کو آتشِ دوزخ سے چھٹکارا دیا جاتا ہے۔

---

[1] بالکل درست کہ چھ ہزار آیاتِ قرآنی کو روزانہ بیس آیات کے حساب سے تیس دن میں پورا کیا جا سکتا ہے لیکن ۲۹ کا چاند ہونے پر کچھ آیات باقی رہیں گی اس لئے مناسب ہے کہ بڑی آیات بیس اور چھوٹی آیات بیس سے زیادہ پڑھی جائیں تاکہ بسہولت ۲۷، سے پہلے ہی ایک قرآنِ کریم پورا ہو سکے۔ یعنی شب قدر کی برکتیں بھی ۲۷، کو حاصل ہو جائیں۔ [2] اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے شخص کے بعد دوسرا اور تیسرا حافظ باری باری سے قرآن ختم کریں۔ اور حدیث کے موافق ماہِ رمضان میں ایک قرآنِ کریم تو ختم ہو ہی جائے۔

امام اعظم" کا بیان ہے کہ ماہِ رمضان میں وہ (۶۱) قرآنِ کریم ختم کرتے تھے جس کی تفصیل یہ کہ (۳۰) قرآنِ کریم دن میں (۳۰) قرآنِ کریم رات میں اور ایک قرآنِ حمید نمازِ تراویح میں پڑھا کرتے تھے[1]۔

امام شافعی" نے مواہب لدنیہ میں بھی یہی لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ ماہِ رمضان میں (۶۱) قرآنِ کریم ختم کرتے تھے۔ (جس کی تفصیل لکھی گئی ہے)

فقہاء کرام کا بیان ہے کہ تراویح کی ہر دو رکعات میں تلاوت قرآنِ کریم کرنے میں میانہ روی افضل ہے یعنی پہلی رکعت میں زیادہ پڑھا جائے اور دوسری میں پہلی سے کم۔ جیسا کہ حسن بن زیاد نے امام اعظم ابوحنیفہ کی زبانی روایت کی ہے۔ اور حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ پہلی رکعت سے دوسری رکعت میں کم تلاوت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

اور تراویح کی دوسری رکعت میں پہلی رکعت سے زیادہ تلاوت کرنا غیر مستحب ہے اور اسی پر تمام محدثین و علماء فقہاء کا اتفاق ہے۔ اور دوسری نمازوں میں بھی مستحب یہی ہے کہ پہلی رکعت کی بہ نسبت دوسری رکعت کے اندر کم مقدار میں تلاوت کی جائے اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

رکعات میں مقدارِ قرأت

دونوں رکعتوں میں مساوی طور پر قرآنِ کریم پڑھا جائے یا کم وبیش اس پر تمام علماء متفق نہیں ہیں۔

امام اعظم و امام ابو یوسف کے نزدیک مذہب مختار یہ ہے کہ دونوں رکعات میں مساوی طور پر تلاوت کی جائے۔ امام محمد" کے نزدیک مذہب مختار یہ ہے کہ دوسری نمازوں کی مانند تراویح کی رکعات میں بھی دوسری رکعت کی بہ نسبت پہلی رکعت میں زیادہ تلاوت کی جائے۔

مسئلہ تلاوت غیر مرتبہ

نمازِ تراویح کے اندر دوران ختمِ قرآن میں اگر بعد والی سورۃ یا آیتیں پہلے پڑھ لی گئی ہوں تو اب جب کہ ان کے پڑھنے کی نوبت آئی ہے انہیں دوبارہ پڑھا جائے یا نہیں؟ اس کا

---

[1] یعنی رمضان میں ایک قرآن دن کے وقت اور ایک رات کے وقت اور تراویح میں ایک سیپارہ تلاوت کرتے تھے۔ ۱۲

جواب یہ ہے کہ مستحب یہی ہے کہ جن آیات وسورۃ کو پہلے پڑھ لیا ہے ان کو پڑھنے کی نوبت پر دوبارہ پڑھے تاکہ ترتیب تلاوت باقی رہے بعض کہتے ہیں کہ دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ترتیب وتلاوت قرآن پورا ہو چکا ہے جس میں کوئی فساد بھی واقع نہیں ہوا تھا اور صحیح قول یہی ہے کہ دوبارہ پڑھے تاکہ نماز صحیح ترتیب قرآن کے ساتھ ہو اور تلاوتِ قرآن کی ترتیب باقی وبرقرار رہے۔

لُقمہ کا حکم

نمازِ تراویح میں لقمہ دینے کے بارے میں علماء کا باہمی اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ دوسری فرض نمازوں کی مانند ہے اس لئے لقمہ نہ دیا جائے۔ بعض کہتے ہیں کہ نمازِ تراویح میں لقمہ دینا اس لئے ضروری ہے تاکہ قرأت قرآنِ کریم کی ترتیب چھوٹنے نہ پائے اور ترتیب کے ساتھ صحیح تلاوتِ قرآن کی جائے۔ اور فتویٰ اس پر ہے کہ لقمہ دیا جائے جس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

امامت خوش الحان

بعض فقہاء کہتے ہیں کہ نمازِ تراویح میں لوگوں کو چاہئے کہ خوش گلو کو امام تراویح نہ بنائیں بلکہ ایسے صحیح پڑھنے والے کو آگے بڑھائیں جو صحیح مخارج کے ساتھ تلاوت کرتا ہو اس لئے کہ جو امام خوش آوازی سے پڑھے گا۔ وہ خشوع وخضوع اور آیاتِ الٰہی میں غور وفکر کرنے سے اکثر بے نیاز ہو جاتا ہے۔

اسی طرح جو شخص راگ والے سے بحیثیت امام تلاوت کرتا ہو تو اسے لازم ہے کہ وہ امامت نہ کرے اور جو امام کہ اعراب وحرکات میں غلطی کرتا ہو وہ بھی امامت سے پرہیز کرے اور لوگوں کو چاہئے کہ ایسے اشخاص کو امام نہ بنائیں۔ (سنن الہدیٰ)

لازماتِ امام

جو امام کہ فقیہ وقاری ہو اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ کسی دوسرے قاری کی اقتداء میں قرأت نہ پڑھے بلکہ خود بذاتہ خوش الحانی کے ساتھ تلاوت قرآنِ کریم کرے امام کو چاہئے کہ رکوع وسجود میں تین تین تسبیحات سے کم نہ پڑھے۔ اور ثناء یعنی سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ پوری پڑھے اور درود شریف پڑھنے کو بھی ترک نہ کرے کیونکہ یہ سب چیزیں نماز میں پڑھنا مسنون ہیں۔ اگرچہ فقہا کی بعض کتابوں میں اس کے خلاف بھی

تحریر ہے لیکن صحیح یہی ہے جو ہم نے اوپر لکھا ہے۔

دُعائے ماثورہ

امام کو معلوم کر لینا چاہئیے کہ دعائے ماثورہ کے پڑھنے میں اگر مقتدی گراں بار ہوتے ہیں تو دُعائے ماثورہ اور مقررّہ دعائیں نہ پڑھے۔ ورنہ دعائے ماثورہ پڑھنا ضروری ہے۔

ترتیبِ تلاوت

نمازی جب آخری دو رکعات پڑھ رہا ہو اور اس نے پہلی رکعت میں معوذتین پڑھ لی ہو تو دوسری رکعت میں تلاوتِ قرآنِ کریم کے بارے میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۂ بقر کی چند آیات تلاوت کرے گویا منزل پر پہنچنے کے بعد سفر کی دوسری منزل شروع کر دی ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ اس دوسری رکعت میں سورۂ قل اعوذ برب الناس مکرّر پڑھنا چاہئیے۔ اور کوئی دوسری سورۃ یا آیات نہ پڑھی جائیں تا کہ قرآنِ کریم کی سورتوں کی ترتیب برقرار رہے۔

حرمین شریفین اور دیگر بلاد عرب میں طریقہ یہ ہے کہ والضحیٰ سے لے کر آخر تک قرآنِ کریم کی سورتیں نمازِ تراویح میں پڑھتے ہیں۔ اور تراویح پڑھنے کے بعد لا الہ الا اللہ پڑھتے ہیں۔ یہی مذہب مختار اور صحیح طریقہ ہے۔ اور اگر صرف اللہ اکبر پڑھا جائے تب بھی درست ہے اگر امام حافظِ قرآن نہ ہو تو افضل یہ ہے کہ تراویح کی ہر رکعت میں سورۂ اخلاص پڑھے۔

بعض کہتے ہیں کہ نمازِ تراویح پڑھنے میں افضل یہ ہے کہ چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھے تا کہ تعدادِ رکعات میں اسے شبہ نہ رہے اور وہ اپنے دل میں رکعات شمار نہ کرتا رہے۔ اور اس صورت میں قرآنِ کریم میں غور و فکر کرنے سے بے نیاز نہ ہو سکے گا۔

بزمانہ موجودہ میں حرمین شریفین اور عرب کے دوسرے شہروں میں یہ معمول ہے کہ نمازِ تراویح کی پہلی دو رکعتوں میں سے پہلی رکعت میں سورۂ الفیل اور دوسری رکعت میں سورۃ اخلاص۔ اور دوسری دو رکعتوں میں سے پہلی رکعت میں سورۂ لایلاف اور دوسری میں سورۂ اخلاص۔ اسی طرح آٹھویں دو رکعتوں میں پہلی اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص۔ اور نویں دو رکعتوں میں سے پہلی رکعت میں قل ہو اللہ اور دوسری

میں قل اعوذ برب الفلق اور دسویں دو رکعتوں میں سے پہلی رکعت میں قل ھو اللہ اور دوسری میں قُل اعوذ برب الناس پڑھتے ہیں۔

تراویح باجماعت

باجماعت تراویح ترک کر کے اپنے گھر میں تراویح پڑھنے کے بارے میں علماء کا اختلاف باہمی ہے۔ بعض کہتے ہیں جس نے باجماعت تراویح پڑھنا ترک کی، اُس نے سُنّتِ نبوی کو ترک کر دیا۔ اور بُرا اقدام کیا کیونکہ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تراویح ہمیشہ باجماعت پڑھی ہے۔ اور اسی طرح صحابہ ؓ کا عمل رہا ہے۔ اور اسی پر تمام علماء فقہا کا اتفاق ہے۔

بعض دوسرے کہتے ہیں کہ تارکِ تراویح باجماعت نے فضیلت ترک کی جس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور یہی دلیل لاتے ہیں کہ جس زمانہ میں رسول اللہ ﷺ نے باجماعت تراویح پڑھنا ملتوی کی تھی اس زمانہ میں صحابہ ؓ کو یونہی چھوڑ دیا کہ وہ اپنے گھروں میں جس طرح چاہیں تراویح پڑھیں اور یہی کیفیت حضرت ابوبکر صدیق ؓ اور حضرت عمر فاروق ؓ کے ابتدائی دورِ خلافت میں رہی کہ لوگ اپنے اپنے گھروں میں منفرداً تراویح پڑھتے تھے۔ پھر حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جب جماعت تراویح ادا کرنے کا انتظام کیا گیا اور سب لوگوں نے اسی پر اتفاق کیا اور درحقیقت باجماعت تراویح پڑھنا ہی افضل ہے۔

شیخ قاسم الحنفی کا بیان ہے کہ صحیح طریقہ یہی ہے کہ باجماعت تراویح پڑھنا سنّتِ کفایہ ہے یعنی اگر اہلِ مسجد نے باجماعت تراویح پڑھانا ترک کر دی تو محلہ والے سب کے سب ترکِ سنّت کی وجہ سے گنہگار ہوئے۔

مسجد میں باجماعت تراویح ہونے کے باوجود کوئی شخص باجماعت تراویح نہ پڑھ کر صرف اپنے گھر میں تراویح پڑھ لے تو یہ تارکِ فضیلت ہوا۔ اور خطاوار و گنہگار نہیں ہوا۔

گھر میں جماعت

گھر میں جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنے کے بارے میں علماء کا باہمی اختلاف رائے ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جماعت کی بھی فضیلت ہے لیکن مسجد میں جماعت تراویح پڑھنے کی افضلیت وفضیلت زیادہ ہے۔ اور جس نے گھر میں جماعت سے تراویح پڑھی

اس نے ایک فضیلت حاصل کی اور دوسری بڑی فضیلت ترک کر دی۔اور یہی احکام فرض نمازوں کے ہیں۔

بعض دوسرے کہتے ہیں کہ تراویح سنتوں کی طرح ہیں جو علیحدہ علیحدہ پڑھنا چاہیئے کیونکہ یہ طرزِ عمل خلوص واخلاص سے قریب اور فریب وریا کاری سے بعید ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ مردوں کے لئے فرض نمازوں کے علاوہ دیگر تمام نمازیں گھر میں پڑھنا افضل ہیں۔

میں (شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ) کہتا ہوں کہ حدیث مذکورہ بالا میں فضیلت ان نمازوں کے بارے میں وارد ہے جو باجماعت ادا نہیں کی جاتی ہیں۔اور تراویح وہ نماز ہے جو باجماعت ہی پڑھی جاتی ہے۔نیز باجماعت تراویح پڑھنے کے احکام، رسول اللہ سے ثابت ہیں، جیسا کہ پہلے بھی لکھ چکے ہیں۔

امام ابو یوسفؒ کا بیان ہے جو زبردست فقیہ وحاکم ہو اور لوگ اس کی پیروی کرتے ہوں نیز اس کی وجہ سے لوگ بکثرت جماعت میں شریک ہوتے ہوں تو ایسے شخص کو تراویح جائز نہیں کہ وہ تراویح باجماعت مسجد میں ادا نہ کرے۔یعنی ایسے شخص کو تراویح باجماعت ترک کرنا نہیں چاہیئے۔البتہ جس شخص میں یہ صفات مذکورہ نہ ہوں اور وہ مسنون قرأت وغیرہ کے ساتھ اپنے گھر میں نماز پڑھ سکتا ہو تو ایسا شخص اپنے گھر میں نماز پڑھ سکتا ہے۔بشرطیکہ مجبوریاں لاحق ہوں۔

امامت بہ اُجرت

لوگوں کا کسی شخص کو اُجرت دے کر امام بنانا مکروہ ہے اور امامت کے فرائض کرنے کے لئے اجرت لینا بھی مکروہ ہے۔کیونکہ اُجرت مقرر کرنا فاسد ہے اور فاسد علیٰ الفاسد، فاسد ہی ہے۔

دو(۲)۔امام

اگر نماز تراویح پڑھانے کے لئے دو امام مقرر کیے جائیں اور ہر ایک امام دو (۲) دو(۲) رکعات پڑھائے تو یہ فعل غیر مستحب ہے۔مستحب یہ ہے کہ ہر امام چار چار رکعات پڑھائے اور یہی عمل روایت سے ثابت بھی ہے۔اس طرح یہ مراد بھی جائز ہے کہ ایک امام فرض نماز پڑھائے اور دوسرا تراویح۔

ایک امام دو مساجد

اگر کوئی امام دو مساجد میں مکمل طور سے تراویح پڑھائے تو اس کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ دونوں مسجد والوں کی نماز جائز طور پر ادا ہوگی۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے، جیسے کوئی موذن اذان دے کر اقامت کہے اور نماز پڑھے پھر دوسری مسجد میں اذان دے کر وہاں بھی نماز پڑھے تو یہ مکروہ نہیں ہے۔

بیٹھ کر تراویح پڑھنا

بیٹھ کر نماز تراویح پڑھنے کے بارے میں اختلاف ہے۔ بیٹھ کر تراویح پڑھنا کسی حال میں بھی مستحب نہیں ہے۔ البتہ بعض جائز اور بعض ناجائز کہتے ہیں۔

اور صحیح مسئلہ یہ ہے کہ تراویح بیٹھ کر پڑھنا بھی جائز ہے۔ حسن بن زیاد نے امام ابوحنیفہ" سے بھی روایت کی ہے اور لکھا ہے کہ اس کے برعکس تمام کا متفق علیہ فیصلہ ہے کہ فجر کی دو سنتیں بغیر کسی عذر کے بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اور جو لوگ بیٹھ کر تراویح پڑھنا ناجائز کہتے ہیں، وہ یہ دلیل لاتے ہیں کہ تراویح اسی طرح سنت ہے جیسے فجر کی سنتیں۔ اور بیٹھ کر تراویح پڑھنے کو جائز کہنے والے جواب دیتے ہیں کہ یہ نفل ہیں۔ جن کو سنتوں سے خصوصی مشابہت دینا درست نہیں ہے۔ اس لئے دیگر تمام سنتوں اور نفل کی طرح اس کا حکم ہے کہ بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے۔ اور مکرر ثبوت پیش کرتے ہیں کہ امام اعظم، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے عذر و بلا عذر میں کوئی فرق نہیں کیا ہے۔ اور یہ روایت ابوسلیمان نے بیان کی ہے۔ واقعہ حقیقی یہ ہے کہ بیٹھ کر تراویح پڑھنا کسی صورت میں بھی مستحب نہیں ہے۔ کیونکہ یہ سلف صالحین کے عمل مسلسل کے خلاف ہے۔

بیٹھ کر تراویح پڑھنا

عذر یا بغیر عذر کے امام کے بیٹھ کر تراویح پڑھانے میں بھی جائز و ناجائز اور استحباب کے اقوال ہیں۔

جائز کہنے والے کہتے ہیں امام اعظم"، امام ابو یوسف" اور امام محمد" سب کے نزدیک بیٹھ کر تراویح پڑھانا جائز ہے۔ اور اگر مقتدی بھی بیٹھ کر پڑھے تب بھی جائز ہوتا۔ لیکن جبکہ مقتدیوں نے کھڑے ہو کر پڑھی تو بدرجہ اولیٰ جائز ہے۔

بعض لوگ بیٹھ کر تراویح پڑھانے کو ناجائز کہتے ہیں اور دلیل لاتے ہیں کہ امام محمدؒ نے بیٹھ کر تراویح پڑھانے کو ناجائز قرار دیا ہے۔ بیٹھ کر تراویح پڑھانا مستحب کہنے والے کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مستحب ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ مقتدی بعذر بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں اور بیٹھنے کی بہ نسبت کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے۔

امام محمدؒ کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھائے اور جس طرح بیٹھ کر فرض پڑھنا جائز نہیں بالکل اسی طرح نفل بھی بیٹھ کر پڑھنا مستحب نہیں ہے۔

تراویح میں بیٹھے رہنا

نماز تراویح میں جبکہ امام تراویح پڑھا رہا ہو کسی مقتدی کو جائز نہیں کہ [redacted] رکوع کے انتظار میں بیٹھا رہے اور جب امام رکوع کرے تو جھٹ اُٹھ کر رکوع میں شامل ہو جائے۔ اس طریقہ عمل سے نماز پڑھنے میں سُستی کا اظہار ہوتا ہے اور منافقین سے مشابہت پیدا ہوتی ہے۔ کچھ لوگ اس طرح عکاسی کرتے ہیں کہ جب نماز پڑھنے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی و کاہلی کا مظاہرہ کرتے ہیں[1]۔ نیز جب نیند کا غلبہ ہو تو نیند کی حالت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے بلکہ نماز اس وقت پڑھنا چاہیے جبکہ نیند بالکل غائب ہو جائے اور انسان اچھی طرح بیدار ہو۔ نیند کی حالت میں نماز پڑھنے سے غور و فکر کی قوت فوت ہو جاتی ہے اور سستی و کاہلی کا اظہار ہوتا ہے اور یہی حکم موسم گرما میں کھلی جگہ میں نماز پڑھنے کا ہے کہ موسم گرما میں کھلی جگہ نماز پڑھی جائے بلکہ سایہ میں ادا کی جائے تاکہ آیاتِ تلاوت قرآن کریم میں غور و فکر کی جا سکے اور کسی قسم کا تکدر نہ رہے۔ (خلاصۃ) غرض کہ احکامِ الٰہی کی پابندی کی جائے۔ جیسا کہ حکمِ الٰہی ہے:

"اے محبوب رب العالمین فرما دیجئے: آتش دوزخ کی گرمی بہت زیادہ ہے کاش لوگ اسے سمجھتے"۔ (آیت قرآن کریم)

مسائل وتر با جماعت

تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ وتر ماہ رمضان میں با جماعت پڑھنا افضل ہے اور اس فضیلت کے بارے میں علما باہم مختلف الخیال ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ جماعت افضل ہے اور دوسرے کہتے ہیں کہ اپنے گھر میں تن تنہا وتر پڑھنا افضل ہے کیونکہ تراویح

---

[1] سُستی و کاہلی کا مظاہرہ کرنے سے نماز اپنی پوری حقیقت کے ساتھ مکمل طور پر ادا نہیں ہوتی اور غفلت کرنے والے انعام و اکرام سے محروم رہتے ہیں۔ لوگ اللہ کے دین کو رواجی مذہب بنانے سے گریز کریں۔ ۱۲

باجماعت کی طرح سے صحابہؓ نے باجماعت وتر نہیں پڑھے۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے تبیین۔عنایہ وشرح ہدایہ از ابن ہمام)

ایک روایت یہ ہے کہ تراویح کے بعد باجماعت وتر وہ پڑھے جو تہجد گذار نہ ہوں اور تمام تہجد گذاروں کے لئے لازمی ہے کہ نماز تہجد کے بعد وہ وتر پڑھیں۔

تمام صلحاء علماء وفقہاء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ ماہ رمضان میں وتر کی تینوں رکعات میں امام با آواز قرأت کرے اور منفرد کو اختیار ہے کہ با آواز پڑھے یا آہستہ دل میں پڑھے۔

دعائے قنوت

دعائے قنوت با آواز یا آہستہ پڑھنے اور دعائے قنوت ہاتھ باندھ کر پڑھنے یا ہاتھ چھوڑ دینے اور مقتدی کے وتر میں دعائے قنوت پڑھنے یا خاموش رہنے کے مسائل میں علماء کا باہمی اختلاف ہے۔ چنانچہ ایک قول یہ ہے کہ مقتدی وتر میں دعائے قنوت کو بالکفار ملحق کے الفاظ تک پڑھے اور اس کے بعد خاموش رہے۔ بعض کہتے ہیں کہ مقتدی وتر کو آمین آمین کہنا چاہیئے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ مقتدی وتر کو اختیار حاصل ہے خواہ وہ دعائے قنوت پڑھنے والے امام کا اتباع کرتے ہوئے آہستہ آہستہ دعائے قنوت پڑھتا رہے۔ اس لئے کہ دعائے قنوت دراصل ایک دعا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ دعائے قنوت با آواز پڑھی جائے۔ امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ امام دعائے قنوت پڑھے اور مقتدی نہ پڑھے۔

اور صحیح مسئلہ یہ ہے کہ دعائے قنوت با آواز پڑھی جائے اور وتر کی آخری رکعت میں الحمد و سورۃ پڑھنے کے بعد کانوں تک ہاتھ اُٹھا کر پھر باندھ لینے اور دعائے قنوت پڑھنے کے احکام صلحاء وعلماء کے حق بجانب ہیں۔ بعض کا بیان ہے کہ احتیاطاً جماعت کے ساتھ ایک دوگانہ اور پڑھ لیں اور شک وشبہ دور کر لیں۔

بعض کہتے ہیں کہ مزید دوگانہ پڑھا جائے۔ کیونکہ بربنا شک وشبہ، نماز تراویح کی رکعات میں اضافہ کرنا جائز نہیں ہے۔

اور عمدہ صورت یہ ہے کہ سب لوگ علیحدہ علیحدہ منفرداً احتیاطاً ایک ایک دوگانہ پڑھ لیں تا کہ (۲) رکعات کی تکمیل سنت نبوی ﷺ ہو جائے۔

جماعت نوافل

دو اماموں کے ایک ترویحہ یعنی ایک دوگانہ پڑھانے کے مسئلہ کے بارے میں علماء باہم مختلف الرائے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ دو اماموں کی موجودگی کی صورت میں ایک امام دوگانہ یعنی صرف دو رکعت پڑھائے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور یہ جائز ہے۔ اور بعض اسے ناجائز کہتے ہیں اور صحیح مسئلہ یہ ہے کہ دوگانہ ایک ایک امام کا دو، دو رکعات پڑھانا غیر مستحب ہے۔ نیز علماء حرمین شریفین کا عمل یہی ہے کہ ایک ایک امام ایک ایک ترویحہ یعنی چار چار رکعات پڑھاتے ہیں اور اس عمل کی صورت میں امام کی تبدیلی سے آرام کی سہولت میسر ہوتی ہے اور ایک دوسرے کے انتظار میں نماز پڑھانے کے لئے بالکل مستعد و چست رہتا ہے۔

وقت تراویح

نماز تراویح پڑھنے کے وقت کے بارے میں علماء باہمی مختلف رائے رکھتے ہیں۔
علماء احناف اور شیخ اسمٰعیل زاہد" کا بیان ہے کہ طلوع فجر تک پوری رات نماز تراویح پڑھی جا سکتی ہے۔ عام اس سے کہ لوگوں کے مقرر کردہ وقت عشاء سے پہلے یا بعد تراویح پڑھنے کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ خواہ وتر پڑھنے کے وقت سے پہلے آغاز کیا جائے یا بعد میں۔ کیونکہ دراصل رات کے وقت تراویح پڑھنے کے احکام ہیں۔

عام علماء بخارا کا بیان ہے کہ نماز تراویح کا وقت عشاء اور وتر کے درمیان ہے۔

چند ترویحہ چھوٹ جانے پر وتر

اگر چند رکعات نماز تراویح چھوٹ جائیں اور وہ امام کے ساتھ نہ پڑھ سکا ہو اور بعد نماز تراویح امام وتر پڑھنے کھڑا ہو اس صورت میں بعض کہتے ہیں کہ چند رکعات چھوٹ جانے والے شخص کو چاہیئے کہ وہ امام کے ساتھ نماز وتر پڑھ لے اور اس کے بعد اپنی چھوٹی ہوئی رکعات تراویح پڑھ لے۔ اور بعض دوسرے کہتے ہیں کہ امام کے ساتھ وتر نہ پڑھے بلکہ اولاً اپنی چھوٹی ہوئی رکعات تراویح کو مکمل کرے۔[1]

---

[1] امام محمدؒ بن فضل کا فتویٰ ہے کہ امام کے ساتھ وتروں میں شریک نہ ہو بلکہ اولاً اپنی چھوٹی ہوئی رکعات تراویح مکمل کرے۔ اور صدر الشہید کا بیان ہے کہ امام کے ساتھ وتروں میں شریک ہو جائے۔ اور اس کے بعد چھوٹی ہوئی رکعات تراویح پڑھے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے۔ السراج الوہاج) شیخ امام ظہیر الدین کا مفتی بہ قول یہ ہے کہ اگر کسی کی دو چار رکعات تراویح چھوٹ گئی ہوں اور امام وتر پڑھانے لگے تو اس شخص کو چاہیئے کہ امام کے ساتھ وتر پڑھ لے اور با جماعت وتر نہ چھوڑے۔ اس کے بعد چھوٹی ہوئی رکعات تراویح پڑھے۔ اور یہی مسئلہ خلاصہ میں بھی تحریر ہے۔ ۱۲

رکوع قبل قنوت

مقتدی کے دعائے قنوت مکمل کرنے سے پہلے اگر امام رکوع میں جائے تو مقتدی کو چاہیئے کہ امام کی پیروی میں رکوع کرے۔ اس لئے کہ دعائے قنوت پڑھنا فرض نہیں ہے۔

مسبوق اور وتر

مسبوق یعنی بعد کو اکثر نماز میں شریک ہونے والا اگر امام کے ساتھ وتر میں دعائے قنوت پڑھ چکا ہو تو بعد ختم جماعت اپنی چھوٹی ہوئی رکعات کو مکمل کرے اور اپنی آخری رکعت میں مکرر دعائے قنوت نہ پڑھے۔

مقدار رکعات میں شبہ

دوران نماز تراویح میں اگر یہ شبہ ہو کہ نو دوگانہ پڑھے ہیں یا دس تو اس بارے میں بعض علماء کا اختلاف ہے اگر قبل عشاء یا وقت وتر کے بعد تراویح پڑھی تو نماز تراویح بروقت ادا نہ ہوگی۔ اس لئے کہ روایات اسی کے موافق ہیں۔ اور روایات کی پیروی کرتے ہوئے تراویح پڑھی جاتی ہے۔

صحیح مسئلہ یہ ہے کہ وقت عشاء کے بعد سے طلوع فجر تک پوری رات تراویح کا وقت ہے۔ اگر لوگوں کے مقرر کردہ وقت عشاء سے پہلے آغاز کی جائے یا طلوع کے بعد تک پڑھی جاتی رہے تب بھی جائز ہے۔ البتہ نماز عشاء کی سنتوں سے پہلے پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ سنن مؤکدہ کے بعد تراویح پڑھنا مسنون ہے۔ اس لئے کہ تراویح رمضان کے علاوہ عشاء کے بعد دیگر مسنون، دراصل نوافل کے مشابہ ہیں۔ اور وتر پڑھنے کے بعد بھی نماز پڑھنا جائز ہے۔ اور ثابت شدہ ہے کہ پچھلی رات میں وتر پڑھنا افضل ہے۔ اور ایک تہائی یا نصف شب تک میں تراویح پڑھنا مستحب ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ نصف شب کے بعد نماز تراویح شروع کرنا اسی طرح مکروہ ہے جس طرح نماز عشاء میں اتنے زیادہ وقت تک تاخیر کرنا مکروہ ہے۔

صحیح مسئلہ یہ ہے کہ نماز تراویح تاخیر سے پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔ کیونکہ یہ رات کی نماز ہے اور آخر وقت تک میں اس کا پڑھنا افضل ہے۔ فتاویٰ قاضی خاں میں مذکور ہے کہ آدھی رات تک تراویح پڑھنے میں تاخیر کرنا مستحب ہے اور اکثر لوگوں کا یہی قول ہے اور یہی صحیح ہے۔

خلاصہ میں مرقوم ہے کہ رات کے زیادہ سے زیادہ حصہ میں آرام و انتظار کے ساتھ نماز تراویح ادا کرنا افضل ہے اور رات کے پچھلے پہر تک نماز تراویح پڑھتے رہنا بغیر کسی کراہت کے بالکل جائز ہے۔ اور یہی درست ہے۔

تراویح کی قضاء

پوچھا جاتا ہے کہ اگر نماز تراویح فوت ہو جائے تو اس کی قضاء جماعت کے ساتھ کی جائے یا بغیر جماعت کے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کوئی قضاء نماز جماعت سے نہ پڑھی جائے۔ البتہ انفرادی طور پر اس قضاء کو ادا کرنے کے بارے میں علماء باہم مختلف الرائے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ دوسرے دن تراویح پڑھنے سے پہلے یہ قضاء تراویح پڑھ لی جائے۔ بعض کہتے ہیں کہ ماہ رمضان ختم ہونے کے بعد قضاء تراویح پڑھی جائے۔ بعض کہتے ہیں کہ فوت شدہ تراویح بصورت قضاء مطلقاً نہ پڑھی جائے کیونکہ یہ سنت مؤکدہ کی بہ نسبت غیر مؤکدہ ہیں۔ اور مؤکدہ سنتیں جو قضاء ہوتی ہیں وہ بعد میں نہیں پڑھی جاتی ہیں۔ یعنی ہمارے اصحاب کے نزدیک قضاء ادا نہیں ہوتی ہیں۔ اسی طرح قضاء تراویح کو کسی دوسرے وقت نہیں پڑھتے۔ یہی اس کی دلیل ہے کہ قضاء تراویح کو جماعت کے ساتھ نہیں پڑھتے اور یہی مسئلہ سب کے نزدیک اجماعی طور پر صحیح ہے کہ جو نماز تراویح قضاء ہو چکی ہے اسے انفرادی طور پر پڑھنا مستحب ہے۔

شیخ قاسم حنفی نے لکھا ہے کہ جس طرح نماز مغرب کی سنتوں کی قضاء نہیں پڑھتے اسی طرح تراویح کی قضاء کا حال ہے کہ انہیں دوسرے وقت نہیں پڑھا جاتا۔

سنن ہدیٰ میں سراجیہ سے منقول ہے کہ قضاء نماز تراویح کو انفرادی طور پر پڑھنا بہتر و مستحسن ہے۔

شوال

حج کے مہینوں کے منجملہ شوال مبارک کا مہینہ ہے۔ جسے ماہ فطر بھی کہتے ہیں۔ اور یکم شوال کو عید کا دن گناہوں کی مغفرت کا دن ہے۔

ایک حدیث حضرت انسؓ سے مروی ہے۔ کہ عید کے دن اللہ تعالیٰ اپنے روزہ دار صالح بندوں پر فخر و مباہات کرتے ہوئے فرشتوں سے کہتا ہے : "اے فرشتو بتاؤ ! اس مزدور کو کیا اُجرت دی جائے جو اپنا مقررہ کام اچھی طرح انجام دے" ؟ فرشتے عرض کرتے ہیں، "اے اللہ اس کا صلہ یہ ہے کہ مزدور کو پوری پوری مزدوری دی جائے۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے فرشتو سنو ! میرے بندوں نے بشمول مرد و زن میرے احکام کی تکمیل کی ہے"۔ اس پر فرشتے با آواز بلند لبیک کہتے ہیں اور بندوں کے اعمال کا اقرار کرتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کہتا ہے۔ "مجھے قسم ہے میرے عزت و جلال، جود و کرم علاء مرتبت و رفعت مقالی کی کہ میں روزہ دار بندوں کی جو عید کے دن دعا کرتے ہیں ان کی دعائیں قبول کروں گا۔ اور جاؤ کہہ دو کہ اے بندو ! میں نے تمہارے گناہ معاف کئے اور تمہارے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیا"۔ راوی انسؓ کا بیان ہے کہ یہ راوی روزہ دار جو عید کے دن دعا کرتے ہیں ان کی دعا قبول ہوتی ہے اور یہ مغفور گناہوں سے پاک ہو کر عید گاہ سے اپنے گھر واپس جاتے ہیں۔ (شعب الایمان از بیہقی)[1]

عید گاہ جانے سے پہلے مسنون افطار

عید الفطر کے دن عید گاہ جانے سے پہلے کچھ کھا لینا مسنون ہے۔ بخاری میں انسؓ کی زبانی تحریر ہے کہ رسول اللہ نماز عید الفطر پڑھنے سے پہلے طاق عدد کھجوریں نوش فرماتے تھے۔[2]

---

[1] مندرجہ بالا حدیث کی ابتدائی عبارت یہ ہے۔ (ترجمہ) حضرت انسؓ کا بیان ہے۔ شب قدر میں جبرائیل امین اپنی متعلقہ جماعت فرشتگان میں آتے ہیں اور یہ فرشتے ان لوگوں پر جو کھڑے بیٹھے اللہ کی عبادت کرتے ہوتے ہیں ان پر درود وسلام پڑھتے ہیں اور پھر عید کے دن ان عبادت گذار صلحاء روزہ داروں پر فخر مباہات کرتے ہوئے اللہ اپنے مقرب فرشتوں سے کہتا ہے : "اے فرشتو! بتاؤ اس مزدور کو کیا مزدوری دی جائے، جس نے اپنے مقررہ فرائض پوری طرح ادا کئے"۔ (مشکوٰۃ) [2] جو ہندسہ دو (۲) سے کٹ نہ سکے طاق ہے جیسے ایک تین، پانچ، سات، نو وغیرہ ۔ ۱۲

حاکم نے عتبہ بن عبید کی زبانی لکھا ہے کہ نماز عید الفطر پڑھنے سے پہلے رسول اکرم ﷺ تین، پانچ، سات یا کم وبیش کھجوریں تناول فرماتے تھے۔

محدثین نے لکھا ہے۔ کھجوریں کھانے میں یہ حکمت ہے کہ کھجوریں ایسی میٹھی ہوتی ہیں جن سے اس کی قوت بینائی میں اضافہ ہوتا ہے جو روزہ رکھنے سے کمزور ہو جاتی ہیں۔ اسی لئے کھجوریں کھانا مستحب ہے۔

علاوہ ازیں یہ بھی لکھا ہے کہ شیرینی دل کو نرم کرتی ہے اور مزاج ایمانی کے موافق ہے۔ جیسا کہ مروی ہے کہ مسلمان، نہایت ہلکا پھلکا اور آنکھوں کو خوشگوار معلوم ہوتا ہے اور جس نے خواب میں خود کو حلوہ (کوئی شیریں چیز۔ شیریں میوہ وغیرہ) کھاتے دیکھا اس کی تعبیر یہ کہ اسے عنقریب لذت ایمانی میسر ہوگی۔ اسی لئے شہد اور کھجور سے افطار کرنا افضل ہے۔ علاوہ بریں کھجور میں اکثر خصوصیات ہیں اور مدینہ منورہ کی کھجوروں کا کیا کہنا۔ (کھجوروں کی خصوصیات علیحدہ لکھی جاتی ہیں)۔

غرض مسنون طریقہ یہ ہے کہ عید کے دن عید گاہ جانے سے پہلے تین، پانچ، سات کھجوریں کھانا چاہیئے۔

ستۂ شوال

ماہ شوال میں چھ روزے رکھنا مسنون ہیں۔ جو حسب ذیل احادیث سے ثابت ہیں۔

صحیح مسلم میں ہے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی زبانی مذکور ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے رمضان کے روزے رکھ کر شوال کے چھ روزے رکھے۔ گویا اس نے زمانہ بھر روزے رکھے اور یہ اس وقت ہے جبکہ تمام عمر بھر روزہ دار رہا ہو۔ اور جس نے اس ماہ روزے رکھے گویا اس نے ایک سال کے برابر روزے رکھے۔

علاوہ ازیں ابن ماجہ نے حضرت ثوبان کی زبانی بھی اسی مضمون کی حدیث لکھی ہے اور ابن ماجہ نے لکھا ہے کہ رمضان کے بعد شوال کے چھ روزے مستقل نہیں رکھے جاتے بلکہ عید کا دن چھوڑ کر دوسرے شوال سے مسلسل چھ روزے رکھنے کا حکم ہے۔

امام شافعیؒ کا قول یہ ہے کہ شوال کے چھ روزے مسلسل رکھے جائیں اور ان چھ دنوں کے درمیان کوئی روزہ ترک نہ کیا جائے۔

ہمارے نزدیک اور امام محمدؒ کے نزدیک عام ہے چاہے مسلسل رکھیں خواہ غیر مسلسل۔

ز امام محمدؒ نے لکھا ہے کہ غیر مسلسل روزے رکھنے میں کوئی کراہت نہیں ہے اور نصاریٰ عیسائیوں سے مشابہت بھی نہیں ہوتی۔

نمازِ عید سے پہلے غسل

فقہاء نے لکھا ہے کہ عیدین میں نماز سے پہلے غسل کرنا سنت ہے اور اجتماع عامہ کے مدِ نظر عیدین کے غسل کو جمعہ کے غسل پر قیاس کیا ہے۔

فاکہ بن سعد صحابیؓ کا بیان ہے کہ عید الفطر، عید الضحیٰ اور عرفہ کے دن رسول اکرم ﷺ غسل فرماتے تھے۔

(سنن ابن ماجہ طبرانی کی معجم۔ بزار کی مسند میں یہ حدیث مرقوم ہے اور شعبی کا بھی یہی قول ہے)

شیخ ابن ہمام اور امام نووی وغیرہ نے لکھا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے۔

شرح کتاب الخرقی میں مذکورہ بالا حدیث کے آخر میں تحریر ہے کہ فاکہ بن سعد اپنے اہل و عیال کو عید الفطر اور عید الضحیٰ اور عرفہ کے دن غسل کرنے کا حکم دیتے تھے۔ اور یہی روایت عبداللہ ابن احمد اور ابن ماجہ نے لکھی ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اپنی کتاب جمع الجوامع میں شعبی کے حوالہ سے زیاد بن عیاض اشعری کی زبانی لکھا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا رسول اکرم ﷺ کی تمام سنتیں تو تم ادا کرتے ہو لیکن عیدین میں تم غسل نہیں کرتے حالانکہ یہ بھی سنت ہے۔

یہ روایت ابن مندہ اور ابن عساکر نے تحریر کر کے لکھا ہے کہ عیاضؒ کی زبانی یہ روایت صحیح ہے۔ لیکن ابن عیاض کا قول غیر محفوظ ہے۔

بعض محدثین نے اس حدیث کو بھی ضعیف قرار دیا ہے۔ نیز صحاح ستہ میں مذکور بالا حدیث مرقوم نہیں۔ البتہ حضرت ابن عمرؓ کی یہ کیفیت درج ہے کہ عید الفطر کے دن عید گاہ جانے سے پہلے غسل کرتے تھے۔ اور چونکہ حضرت ابن عمرؓ نہایت سختی سے سنت نبوی ﷺ کی پیروی کرتے تھے۔ اس لئے حدیث غسل صحیح ہے۔

راستہ میں تکبیرات پڑھنا

امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل، امام ابو یوسف اور امام محمدؒ کے نزدیک عید گاہ جاتے ہوئے تکبیرات پڑھنا سنت ہیں۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ بقرہ عید کے دن

باآواز بلند تکبیرات پڑھنا سنت ہے اور عید الفطر کے دن پست آواز سے تکبیرات پڑھنا سنت ہے اور آہستہ تکبیر کہنا بہر حال ایک امر مستحسن ہے۔ نیز ذکر الٰہی ہر وقت مستحب ہے۔

"خلاصہ" میں اصل تکبیر اللہ اکبر اللہ اکبر لاالٰہ الااللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد میں کمی بیشی الفاظ کی بابت لوگوں کی باہمی اختلاف رائے لکھی گئی ہے۔

امام اعظمؒ کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ عید الفطر میں بھی عید گاہ جاتے وقت باآواز تکبیرات پڑھی جائیں۔ اور یہی ابن ہمام کی شرح میں لکھا ہے۔

دیگر ائمہ اس روایت ابن عمرؓ سے استدلال لاتے ہیں۔ جو دار قطنی نے لکھی ہے کہ رسول اکرمﷺ عید الفطر کے دن عید گاہ جاتے ہوئے تکبیرات پڑھا کرتے تھے۔

شمنیؒ نے بیان کیا ہے کہ اس حدیث کے مرفوع ہونے میں کلام ہے۔ البتہ ابن عمرؓ کے حوالہ سے حدیث موقوف ہے۔ شیخ ابن ہمام نے اس حدیث کو اس لئے ضعیف لکھا ہے کہ اس میں ایک راوی موسیٰ بن محمد بن عطاء بھی ہے جو خود ضعیف ہے اور ابن عمرؓ کی زبانی دار قطنی نے جو حدیث لکھی ہے اس سے تکبیرات کا باآواز بلند کہنا ثابت ہی نہیں ہوتا۔ نیز کسی صحابی کا قول قرآن کریم کی آیت "دون الجھر من القول" (زور سے نہ پڑھو) کے مغائر کیسے ہوسکتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے: "لوگو! تکبیر سن کر میں نے اپنے شتربان سے کہا کہ امام نے تکبیر کہی"؟ اس نے جواباً کہا جی نہیں۔ اس کے بعد فرمایا ہم نے عرصہ تک رسول اکرمﷺ کی صحبت سے فیض حاصل کیا ہے لیکن ہم میں سے کسی صحابی نے بھی امام کی تکبیر کہنے سے پہلے تکبیر نہیں کہی۔

ابو جعفر کا بیان ہے کہ لوگوں کو عید گاہ کے راستہ میں تکبیرات پڑھنے سے منع نہ کیا جائے۔ کیونکہ پہلے ہی سے نیک کاموں کا انجام دہی میں ان میں ذوق وشوق کم ہے۔ اور ہم کہتے ہیں کہ چونکہ تکبیرات پڑھنا مستحسن ہیں اس لئے لازمی طور پر مستعدی سے پڑھی جائیں۔

عید گاہ آنے جانے کا راستہ

عید کے دن عید گاہ آمد ورفت کے دو راستے اختیار کرنا سنت ہے۔ بخاری میں جابرؓ کی روایت ہے کہ رسول اکرمﷺ نبی خاتم عید کے دن عید گاہ ایک راستہ سے تشریف لے جاتے اور دوسرے راستہ سے واپسی فرماتے۔

ترمذی دارمی نے ابوہریرہؓ کی زبانی لکھا ہے کہ سرورِ عالم ﷺ عید کے دن ایک راستہ سے تشریف لے جاتے اور دوسرے راستہ سے مراجعت فرما ہوتے۔

رسول اکرم ﷺ کی روانگی و مراجعت کے دو مختلف راستوں کی آمدوشد میں جو اسرار و رموز اور نکات ہیں اسے ہم (شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ) نے اپنی کتاب شرح سفر السعادت میں تفصیل سے لکھا ہے۔

علماء کا باہمی اختلاف رائے ہے کہ راستہ کی تبدیلی صرف امام کے لئے ہے یا تمام نمازیوں کے لئے ہے۔ اس پر مفتی بہ قول یہی ہے کہ امام اور دیگر نمازی سب کا فرداً فرداً ایک راستہ سے آنا اور دوسرے سے جانا رسول اکرم ﷺ کی متابعت کی دلیل ہے۔

نوافل قبل و بعد نماز عید

نماز عید سے پہلے اور بعد کے نوافل پڑھنے کے بارے میں معلومات کرا دینا ضروری ہے تاکہ لوگوں کی خلجان رفع ہو جائے۔

بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ترمذی نے حضرت ابن عباسؓ کی زبانی لکھا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے عید کی دو رکعتیں پڑھیں اور ان سے پہلے یا بعد کو کوئی نماز نہیں پڑھی۔ (تاختم حدیث)

ترمذی نے عبداللہ ابن عمرؓ اور ابوسعیدؓ سے روایت لکھی ہے کہ سرورِ عالم ﷺ کے اہل و عیال صحابہؓ کا یہی معمول رہا اور اکثر اہل علم تابعینؒ کا بھی یہی عمل رہا کہ نماز عید سے پہلے یا بعد کو کوئی اور نماز نہیں پڑھتے تھے۔ البتہ حال کے چند لوگوں نے قبل و بعد نماز عید دیگر نفل پڑھنے کو جائز قرار دیا ہے۔ اور صحیح وہی ہے کہ رسول اکرم ﷺ، صحابہؓ، تابعینؒ کوئی بھی نماز عید کے سوائے کوئی دوسری مزید نماز نہیں پڑھتے تھے۔

شرح کتاب الحربی میں مؤلف نے جو امام احمد بن حنبلؒ کے مسلک کے پیرو ہیں تحریر کیا ہے کہ ایک مرتبہ عید کے دن حضرت علیؓ نے عبداللہ ابن مسعودؓ انصاری کو اپنا قائم مقام امام بنا کر عیدگاہ روانہ کیا۔ جہاں عبداللہ ابن مسعودؓ نے لوگوں سے کہا امام کے نماز پڑھانے سے پہلے کوئی نماز پڑھنا خلاف سنت ہے۔ (نسائی)

ابن سیرین کی روایت ہے کہ عبداللہ ابن مسعودؓ اور حذیفہؓ نے عیدگاہ میں عید کے دن امام کے نماز پڑھانے سے پہلے لوگوں کو نماز پڑھنے سے منع کیا۔ (اسے سعید نے بھی بیان کیا ہے)

اثرم نے زہری کا قول لکھا ہے کہ میں (زہری) نے اپنے علمائے وقت کسی کی زبانی یہ نہیں سُنا کہ کسی شخص نے نماز عید سے پہلے یا بعد کوئی اور نماز پڑھی ہو۔

دراصل اختلاف اس امر میں ہے کہ یہ ممانعت صرف عیدگاہ کے ساتھ مخصوص ہے یا گھر میں بھی پڑھنا ممنوع ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ عیدگاہ کے سوائے دوسرے مقامات پر یہ ممانعت عائد نہیں، یعنی عیدگاہ کے سوا۔ اگر کوئی شخص اپنے گھر میں کچھ پڑھ لے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

ابو سعید خدری ؓ سے مروی ہے کہ نماز عید سے پہلے رسول اکرم ﷺ کوئی نفل نہیں پڑھتے تھے۔ البتہ نماز عید سے واپسی پر در دولت میں دو رکعات پڑھا کرتے تھے۔

(ابن ماجہ و مسند امام احمد)

ہدایہ میں تحریر ہے کہ عیدگاہ میں نماز عید سے پہلے کوئی نفل نہ پڑھے جائیں اور یہ کراہت صرف عیدگاہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ شرح ہدایہ میں ہے۔ عیدگاہ جانے سے پہلے اگر نماز چاشت پڑھی جائے تو مکروہ نہیں ہے۔

بعض علماء کا ایک قول یہ ہے کہ عیدگاہ وغیرہ کہیں بھی مکروہ نہیں ہے۔ شرح ہدایہ میں مرقوم ہے کہ امام اور دوسرے نمازیوں، سب کو عیدگاہ میں قبل نماز عید نفل وغیرہ پڑھنا مکروہ ہیں۔

امام شافعی ؒ کا بیان ہے کہ عیدگاہ میں قبل از نماز عید صرف امام کو کوئی نفل وغیرہ پڑھنا مکروہ ہے۔ دوسرے نمازیوں کو مکروہ نہیں ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ عیدگاہ میں قبل از نماز عید کسی نفل نماز پڑھنے کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ یہ نماز غیر مسنون ہے اور اس لئے مکروہ قرار دی گئی ہے۔

مؤلف فتح الباری نے لکھا ہے کہ نماز عید سے پہلے یا بعد کو نفل پڑھنے میں ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد نفل یا سنت غیر مؤکدہ ہوں یا اس وقت میں پڑھنے کی ممانعت ہو اور ان تمام صورتوں میں عیدگاہ یا عیدگاہ و مکان دونوں جگہ کے لئے ممانعت ہو سکتی ہے۔ اور سلف ان تمام ممانعتی صورتوں میں باہم مختلف الرائے ہیں۔ علمائے کوفہ عید کی نماز کے بعد نفل وغیرہ پڑھنے کے قائل ہیں اور نماز عید سے پہلے نفل پڑھنے کو ممنوع سمجھتے ہیں اور یہی مسلک امام اوزاعی امام ثوری اور حنفیوں کا ہے۔

علماء بصرہ عید کی نماز سے پہلے نفل پڑھنے کو ممنوع نہیں سمجھتے ہیں اور بعد کو ممنوع کہتے کہ یہی مسلک حسن بصری اور دوسری جماعت کا بھی ہے۔

اہلِ مدینہ کہتے ہیں کہ نماز عید سے پہلے یا بعد میں کوئی نفل نہ پڑھے جائیں۔ اور یہی مسلک امام زہری، ابن جریج اور امام احمد کا ہے۔

بعض مالکی علماء کا متفق علیہ فیصلہ ہے کہ عیدگاہ میں امام کوئی نفل نہ پڑھے۔ جو لوگ عیدگاہ میں نفل پڑھنے کو جائز کہتے ہیں وہ استدلال لاتے ہیں کہ یہ وقت نماز ہے اور وقت نماز میں کوئی کراہت نہیں ہے اس لئے عیدگاہ میں بھی نفل پڑھے جاسکتے ہیں۔ اور جو لوگ عیدگاہ میں نفل پڑھنے کی ممانعت کے قائل ہیں وہ یہ استدلال لاتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے عیدگاہ میں نماز عید کے علاوہ کوئی نفل وغیرہ نہیں پڑھے اور جس نے رسول اکرم ﷺ کی پیروی کی وہی ہدایت یافتہ ہیں۔

ماحصل اقوال و روایات اور حاصل کلام یہ ہے کہ عید کی نماز سے پہلے یا بعد میں کوئی نفل پڑھنا رسول اللہ کے عمل وقول سے ثابت نہیں ہے۔ بعض لوگ عید کی نماز کو جمعہ کی نماز پر قیاس کرتے ہیں وہ مکرر سمجھ لیں کہ جمعہ الگ ہے اور عید الگ۔ اور ان دونوں کے درمیان احکام بھی علیحدہ ہیں۔

البتہ صرف نفل پڑھنے کی ممانعت کسی دلیل سے ثابت نہیں۔ نفل اوقات مکروہ میں پڑھنا مکروہ ہے۔ عیدگاہ میں نماز عید سے پہلے نفل بہر حصول تقرب الٰہی پڑھے جانے کا ہمارے ملک میں بھی رواج ہے۔

نماز عید کی قضا

نماز عید فوت ہو جانے پر اس کی قضا پڑھنے میں علماء کا باہمی اختلاف ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ نماز عید کی قضاء پڑھی جائے اس لئے کہ نماز عید اپنی خصوصیات کے ساتھ مخصوص ہے۔

ہدایہ کی بعض شروح میں مرقوم ہے کہ عید کی نماز فوت ہو جانے پر حسب منشاء دو یا چار رکعات مانند نماز چاشت پڑھی جاسکتی ہیں۔ اور یہ صرف نماز عید کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ دوسرے دنوں میں نماز چاشت کی مانند پڑھی جاسکتی ہے۔

محیط اور فتاوی قاضی خان میں ہے کہ عیدگاہ میں جسے امام کے ساتھ نماز عید نہ ملے اسے اختیار ہے کہ وہ عیدگاہ میں خود تنہا نماز پڑھ لے یا اپنے گھر جا کر پڑھے۔

اور افضل یہ ہے کہ عید کی نماز فوت ہو جانے پر نماز چاشت کی مانند چار رکعات پڑھ لی جائیں۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود ؓ سے بہ اسناد مروی ہے۔ کہ جس کو عید کی نماز نہ ملی ہو وہ چار رکعات پڑھ لے۔

فتح الباری میں اس روایت کے آخر میں تحریر ہے کہ چار رکعات پڑھنے کی ترکیب میں "سبح اسم ربک الاعلی" دوسری میں "الشمس وضحٰھا" تیسری میں "واللیل اذا یغشیٰ" اور چوتھی رکعت میں سورۃ "والضحیٰ" پڑھی جائے۔ نیز اسی ضمن میں عبداللہ ابن مسعود ؓ سے مروی ہے کہ ان چار رکعات کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ان رکعات کے پڑھنے والے کو بہت زیادہ عمدہ و بہتر اجر و صلہ دیا جائے گا"۔

اسی طرح حنبلی مذہب کے علماء بھی یہی روایت بیان کر کے ان چار رکعات کے بے پایاں ثواب بیان کرتے ہیں۔

امام احمد بن حنبل ؒ کا بیان ہے کہ عبداللہ بن مسعود ؓ کی ان چار رکعات کے بے حد و بے شمار ثواب کی روایت کی توثیق حضرت علی ؓ کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ حضرت علی ؓ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ اپنی قوم کے کمزوروں کو چار رکعات بغیر تکبیرات و خطبہ کے پڑھائے۔

بخاری نے لکھا ہے کہ حضرت انس ؓ نے اپنے اہل و عیال و اولاد کو بصرہ سے دو فرلانگ دور موضع زاویہ میں جمع کیا اور اطراف و اکناف کے لوگوں کے ساتھ نماز عید ادا کی۔ ان سب لوگوں کا قاعدہ تھا کہ وہ نماز عید کی دو رکعتیں امام کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔

کرمانی نے لکھا ہے کہ امام کے ساتھ نماز عید نہ ملنے کی صورت میں امام مالک اور امام شافعی کے قول کے موافق دو رکعتیں پڑھنا چاہیئے۔ اور امام احمد بن حنبل ؒ کے قول

کے مطابق چار رکعات ادا کی جائیں۔ اور امام اعظم ابو حنیفہ ؒ کے مذہب و قول کے موافق نماز عید فوت ہو جانے والے کو اختیار ہے۔ خواہ وہ تنہا پڑھے خواہ نہ پڑھے اور پڑھنے کی صورت میں بھی اختیار ہے کہ دو رکعات پڑھے چاہے چار رکعات۔ باقی اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جانتا ہے۔



ذی الحجہ

حضرت عباسؓ سے مروی ہے کہ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا: ''سال کے دنوں میں سے کوئی زمانہ جس میں بے انتہاء عمل صالح یعنی نیکیاں و بھلائیاں کی گئی ہوں وہ ماہ ذی الحجہ کے عشرہ سے زیادہ اللہ کو محبوب نہیں ہے''۔ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی مساوی درجہ نہیں رکھتا؟ ارشاد فرمایا: ''جہاد فی سبیل اللہ بھی اللہ کو ان دنوں سے زیادہ محبوب نہیں''۔ راوی کا بیان ہے کہ تین مرتبہ لوگوں نے یہی سوال کیا اور آپ ﷺ نے تینوں مرتبہ یہی جواب عنایت فرمایا۔ پھر فرمایا: البتہ وہ شخص جو اپنی جان و مال کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کے لئے گیا اور وہیں میدانِ جہاد میں اللہ کو پیارا ہو گیا''۔ (بخاری)

ابن عوانہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں جابرؓ کی روایت سے لکھا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''عشرہ ذی الحجہ سے زیادہ کوئی دن افضل نہیں''۔

علماء کہتے ہیں جس نے سال کے افضل دنوں میں روزہ رکھنے کی منت مانی ہو اسے چاہئیے کہ عشرہ ذی الحجہ میں روزے رکھنے کی منت پوری کرے اور جس نے سال کے کسی ایک افضل دن روزہ رکھنے کی منت مانی ہو اسے عرفہ کے دن روزہ رکھ کر اپنی نذر پوری کرنا چاہئیے اور جس نے ہفتہ کے کسی دن روزہ رکھنے کی نذر مانی ہو تو وہ جمعہ کے دن روزہ رکھے۔

فضیلت روزہ و شب کی وجہ

عشرہ ذی الحجہ کے دنوں کی افضلیت اس لئے ہے کہ اس میں عرفہ کا دن واقع ہے۔ اور ماہ رمضان کے عشرآخر کی راتیں اس لئے افضل ہیں کہ ان میں شب قدر واقع ہے۔ اور چونکہ ماہ ذی الحجہ میں عرفہ کا دن آتا ہے اسی لئے اس دن کو سب پر فضیلت حاصل ہے۔

عشرہ ذی الحجہ کے روزے

بقرعید کے شروع کے نو دن میں روزوں کی فضیلت اور ان کے مستحب ہونے کی احادیث درج ہیں۔

ابوداؤد و نسائی میں بعض ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے منقول ہے کہ سرورِ عالم ﷺ بقرعید کے (۹) دن دسویں محرم اور ہر ماہ تین دن روزے اکثر و بیشتر رکھا کرتے تھے۔ اور ہر ماہ کے تین دنوں میں سے پہلی پیر اور پہلی جمعرات کے دن روزہ دار رہتے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ سرورِ کائنات ﷺ ذی الحجہ کے عشرہ اور ہر ماہ تین دن روزے رکھتے تھے۔

مسلم، ترمذی اور ابوداؤد نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی زبانی لکھا ہے کہ میں نے عشرہ ذی الحجہ میں رسول اللہ ﷺ کو روزہ دار نہیں دیکھا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے منسوب یہ روایت دیگر احادیث روزہ کے منافی اس لئے نہیں کہ آپ سے رسول اکرم ﷺ کے روزہ دار نہ ہونے کی کیفیت کی روایت ہے۔ بہت ممکن ہے کہ آپ کو سرورِ عالم ﷺ کے روزہ دار ہونے کی اطلاع نہ ہوئی ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ دیگر موانع مثلاً بیماری و سفر درپیش ہوں۔

نیز اس عشرہ کے عمل صالح کے بارے میں جو فضیلت کے احکام ہیں ان اعمال صالحہ میں روزہ کی فضیلت بھی داخل ہے۔ یعنی اعمال میں سے سب سے زیادہ فضیلت کی چیز روزہ ہے اور رمضان کے روزوں کے علاوہ عشرہ ذی الحجہ کے روزوں کی زیادہ فضیلت ہے۔

متروکہ سنتیں

رسول اکرم ﷺ کی بعض سنتیں ایسی ہیں جنہیں عام طور پر لوگوں نے ترک کردیا۔ ان میں سے چند یہ ہیں۔ جس نے قربانی کرنے کا ارادہ کیا عام ازیں کہ وہ قربانی فرض ہو یا نفل۔ ایسے قربانی کرنے والے کو لازم ہے کہ قربانی کرنے تک وہ اپنے بال اور ناخن نہ ترشوائے۔

صحیح مسلم میں حضرت اُم سلمہؓ کی زبانی تحریر ہے کہ رسول الثقلین نبی خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: "ماہ ذی الحجہ کے عشرہ اول میں اگر کوئی شخص قربانی کرنے کا ارادہ کرے تو اسے لازم ہے کہ قربانی کرتے تک وہ اپنے جسم اور چہرہ کے بالوں کو کاٹنے وغیرہ کے لئے ہاتھ نہ لگائے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ناخن نہ کٹوائے اور بال نہ کٹوائے۔

ایک روایت میں ہے کہ جس نے بقرعید کا چاند دیکھ کر قربانی کرنے کا ارادہ کیا تو وہ اپنے ناخن نہ کٹوائے اور بال نہ کٹوائے نہ منڈوائے۔

جامع الاصول میں صحیح مسلم کی یہ روایت عمر بن مسلم میں عمار لیثی کی زبانی نقل کی گئی ہے کہ عمر بن مسلم نے کہا، بقرعید سے پہلے ایک دن ہم غسل خانہ عام میں گئے اور وہاں ہم نے نورہ (بال صفا پوڈر) لگایا۔ جس پر غسل خانہ والوں نے کہا آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟ رسول اللہ نے اس زمانہ میں بال لینے سے منع فرمایا ہے۔ اس کے بعد میں (عمر بن مسلم) نے حضرت سعید بن میتب ؓ کے پاس جا کر یہ واقعہ بیان کیا جنہوں نے کہا۔ اے بھتیجے! لوگوں نے یہ حدیث طاق نسیاں بنادی ہے اور اس پر عمل آوری ترک کردی ہے۔ حالانکہ اُم المومنین حضرت اُم سلمہ ؓ نے رسول اللہ ﷺ کا یہ حکم بیان فرمایا ہے کہ جس نے بقرعید کا چاند دیکھا اسے لازم ہے کہ وہ ناخن نہ کٹوائے اور بال نہ لے۔ (تاختم حدیث)

عرفہ کی فضیلت

بقرعید کے مہینہ کے نویں دن کو عرفہ کا دن کہتے ہیں علماء کا باہمی اختلاف رائے ہے کہ عرفہ کا دن افضل ہے یا جمعہ کا دن؟

ایک روایت یہ ہے کہ سال بھر کے دنوں میں عرفہ کا دن افضل ہے اور ہفتہ کے دنوں میں جمعہ کا دن افضل ہے اور یہی صحیح ہے۔ جسے ہم نے تفصیل کے ساتھ سفر السعادت کے باب جمعہ میں بیان کیا ہے کہ عرفہ کا وہ دن زیادہ افضل ہے جس دن جمعہ بھی ہو۔

عرفہ کا روزہ

جمہور کا قول ہے کہ عرفہ کا روزہ سنت ہے اور جو لوگ عرفات کے میدان میں نہ ہوں ان کا درجہ اولیٰ روزہ رکھنا چاہیے۔

حضرت اُم الفضل بنت حارث ؓ کا بیان ہے کہ میں عرفہ کے دن سرورِ عالم ﷺ کے ساتھ تھی۔ لوگوں میں تیز تیز گفتگو ہوئی۔ کسی نے کہا آپ ﷺ روزہ دار ہیں۔ کسی نے کہا آج آپ ﷺ کا روزہ نہیں ہے۔ جس پر میں (اُم الفضل ؓ) نے آپ ﷺ کے پاس میدان عرفات میں دودھ کا ایک پیالہ بھیجا۔ جسے آپ ﷺ نے نوش فرمالیا۔ اور آپ ﷺ اُونٹنی پر سوار تھے۔ (متفق علیہ)

یہی روایت حضرت میمونہؓ سے بھی مروی ہے۔

ترمذی نے ابو ہریرہؓ کے حوالے سے عبداللہ بن عمرؓ کی زبانی لکھا ہے کہ میں عبداللہ ابن عمرؓ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ دورانِ حج میں ہمرکاب تھا اور آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیقؓ بھی شریک تھے۔ آپ ﷺ اور صدیق اکبرؓ عرفہ کے دن روزہ دار نہ تھے۔ میں اور حضرت عمرؓ نے بھی روزہ نہیں رکھا تھا۔ اور ہم سب عرفات میں تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے ہمیں اس (عرفہ) دن روزہ رکھنے کا حکم نہیں دیا اور روزہ رکھنے کی ممانعت بھی نہیں فرمائی تھی۔

اکثر علماء کا یہی مسلک و عمل ہے کہ روزہ رکھ کر میدانِ عرفات میں نہ جائے۔ اور عرفات میں روزہ نہ رکھنا ہی مستحب ہے تاکہ دعا کرنے والے میں عبادتیں کرنے کی قوت باقی رہے۔

بعض علماء نے میدان عرفات میں جبکہ نویں ذی الحجہ کو وہاں حاجی قیام کرتے ہیں روزہ رکھا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ عرفہ کے دن روزہ رکھنے سے ایک سال گذشتہ و آئندہ کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ اور مذہب حقہ یہی ہے کہ عرفہ کے دن روزہ رکھنا مستحب ہے۔ اور خصوصاً وہ حاجی جن میں عبادت کرنے کی قوت و سکت نہ ہو ان کے لئے مستحب نہیں ہے۔ باقی اللہ ہی زیادہ جانتا ہے۔

قیامِ عرفات

مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی جانب بارہ کوس کے فاصلہ پر ایک مقام کو عرفات کہتے ہیں۔ جہاں نویں ذی الحجہ کو حاجی ٹھہرتے ہیں۔

تعرُّف و تعریف

میدانِ عرفات میں جس طرح دعائیں کی جاتی ہیں ویسے ہی دوسرے شہروں میں بعض لوگ لباس وغیرہ پہنتے اور ویسے ہی عمل کرتے ہیں۔

واضح باد علماء احناف نے بیان کیا ہے کہ میدان عرفات کے مانند عرفہ کے دن لوگوں کا کسی ایک جگہ جمع ہو کر عمل کرنا اور یہ خود ساختہ عرفہ منانا کوئی حقیقت نہیں رکھتا اور یہ عمل بالکل بے اصل ہے جس کی کوئی اساسی حقیقت نہیں ہے اس کے برعکس امام ابو یوسف

اور امام محمدؒ نے اصولی روایت کے خلاف یہ لکھا ہے کہ عرفات نما اس قسم کا عرفہ بنانا مکروہ نہیں ہے کیونکہ عبداللہ ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ انہوں نے بصرہ کے قیام کے زمانہ میں خود اسی طرح عرفہ منایا تھا۔ (اس کی اسناد غیر معلوم ہیں)۔

مؤلف تبیین نے بھی اس قسم کے عرفہ منانے کو غیر مکروہ لکھا ہے۔

جامع صغیر برہانی میں علماء کا یہ قول تحریر ہے کہ "تعریف" یعنی عرفہ کے دن لوگوں کا کسی مقام پر اس لئے جمع ہونا کہ میدانِ عرفہ کی مانند عمل کر سکیں اور میدانِ عرفات کے اعمال کی مانند مشابہت پیدا کر سکیں یہ تعریف خودساختہ عرفہ منانا بالکل بے اصل و بے بنیاد کام ہے۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ اس میں عبادت کی جاتی ہے وہ غیر مشروع نہیں ہے کیونکہ جو عبادت کی جاتی ہے یا جو تسبیحات پڑھی جاتی ہیں اور بارگاہِ الٰہی میں جس تضرع و عاجزی سے دعائیں مانگی جاتی ہیں ان میں سے کوئی چیز خلاف شرع نہیں ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ان میں سے کوئی چیز سنت یا واجب نہیں ہے اور یہی مضمون و مفہوم نجم الدین بلخی نے اپنی کتاب میں تحریر کیا ہے۔ جامع صغیر میں مرقوم ہے کہ تعریف (یعنی تعّرف و خودساختہ عرفہ منانا) جو لوگ کرتے ہیں یہ بے اصل و بے بنیاد ہے اور اگر اس طرح تعریف تعّرف و عرفہ منایا جائے تو کوئی حرج نہیں کہ شہر کے تمام صالح، عارف اور عالم ایک جگہ جمع ہو کر تکبیر و تہلیل کریں۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن عرفات کی مانند اپنے اپنے شہر میں تکبیر و تہلیل کرنا بے بنیاد کام ہے۔ اور یہ کوئی مسنون کام نہیں ہے۔ البتہ تہلیل و تکبیر پڑھنا اور عبادت الٰہی کرنا بذاتہ ایک عمدہ مذہبی کام ہے۔ جس سے نیکیاں اور بھلائیاں حاصل ہوئی ہیں اور یہی مضمون و مفہوم "کافی" میں بھی مرقوم ہے۔ جس کے آخر میں لکھا ہے کہ یہ کام مستحب ہو سکتا ہے کیونکہ اس میں عبادت گذاروں کی مشابہت کی جاتی ہے جس کا اجر و بدلہ اللہ تعالیٰ دے گا۔ اور یہی مضمون و مفہوم سنن الہدیٰ میں بھی مرقوم ہے۔ جس کے آخر میں لکھا ہے کہ ذکر الٰہی تسبیح و تہلیل اور اللہ کی جناب میں دعائیں مانگنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس قسم کا خودساختہ عرفہ منانا تقریباً ہر زمانہ میں اکثر شہروں میں منایا جاتا ہے، حج کے دنوں میں عرفات کی طرح اپنے اپنے مقام و شہروں میں احرام باندھ کر تلبیہ وغیرہ پڑھنا اور مقررہ آداب و طریق حجاج اختیار کرنا بے اصل و بے بنیاد کام ہیں اور حقیقت امر یہ ہے کہ وقوف میدانِ عرفات کی عبادت صرف میدانِ عرفات کے لئے مخصوص ہیں۔

باقی اللہ ہی زیادہ جانتا ہے۔

علاوہ ازیں دیگر عبادات ادعیہ واحکام وغیرہ کتب فقہ اور رسالہ جات عبادات میں مرقوم ہیں۔ جو مطالعہ کئے جاسکتے ہیں۔ چونکہ خود ساختہ عرفہ منانے کے احکام ہمیں تحریر کرنے تھے جو ہم نے بہ توفیق الٰہی تحریر کر دیئے ہیں۔

آخر میں عرض ہے کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے سزاوار ہیں جو تمام جہانوں کی ربوبیت کرنے والا ہے اور درود وسلام ہو سید المرسلین امام المتقین حضور پرُ نور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ پر آپ ﷺ کے آل واصحاب پر اور آپ ﷺ کے ان متبعین وپیروی کرنے والوں پر جو راہ حق کے رہنما اور علوم اسلامیہ کو زندہ کرنے والے ہیں۔

آمین یارب العالمین۔

ختم شُد

جَاء الحَقُ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

مَاثَبَتَ بِالسُّنَّةِ

عَنْ اَعْمَالِ السَّنَةِ

عَرِبیّ تَصنِیْف :

حَضرَتْ شَیخ عَبدالْحَق مُحَدِّثْ دهلَوِیْ

ناشر:

دارالاشاعت

مُقابِل مولوی مُسافر خَانہ ۔ کراچی ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

الحمد لله الذی جعل الاوقات المبارکة مراسم الخیرات والبرکات و مفاخر لاهل النسک والعبادات تربح فیها تجاراتهم وتضاعف لهم اجورهم ویصلون الٰی مقاصدهم وما یاملون من ثواب الاعمال واجابة الدعوات. فالخاسر من لم یحضر مراسم التجارة. والمفرّط اولی بالخسارة والصّلوة والسّلام الاتمان الاکملان علی سیّدالمرسلین وامام المتقین محمّد الذی بتعلیمه واتّباعه حصّل العلوم والاعمال. وبکرمه وشفاعته ینال الامانی. والأمال. فی المبد أو المال. استاذا الکل وامام الوجود ومنبع العلم ومعدن الجود. وعلیٰ اٰله واتباعه اجمعین. هداة الطریق الحق ومجیی علوم الدین.

امّابعد فیقول العبد الفقیر الی الله الباری عبد الحق بن سیف الدّین الدّهلوی البخاری وفقه الله لسلوک طریق الحق والیقین. فی متابعة سید المرسلین. قد ثبت الخلاف بین المحدثین وَالْمُتَنَسِّکِیْنَ فیما جاء فی اللّیالی والایّام من الاورا دوالصلوة والصّیام وقد تکلم المحدثون فیها تَمَسَّکَ به النساک وشدّدوا فی الانکار. وحکموا ببطلان ماوردفیها من الاحادیث والاخبار. ولکن کناقد تکلمنا فی ذالک فی رسالة فارسیّة لنافی الجمع بین الفریقین وسلکنا فیه الیمن الطریقین وذکرنا مافیه من الاجمال وَالتَّفْصِیل والله یقول الحق وهو یهدی السّبیل ثمّ جمعنا فی هٰذه الرسالة ماجاء من الاحادیث الصّحاح والحسان والضعاف والموضوعات علیٰ ماتقرر عند المحدّثین الذین بیلهم الامر فی هٰذه المعاملات مع ذکر اکثر فوائد شریفة وتحقیقات لطیفة فیما ا بحرّالیه الکلام خصوصًا فی شهرربیع الاوّل فی ذکر وفات سیّدالانام علیه الصّلاة والسّلام مبتدیًا من شهر المحرّم الی ذی الحجة الحرام. والله المؤفق ومنه الاکمال والا تمام وسمّیته بماثبت من السنّة فی ایام السنة تقبلّ الله بفضله.

ن. الذی لا تا خذہ سنة ولانوم.

شهرُ المُحرّم

من جامع الاصول فيما جاء في الصّحيح من الاحاديث من احوال وفضله
وفضل الصّوم فيه عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت كان يوم عاشوراء يُصام قبل
رمضان فيما نزل رمضان قال من شاء صام ومن شاء افطر وفي رواية قالت كان رسول الله
صلى الله تعالىٰ عليه وسلم امر بصيام يوم عاشوراء الحديث وفي اخرىٰ قالت كانوا
يصومون عاشوراء قبل ان يفرض رمضان كان يومًا ستر فيه الكعبة قالت فلما فرض
رمضان قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من شاء ان يصومهٗ فليصمه ومن شاء
ان يتركه فليتركه وفي اخرىٰ قالت يوم عاشوراء يصومهٗ قريش في الجاهليّة وكان
رسول الله صلى الله عليه وسلم يصومهٗ في الجاهلية فلما قدم المدينه صامه وامر بصيامه
فلما فرض رمضان ترك عاشوراء فمن شاء صامهٗ ومن شاء تركهٗ وفي اخرىٰ فلما
فرض رمضان قال من شاء صامهٗ ومن شاء تركه وفي اخرىٰ ان قريشًا كانت تصوم
عاشوراء في الجاهليّة ثم امر رسول الله صلى الله عليه وسلم بصيامه حتىٰ فرض
رمضان فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم من شاء يصوم فليصمه ومن شآء يفطر
فليفطر اخرجه البخاري ومسلم واخرج مالك و ابوداؤد والترمذي الرواية الرابعة
وقالوا فيها فكان لو كان هو الفريضة بعد قوله فلما فرض رمضان وعن ابن عمرؓ
انّ اهل الجاهلية كانوا يصومون يوم عاشوراء وان رسول الله صلى الله عليه
وسلم صامهٗ والمسلمون قبل ان يفرض رمضان فلما افترض رمضان قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم ان عاشوراء يوم من ايام الله تعالىٰ فمن شاء وفي رواية قال ذكر عند
النبي صلى الله عليه وسلم يوم عاشورا فقال ذلك يوم كان يصومه اهل الجاهلية فمن
شاء صامه ومن شاء تركه اخرجه البخاري ومسلم وللبخاري صام رسول الله صلى الله
عليه وسلم عاشوراء وامر بصيامه فلما فرض رمضان تركه وكان عبد الله لايصومه الا ان
يوافق صومهٗ ولمسلم مثل الثانيه وقال فمن احبّ منكم ان يصومه فليصمه ومن كره فليدعه
واخرج ابو داؤد نحو الرواية الاولىٰ وعن ابي موسىٰ قال كان يوم عاشوراء يوم يعظمه

اليهود ويتخلونه عيدًا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم صوموه انتم وفى رواية كان اهل خيبر يصومون يوم عاشوراء . ويتخلونه عيدًا ويلبسون نسآء هم فيه حليّهم وثيابهم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم صوموه انتم اخرجه البخارى و مسلم وعن ابن عباس قال قدم رسول الله صلى الله عليه وسلم المدينه فراى اليهود تصوم يوم عاشوراء فقال ما هذا قالوا يوم صالح انجى الله فيه موسىٰ بنى اسرائيل من عدوهم فصامه فقال انا احق بموسىٰ منكم فصامهٗ وامر بصيامه وفى رواية فقال لهم ما هذا اليوم الذى تصومونه قالوا هذا يوم عظيم انجى الله فيه موسىٰ وقومه وغرق فيه فرعون فصومه فصامه موسىٰ شكرًا فنحن نصومهٗ تعظيمًا له اخرجه البخارى و مسلم واخرج ابو داؤد اخر وعن جابر بن سمرة قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يأمر بصيام يوم عاشوراء . ويحثنا عليه ويتعاهدنا عنده فلما فرض رمضان لم يامرنا ولم ينهانا عنه ولم يتعاهدنا اخرجه مسلم وعن علقمة ان الاشعث بن قيس دخل علىٰ عبد الله وهو يطعم يوم عاشوراء فقال يا ابا عبد الرحمٰن ان اليوم يوم عاشوراء فقال قد كان يصام قبل ان ينزل رمضان فلما نزل رمضان

ترک فان كنت مفطرًا فاطعم اخرجه البخارى ومسلم وعن سلمة ابن الاكوع ان رسول الله صلى الله عليه وسلم امر رجلا من اسلم ان اذّن فى الناس من كان اكل فليصم بقية يومه ومن لم يكن اكل فليصم فان اليوم يوم عاشوراء وفى رواية انه قال لرجل من اسلم[1] اذن فى قومک او فى الناس بالشک اخرجه البخارىؔ ومسلم والنسائى وعن عبد الرحمٰن بن سلمة نحوما اخرجه ابو داؤد وعن الربيع بنت معوذؓ قالت ارسل رسول الله صلى الله عليه وسلم غداة عاشوراء الىٰ قرى الانصار التى حول المدينه من كان اصبح صائمًا فليتم صومه ومن كان اصبح مفطرا فليتم بقيه يومه فكنا بعد ذلک نصومه وتصومه صبياننا الصغار منهم و نذهب الى المسجد فنجعل لهم اللعبة من العهن فاذابكى احدهم على الطعام اعطيناها اياه حتىٰ يكون عند الافطار اخرجه بخارى ومسلم وفى رواية اخرىٰ مثلاً وعن قيس بن سعد بن عبادةؓ قال كنا نصوم عاشوراء ونؤدى زكوة الفطر فلمّا نزل رمضان و نزلت الزكوة لم نؤمر به ولم ننه عنه وكنا نفعله اخرجه النسائى واخرج عن

---

[1] اى ابن قبيله بن اسلم ۔ ۱۲ (اَسْلَمْ مشہور قبیلہ ہے)۔

حمد بن الصیفی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم عاشوراء اَمنکم احد
ل الیوم فقالوا منا من صام ومنا من لم یصم قال فاتموا بقیہ یومکم وابعثوا الیٰ اھل
فروض فلیتموا بقیة یومھم وروٰی مالک بلغہ عن عمر بن الخطاب ؓ ارسل الی
حارث بن ہشام ان غدا یوم عاشوراء فصم وامر اھلک ان یصوموا اخرجہ فی
لمؤطا وعن عبید اللہ بن ابی زید انہ سمع ابن عباس ؓ سئل عن صیام یوم عاشوراء.
قال ما علمت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صامایوم یطلب فضلہ علی الایام الا
ہذا الیوم ولا شہرًا الاھٰذا الشہر یعنی رمضان وفی حدیث عبد اللہ بن موسیٰ قال
ار أیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتحرّی صیام یوم فضلہ علیٰ غیرہ الاّ ھٰذا الیوم
یوم عاشوراء وھٰذا الشہر یعنی رمضان اخرجہ البخاری و مسلم وعن ابن عباس ؓ
ال امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بصوم یوم عاشوراء یوم العاشر اخرجہ
لترمذی وعن ابن عباس ؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لئن بقیت الیٰ قابل
لاصومن التاسع یوم عاشوراء وفی روایة قال حین صام رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم یوم عاشوراء وامر بصیامہ فقالوا یا رسول اللہ(صلی اللہ علیہ وسلم)انہ یوم یعظمہ
الیھود والنصاریٰ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذا کان العام القابل انشاء اللہ
صمت الیوم التاسع فلم یأت العام المقبل حتی توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وفی روایة حکم بن العارف ج قال انتہیت الی ابن عباس ؓ وھو متوسلرداء فی زمزم
فقلت اخبر نی عن صوم یوم عاشوراء فقال اذارأیت ھلال المحرم فاغدواصبح یوم
التاسع صائما قال ھٰکذا کان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصومہ قال نعم
اخرجہ مسلم و اخرجہ ابو داؤد والثانیة والثالثة وفی روایة ذکرھا رزین عن عطاء قال
سمعت ابن عباس ؓ یقول صوموا التاسع والعاشر وخالفوا الیھود وعن حفصة ؓ قالت
اربع لم یکن ید عھن رسول اللہ ﷺ صیام عاشوراء والعشر وثلثة ایام من کل شہر
ورکعتان قبل الفجر اخرجہ النسائی. وعن ابی ھریرة ان رسول اللہ ﷺ قال افضل الصیام
بعد شہر رمضان شہر اللہ المحرم وافضل الصلوٰة بعد المکتوبة صلوٰة اللیل وایّ الصیام
افضل بعد شہر رمضان قال صیام شہر اللہ المحرم اخرجہ مسلم وابوداؤد واخرج
الترمذیّ والنسائیّ الاول وعن علیؓ سالہ رجل قال ایّ شہر تأمرنی ان اصوم بعد شہر

رمضان فقال له ماسمعت احدًا يسئال ان هذا الارجلًا سمعته يسأل رسول الله ﷺ وانا قاعد عنده فقال يارسول الله اىّ شهر تامرنى ان اصوم بعد رمضان قال ان كنت صائمًا بعد شهر رمضان فصم المحرم فانه شهر الله تعالىٰ فيه يوم تاب فيه على قوم ويتوب فيه علىٰ قوم اخرين اخرجه الترمذى هذه احاديث جاء ت فى الكتب الستة مذكورة فى الجامع الاصول ونتبعها باحاديث ذكرت فى جامع الكبير تاليف سيدنا ومولانا شيخ العارف بالله علىؒ المتقى الذى رتبها وبوبها من جمع الجوامع للسيوطى وفيه احاديث السنة بطريق اخر لاحاجة الىٰ اعادتها بعد ذكرها بطوقها اللهم الاان يكون بلفظ اخرلم يذكره فى الجامع واحاديث اخر ماعداه ولنذكره وعن علىؓ قال قال رسول الله ﷺ ان كنت صائمًا بعد شهر رمضان فصم المحرم فانه شهر الله تعالىٰ فيه يوم تاب فيه علىٰ قوم ويتوب فيه علىٰ قوم اخرين وحث الناس على تجديد توبة النصوح فى يوم عاشوراء وترجيه بقبول التوبة فمن تاب فيه الى الله عزوجل من ذنوبه تاب عليه كماتاب علىٰ من قبلهم ويتوب فيه علىٰ اخرين رواه الترمذى وعن ابن عباسؓ قال قال رسول الله ﷺ صوموا يوم عاشوراء وخالفوا فيه اليهود وصوموا قبله يومًا وبعدهٗ يومًا رواه احمد وعنه قال قال رسول الله ﷺ لئن بقيت امرت بصيام يوم قبله اويوم بعدهٗ يعنى يوم عاشوراء رواه البيهقى فى شعب الايمان وعن ابى هريرة صوموا يوم عاشوراء وهو يوم كانت الانبياء تصومو فصوموه رواه ابن ابى شيبة وعنه قال قال رسول الله ﷺ يوم عاشوراء عيد من قبلكم فصوموه انتم رواه البزاروالديلمى . وعن انسؓ قال قال رسول الله ﷺ اذاكان العام المقبل صمنايوم التاسع وعنه انهٗ قال قال رسول الله ﷺ ان عشنا خالفنا هم وصمنا اليوم التاسع وعن ابن عمرؓ قال قال رسول الله ﷺ من صام يوم الزينة ادرك مافاته من صيام السنة يعنى يوم عاشوراء وروىٰ ابو الشيخ فى الثواب انه قال قال رسول الله ﷺ انّ نوحًا هبط من السفينة على الجودىّ يومًا عاشوراء فصام نوح وامر من معه بصاحبه شكرًا لله وفى يوم عاشوراء تاب الله علىٰ ادم وعلىٰ اهل مدينته يونس وفيه فلق البحر لبنى اسرائيل وفيه ولدابراهيم وابن مريم عليهم السلام وعن ابن مسعودؓ قال قال رسول الله ﷺ من وسّع علىٰ عياله يوم عاشوراء لم يزل فى سعة سائر سنة وعن

علیٰ سیّد الناس ادم وسیّد العرب محمد ﷺ وسید الروم صهیب وسید الفرس سلمان وسیّد الحبش بلال وسیّد الجبال طور سیناء وسیّد الشجرة السّدرة وسید الاشهر محرم وسید الایام الجمعة وسید الکلام القران البقرة وسیّدة البقرة أیة الکرسی اماانّ فیها خمس کلمات فی کل کلمة خمسون برکةً رواه الدیلمی فی مسند الفردوس وهو ضعیف قال العبد الضعیف وقدوردیٰ حدیث اٰخر من هذا الباب ان افضل الشهر شهر رمضان وهو مارواه الطبرانی عن ابن عباسؓ عنها قال قال رسول الله ﷺ الااخبرکم بان افضل الملائکة جبرئیل وافضل الایام یوم الجمعة افضل الشهور شهر رمضان وافضل اللّیالی لیلة القدر وافضل النسآء مریم بنت عمران اللهم الاان یفرق بین الافضلیة والسیادة فتدبروبالله التوفیق.قال الشیخ شهاب الدین بن الحجر الهیثمی المصری مفتی بلد الله الحرام وشیخ الفقهاء والمحدثین فی اوانه بذلک المقام فی الصواعق المحرقة اعلم ان مااصیب به الحسینؓ فی عاشوراء انما هو الشهادة الدّالة علیٰ مزید خطرته ورفعة درجته عندربه والحاقة بدرجات اهل البیت الطاهرین لمن ذکر ذالک الیوم مصابه لاینبغی ان یشتغل الابالاسترجاء امتثالًا للامرواحرازاً لما رتّبه الله تعالیٰ علیه بقوله اولٰئک علیهم صلوٰت من ربهم ورحمة واولٰئک هم المهتدون و لایشتغل ذالک الیوم الابذلک ونحوه من عظائم الطاعات کالصوم وایاه ثم ایاه ان یشتغل ببدع الرافضة ونحوهم من الندب والسیاحة والحزن اذلَیسَ ذالک من اخلاق المومنین والالکان یوم وفات رسول الله ﷺ اولی بذالک واخریٰ اوببدع الناصبة المتعصبة علی اهل البیت اوالجهال المتقابلین للفاسد بالفاسدو البدعة بالبدعة والشرّ بالشرّ من الظهار غایة الفرح والسرور واتخاذه عیدًا واظهار الزینة فیه کالخضاب والا کتحال ولبس جدید الثیاب وتوسیع النفقات وطبخ الاطعمة والحبوب الخارجة عن العادات واعتقادهم ان ذالک من السنّة والمعتاد فی السنة ترک ذالک کلّه فانه لم یروفی ذلک شئ یعتمد علیه والاثر یرجع الیه وقد سئل بعض ائمة الحدیث والفقه عن الکحل والغسل والحنّاء وطبخ الحبوب ولبس الجدید واظهار السرور یوم عاشوراء فقال لم یُردفیه حدیث صحیح عنه ﷺ ولااحدٍمّن اصحابه ولااستحبّه احد امن ائمة المسلمین لامن الاربعة ولا من

غیرھم ولم یُروفی الکتب المعتمدة فی ذالک صحیح ولاضعیف وما قیل ان من اکتحل یوم عاشوراء لم یرمد ذلک العام ومن اغتسل لم یمرض ذلک کذالک ومن وسع علی عیالہٖ فیہ وسع اللّٰہ علیہ سائر سنة وامثال ذلک مثل فضل صلوٰة فیہ وانہ کان فیہ توبة ادم علیہ السلام واستواءِ السفینہ علی الجودیّ وانجاء ابراھیم علیہ السلام من النّار وفِدَاء الذبیح بالکبش و ردّ یوسف علیٰ یعقوب علیھما السّلام فکل ذلک موضوع الا حدیث التوسعة علی العیال لکن فی سندہ من تکلّم فیہ فمار ھؤلاء لجھلھم یتخذونہ موسمًا و اولٰئک لرفضھم یتخذونہ مآتما وکل ھما مخطیٔ مخالف للسنة کذا ذکر جمیعہ بعض الحفاظ وقد صرح الحاکم بان الاکتحال یومہ بدعة مع روایة اخیر انّ من اکتحل بالاثمد یوم عاشوراء لم ترمد عینہ ابدا لکنہ قال انہ منکرو من ثمّ اوردہ ابن الجوزی فی الموضوعات من طریق الحاکم قال بعض الحفاظ ومن غیر ذلک الطریق و نقل المجد اللغوی عن الحاکم ان سائر الاحادیث فی فضلہٖ غیر الصوم و فضل الصّلوٰة والانفاق والخضاب والادھان و الاکتحال و طبخ الحبوب و غیر ذالک کلہ موضوع و مفتریٰ و بذلک صرح ابن القیم ایضاً فقال حدیث الاکتحال والادھان والتطیب یوم عاشوراء من وضع الکذّابین والکلام فیمن خصّ یوم عاشوراء بالکحل وما مر ان التوسعة فیہ لھا اصل ھو کذلک فقد اخرج حافظ الاسلام الذین العراقی فی امالیہ من طریق البیھقی ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال ومن وسع علیٰ عیالہٖ و اھلہٖ یوم عاشوراء وسّع اللّٰہ علیہ سائر سنةٍ ثم قال عقبیہ ھٰذا حدیث فی اسنادہ لین لکن حسن علیٰ رأی ابن حبان و لہ طریق اخر صححہ الحافظ ابو الفضل محمد بن ناصرو فیہ زیادات منکرة و ظاھر کلام البیھقی ان حدیث توسعة حسن علی رأی غیر ابن حبان ایضاً فانہٗ رواہ من طرق عن جماعة من الصحابة مرفوعا ثم قال و ھٰذا الاسانید و اِنکانت ضعیفة لکنھا اذا ضم بعضھا الیٰ بعض حدیث قوة وانکار ابن تیمیّة ان التوسعة لم یرو فیھا شیٔ عنہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وھم لما علمت وقول احمد انہ لا یصلح لذاتہ فلا ینفی قولہ حسنا لغیرہٖ و لمحسن لغیرہ یُحتج بہ کما بین فی علم الحدیث انتھیٰ ۔ وفی المقاصد الحسنة الشیخ محمد السخاوی حدیث من اکتحل بالاثمد

یوم عاشوراء لم ترمد عینه ابدًا رواه الحاکم والبیهقی فی الثالث والعشرین فی
الشعب والدیلمی من حدیث جبیر عن ضحاک عن ابن عباس مرفوعًا وقال
الحاکم انه منکر بل موضوع اوردها ابن الجوزی فی الموضوعات من هذا الوجه
ومن حدیث ابی هریرہؓ بسند لین فیه احمد بن منصور الشونیزی فکانهٗ ادخل علیه
انتهیٰ و حدیث من وسّع علیٰ عیاله فی یوم عاشوراء وسع اللّٰه علیه السنة کلها رواه
الطبرانی والبیهقی فی شعب الایمان و فضائل الاوقات وابو الشیخ عن ابن مسعود
والاولان فقط عن ابی سعید والثانی فقط فی الشعب عن جابرو ابی هریرة وقال
ابن اسانیله کلها ضعیفة ولکن اذا ضم بعضها الیٰ بعض افاد قوة بل قال العراقی فی
امالیه لحدیث ابی هریرة طرق صحح بعضها ابن ناصر الحافظ واورده ابن الجوزی
من طریق سلیمان بن ابی عبد اللّٰه عنه و قال سلیمان مجهول و سلیمان ذکره ابن
حبّان فی الثقات والحدیث حسن علیٰ رأیه قال له طریق اخری عن جابر علیٰ
شرط مسلم اخرجها ابن عبد البّرقی الاستذکار من روایة ابی الزبیر عنه وهو وصح
طرقه و رواه ابن هوو الدارقطنی فی الافراد بسند جید عن عمر موقوفا علیه و
البیهقی فی الشعب من جهة محمّد بن بن المتشر قلت واستدرک علیه شیخنا
کثیراً لم نذکره و نعقد اعتماد ان جوزی فی الموضوعات قول العقیلی فی خصیم
بن شداخ راوی حدیث ابن مسعود انه مجهول بقوله بل ذکره ابن حبان فی الثقات
والضعفاء انتهیٰ وفی تنزیه الشریعة فی الاحادیث الموضوعة للشیخ الامام الحافظ
العلامة عالم المدینة النبویة فی زمانه الشیخ علی بن محمد بن العراقی حدیث من صام
تسعة ایام من اول المحرّم بنی اللّٰه له قتبة فی الهواء میلاً لها اربعة ابوابه رواه ابونعیم عن
انس وفیه موسیٰ الطویل وهوافته وحدیث من صام یوم عاشوراء کتب اللّٰه له عبادة
ستّین سنة بصیامها وقیامها ومن صام یوم عاشوراء اعطی ثواب الف حاج ومعتمرٍ من
صام یوم عاشوراء اعطیٰ ثواب عشرة الاف شهید ومن صام عاشوراء کتب اللّٰه له
اجر سبع سمٰوٰت ومَن اشبع جائعافی یوم عاشوراء فکانما اطعم جمیع فقراء امة
محمد صلی اللہ علیہ وسلم واشبع بطونهم .ومَن مسح علیٰ رأس یتیم یوم عاشوراء رفعت له بکل
شعرة علیٰ راسهٖ درجة فی الجنة وخلق اللّٰه السمٰوٰت یوم عاشوراء والارض کمثلة

وخلق القلم عاشوراء واللوح كمثله وخلق جبرئيل يوم عاشوراء والمكة والملئكة يوم عاشوراء وخلق ادم يوم عاشوراء وولد ابراهيمؑ يوم عاشوراء وانجاه الله من النار يوم عاشوراء وفدى اسمعيلؑ يوم عاشوراء وغرق فرعون يوم عاشوراء ورفع ادريس يوم عاشوراء وتاب الله علىٰ ادم يوم عاشوراء وغفر ذنب داؤدؑ يوم عاشوراء واستوى الرب العرش يوم عاشوراء وتقوم القيامة يوم عاشوراء موضوع ذكره ابن الجوزى عن ابن عباسؓ وفيه حبيب بن حبيب وهوا فته وحليث ان الله افترض علىٰ بن اسرائيل صوم يوم من السنة وهو يوم عاشوراء هويوم العاشر من المحرم فصومو اووسعوا علىٰ اهليكم فيه فان من وسع علىٰ اهله من ماله يوم عاشوراء وسع الله عليه سائرسنته فصوموه فانه اليوم الذى تاب الله فيه علىٰ ادم وهو اليوم الذى رفع الله فيه ادريسؑ مكانا عليا وهو اليوم الذى نجى الله فيه ابراهيمؑ من النار وهو اليوم الذى اخرج فيه نوحًا من السفينة وهو اليوم الذى اخرج الله يوسف من السجن وهو اليوم الذى ردّ على اليعقوب بصره هو اليوم الذى كشف الله فيه عن ايوبؑ البلاء وهو اليوم الذى اخرج الله فيه يونس من بطن الحوت وهو اليوم الذى فلق الله فيه البحر لبنى اسرائيل وهو اليوم الذى غفر الله فيه لمحمدﷺ ذنبه ما تقدم وماتأخروفى هذا اليوم عبرموسىٰ البحروفى هذا اليوم انزل الله التوبة علىٰ قوم يونس فمن صام هذا اليوم كان كفارة اربعين سنة واول يوم خلق الله من الدنيا يوم عاشوراء واول يوم نزل المطر من السماء يوم عاشوراء فمن صام يوم عاشوراء فكانما صام الدهروهو صوم الانبياء وموسىٰ ومن احيىٰ ليلة عاشوراء فكانما عبد الله مثل عبادة اهل السموٰت السبع ومن صلّےٰ اربع ركعات تقرأفى كلّ ركعة بالحمد للهمرّة وخمسين مرّة قل هو الله احد غفرالله لهٗ ذنوب خمسين عامًا ماضية وخمسين عامًا مستقبلة وبنى الله لهٗ فى الملاء الا علىٰ الف منبر من سقى شربة ماء فيه فكانمالم يعصى الله طرفة عين ومن اشبع اهل بيت مساكين يوم عاشوراء مرّ على الصراط كالبرق الخاطف ومن تصدق صدقة فيه فكانمالم يرد سائلاقط ومن اغتسل يوم عاشوراء ولم يمرض الامرض الموت ومن اكتحل يوم عاشوراء لم ترمد عيناه السنة كلها ومن امرّيده علىٰ رأس يتيم فكانما امرّيتا مىٰ ولدادم كلهم ومن عاد مريضا يوم عاشوراء فكانما عادمرضى ولدادم كلّهم

ذکرہ ابن الجوزی فی الموضوعات وقال رجالہ ثقات فالظاھر ان بعض المتأخرین وضعہ ورکبہ علیٰ ھٰذا الاسناد انتھی۔

ذکر مقتل سیّدنا الامام الشّھید السّعید سبط رسول اللہ الامام ابی عبداللہ الحُسین سلام اللہ علیٰ نبیّنا وعلیٰ اٰبآئہِ الکرام ط

عن علیؓ قال قال رسول اللہ ﷺ اخبرنی جبرئیل ان حُسینا یقتل بشاطیٔ الفرات رواہ ابن سعد عن عآئشۃؓ قالت قال رسول اللہ ﷺ ان ابنی الحسین یقتل بعدی بارض الطف وجاءنی بھذہ التربۃ واخبرنی ان فیھا مضجعہ رواہ ابن سعد و الطبرانی فی الکبیر وعن ام الفضل بنت الحارث قالت قال رسول اللہ ﷺ ان امّتی ستقتل ابنی ھذا یعنی الحسینؓ واتانی من تربۃ حمراء رواہ ابو دؤد و الحاکم فی المستدرک۔ وعن ام سلمۃ قالت قال رسول اللہ ﷺ اخبرنی جبرئیل ان ابنی یقتل بارض الفرات فقلت لجبرئیلؑ ارنی تربۃ الارض الّتی یقتل فیھا فجاء بھا فھذہ تربتھا رواہ ابن سعد انّ ابنی ھذا یعنی الحسین یقتل بارض من ارض العراق یقال لھا کربلا فمن شھد ذالک منکم فلینصر رواہ البغوی وابن السّکن والماوردی وابن منلۃ وابن عساکر عن انس بن الحارث بن منبّۃ قال البغوی لااعلم روی غیرہ وقال ابن السکن لیس یروی الامن ھٰذا الوجہ ولا یعرف لانس غیرہ ان جبرئیل اخبرنی ان ابنیؓ الحُسین یقتل وھذا تربۃ تلک الارض رواہ خلیل فی الارشاد عن عآئشۃؓ وامّ سلمۃ معا انّ جبرئیلؑ کان معنا فی البیت فقال اتحبّہ فقلت امّا فی الدنیا فنعم فقال ان امّتک ستقتل ھٰذا بارض یقال لھا کربلا فتناول جبرئیل من تربتہ فارانیہ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن امّ سلمۃؓ ان جبرئیلؑ اخبرنی ان امّتی ھٰذا یقتل وانہٗ اشتد غضب اللہ علی من یقتلہ رواہ ابن عساکر عن امّ سلمۃؓ ان جبرئیلؑ ارانی التربۃ الّتی یقتل علیہ الحسین فاشتد غضب اللہ علیٰ من یسفک دمہ فیا عآئشۃ والّذی نفسی بیدہ انہٗ لیحزننی فمن ھٰذا من امتی یقتل حسینا بعدی رواہ ابن سعد عن عآئشۃؓ ان جبرئیلؑ اتانی فاخبرنی ان ابنی یقتلہ امتی فقلت فارنی تربتہ حمراء الطبرانی فی الکبیر عن زینب بنت جحش اوحی اللہ تعالیٰ الی انی قتلت یحییٰ بن زکریا سبعین الفًا وانی قاتل بابن بنتک

سبعین الفاً وسبعین الفاً رواه الحاکم فی المستدرک عن ابن عباسؓ قام عندی جبرئیل من قبل فحدثنی ان الحسین یقتل بشط الفرات وقال هل لک ان اُشمّک من تربته قلت نعم فمدّ یده فقبض قبضة من تراب فاعطانیها فلم املک عینی ان افاضت رواه احمد و ابو یعلی وابن سعد والطبرانی فی الکبیر عن علیّ رضی الله عنه وعن ابی امامة وعن انس و عن عائشةؓ وروی ابن عساکر عن ام سلمة وعن ام الفضل بنت الحارث زوجة العباسؓ وابن سعد عن عائشةؓ ابو یعلی عن زینب امّ المؤمنین کانی انظر الیٰ کلب ابقع یلغ فی دماء اهل بیتی رواه ابن عساکر عن السیّد الحُسین بن علیؓ یا عائشةؓ الا اعجبک لقد دخل علی ملک انفا ما دخل علی قط فقال ان ابنی هذا مقتول و قال ان شئت اریتک تربة یقتل فیها فتناول الملک بیده فارانی وتربة حمراء رواه الطبرانی فی الکبیر عن عائشةؓ یزید لا بارک الله فی یزید الطّعان اللّعان اما انه بغی الیٰ حبیبی و منجلی اتیت ورأیت قاتله اما انه یقتل بین ظهرانی قوم فلا ینصروه الاعمهم الله بعقاب رواه ابن عساکر عن ابن عمر یقتل الحُسین علیٰ رأس ستین من مهاجری رواه الطبرانی فی الکبیر والخطیب وابن عساکر عن ام سلمةؓ و فیه سعد بن ظریف متروک وقال ابن حبان یضع الحدیث و ورده ابن الجوزی فی الموضوعات یقتل حُسین حین یعلو القتیر راوه الطبرانی فی الکبیر وفیه سعد بن ظریف بغیٰ الی الحُسین واتیت بتربته واخبرت بقاتله رواه الدیلمی عن معاذؓ فی جامع الاصول من حدیث التّرمذیّ عن سلمیٰ امراءة من الانصار قالت دخلت علیٰ ام سلمة وهی تبکی قلت ما یبکیک قالت رأیت الان رسول اللهﷺ فی المنام علیٰ رأسه و لحیته التراب ویبکی قلت مالک یا رسول الله قال شهدت قتل الحُسین انفاً وفیه من حدیث البخاری والترمذیّ عن انس قال اتی عبید الله ابن زیاد برأس الحُسین فجعل فی طست فجعل ینکت وقال فی حسنه شیئاً قال انس فقلت والله انه کان اشبهم برسول اللهﷺ وکان مخضوباً بالوسمة و روایة قال کنت عند ابن زیاد فجئ برأس الحُسین فجعل یضرب بقضیب فی انفه ویقول ما رأیت مثل هذا حسنا. فقلت اما انه کان اشبههم برسول اللهﷺ خرج الروایة الاولیٰ البخاری. والثانیة الترمذی وفیه عن عمارة

بن عمر قال لما جئ برأس عبیدالله بن زیاد و اصحابه تصدرت فی المسجد فانتهیت الیهم و هم یقولون قد جآ ت فاذا حیة قد جآ ءت تخلل الرؤس حتیٰ دخلت فی منخم عبید الله بن زیاد فمکثت هنیئة ثم خرجت فذهبت حتیٰ تغیبت ثم قالوا قد جاءت ففعلت ذالک مرتین او ثلثا اخرجه الترمذی و فی تاریخ الخلفاء للسیوطی و اخرج البیهقیؔ فی الدلائل عن ابن عباسؓ قال رأیت رسول الله ﷺ تصف النهار اشعث اخبر بیله قارورة فیها دم فقلت بابی انت و امیّ یا رسول الله(ﷺ) ما هٰذا قال دم الحسین و اصحابه ام ازل القطة منذ الیوم احصی ذالک الیوم فوجدوه قُتل یومئذ و اخرج ابو نعیم فی الدلائل عن ام سلمة قال سمعت الجن تبکی علی الحسین و تنوح علیه و اخرج الثعلبی فی امالیه عن ابی حبان الکلبی قال اتیت کربلا فقلت لرجلٍ من الاشراف بها بلغنی انکم تسمعون نوح الجن فقال ما تلقی احد الا اخبرک انهٗ سمع ذالک قلت فاخبرنی ما سمعت انت قال سمعتهم یقولون شعر :

مسح الرّسول جبینه فله بریق فی الخلود
ابواه من عُلیا قریش و جده خیر الجلود

و اخرج ابو یعلی بسند ضعیف عن ابی عبیدة قال قال رسول الله ﷺ لا یزال امر امّتی قائماً بالقسط حتیٰ یکون اول من یثلمه[1] رجل من بنی امیّة یقال له یزید واخرج الرویانی فی مسنده عن ابی الدرداء سمعت قال رسول الله ﷺ یقول اول من یبدل سنتی رجل من بنی امیّة یقال له یزید وقال نوفل بن ابی الفرات کنت عند عمر بن عبد العزیز فذکر رجل یزید فقال امیر المؤمنین یزید بن معاویة فقال تقول امیر المؤمنین وامر به فضرب به عشرین سوطا انتهیٰ.

استطراد بذکر مصالحة امام المُسلمین حسنؓ بن علیؓ و مُعاویةؓ بنُ ابی سُفیان رَضی اللّٰه عنهم

اعلم ان فی سنة احدی وار بعین خرج معاویة علی الامام السیّد حسن بن علیؓ فنزل له الحسنؓ عن الخلافة تسمی هٰذا العام عام الجماعة لاجتماع الامة فیه علی خلیفة واحدة و فیه ولیّ معاویه مروان بن الحکم المدینة

[1] سوراخ کند اور ۱۲_۱۲_۱۲

وفی سنة ثلاث و اربعین فتح الرّی و غیرها من بلاد سجستان و کوران من بلاد السوادان و فیها استخلف معاویة زیاد بن امیّة وهی اول قضیه غیّر فیها حکم النبیّ ﷺ فی الاسلام ذکر الثعلبیّ وغیره وفی سنة خمسین دعا معاویة اهل الشام الی البیعة بولایة العهد من بعده لابنه یزید فبایعوه وهو اول من عهد بالخلافة لابنه اوّل من عهد بها فی صحته ثمّ انهٗ کتب الیٰ مروان بالمدینه ان یأخذ البیعة له فخطب مروان فقال ان امیر المؤمنین رای ان یستخلف علیکم ولده یزید عن سنة ابی بکرؓ و عمرؓ فقام عبدالرحمٰن بن ابی بکر الصّدیقؓ فقال بل سنة کسریٰ و قیصر ان ابابکرؓ وعمرؓ لم یجعلاها فی اولادهما ولا فی عهد من اهل بینهما ثم حج معاویة سنة احدٰی و خمسین واخذ البیعة لابنه فبعث الیٰ ابن عمر فتشهد و قال اما بعد یا ابن عمر انک کنت تحدثنی انک لا تحبّ تبیت لیلة سوداء لیس علیک فیها امیر و انی احذرک تشق عصا المسلمین او تسعیٰ فی ذات بینهم فحمد ابن عمر اللّٰه واثنی علیه ثمّ قال اما بعد بانک قد کانت قبلک خلفاء لهم ابناء ولیس ابنک خیر من ابنائهم فلم یروافی ابنائهم ما رأیته فی ابنک ولکنهم اختاروا للمسلمین حیث علموا الخیار و انک تحذرنی ان اشق عصا المسلمین ولم اکن لافعل انما انا رجل من المسلمین فاذا اجتمعوا علیٰ امرنا فانما انا رجل منهم فقال یرحمکَ اللّٰه فخرج ابن عمر ثم ارسل الی ابن ابی بکر فتشهد ثم اخذفی الکلام فقطع علیه کلامه وقال انک واللّٰه لو ددت انا وکلناک فی امر ابنک الی اللّٰه واللّٰه لا نفعل واللّٰه لتردن هذا الامر شوریٰ بین المُسلمین و لنعرفنها علیک خدعة ثم و ثب و مضی و قال معاویة اللهم اکفنیه ماشئت ثم قال علیٰ رسلک ایّها الرجل لاتشرفن علی اهل الشام فانی اخاف ان سیقوتی بنفسک حتیٰ اخبرالعشیرة انک قد بایعت ثم ارکن بعد ذلک علی ما بدالک من امرک ثم ارسل الی ابن الزبیر فقال یا ابن الزبیر انما انت ثعلب روّاغ کلما اخرج من حجر دخل حجرًا آخروانا دعوت الیٰ هذین الرجلین فنفخت فی مناخرهما وحملتهما علی غیر رأیهما فقال ابن الزبیر ان کنت قد ملکت الامارة فاعتزلها وهلم ابنک فلنبایعه ارأیت اذابایعنا ابنک معک لا بیکما نسمع و نطیع لا یجتمع لکما البیعة ابدًا ثم راح وصعد معاویة المنبر فحمد

اللّٰہ واثنٰی علیہ ثم قال انا وجدنا احادیث الناس فان عوار زعموان ابن ابی بکر و
ابن الزبیر لن یبایعوا یزید وقد سمعوا واطاعوا و بایعوا له فقال اهل الشام واللّٰہ لا
نرضیٰ حتیٰ یبایعوا له علیٰ رؤس الاشهاد والاّ ضربنا اعناقهم فقال سبحان اللّٰہ ما
اسرع الناس الیٰ قریش بالشرّ لا اسمع هذا المقالة من احد منکم بعد الیوم ثم نزل
فقال النّاس بایع ابن عمرو ابن ابی بکر وابن الزبیرو هم یقولون لا واللّٰہ فیقول
الناس بلی وارتحل معاویة فلحق بالشام قال الحسن البصری اٖفسد امر الناس اثنان
عمرو بن العاص یوم اشار علی معاویة برفع المصاحف فحملت وقال ابن الفرآء
فحکم الخوارج ولا یزال هذا التحکیم الیٰ یوم القیامة والمغیرة بن شعبة فانه کان
عامل معاویة علی الکوفة فکتب الیه معاویة اقرأت کتابی فاقبل معزولاً فابطأ عنه
فلمّا ورد علیه قال ما ابطأ بک قال امر کنت اوطیه واهیّة قال وما هو قال البیعة
لیزید من بعدک قال او فعلت قال نعم قال ارجع الیٰ عملک فلمّا خرج قال له
اصحابه ماوراءک قال وضعت رجل معاویة فی غرزعی لا یزال فیه الیٰ یوم القیامة
وقال ابن سیرین وفد عمرو بن حزام علی معاویة فقال له اذکر اللّٰہ فی امته محمد
بمن تستخلف علیها فقال نصحت وقلت برایی وانه لم یبق الا ابنی احق وقال عطیة
ابن قیس خطب معاویة فقال اللهم ان کنت انما عهدت لیزید لما رأیت من فضله
فبلغه ما املت عنه وان کنت انما حملنی حب الوالد لولده وانه لیس لما صنعت به
اهلاً فاقبضه بل ان یلغ ذلک ولد یزید الشقی المرید سنة خمس او ستّ و عشرین
و جعله ابوه ولی عهده واکره الناس علی ذلک کما تقدم فلما مات معاویة و
ذلک فی شهر رجب سنة ستین بایعه اهل الشام ثم بعث الیٰ اهل المدینة من
یأخذله البیعة فابی الحسین وابن الزبیر ان یبایعا و خرجا من لیلتها الیٰ مکة فاما ابن
الزبیر فلم یبایع ولا دعا الیٰ نفسه واما الامام حسین فکان اهل الکوفة یکتبون الیه
یدعون الی الخروج الیهم من معاویة وهو یأبی فلما بویع یزید اقام علی ما هو مهمو
ما یجمع الاقامة مرة و یزید المسیر الیهم اخری فاشار الیه ابن الزبیر بالخروج
وکان ابن عباس یقول له لا تفعل و قال له ابن عمر لا تخرج فان رسول اللّٰہ ﷺ
خیّره اللّٰہ بین الدنیا و الاٰخرة فاختار الاٰخرة وانک بضعة منه ولا تنالها بغی الدنیا

فاعتنقه و بکی وودعه فکان ابن عمر ویقول غلبنا حسین با لخروج و لعمری لقد رأی فی ابیه وا خیه عبرة و کلمة فی ذا لک ایضا جا برابن عبدا للّٰہ ابو سعید وابو واقد الیثی وغیرهم فلم یطع احداوصمم علی المسیرالی العراق فقال ابن عباسؓ واللّٰہ لاظنک تقتل بین ابنائک وبنا تک کما قتل عثمانؓ فلم یقبل منه فبکی ابن عباسؓ وقال اقررت عین ابن الزبیرولمارای ابن عباسؓ عبداللّٰہ ابن زبیر قال قدانی ما اجبت هذا الحسینؓ یخرج ویتوکل والحجاز وتمثل شعر:

مالک من قنبرہ بمعمر — خلی لک الجوفا یبضئ واصغری

وتقری ما شئت ان تقوی — صیادک الیوم علیک فابشری

وبعث اهل العراق الی الحسین الرسل والکتب یدعون الیهم نخرج من مکه متوجها الی العراق فی عشر ذی الحجة ومعه طائفة من اهل بیته رجالاونساء وصبیانا فکتب یزیدالی والیه بالعراق عبیداللّٰہ بن زیاد بقتاله فوجه الیه جیشا اربعة الاف امر علیهم عمروبن سعدبن ابی وقاص فخذله اهل الکوفة کما هوشانهم مع ابیه من قبله فلما ارهقته السلاح عرض علیهم الاستسلام والرجوع والمضی الی یزید فیضع یده فی یده فابوا الاقتله فقتل وجئ براسهٗ فی طست حتیٰ وضع بین یدی ابن زیاد لعن اللّٰہ قاتله وابن زیاد معه ویزیدایضا وکان قتله بکربلاوفی قتله قصة فیها طول لایحتمل القلب ذکرها فاناللّٰہ واناالیه راجعون. وقتل معهٗ سته عشررجلا من اهل بیته ولما قتل الحسین مکث الدنیا سبعة ایام والشمس علی الحیطان کالملاحف المعصفره والکواکب یضرب بعضها وکان قتلهٗ یوم عاشوراء کسفت الشمس ذالک الیوم واحمرت افاق السمآء سته اشهر بعد قتله ثم لازالت الحمرة تریٰ فیما بعد ذالک الیوم ولم تکن تری فیما قبله وقیل انه لم یقلب حجربیت المقدس یومئذٍالاوجد تحته دم عبیظ وصار[1] الدرس الذی فی عسکر هم رمادااونحرواناقة فی عسکر هم فکانوایرون فی لحمها النیران وطبخوها فصارت مثل العلق و تکلم رجل فی الحسین بکلمه فرماه اللّٰہ بکوکب من السماء فطمس بصره قال الثعلبی روت الروات من غیروجه عن عبدالملک بن عمروالیثی قال رایت فی هذا القصرواشارالی

---

[1] درس: الحنطه درسًا ؤ راسًا واسها ۱۲ ق ـ

قصر الامارة بالکوفة راس الحسین بن علیؓ بین یدی المختار بن عبید ثم رأیت راس المختار بین یدی مصعب بن الزبیر ثم رأیت راس مصعب بن الزبیر بین یدی عبدالملک فحدثت بھذا الحدیث عبدالملک فتطیر منه وفارق مکانه ولمّا قتل الحسین وبنو ابیه بعث ابن زیاد برؤوسھم الیٰ یزید فسّر بقتلھم اوّلاً ثم ندم لمّا مقتهُ المسلمون علیٰ ذالک وابغضه الناس وحق لھم ان یبغضوه وفی سنة ثلاث وستین بلغه ان اھل المدینة خرجوا علیه وخلعوا فارسل جیشاً کثیفاً وامرھم بقتالھم ثم المسیر الیٰ مکة بقتال ابن الزبیر فجاء و ہ کانت وقعة الحرة علیٰ باب طیبة وما ادراک ماوقعة الحرة وقعة لایسمع القلب ذکرھا ولایحتمل السمع استماعھا ذکرھا الحسن مرّ ة فقال واللّٰہ ماکان ینجوامنھم احدًا قتل فیھا خلق من الصحابة وغیرھم وتھیئت المدینة وافتض فیھا الف عذراء فانّاللّٰہ وانّا الیه راجعون. قال النبی ﷺ من اخاف المدینة اخاف اللّٰہ وکانت علیه لعنة اللّٰہ والملائکة والناس اجمعین رواه مسلم کان سبب خلع اھل المدینة له ان یزید اسرف فی المعاصی واخرج الواقدی من طرق ان عبد اللّٰہ بن حنظلة الغسیل قال واللّٰہ ماخرجنا علیٰ یزید حتیٰ خفنا ان نرمیٰ بالحجارة من السّماء انه رجل ینکح امھات الاولاد والبنات واخوات ویشرب الخمر ویدع الصّلٰوة قال الذھبی ولما فعل یزید اھل المدینه مافعل مع شرب الخمر واتیانه المنکرات اشتد علیه الناس وخرج علیه غیر واحد ولم یبارک اللّٰہ فی عمره وسار جیش الحرّة الیٰ مکة لقتال ابن الزبیر فمات امیر الجیش فاستخلف علیھم امیرا و اتوا مکة فحاصروا ابن الزبیر وقاتلوه ورموه بالمنجنیق وذلک فی صفر ستة اربع وستین واحترقت من شرارة عن نیرا نھم استار الکعبة وسقفھا وقرنا الکبش الّذی فدی به اسمٰعیل کانا فی السقف واھلک اللّٰہ یزید فی نصف ربیع الاوّل من ھذا العام فجاء الخیر بوفاته.



شهر صفر

اعلم انه قد وقع نفی والنهی عن التطیر به فی احادیث کثیرة بطرق متعددة فلنذکر اولاً الاحادیث الواردة فیه ثم نبین المراد به نقلاً عمّا قال علماء الاحادیث من جامع الاصول عن جابرؓ قال سمعت رسول اللهﷺ یقول لاعدوی ولاصفر ولا غول اخرجه مسلم وعن ابی هریرة قال ان النبیﷺ قال لا عدوی ولاصفر ولاهامة فقال اعرابی یارسول الله فما بال ابل یکون فی الرمل کانها الظباء فیاتی البعیر الاجدب فیدخل فیها فیجربها قال فمن اعدی الاول اخرجه البخاری ومسلم وابو داؤد وفی روایة البخاری لاعدوی ولاطیرة ولاهامة ولاصفر ولمسلم لاعدوی ولاهامة ولانوء ولاصفر وله فی اخری لاغول وعن ابن عطیة ان رسول اللهﷺ قال لاعدوی ولاهامة ولاصفر ولایحل الممرّض علی المصحح حیث شاء قالوا یارسول اللهﷺ وماذلک قال انهٗ اذی اخرجه مالک فی المؤطا احادیث الجامع الکبیر لاعدوی ولاطیرة ولاهامة ولاصفر وفر من المجزوم کماتفرّ من الاسد رواه احمد فی مسنده والبخاری عن ابی هریرةؓ ولایعدی شیء شیئاً فمن اجرب الاوّل لاعدوی ولاصفر خلق الله کل نفس فکتب حیاتها ورزقها ومصابها رواه احمد شیئاً فمن اجرب الاول لاعدوی ولا صفر خلق الله کل نفس فکتب حیاتها ورزقها ومصابها رواه احمد فی مسنده والترمذیّ عن ابن مسعودؓ لاعدوی ولاطیرة ولاهامة رواه احمد والبیهقیّ وابوداؤد عن ابی هریرة ورواه احمد ومسلم عن السّائب بن یزید لاصفر ولاهامة ولایعدی سقیم صحیحاً رواه القاضی محمد بن عبد الباقی الانصاری فی خبر من حدیثه عن شیوخه عن علیؓ لاصفر ولاهامة ولاعدوی ولایتمّ شهران ستین یوماً ومن خفر ذمة الله لم یرح ریح الجنة رواه الطبرانی فی المعجم الکبیر وابن عساکر عن عبد الرحمٰن بن ابی عمیرة المزنی ورواه الطبرانی عن ابی امامة ایضاً بلفظ لاعدوی ولاصفر ولاهامة ولایتم شهران ثلثین یوماً ومن خفر ذمة الله لم یرح رائحة الجنة لاعدوی ولاهامة ولاصفر خلق الله کلّ نفس فکتب حیاتها وموتها ومصیباتها ورزقها رواه احمد والخطیب عن ابی هریرةؓ

لاعدوی ولاطیرة ولاسامة ولاصفر فمن اعدی الاوّل رواه احمد وابن ماجة و الطبرانی فی الکبیر عن ابن عباسٍ لاعدوی ولاهامة ولاصفر یحل الممرّض علی المصحح ولیحل المصحح حیث شاء قیل ولم قال ذلک قال لانهٔ اذی ورواه البیهقیّ عن ابی هریرةؓ لاعدوی ولاهامة ولاصفر واتقوا المجزوم کماتتقون الاسد لاعدوی ولاهامة ولاغول ولاصفر رواه ابن جریر عن ابی هریرةؓ وعن ثعلبة بن یزد الجمانی قال سمعت علیایقول قال رسول اللهﷺ لاصفر ولاهامة ولایعدی سقیم صحیحاً قلت انت سمعت هذامن رسول اللهﷺ قال نعم سمع اذنی وبصر عینی رواه ابن جریر وصححه واذافرغنا عن سوق الاحادیث حان ان نشرع فی بیان ماقالوا فی المرادبصفر فنقول قال ابن الاثیر فی النّهایة هو فی زعم العرب حیة فی البطن تصیب الانسان اذاجاع وتوذیه وانهاتعدی فابطله الاسلام وفی الکرمانی شرح البخاری هو بفتحتین حیة البطن اعتقدوا انهاعدی من الجراب وفی الطیبی شرح المشکوة زعموا انّها تعضّ اذاجآء ومایوجد عند الجوع من الالم فمن عضّه وقیل هوالشهر المعروف زعموا ان فیه تکثر الدواهی والفتن فنفاه الشارع وفی النهایةوقیل ارادبه النسیٔ وهوتاخیر المحرم الیٰ صفر ویجعلون المحرم صفر اهو الشهر الحرم وفی شرح الامام النووی علیٰ صحیح مسلم الصفر دوابّ فی البطن وهی رود تهیج عند الجوع وربما قتلت ودوابّ بدال مهملة وباء موحدة عند الجمهور وروی ذوات بذال معجمة ومثاة فوقانیة وله وجه وفی النهایة ومن الاول صفرة فی سبیل الله خیر من حمر النعم ای جوعه والصفر ایضاًدودیقع فی الکبدوشرا سیف الاضلاع فیعفرعنه الانسان جدّاًوربماقتلت وفی مشارق الانوار للقاضی عیاض قوله ولاصفر قیل المراد الشهر المعلوم وتغیر اهل الجاهلیّة حکمة ورسمهٔ فی النسیٔ وتاخیرهم المحرم علیه وتحریمه وهذا قول مالک وغیره وقیل بل معناه الاصفر والمرادبه دواب فی البطن کالمحیّات تصیب الانسان اذاجاع وتعدی فابطل الاسلام العدوی وفی جامع الاصول قال ابوداؤد وقال بقیة سالت عن محمدِ بن راشد عن قوله لاهامة فقال کان اهل الجاهلیة یقولون لیس احدیموت فیدفن الاخرج من قبره هامّة وعن قوله لاصفر فقال کان اهل الجاهلیة یقولون لیس احدیموت فیدفن الاخرج من

قبره هامة وعن قوله لاصفرقتل يستشوٴن بدخول صفر فقال النبی ﷺ لاصفر قال وسمعت من
یقول ھو رجع یأخذفی البطن یزعمون انه یعدی قال ابو داؤد وقال مالک کان اهل
الجاهلیة یحلون صفر اعاماو یحرمونه عاما فقال رسول الله ﷺ لاصفر وفیه فی شرح
غریب الطاء قد ذکر فی الحدیث و تفسیر قوله لاصفرو العرب تزعم ان فی البطن
حیة تصیب الانسان اذاجاع وتوذیه وانها تعدی فابطله الاسلام قال العبد الضعیف
اصلح الله حاله وخفف اثقاله هکذاجاءت الاقوال مختلفة فی بیان المرادبصفروحا
صاصلهایؤل الیٰ ثلثه امّاالشهر المعروف اوالدود فی البطن اوالنسئی المذکور وذکره فی
باب التطیر یؤیّدالاول وفی باب العدوی الثانی والله واعلم وادبیناالمرادبصفرناصب
ان نبیّن المرادمن الالفاظ الاُخرالتی وقعت فی الاحادیث العدوی یقال اعدی
المرض اذااصابها مثله لمقارنة ومجاورته اوموا کلته ومباشرته وقدابطله الاسلام کذا
فی جامع الاصول الطیرة فی شرح جامع الاصول لمصنفله الطیرة ما یتشاوٴم به من
الفاعل الردی وغیره اشتقاقة من الطّیرو کانت العرب تطیر العذاب والاحل
ونحوهمامن الطیور ویتشاوٴم به ویری ان ذالک مانع من الخیر ففی الاسلام ذالک
وقال لاطیرة وهومصدر کالتطیرة وهو مصدر کالتطیرالرجل تطیر او طیره کما قالو ا
تخیرت الشئ تخیر او خیرة ولم یجئ من المصا در علیٰ هٰذا القیاس غیرها وا لفال
وا صله بالهمزة وقد تخففت و هو مثل ان یکون الرجل مریضاً و یسمع ا خر یقول
یاسا لم او یکو ن طالباً فیسمع اٰخر یقو ل یا واحد فیقع فی ظنه انهٗ یبرأ من مرضه و
یجد ضالة وهومحبوب وسیجئ تحقیقة قا ل العدوی اسم من الاعداء کالیقو ی من
الایقا ء وا حدالداء بان یصیبه مثل ما اصاب لصا حب الداء بان یکو ن ببعیر جرب
مثلاً فیتقی مخا لطة باق بل اخری حذران ان یعدی ما به من الجراب بها و یظنو نانه
بنفسه یعتدی فا بطله الاسلام وا علمه النبی ﷺ بان الاله یمر ض وینزل الداء ولذا
قال فمن اعدی الاول ای من این صار فیه الجرب وقا ل التور پشتی فی شرح
المصابیح العدوی مجاورة العلة وا لخلق الی الغیر وهو یز عم الطلب فی سبع الجذا م
وا لجزب وا لجدری وا لحصیة والبنجر وا لرمد والامراض الو بائیة و فی المشارق
للقا ضی عیاض العدوی ما کا نت یعتقده الجا هلیة من تعدی دا ء ذ الداء الیٰ من یجاور

ویلا صفه ممن لیس به داء فنفاه الشرع وقوله ﷺ لا علوی یحتمل النهی عن قول ذالک واعتقاده او النهی الحقیقیة ذالک کما قال لا یعدی شیئ شیئاً و فمن اعدی الاول و کلاهما مفهوم من الشرع الهام جمع هامة وهو طائر کانت العرب تزعم ان عظام المیتة تصیر هامة فتطیروا کانوا یقتلون ان القتیل یخرج من هامته ای من راس هامة ولا یزال یقول اسقونی حتیٰ یقتل قاتله وفی النهایة الهامة هی الراس واسم طائر وهو المراد فی الحدیث و ذالک انهم کانو یتشاومون بها وهو من طیر اللیل و قیل هی البومة و قیل کانت العرب تزعم ان روح القتیل الذی لا یدرک بثاره تصیر هامة فتقول اسقونی فاذا ادرک بثاره طارت و قیل کانوایزعمون ان عظام المیتة و قیل روحه تصیر هامة فتطیر فیسمونه الصدی فنفاه الاسلام و نهاهم عنه و قال الطیبی الهامة یتشاوم بها الناس و کانت العرب تزعم ان عظام المیت اذا بلیت و تصیر هامة و یخرج من القبر و یتردد ویاتی باخبار اهله فابطل ﷺ هذا الاعتقاد و قیل هی البرمة اذا سقطت علیٰ دار احدهم راها ناعیة له او لبعض اهله وهو بتخفیف المیم علی المشهور و قیل بتشدیدها و قال القاضی عیاض الهام طائر یالف الموتی والقبور وهو الصدی ایضاً وهو مما یطیر باللیل وهو غیر الیوم یشبهه و کانت العرب تزعم ان الرجل اذا قتل فلم یدرک بثاره خرج من هامته وهو علیٰ راسه طائر یصیح علیٰ قبره اسقونی فانا عطشان حتیٰ یقتل قاتله و اشعارهم فی هذا کثیرة و قال بعضهم یخرج من راسه دودة فتضلح عن طائر یفعل ذالک فنهی النبی ﷺ و یحتمل انه نهیٰ عن هذا والیه ذهب غیر واحد والیه یحیی الحربی وابو عبید و قال مالک فی تفسیره اراه الطیرة التی یقال لها الهامة قال القاضی و قد یحتمل انه اراد التطیر بها فان العرب ایضا کانت یطیر بالطائر السمی بالهام و منهم من کان یتیمن به والیٰ هذا ذهب شمربن حملویة و حکاه عن ابن الاعرابی قال ابو عبید و قال مالک فی تفسیره اراه الطیرة التی یقال لها الهامة قال القاضی و قد یحتمل انه ارادالتطیر بها فان العرب ایضا کانت یتطیرباً لطائر بالهام و منهم من کان یتیمن به والیٰ هذا ذهب شمربن حملویة و حکاه عن ابی الاعرابی

قال ابو عبید و قال مالک فی تفسیر اراہ الطیرۃ التی یقال لها الهامة قال القاضی و قد یحتمل انه اراد التطیر بها فان العرب ایضا کانت یتطیر بالطائر بالهام و منهم من کان یتیمن به والیٰ هذا ذهب شمر بن حمدویة و حکاه عن ابن الاعرابی قال ابو عبید کانت العرب تزعم ان عظام الموتی تصیر و یسمون الطائر الذی یخرج من هامة المیتة اذا بلیٰ وهو الصدی الغُول فی شرح الجامع الاصول هو الحیوان الذی کانت العرب تزعم انه تعرض لها فی بعض الاوقات و الطرق فیغتال الناس وانه ضرب من الشیٰطین و لیس قوله ولا غول نفیا لعین الغول ووجوده وانما فیه ابطال زعم العرب فی اغتیاله و تلونه فی الصور المختلفة یقول لا تصدقوا بذلک وفی النهایة الغول واحد الغیلان وهو جنس من الشیطان والجن کانوا یزعمون ان الغول فی الفلاة ترآای النّاس فتغوّل تغولا ان یتلوّن فی صورشتی ویغولهم ای یضلهم عن الطرق ویهلکم فنفاہ ﷺ وابطله وقیل لا غول لیس نفیا لعین بل الابطال زعم العرب فی تلونه فی الصور . المختلفة واغتیاله ای انها لا تضل احدًا و یشهد له حدیث لا غول ولکن السعالی وهی سحرة الجن ای ولکن فی الجن السحرة لهم تخیل و تلبیس و منه حدیث اذا تصولت الغیلان فبادروا بالاذان ای ادفعوا شرها بذکر اللّٰه تعالیٰ فانهم یتفرّقون وهو یدل علی انه لم یرو بنفیها اعدامها وقال البغوی بل اخبر انها لا تقدر علیٰ شیٔ عن الاضلال والاهلاک الا باذن اللّٰه تعالیٰ ویقال ان الغیلان سحرة الجن تفتن الناس بالاضلال و فی المفاتیح شرح المصابیح هو بالفتح مصدر غاله اهلکه و بالضم اسم کانوا یزعمون انها ترات الناس فنفاه الشرع ویحتمل انه دفع ببعثته ﷺ کما دفع الاستراق قال الطیبی واما حدیث اعوذبک ان اغتال فهو من الغول وهو هلاک الشیٔ من حیث لا یحسّ قلت و یؤیّده ماورد فیه روایة واعوذبک من ان اُغتال من تحتی ای اذهب من حدیث لا اشعربه یرید به الخسف علیٰ ما فی النهایة و قال القاضی عیاض فی المشارق قوله ولا غول بضم الغین جاء فی الحدیث تفسیرها بالغول التی تغول بفتح التاء والغین یرید تتلون فی صدر مثل الغیلان سحرة الجن و کانت العرب تقول ان الغیلان تترائی الناس فتغول تغولا ای تتلون لهم و تضلهم عن الطریق و تهلکهم فابطل النبی ﷺ هذا الشان .

النّوء فی شرح جامع الاصول النوء واحد الانواء وهی ثمانیة وعشرون نجماً هی منازل تسقط فی الغرب ثلثة عشر لیلة منها منزلة مع طلوع الفجر فتطلع اخری مقابلها فتنقضی هذه الثمانیة والعشرون مع انقضاء السنة وکانت العرب تزعم ان سقوط المنزلة وطلوع نظیرها یکون مطرًا فینسبون المطر الی المنزلة ویقولون مطرنا بنوءِ کذا وانمّا یسمی نوءً الانه اذا سقط الساقط منها بالمغرب فاتی الطابع بالمشرق بنوء نوءًا ای نهض وطلع وقیل ان النوء هو الغروب وهو من الاضداد قال ابو عبید ولم یسمع فی النوء انه السقوط الا فی هذا الموضع وانما غلظ النبی ﷺ فی امر الانواء لأن العرب کانت تنسب المطر الیها فامّا من جعل المطر من فعل اللّٰہ عزّ وجلّ واراد بقوله مطرنا بنوء کذا ای فی وقت کذا وهو هذا النوع الفلانی فان ذلک جائز وقد قیل ان عمر بن الخطاب اراد ان یستسقے فنادی بالعباس بن عبدالمطلب کم بقے من نوء الثریا فقال ان العلماء بها یزعمون انها تعرض فی الافق سبعاً بعد وقوعها فمامضت تلک السنة حتی غیث للناس واراد عمرؓ کم بقی من الوقت الذی قد جبت العادة انهٗ اذا تمّ اتی اللّٰہ بالمطر و فی النهایة فی حدیث امر الجاهلیة الانواء هی ثمان وعشرون منزلة وینزل القمر کلّ لیلة فی منزلة منها ومنه (والقمر قدّرناه منازل) وباقی کلامه مثل کلام شرح جامع الاصول المنقول من ابی عبید وقال الکرمانی فی شرح صحیح البخاری النوء بفتح نون و سکون واو فهمزة زعموا ان المطر لاجل ان الکوکب ناءٗ ای غرب اوطلع ومن زعمه او قاتًا لأمحذور فیه فلیس من الوقت الاّ وهو معروف بنوع من مرافق العباد ثم حکی قصة لاستسقاء زمن عمرؓ علیٰ ما حکاه فی جامع الاصول و قال القاضی ابن اعربی من انتظره منهاعلے انها فاعلة من دون اللّٰہ او یجعل اللّٰہ دیکاً فیها فهو کافر لان الخلق من اللّٰہ وحدہ و من انتظره منها علیٰ اجراء العادة فلا شیٔ علیه وقال النواوی لکنه یکره لانه شعار ولکفر وموهم له قال الطیبی یکره کراهة تنزیهة و قال القاضی عیاض و کذا من امر الجاهلیّة ذکر الانواء و من قال مطرنا بنوء کذا النوء عند العرب سقوط نجم من نجوم المنازل الثمانیة والعشرین. وهو مغیبة بالمغرب مع طلوع فجر و طلع مقابله حنیئذ من المشرق وعند هم انه

لا بلدان يكون مع ذالک لا كثر ها نوء من مطر اورياح عاصفة وشبهها فمنهم من يجعله للملک الساقط منهم من يجعله للطالع لا نه هو الذی ناء ای نهض فينسبون المطر اليه فنهى النبی ﷺ عن اعتقاد ذالک و قوله و كفر فاعله لكن العلماء اختلفوا فی ذالک واكثرهم على ان النهی والتكفير لمن اعتقد ان النجم فاعل ذلک دون من اسنده الى العادة و منهم من كره على الجملة كيف كان لعموم النهی و منهم من اعتقده فی كفرهم كفر النعمة وقد فصّلنا الكلام فی غير هذا الكتاب ولما اشتهوا امر الطيرة والعدوى واشتدّ بامنو الناس بهما عملا و اعتقادًا و كثروقوع الاحاديث فيهما اردنا ان نفردهما بالذكر فی بابين .

البابُ الاوّل فی الطيرة

فی الطيبی الطيرة بكسر الطاء وفتح الواو قد تسكن هی التشاؤم بالشیء وهو مصدر تطيّر طيرة كتحير حيرة ولم يجیء من المصادر هكذا غيرها واصله فيما يقال التطير بالسوانح والبوارح من الطير والظباء وغيرهما وكان ذلک يصدّهم عن مقاصدهم فنفاه الشرع وابطله ونهیٰ عنی واخبرانه ليس له تاثير فی جلب نفع ودفع ضرر والفال مهموزفيما يسرّو يسوء والطيرة لا تستعمل الافيما يسوء وربما استعملت فيما يسرّويسوء والطيرة لا تستعمل الافيما يسوء وربما استعملت فيما يسرّ قلت كان ماذكره اصل اللغة والافاستعمال الشرع على ان الفال اختص بما يسّر والطيره بما يسوء نعم قد يستعمل الفال مقيدا فيما يسوء كما يقال الفال والسّيی والفال المكروه و قد قال الطيبی والفرق بين الفال و الطيرة يفهم مما روی انس عن رسول الله ﷺ انهٗ قال لا عدوی ولا طيرة و يعجبنی الفال قالو اوما الفال قال كلمة طيّبة و فی الكرمانی شرح البخاری اصله انهم كانوا يفرون الظباء والطيورّ فاذا اخدت ذات اليمين يتبرّكو او ان اخذت ذات الشمال يتشاؤموا قال النووی فی شرح مسلم وهو شرک ان اعتقده و ضابطه ان مالم يقع ضرره ولا اطردبه عادة خاصة ولا عامة فهوالمنكر وهو الطيرة ومايقع عنده ضرر عمومًا لا يخصه و نادر الا متكرر اكالوباء فلا يقدم على ولو يخرج منه ومايخصّه ولا يعم كالدار

والفرس والمرأة فيباح الفرار منه و فی النهایة الفال الهمزة فیما یسّر ویسوء والطیر فیما یسوء الا نادراً و قد ولع الناس تبرک همزة تخفیفا وانما احبّ رسول الله ﷺ الفال النّاس اذاملو فائدة من الله ورجوا عوائده عند کلّ سبب ضعیف او قویّ فهم علیٰ خیرو لو غلطوا وقوی فهم علی جهة الرجاء لهم من الله کان ذالک من الشرّ واما الطیرة فان فیها سوء الظن بالله و توقع البلاء و ذلک مذموم بین العقلاء ومنهی عنه من جهة الشرع والتفاؤل ان یسمع المریض اوطالب الضالة یا سالم او یا واجد فیظن بره ووجدان مطلوبه قلت وهذا معنی ماورد فی الحدیث کلمة طیبة فی النهایة وقد جآءت الطیرة بمعنی الجنس والفال بمعنی النوع و منه اصدق الطیرة الفال قلت یحتمل ان یکون هذا من قبیل المشاورة فان الطیرة لا شک فی اللغة بمعنیٰ التشاؤم واما عموم الفال فمسلم قال فی القاموس . الطیرة ما یتشاوم به من الفال الردی واذا عرفت معنی التطیر والتفاؤل فنسوق الاحادیث الواردة فی هذا الباب فاعلم انه قد اجتمع فی بعض الاحادیث ذکر العدویٰ الطیرة کما ذکرناه منهما فی احدهما لم نذکره فی الاخرو کذالک حال مانقلناه من الاحادیث فی اصفر اللهم الالغوض وباعث ینشأفی اثناء البیان .

احادیث جامع الاصول

عن بریدةؓ قال ان رسول الله ﷺ کان لا یتطیر من شیٔ وکان اذا بعث عاملاً سأله عن اسمه فاذا اعجبه فرح به ورای بشر ذالک فی وجهه وان کره رای کراهة ذلک فی وجهه واذا دخل قریة سأل عن اسمها فاذا اعجبه فرح بها ورأی کراهة ذالک فی وجهه اخرجه ابو داؤد . وعن انس ان رسول الله ﷺ کان یعجبه اذا اخرج لحاجة ان یسمع یا راشد یا نجیح اخرجه الترمذی وعن عروة بن عامر القرشی قال ذکرت الطیرة عند رسول الله ﷺ قال احسنها الفال ولا ترد مسلما فاذارأی احدکم ما یکره فلیقل اللّٰهمّ لا یاتی بالحسنات الّا انت ولا یدفع بالسیأت الا انت ولا حول ولا قوة الا بک اخرجه ابو داؤد . وعن ابن مسعودؓ ان رسول الله ﷺ قال الطیرة شرک الطیرة شرک وما منّا الا لکن الله یذهبه بالتوکل اخرجه ابو داؤد . وفی روایة الترمذی قال قال رسول الله ﷺ الطیرة من الشرک

وما منا ولكنّ الله يذهبه بتو كل قال الترمذي سمعت محمد بن اسمٰعيل يقول كان سليما ن بن حرب يقول في هذا الحديث و ما منا لكن الله يذهبه بالتو كل هذا عندى قول عبد الله بن مسعودؓ وعن انسؓ ان رسول الله ﷺ قال لا عدوى ولا طيرة و يعجبني الفال الصالح الكلمة الحسنة ولمسلم مثله وقال الكلمة الطيبة وفي رواية ابي داؤد مثل البخارى واخرج الترمذى قال قال رسول الله ﷺ لا عدوى ولا طيرة وانما الشوم في ثلث في الفرس والمرأة والدار في رواية قال ذكر الشوم عند النبي ﷺ فقال ان كان الشوم ففي الدار والمرأة والفرس اخرجه البخارى والمسلم والفرس والمسكن واخرج في المؤطا و ابو داؤد و الترمذى والنسائي الروا ية الاولىٰ ولم يذكر والعدوى والطيرة وعن سهل بن سعد ان رسول الله ﷺ قال ان كان في شئ ففي الفرس والمرأة والمسكن يعني الشوم اخرجه البخا رى ومسلم وفي المؤطا مثله وقال في حديثه في الرّبع والخادم والفرس واخرجه مسلم والنّسائي ومن حكيم بن معاوية قال سمعت النبي ﷺ يقول لا شوم وقد يكون اليمن في الدار و المرأة والفرس اخرجه الترمذىّ . وعن ابي هريرةؓ قال سمعت رسول الله ﷺ يقول الطيرة وخيرها الفال قيل يا رسول الله وما الفال قال الكلمة الصالحة يسمعها احد كم اخرجه البخارى و مسلم وعن سعد بن مالك عن ابيه قال سمعت رسول الله ﷺ يقول العافية والطيرة والطرق من الجبت اخرجه ابو دؤادو قال الطرق الزجر والعيافة الخط وقال في شرحه العيافة زجر الطير و التفاول بها كما كانت العرب تفعله عاف الطير بعيفه اذا زجره والطرق الضرب بالحصى وقيل هو الخط في الرمل كما يحمله المنجم لاستخراج الضمير ونحوه والجبت كل مايعبد من دون الله قيل هو الكاهن والشيطان . وقال الطيبى العيافة زجر الطير والتفاول باسمائها واصواتها و ممرها وهو من عادة العرب كثيرا في اسفارهم يقال عاف يعيف اذا زجر و حدس وظن الطّرق هو الضرب بالحصى الذى يفعله النساء وقيل هو الخط لزو الجبت هو السّحر و الكهانة وقيل هو كلّ ما عُبد من دون الله وقيل هو الساحر وقوله من الجبت معناه من العمل الجبت وقالو ليست بعربية وعن سعيد بن جبيرهي جشية وقال قطوب الجبت وهو الذى لا خير عنده وعن انس قال قال رجل

یا رسول اللّٰہ انا کنّا فی دارٍ کثر فیھا عددنا و کثر فیھا امو النا فتحوّ لنا الیٰ دار اخری فقلّ فیھا عدد نا وقلّ فیھا اموا لنا فقال رسو ل اللّٰہﷺ ذ روھا ذمیمة اخرج ابو داؤد وعن یحیی بن سعید قال جاء ت امرأ ة الیٰ رسول اللّٰہﷺ فقالت دار سکنا ھا العدون کثیروالمال وافر فتحوّ لنا الیٰ دار اخری فقل العددو ذھب المال فقال دعوھا ذمیمة اخر جه فی المؤطا احا دیث الجامع الکبیر الطیَرة تجری بقدر رَواہ الحاکم فی المستدرک عن عآ ئشہؓ الطیرة شرک رواہ التر مذی واحمد والبخاری فی الادب المفرد وا بن ماجه والحا کم فی المستدرک عن ابن مسعود و کان اھل الجا ھلیة یقولون إنما الطیرة فی المرأة والد ابة والدار رواہ الحا کم فی المستد رک والبیھقی فی شعب الا یمان الشؤم فی ثلاث فی المرأة والمسکن والدّابة والدّا ر رواہ الترمذی والنّسا ئی عن ابن عمر وان کان الشؤ م فی شیٔ ففی الدار والمرأ ة والفرس رواہ احمد والبخاری عن سھل بن سعد والبیھقیّ عن ابن عمر والنّسائی عن جا بر فی الانسان ثلٰثة الطیرة والظن والحسد ومخرجه من الطیرة ان لایرجع ومخرجه من الظن ان لا یحقق ومخرجه من الحسدا ن لا یبغی رواہ البیھقی فی شعب الایمان عن ابی ھریرة رواہ ابن صیصری فی امالیه و الدیلمی فی مسند الفردوس بلفظ فی المؤ من ثلث خصا ل الحدیث لیس منا من تطیّر ولا من تُطیرله او تکھّن او تکھّن او تسحّر وتسحّر له رواہ الطبرانی فی الکبیر عن عمران بن حصین من ردّ ته الطیر عن حاجته فقد اشرک رواہ احمد والطبرانی عن ابن عمر الطیرة شرک الطیرة شرک من خرج یرید سفرا فرجع من طیر فقد کفر بما انزل اللّٰہ علیٰ محمد لآ شؤم فا ن یک شؤم ففی الفرس والمرأ ة والمسکن من رد ته الطیرة عن حا جته فقد اشرک قالوا یارسول اللّٰہ وما کفار ة ذالک قال یقول اللھم لا طیرک الاطیرک ولا خیرا لا خیرک ولا اله غیرک الفّال مرسل والعطا ش شا ھد عدل لا شؤم وقد یکون الیمن فی الدار والمرأ ة والفرس رواہ التر مذی وابن ماجة عن حکیم بن معا ویة یالبیّک نحن اخذنا فالک من فیک ولا شیٔ فی الھام والعین حق واصدق الطیرة الفال رواہ احمد والترمذی عن جابر لآ طیرة وخیرھا الفال الکلمة الصا لحة یسمعھا

احدکم رواه احمد ومسلم وعن ابی ہریرۃؓ لا عدوی ولا طیرۃ و یعجبنی الفال رواہ الدار قطنی فی المتفق وعن ابی ملیکۃ قال قلت لا بن عبّاس کیف تری فی جاریۃ لی فی نفسی منہا شیٔ فانی سمعتہم یقولون نبیّ اللہ ﷺ ان کان شیٔ ففی الربع والفرس والمرأۃ قال فانکران یکون سمع ذلک من النبی ﷺ اشد النکرۃ فی روایۃ فانکران یکون رسول اللہ ﷺ قال لہ وان یکون الشؤم فی شیٔ وقال اذا وقع فی نفسک منہا شیٔ ففارقہا او بعضہا اوا عتقہا رواہ ابن جریر. وعن قتادۃ عن ابی حسان ان رجلین دخلا علی عائشۃ فحدثاہا ان اباہریرۃؓ قال ان رسول اللہ ﷺ قال الطیرۃ فی المرأۃ والفرس والدار فغضبت غضباً شدیداً فقالت ماقالہ انما قال کان اہل الجاہلیۃ یتطیرون من ذلک رواہ ابن جریر. وعن ابن عمرؓ ان امرأۃ جاءت الی النبی ﷺ فقالت یارسول اللہ ﷺ سکنا داراً ونحن ذو وافرا فاحتجنا وساءت ذات بیننا واختلفنا فقال بیعوہا اوذروہا وہی ذمیمۃ رواہ ابن جریر

اعلم ان الاحادیث فی ہذا الباب اکثر من ہذا و فیما ذکر ناہ کفایۃ بشیٔ زائد ویفہم من بعضہا نفی تاثیر الطیرۃ والنہی عن اعتقادہا مطلقاومن بعضہا ثبوتہا فی نحو المرأۃ والدآبّۃ والدار بصیغۃ الجزم اما فی الحال او فیما کان من امر الجاہلیّۃ وہذا فی معنی النفی النہی او بلفظ الشرط مثل ان کان فی شیٔ ففی ہذا الاشیاء معناہ واللّٰہ تعالیٰ اعلم لیس النظیر فی شیٔ ففی ہذا الاشیاء معناہ مظنّہا ومحلہا او مناسبتہ لا یکون فیہا علیٰ طریقہ قولہ ﷺ لو کان شیٔ سابق القدر لسبقتہ العین وعلیہ کلام القاضی حیث قال وو جہ تعقیب قولہٗ ولا طیرۃ بہذہ الشرطیۃ یدل علی ان الشؤم منفی عنہا ایضاً. والمعنیٰ ان الشؤم لو کان لہ وجود فی شیٔ لکان فی ہذا الاشیاء فانہا قبل الاشیآء لہالکن لا وجود لہ فیہا فلا وجود لہ اصلا انتہی. وقد جآء عن عآئشۃ وابن عباس نفیہا فیہا صریحاً فوجہ التطبیق ان التاثیر بالذات منفی والمؤثر فی الکل ہو اللّٰہ والکل بخلقہ و تقدیرہ واثباتہا فی ہذا الاشیاء لجریان عادۃ اللہ سبحانہ بالخلق فیہا وجعلہا اسبابا عادیۃ کالنار الاحراق مثلا فالنفی راجع الی التاثیر بالذات والاثبات بالعادۃ والحکمۃ فی خصوص ہذا الاشیاء موکولۃ الی

---

۱ خارش ۱۲ ۲ المشقر للعبیر کاشتقہ ۱۲ ۳ تعجب اصل الذنب ومؤخر کل شی ۱۲

علم الشارع وقيل الشؤم في المراة ان تكون ناشرة غير وَلودٍ ولا مطيعة لزوجها اومكروهة ومستقبحة عندهٗ وفي الدار ضيقها وسوء جيرانها وعدم طيب هواها وفي الفرس حراتها وغلاء ثمنها وعدم موافقتها المصلحة ونحو ذلك وفيه ارتكاب نوع من المجاز ولشوم محمول على الكراهة التي سيها مافي الاشياء من مخالفة الشرع اوالطبع ويؤيده ماذخره في شرح السنة كان يقول ان كان لاحد كم دار يكره سكناها اوامراة يكره صحبتها اوفرس لايعجبه فليفا رقها بان يتقل من الدار ويطلق المراة ويبيع الفرس حتىٰ يزول عنه مايجده في نفسه من الكراهة كما قال ﷺ في جواب من قال يا رسول الله ان كتافي دار كثر فيها عددنا الىٰ اخره ذروهاذميمة امرهم بانتقال عنها ليزول عنهم مايجدون من الكراهة لانها سبب في ذالك فنفى المشوم الطير باق علىٰ حقيقة. والله تعالىٰ اعلم.

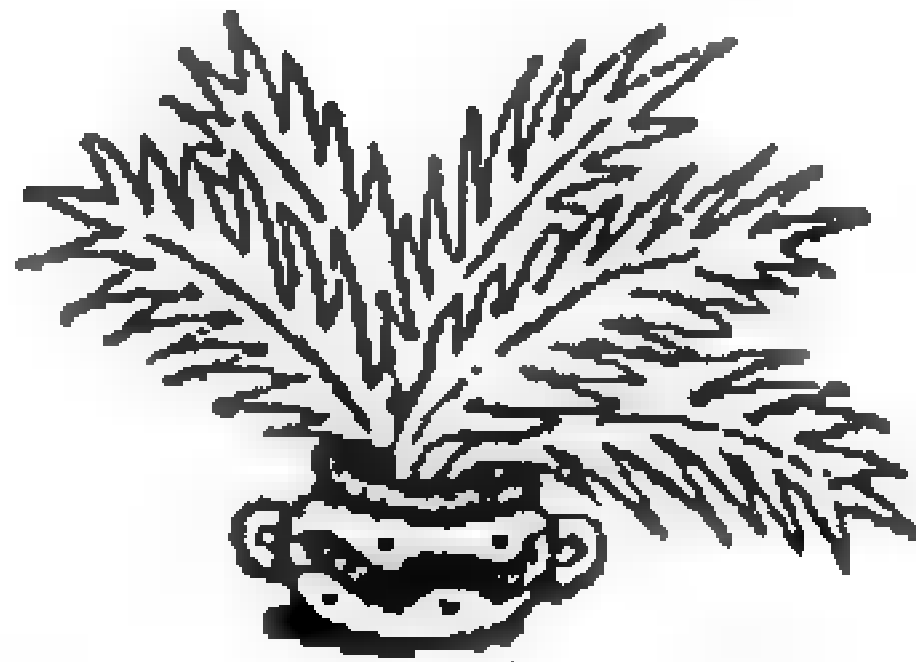
البَابُ الثّانيُ فِي العدْوىٰ

قد ذكرنا الا حاديث النا طقة بنفي العدوى والنهى عن القو ل به و اعتقاده فيما سبق ولكن بقي الاشكال في قوله ﷺ و فرّ من المجذوم كما تفرّ من الاسد بعد نفي العدوى وقو له ولا يحل مرض على المصحح وفي رواية ولا يوردن من علىٰ مصح والممر ض صا حب اهل مرضي والمصح صا حب ابل صحا ح بعد قوله لا يُعدى شئ شيئاً ورده على الا عرابى حين قال فما بال ابل تكون في الر مل كانها الظبأ فياتي البعير الا جرب فيد خل فيها فيجربها قو له ﷺ فمن اعدى الا وّل وفي رواية جاء اعرابى الى النبيﷺ فقال يا رسو ل الله النقية تكون بشفر البعى او يعجب فيشمل الابل كلها جر بًا فقال رسول الله ﷺ فما اعدى الاول لا عدوى ولا هامة ولا صفر خلق الله كل نفس فكتب حيا تها و مُصيبا تها ورزقها. وقد جآ ء ان اباهريرةؓ كان يحدث بهما اى بقوله ﷺ لا عدوى و بقوله لا يوردن فرض علىٰ مصح ثم صمت بعد ذالك عن قوله لاعدوى واقام علىٰ قوله لا يوردن ممرّض علىٰ مصحح فا نكر ابو هريرةؓ حديثه الاول فقا لو اا لم تحدّث انهٗ عدوى فو طن با لجيشة قال ابو سلمة فما رأيته نسى حديثاً غيره وقال الحارث وهو ابن عم ابى هريرةؓ قد

كنت اسمعک یا ابا ہریرةؓ تحدثنا مع ھٰذا الحدیث اخر قد سکت عنه کنت
تقول قال رسول اللهﷺ لاعدوی فابی ہریرةؓ ان یعرف ذلک وقال لایوردن
ممرض علیٰ مصح فماراہ الحارث فی ذلک حتی غضب ابوہریرةؓ فوطن
بالحبشة قال ابو سلمة ولعمری قدکان ابوہریرةؓ یحدثنا ان رسول اللهﷺ
قال لاعدوی فلا ادری انسی ابوہریرة ام نسخ احد القولین الأخر فان قلت
لماانکر ابوہریرةؓ روایته فلم یبت قلت فیه کلام ذکر فی الاصول ولیس علم
الثبوت غد انکار الراوی علی الاطلاق فلو سلمنا ثبوت لاعدوی متحقق
بالاحادیث اخر بطرق متعددة کماذکرنا فوقع التعارض بین قوله لایحل اولا
یوردن ممرض علی مصح فالان نذکر ماذکرہ العلماء فی تطبیق نفی العدوی
والامر بالفرار من المجذوم فانهٗ المشهور المذکور فی ھٰذا الباب ویعلم من
ذلک وجه التطبیق فی الحدیث الثانی واللّٰه تعالیٰ اعلم بالصواب فنقول قال
الکرمانی فی شرح صحیح البخاری فی شرح قوله لا عدوی ای لا عدوی
لطبعه ولکن بقضآء اللّٰه تعالیٰ واجراء العادة فلهذا ای عن ایرادا لممرض علیٰ
المصح وقال فرّ من المجذوم وقیل انه مستثنیٰ من لاعدوی وقال التور پشتی
قد اختلف العلماء فی تاویل قوله لاعدوی فمنهم من یقول ان المرا د منه نفی
ذلک وابطاله علی مایدل علیه ظاهر الحدیث والقرائن المنسوقة علی العدوی
وهم الاکثرون ومنهم من یری انه لم یرد ابطالها فقد قالﷺ وفر من المجذوم
فرارک من الاسد وقال لایوردن ذو ھامة علیٰ مصح وانما اراد بذلک نفی
ماکان یعتقده اصحاب الطبیعة فانهم کانو ایرون ان العلل المعدّیة مؤثرة لامحالة
فاعلمهم بقوله ھٰذا ان لیس الامر علیٰ مایتو ھمون بل ھو متعلق بالمشیة ان شاء
اللّٰه کان وان لم یشأ لم یکن ویشیر الیٰ ھٰذا المعنی قوله فمن اعدی الاول ان
کنتم ترون ان السبب فی ذلک العدوی لا غیر فمن أعدی الاول وبیّن بقوله
وفرّ من المجذوم وبقوله لا یوردن ممرض علیٰ مصح ان مداناة ذلک من
اسباب العلة فلیتقه اتقاہ من الجدار المائل والسّفینة المعیوتهٗ وقد روی الفرقة
الاولیٰ علی الثانیة فی استدلا لهم بالحدیثین ان النهی فیهما انما جاء شفعاً علیٰ

مباشرواحد الامرين فتصيبه علّة فى نفسه اوعاهة فى اهله فيعتقدان العدوى حق قال وارى القول الثانى اولى التاويلين لمافيه من التوفيق بين الاحا ديث الوارد ة فيه ثم ان القول الاول يفضى الىٰ تعطيل الاصول الطبيعة ولم يرد الشرع بتعطيلها بل ورد باثباته والعيرة على وجه لاناقض فى اصول التوجيه ولاتناقص فى القول بها على الو جه الذى ذكرناه واما استدلالهم بالقرائين المنسوقة عليها فاناقد وجدنا الشارع يجمع فى النهى بين ماهو حرام وبين ماهو مكروه وبين ماهومنهى عنه لمعنى وبين ماهو ينهى عنه لمعان كثيرة ويدل على صحة ماذكرنا قوله ﷺ المجذوم المبايح قد بايعناک فارجع وقولهٗ ﷺ للمجذوم الذى اخذ بيده فوضعها معه فى القصعة كل ثقة باللہ وتوكلا عليه ولاسبيل الى التوفيق بين هذين الحديثين الامن هذا الوجه يبّين بالاول التوقى من اسباب التلف وبالثانى التوكل على الله فى متاركة الاسباب يثبت بالاول التعرض للاسباب وهوسنة وبالثانى ترک الاسباب وهو حاله وقال الطيبى فى حديث رواه عمرو بن الشريد كان فى وفد ثقيف رجل مجذوم فارسل اليه النبى ﷺ اناقد بايعناک فارجع رواه مسلم هذاارشاد الى رخصة من النبى ﷺ لمن لم يكن له درجة التوكل ان يراعى الاسباب فان كل شئ من الموجودات خاصيةً واثرًااودعها فيه الحكيم جلّ وعلاوقال البغوى وقيل الجذام ذورائحة تسقم من اطال صحبة ومواكلته ومضاجعته وليس من الغدى بل من باب الطّب كم يتضرّر بكل مايعاف وشم مايكره والمقام فى مقام لايوافق هواه وكله باذن الله تعالىٰ وماهم بضارّين به من احد الاباذن الله قال الشيخ الامام الحافظ ابن حجر العسقلانى فى شرح نخبة الفكر وجه الجمع بينهما ان هذه الامراض لاتعدىٰ بطبعها لكن الله تعالىٰ يجعل مخالطة المريض بها للصحيح سببالاعدايه مرضه ثم قد يتخلف ذلک عن سببه كمافى غيره من الاسباب كذاجمع بينهما ابن الصلاح تبعالغيره والاولىٰ فى الجميع بينهما ان يقال ان تقيه ﷺ للعدىٰ باق على عمومة وقد صح قوله ﷺ لايعدى شئ شيئاً وقوله فمن اعدى الاول يعنى ان

ه سبحانه وتعالىٰ ابتداء ذلك فى الثانى كمابتدائه فى الاوّل واماالامر
بالفرار من المجذوم فمن باب سدّ الذرائع لئلايتفق للشخص الذى يخالطه
شئ من ذلك بتقدير اللّٰه تعالىٰ ابتداً لابالعدوٰى المنفية فيظن ان ذلك بسبب
مخالطته فيعتقد صحة العدوى فيقع فى الحرج فامر بتنجبه حسما للمادة والله
تعالىٰ علم هٰذا كلام الشيخ فى الشرح وقال فيم فقل عنه فى حاشيته ويدل علمه اكل
النبى ﷺ مع مجذوم حيث كان يعلم ان لايصيب شئ الاباذن الله وكان امنامن ان يقع
فى مثل هٰذاالظن لواصابه مكروه والامرليس الالمن لايجد فى نفسه صدق اليقين
ويتوهم ان تحدثه نفسه بشيءٍ لواصيب شفقة عليه واخذ الحجرة من الوقوع فى بحر
الشرك الخفى جزاه الله عن امته خير الجزاء واعطاه الوسيلة والفضيلة واللوا صلى
الله عليه وسلم وشرف وكرّم هٰذا كلامه وحيث ختم بالصّلوة على النبى عليه الصّلوٰة
والسلام ختمنا به الكلام والله تعالىٰ اعلم .



شهر الربيع الاوّل

اوں واحق مانذكرنيه ذ ىر مولده ووفاته ﷺ ومايتبعه من الاحكام ونختمه بذكررؤيته عليه الصّلوٰة والسّلام فى المنام ففيه بابان .

الباب الاوّل فى مولده صلىّ الله عليه وسلّم

واعلم ايّها المحب الصّادق ايّدك الله بنور اليقين ونوّر قلبك بذكر سيّد المرسلين ﷺ وعلىٰ اله وصحبه اجمعين انهٗ لما حملت امنة برسول الله ﷺ ظهر بحمله عجائب و وجد لايجاده غرائب ذكرت فى كتب السير ورديه الاخبار ونحن اختصرنا منه ما يعرت بهٗ اصل القضية واوردنا من الاخبار ماوردوصحّ من الطريق المعارف فى رواية الاحاديث ومن الله التوفيق روىٰ انهٗ كانت قريش فى جدب شديدو ضيق عظيم فلما حملت بهٖ ﷺ اخضرّت الارض وحملت الاشجارواتاهم الوجد من كل جانبٍ فسمّيت تلك السّنة التى حملت فيها رسول الله ﷺ سنة الفتح والابتها جٖ وفى حديث ابن اسحاق ان امنة كانت تحدّث انها اتيت[1] حين حملت به ﷺ فقيل لها انك حملت بسيد هٰذه الامة وقالت ماشعرت بانى حملت به ولاوجد له ثقلاولاحما[2] كما تجد النّساءِ الاانى انكرت رفع حيضتى وقد جاء فى بعض الاحاديث مرفوعاً انه قال ﷺ حملت بى امى كاثقل ماتحمل النّسآء وجعلت تشتكى الىٰ صواحباتها ثقل ماتجد ثم ان امى رأيته فى منامها ان الذى فى بطنها نورٌ الحديث وفيه ان امهٗ عليه وعليها الصّلوٰة والسّلام وجدت الثقل فى حمله ز وفى سائرالاحاديث انهالم تجد ثقلاً وجمع الحافظ ابونعيم بينهما بان الثقل و كان فى ابتداء علوقهابه والخفة عند استمرار الحمل بها فيكون فى حالين خارجًا عن المعتادالمعروف وعن ابى زكريا يحيى بن عائذ بقى ﷺ فى بطن امهٖ تسعة اشهر كاملاً لا تشكوا وجعًا[3] ولامغصاًولاريحاًولا مايعرض لذوات الحمل من النسآء

---

[1] آوردہ شد جماعت فرشتگان۔ ١٢ [2] کچھ کھانے کی خواہش کرنا۔ [3] رگ وپٹھوں کا باہم ملنا۔

وکانت تقول واللہ مارأیت من حمل ھواخف منہ ولااعظم درجۃ منہ ولما تمّ لھامن حملھا شھران توفیّ عبداللہ وقیل توفی فی المھدوالراجح الشھور ھوالاول مات فی طریق مکۃ راجعاً من المدینۃ ودفن بالابواء ۔ وروی ابونعیم من حدیث ابن عباسؓ قال کانت امنۃ تحدّث وتقول اتانی اٰتٍ حین مرّلی من حملی ستۃ اشھر فی المنام وقال لی یاامنۃ انک قد حملت بخیر العٰلمین فاذاولدتہ نسیمتہ محمّداواکتمی شانک قالت ثم لمااخذ فی مایأخذالنّساء وذکرت عجائب ممّارأت من الطیور البیض مناقرھا من الزّمرد واجنحتہامن الیاقوت ورجالاً ونساءً فی الھوی بایدیھم وَاباریق من فضۃ وکشف اللہ عن بصری فرأیت مشارق الارض ومغاربھا ورأیت ثلثۃ اعلام مضروبات علماً بالمشرق وعلماً بالمغرب وعلمًا علیٰ ظھر الکعبۃ فاخذنی المخاض فوضعت محمداً ﷺ فنظرت الیہ فاذا ھو ساجد وقد رفع اصبعہ ؎ کالمتضرع المبتھل ثم رأیت صحابۃ بیضاقد اقبلت من السّماء حتیّٰ غشیتہ فغیّبتہ عنی فسمعت منادیاً ینادی طوفوا بہ مشارق الارض ومغاربھا وادخلوہ البحار لیعرفوا باسمہٖ ونعتہٖ وصفتہٖ وصورتہٖ ویعلمون انہ سمی ؎ فیھا الماحی لایبقی شرک ؎ من الشرک الامّحی فی زمنہ ثم تجلّت عنہ فی اسرع وقت ورویٰ محمد بن سعد من حیث جماعۃ منھم عطاء وابن عباسٍ ان امنۃ بنت وھب قالت لما فصل منی تعنی النبی ﷺ خرج معہ نوراضاء لہ ما بین المشرق والمغرب ثمّ وقع الی الارض معتمدًا علیٰ یدیہ ثم اخذقبضۃ من التراب فقبضھا ورفع رأسہٗ الی السّماء وروی الطبرانی انہ لما وقع الی الارض وقع مقبوضۃ اصابع یدہ ؎ مشیرًا بالسّبابۃ کالمسبّح بھا واخرج احمد والبزار والطبرانی والحاکم والبیھقی عن العرباض بن ساریۃ ان رسول اللہ ﷺ قال انی عبداللہ وخاتم النبیین ان ادم لمنجدل فی طینۃ وسأخبرکم عن ذلک انا دعوۃ ابی ابراھیم وبشارۃ عیسیٰ ورؤیاامی التی رأیت وکذالک امھات الانبیاء یرین وان امّ رسول اللہ ﷺ رأت حین وضعتہ نوراضاء لہ قصور الشام قال الحافظ ابن حجر صححہٗ ابن حبان والحاکم ولہ طرق کثیرۃ والیٰ ھذا اشار العباس بن عبدالمطلب فی شعرہ حیث قال شعر۔

وانت لما ولدت اشرقت الارض   واضاءت بنورک الافق
فنحن فی ذلک الضیاء والنور   و ؎ سبیل الرشاد نخترق

؎ ای علامۃ النبوۃ ۱۲۔ ۱۲۔ ۱۲۔

ووجه تخصیص الشام بنوره انها دار ملکه کما ذکر کعب ان فی الکتب السابقة محمد رسول الله ﷺ مولده بمکة ومهاجرته بیثرب وملکه بالشام ولهذا اسری ﷺ به الی الشام الی بیت المقدس کما هاجر الیها قبله ابراهیم وبها ینزل عیسیٰ بن مریم وهی ارض المحشر والمنشر وجاء فی الحدیث الصحیح علیکم بالشام فانها خیرة الله من ارضه یجتبی الیه خیرته من عبادة ومن عجائب ولادة ﷺ ما خرجه البیهقی وابو نعیم انه کان یهودی سکن مکة للتجارة فلما کانت اللیة التی ولد فیها رسول الله ﷺ قال یامعشر یهود طلع نجم احمد الذی یولد فی هذه اللیلة وعن عائشة قالت کان یهودی سکن مکة فلما کانت اللیلة التی ولد فیها رسول الله ﷺ یامعشر قریش هل ولد فیکم مولود قالوا لا نعلم قال انظروا فانهٗ ولد فی هذه اللیلة نبی هذه الامة بین کتفیه علامة فانصرفوا فسألوا فقیل لهم ولد لعبد الله ابن عبد المطلب غلام فذهب الیهودی العلامة خر مغشیا علیه وقال ذهبت النبوة من بنی اسرائیل یا معشر قریش اما والله یسطون بکم سطوة یخرج خبرها من المشرق والمغرب رواه یعقوب بن سفیان باسناد حسن کما قال فیه فتح الباری ومن عجائب ولادته ایضا ما روی من ارتجاج ایوان کسریٰ وسقوط اربعة عشر شرفة من شرفاته وغیض بحیرة طبریة وخمود نار فارس کان لها الف عام لم تخمد رواه غیر واحد وهو مشهور وفی سقوط اربعة عشر شرفة اشارة الیٰ انه یملک منهم بعد الشرفات وقد ملک منهم فی اربع سنین عشر وقد ملک الباقون الیٰ خلافة عثمان ذکره فی المواهب اللدنیه ومن ذلک ما وقع من زیادة حراسة السماء بالشهب وقطع رصد الشیاطین ومنهم من استراق السمع وولد ﷺ معلورا ای مختونا مسرورا ای مقطوع السرة کما روی من حدیث ابی هریرة وابن عمرو ابن عساکر وروی الطبرانی فی الاوسط وابو نعیم والخطیب وابن عساکر من طرق عن انس ان النبی ﷺ قال من کرامتی علیٰ ربی انی ولدت مختونا ولم یرا احد سوء تی وصححه ایضاً فی المختارة قال الحاکم فی المستدرک تواترت الاخبار انه علیه الصلوٰة والسلام ولد مختوناً ولعلهٗ اراد بتواتر الاخبار اشتهارها وکثرتها فی السیر لا من طریق السند المصطلح علیه عند ائمة الحدیث وقد ضعفه بعضهم وبه صرح ابن القیم ثم قال لیس هذا من

خصائصه ﷺ فان كثيرا من الناس وُلد مختونا وفي الوشاح لابن دريد قال ابن الكلبي بلغنا ان آدم خلق مختونا واثني عشر نبيا من بعده خُلقوا مختونين وآخرهم محمد ﷺ وحكى انه ختنه جده عبد المطلب يوم سبعه ووضع له مأدبة وسماه محمدا وقيل ان جبرئيل ختنه حين طهّر قلبه قال الذهبي وهذا منكر **فائده** من المرأة ويسمى اعذار الرجل اعذار بالعين المهملة والذال المعجمة والرّاء وختان المرأة خفضا بالخاء المعجمة والفاء والضاد المعجمة وقد اختلف العلماء هل هو واجب او سنة فذهب اكثرهم الى انه سنة وليس بواجب وهو قول ابي حنيفة ومالك وبعض اصحاب الشافعي وذهب الشافعي الى وجوبه وهو مقتضى قول سحنون من المالكية وذهب بعض اصحاب الشافعي الى انه واجب في حق الرجال وسنة في حق النساء واحتج من قال انه سنة بحديث ابي المليح بن اسامة عن ابيه ان النبي ﷺ قال الختان سنة للرجال وتكرمة للنساء رواه احمد في مسنده والبيهقي واجاب من اوجبه بانه ليس المراد بالسنة ههنا خلاف الواجب بل المراد به الطريقة واحتجوا على وجوبه بقوله تعالى ان اتبع ملة ابراهيم حنيفا وثبت في الصّحيحين من حديث ابي هريرة قال قال رسول الله ﷺ اختتن ابراهيم عليه السّلام وهو ابن ثمانين سنة بالقدوم وبما روى ابو داؤد من قوله ﷺ للرجل الذي اسلم الق عنك شعر الكفر واختتن واحتج القفال على وجوبه بان بقاء القلفة يحبس النجاسة ويمنع صحة الصّلوٰة فيجب ازالتها واختلفوا في وقته فقال القائلون بالوجوب وقته بعد البلوغ لانه محل الوجوب وقال بعض اصحاب الشافعية يجب على الولي ان يختن الصبي قبل البلوغ والظاهر ان من قال بالسنة فوقته عنده قبل البلوغ لان ستر العورة واجب فلا يترك بالسنة والله تعالى اعلم.

واختلف في عام ولادته ﷺ فالاكثرون على انه عام الفيل وبه قال ابن عباس ومن العلماء من حكى الاتفاق عليه وقال وكل قول يخالفه وهو المشهور انه ولد بعد الفيل بخمسين يوما واليه ذهب السّهيلي في جماعة وقيل بخمس وخمسين حكاه الدمياطي في آخرين واختلف ايضا في الشهر الذي ولد فيه والمشهور انه الرّبيع الاوّل وهو قول جمهور العلماء ونقل ابن الجوزي الاتفاق عليه وكذا اختلف ايضا في اي يوم من الشهر فقيل انه غير معين وانما ولد يوم الاثنين من الرّبيع الاوّل من غير تعيّن.

والجمهور علىٰ انه يوم معيّن فقيل ليلتين خلقامنه وقيل لثمان خلت منه قال الشيخ قطب الدين القسطلانی وهو اختيار اكثر اهل الحديث ونقل عن ابن عباسؓ وجبير بن مطعم وهو اختيار اكثر من له معرفة بهٰذا الشان اختاره الحميدی وشيخه ابن حزم وحكى القضاعی فی عيون المعارف اجماع اهل السير عليه اورده الذهری عن محمد بن جبير بن مطعم وكان عارفا بالنسب وايام العرب وقيل لعشر وقيل لاثنی عشر وهو المشهور وعليه اهل مكة فی زيادتهم موضع مولده ﷺ فی هٰذا الوقت قال الطيبی اتفقوا علىٰ انه ولد يوم الاثنين ثانی عشر الربيع الاول انتهٰى وفی قوله اتفقوا نظر عرف وجهه مما ذكرنا واختلف ايضاً فی الوقت الذی ولد فيه والمشهور انه ولد يوم الاثنين عن قتادة الانصاری انه ﷺ سئل عن صيام يوم الاثنين قال ذاك يوم ولدت فيه وانزلت علیّ فيه النبوّة رواه مسلم وهٰذا يدل علىٰ انه ولد نهاراً وفی المسند عن ابن عباس قال ولد ﷺ يوم الاثنين واستبنی يوم الاثنين وخرج من مكة مهاجرًا الى المدينة يوم الاثنين ورفع الحجر يوم الاثنين وكذا فتح مكة ونزول سورة المائدة يوم الاثنين وقد روی انه ولد عند طلوع الفجر فعن عبدالله بن عمرو بن العاص قال كان يَمرُّ الظهران راهب يسمى عيصا من اهل الشام وكان يقول يوشك ان يولد فيكم يااهل مكة مولود يدين له العرب ويملك العجم وهٰذا زمانهٗ فكان لا يولد بمكة مولود الاّسأله عنه فلما كان صبيحا اليوم الذی ولد فيه رسول الله ﷺ خرج عبد المطلب حتىٰ اتى عيصا فنادیٰ فاشرف عليه فقال له عيص كن اباه فقد ولد فيكم ذالك المولد الذی كنت احدّثكم عنه يوم الاثنين ويبعث يوم الاثنين ويموت يوم الاثنين قال والله لی الليلة مع الصبح مولود قال فماسمّيته قال محمد والله لقد كنت اشتهی ان يكون هٰذا لولد فيكم اهل البيت بثلث خصال تعرفه فقداتی عليهن منها انه طلع نجمه البارحة وانه ولد اليوم وان اسمهٗ محمد رواه ابوجعفر بن ابی شيبة اخرجه ابونعيم فی الدلائل بسند فيه ضعف وقيل كان مولوده ﷺ عند طلوع الفجر وهو ثلثة انجم صغار ينزلها القمر وهو مولد النبيّن ووافق ذالك من الشهور نيسان الشمسية وهو برج الحمل وكان لعشرين مضت منه قيل ولد لثلاثمامر من حديث عائشةؓ قال

ا گزری ۱۲۔ ۱۲۔ ۱۲

الشیخ بدر الدین الزرکشی والصحیح ان ولادته علیه الصلوٰة والسلام کانت نهارًا واما ما روی من تدلّی النجوم فضعفه ابن حیة لاقتضائه ان الولادة کانت لیلًا قال وهٰذا لا یصلح ان یکون تعلیلا فان زمان النبوة صالح للخوارق ویجوزان یسقط النجوم نهارًا انتهٰی قال العبد الضعیف ویحتمل وان یکون سقوط النجوم فی لیلة ولد صبیحتها والاضافة فی قولهم سقطت النجوم اونزلت الشهب فی لیلة مولودة ﷺ بهٰذا المعنی ثم اذاقلنا انه ولد لیلا فتلک اللیلة افضل من لیلة القدر بلا شبهة لان لیلة المولود لیلة ظهوره ﷺ ولیلة القدر معطاة له وما شُرّف بظهور الذات الشرف من اجله اشرف ممّا شرّف بنزول الملٰئکة فیها ولیلة المولود شرّف بظهوره ﷺ ولان لیلة القدر وقع التفضّل فیها علیٰ امة محمد ﷺ ولیلة المولد الشریف وقع التفضّل فیها علیٰ سائر الموجودات فهو الذی بعثه الله رحمة للعالمین وعمّت به نعمته علیٰ جمیع الخلائق من اهل السمٰوٰت والارضین وارضعته ﷺ وقدرأی ابو لهب بعد موته فی النوم فقیل له ماحالک قال فی النار الاانهٗ خُفّت کل لیلة اثنین وامص من بین اصبعی هاتین ماءً واشارالیٰ رأس اصبعیه وانّ ذالک باعتاق لثوبیّة عندما بشرتنی بولادة النبی ﷺ وبارضاعها له قال ابن الجری فاذا کان هٰذا ابو لهب الکافر الذی نزل القرآن بذمّة جوزی فی النار برفحة لیلة مولدة النبی ﷺ فما حال المسلم من امّه یسر بمولده ویبذل ماتصل الیه قدرته فی المحبّة ﷺ لعمری انما کان جزائه من الله الکریم ان یدخله بفضله العمیم جنات النعیم ولا یزال اهل الاسلام یحتفلون بشهر مولده ﷺ ویعلمون الولایم ویتصدّقون فی لیالیه بانواع الصدقات ویظهرون السرور ویزیدون فی المبرّات ویعتون بقرآءة مولده الکریم ویظهر علیهم من مکان کل فضل عمیم وممّا جرب من خواصه انه امان فی ذالک العام وبشری عاجل بنیل البغیة والمرام فرحم الله امرًا اتّخذ لیالی شهر مولده المبارک اعیادًا لیکون اشد غلبة علےٰ من فی قلبه مرض وعناد ولقد اطنب ابن الحاج فی المدخل فی الانکار علی من احدثه الناس من البدع والاهواء والغناء بالاٰلات المحرمة عند عمل المولد الشریف فالله تعالیٰ یثیبه علی قصده الجمیل ویسلک بنا سبیل

---

[1] بکریاں ۱۲۔ ۱۲۔ ۱۲

السنة فانه حسبنا ونعم الوكيل ثمّ تشرف وتسعّد بارضاعه حليمة السّعدية قالت حليمة فيما رواه الطبرانی والبیهقی وا بو نعیم و غیرها قدمت مکة فی زمرة من بنی سعد تلتمس الرضاء فی سنة شهباء فقدمت علیٰ اتان لی ومعی صبّی و شارف لنا لا اجد فی ثدیی ما یغنیه ولا فی شارفنا ما یغذیه فوا للّٰه ما علمت منا امرأة الا وقد عرض علیها رسول اللّٰهﷺ فتأباه اذا قیل یتیم فوا للّٰه ما بقی من صواحبی امرأة الا اخذت رضیعا غیری فلما لم اجد غیره قلت لزوجی واللّٰه انی لا ٔکره ان ارجع من بین صواحبی لیس لی رضیع لا نطلقن الیٰ ذالک الیتیم فلاخذنّه فذهبت فاذاانه مدرجٌ فی ثوب ابیض من اللبن یفرح منه المسک وتحته حریرة خضراء راقد علیٰ قفاه یغطّ فاشفقت ان اوقظه من نومه لحسنه وجماله فدنوت رویدًا فوضعت یدی علیٰ صدره فقفا فتبسم ضاحکاه وفتح عینیه ینظر الیّ فخرج من عینیه نور حتی دخل خلال السّماء وانا انظر فقبلته بین عینیه واعطیته ثدیی الا یمن ▪ قیل علیه بما شاء من اللبن فحولته الی الایسر فابیٰ وکانت تلک حالته بعد قال اهل العلم اعلمه اللّٰه الیٰ ان له شریکاً فالهمه العدل فقالت فلویٰ ورویٰ اخوه ثّم اخذته فما هو الا ان جنتُبه رحلی وقام صاحبی تغنی زوجها الیٰ شارفنا تلک فاذا انها الحافل فحلب فشرب و شربت حتیّ روینا بتنا بخیر لیلة قالت حلیمة فودّع النّاس بعضهم بعضًا وودّعت انا امّ النبیﷺ ثم رکبت اتانی واخذت محمّداً بین یدیّ الکعبة ثلثاً ورفعت رأسها الی السّماء ثم مشت قد سبقتْ دوابّ الناس الذین کانوا معی فعجبن منها ویقلن ان لها لشانا عظیما قالت ثم قدمنا منازل بنی سعد ولا اعلم الضا من ارض اللّٰه اجدب منها فکانت غنمی تروح علیّ حین قدمنا به سیّاعًا لبنا فنحلب ونشرب وما یلحب انسان قطرة لبن ولا یجدها فی ضرع حتیٰ کان الحاضرون من قومنا یقولون لدعاتهم اسرحوا حیث یسرح راعی غنم بنت ابی ذویب فتروح اغنامهم جیاعًا تبضّ بقطرة لبن و تروح اغنامی شاعًالبنًا ولم تزل حلیمة تعرف الخیر والسعادة وتفوز منه بالحسنیٰ و زیادة . شعر :

لقد بلغت فی الهاشمی حلیمة — مقامًا علا فی ذروة العزّ والمجد
وزادت مواشیها واخصب ربعها — وقد عمّ هٰذا السعد کل بنی سعد

قال ابن الجراح رأیت فی کتاب الترقیص لابی عبدالله محمد بن المعلے الا زدی انّ فی شعر حلیمة ممّا کا نت توقص به النبی ﷺ ۔ شعر :

یارب اذا اعطیته فا بقه   وعله الی العلی وار قه

واوحص ابا طیل العدیٰ بحقه

وکانت الشیما اخته من الرضا عه تخصّته وترقصه وتقول ۔ شعر :

ھٰذا اخی لم تلده امیّ   ولیس من نسل ابی وعمیّ

فد یتہ من فحو ل معمیّ   فاتمّه اللّٰهم فیما وتفمی

واخرج البیهقی والصا بونی والخطیب وابن عسا کر و غیر هم عن العباس بن عبد المطلب قال قلت یا رسول اللہ دعا نی للد خولی فی دینک اما ر [illegible] لنبو تک رأیتک فی المهد تنا غی القمر وتشیر الیه باصبعیک فحیث اشرف الیه امال قال انی کنت احدّ ثه ویحدّ ثنی ویلهینی عن البکاء وا سمع وجبته یسجد تحت العرش وقال الصا بونی هذا حدیث غریب الاسناد والمتن فی المعجزات حسن والمناغاة المحا دثة وقد ناعت الامّ صبیتها ای لا طفته وشا غلته با لمحا دثة والملا عبة واخرج البیهقیّ وابن عسا کر عن ابن عبّاس قال کانت حلیمة تحد ثت انها اول ما فطمت رسول اللہ ﷺ تکلّم فقال اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرًا ۔ او سبحان اللہ بکرةً واصیلاً فلما تد عوع کان یخرج و یتطر الی الصبیان یلعبون فیجنبهم الحدیث وعنه قال کانت حلیمة لا ند عُه یذ هب مکا نًا بعیدًا فغفلت عنه یومًا فخرج معهٗ اخته الشیما فی الظهیرة الی البهم فخرجت حلیمة تطلبهٗ حتیٰ تجده مع اخته فقالت فی هذا الحرّ فقالت اخته یا امة ما وجد اخی فی حرّ ر أیت غما مة تظل علیه اذا وقف وقفت واذا سا رسارت حتیٰ انتهیٰ الیٰ ھٰذا الموضع و کان ﷺ یشب شبابا لا یشبه الغلمان قالت حلیمة فلمّا فصلت قد منا به علیٰ امّه ا حرص شی علیٰ مکثهٗ عندنا لما نری من بر کته فکلّمنا امه وقلنا لو تر کته عندنا حتیٰ یغلظ فائله نخشی علیه وباء مکة ولم نزل به حتیٰ ردّ ته معنا فرجعنابه فو اللہ

انهٗ بعد مقدمنا بشهرين او ثلثة مع اخيه من الرضاعة لفی بيهم لنا خلف بيوتنا اذجاء اخوه يشتد فقال ذاک اخی القرشی وقد جاء رجلا ن عليهما ثياب بيض الحديث فی باب شَقّ صدره الشريف ﷺ فا نطلقنا فردّ ه الیٰ اهله قبل ان يظهر ما تتخوف حتیٰ قد منا به الیٰ امه وا خبرنا ها بشأ نه فقالت اخشيتما عليه الشيطان عليه سبيل وا نهٗ لکان لا بنی هٰذا شان **فا ئده** : کان شق الصدر الشريف المحمدی وغسل قلبه اطهر ﷺ اربع مرّات آلا ولی وهو صغير فی بنی سعد فی بهم لحليمة والثانيه وهوابن عشر سنين وفی الحديث انه ﷺ قال هو ان ذالک اول ما ابتدأ ت به من ا مر النبوة وکان ﷺ نذرا ن يعتکف شهراً وهو وخديجة فوا فق شهر رمضان وقد يفهم من بعض الکتب انه کان فی غارحراء فخرج ذات ليلة تسمع السلام عليک قال و ظننتها فجا ء الجن فجئت مسر عاً حتی دخلت علیٰ خديجة فقالت ما شا نک فا خبر تها فقالت اَ بشِرْ بان السّلام خيرٌ ثم خرجت مر ة اخریٰ فانا بجبرئيل علی الشمس له جناح بالمشرق وجناح بالمغرب الحديث و الرّ ابعة ليلة الا سراء و يری خا مسة ولا يثبت وقد افردنا فی ذا لک رسالة ولله الحمد وقد وقع فی طرق الا حاد يث المر وية فی هٰذا الباب انهٗ کان الغسل بماء زمزم وانه کان فی طست من ذهب وا ستفيد منه ان ماء زمزم افضل واطهر من ماء الجنة والا تخشوه به وسئل هل غسل قلبه الشريف فی الطست خاص بما وفعل بغيره من الانبياء ايضاً عليهم السّلام اجيب بانه فرد فی خبر التابوت والسکينة ا نه کان فيه طست الذی غسلت فيه قلب الانبياء ذکره الطبری و عزا ه العماد بن کثير فی تفسيره لر واية السّدی عن ابی مالک عن ابن عباس کذا فی الموا هب اللدنيه ولما بلغ ﷺ اربع سنين وقيل خمسًا وقيل ستا وقيل سبعًا وقيل اثنی عشرة سنةً و شهراً وعشرة ايا م ما تت امه بالا بوا ء وقيل با لحجون وفی القا موس ودار نابغة بمکة فيه مد فن اٰمنة امّ النبیّ ﷺ وا خرج ابن سعد عن ابن عباس لما بلغ ﷺ ستّ سنين وخرجت به امه الیٰ اخواله فی عدی ابن النجار بالمدينة تذ ورهم ثم رجعت به الیٰ مکة فلما کانت بالا بواء توفيت وقد روی انّ اٰ منة اٰمنت

به ﷺ بعد موتها فروى الطبرى بسنده عن عائشة ان النبىّ ﷺ نزل الحجون[1] كئيباً حزيناً فاقام به ما شاء الله عزّ وجل ثمّ رجع مسرورًا قال سألت ربى عز وجل فاحيا لى امىّ فامنت بى ثمّ ردّها وروى ابو حفص بن شاهين فى كتابه الناسخ والمنسوخ نحوه وكذا روى من حديث عائشة ايضاً احياء ابويه ﷺ حتىٰ امنا به اورده السّهيلى وكذا الخطيب قال السّهيلى انّ فى اسناده مجاهيل وقال ابن كثير انه حديث منكر جدّ او سنده مجهول وقد خرج بعض العلماء انّ ابويه ﷺ ناجيان وليسا فى النار والكلام فى اباته الشريفة طويل والسكوت فى هذا الباب احوط ولقد احسن الحافظ شمس الدّين بن ناصر الدين الدمشقى حيث قال شعر :

حبى الله النبى مزيد فضلٍ — على فضلٍ وكان به رءُوفًا
فاحيى امه وكذا اباه — لا يمانٍ به فضلا لطيفًا
فاسلم فالقديم بذا اقدير — وان كان الحديث به ضعيفًا

ولقد اطنب بعض العلماء فى الاستدلال لايمانهما فالله يثيبه الجنّة علىٰ قصده الجميل فالحذر من ذكر هما بما فيه نقص لان ذلك يؤذى النبىّ ﷺ لان العرف جاء بانه اذا ذكر ابو الشخص بما ينقصه اوو صف فيه نقص تاذّى ولده بذكر ذلك عند المخاطبة وقد قال ﷺ لا تسبّوا الاحياء بسبب الاموات وللسيوطى رسائل فى اثبات هذا المطلب فارجع اليها ثمّ مات جده عبد المطلب اوصاه بذلك لانه كان شفيق عبد الله وقد اخرج ابن عساكر عن حليمة عن عرطفت قال قدمت مكة وهو فى قحط فقالت قريش يا اباطالب اقحط الرادى واجدب العيال فهلّم فاستسق فخرج ابو طالب ومعهٗ غلام كانه شمس دجن تجلت عنه سحاب وحوله اغيلمة فاخذه ابوُ طالب فالصق ظهره بالكعبة ولاذ الغلام باصبعه وما فى السّماء قزعة فاقبل السحاب ههنا وهمنا فاغدق واغدودق وفى ذلك يقول ابو طالب . شعر :

وابيض ويستسقى الغمام بوجهه — ثمال اليتمىٰ عصمة للارامل

والثمال بكسر الثلثة الملجاء والغياث وقيل المطعم فى الشدة والارامل المساكين من رجال ونساء وبالنسآء اخص واكثر استعمالًا والواحد ارمل وارملة

---

[1] مکہ کا ایک پہاڑ ہے جہاں آپ کا مقبرہ ہے۔

و هٰذا البیت من فصیلة لا بیؐ طالب ذکرهاابن اسحاق بطو لها وله فی مد حه ﷺ قصا ئد اخرو کفا لته وحما یته رسول اللّٰه ﷺ مشهو رة وقا ل ابن التین انّ فی شعر ابی طالب هٰذا دلا لة علےٰ انه کان یعرف نبو ة النبیّ ﷺ قبل ان یبعث لما خیره به بحیری بفتح المو حلة و کسر المهملة وسکون المثاة التحیّة ا خر ه راء مکسو رة وغیره من شا نه و تعقبه الحا فظ ابن حجر انّ ابن اسحا ق ذکرانّ انشا د ابی طا لب بهٰذا الشعر کا ن بعد البعث و معر فته ابی طالب بنبّوته جا ء فی کثیر من الاخبار و تمسک بها بعض الشیعة انه کان مسلمًا و انهٗ مات علی الاسلام وان الحشر و تزعم ا نه ما ت کا فرًا وا ستدل لِدَعوات بمالا دلا لة فیه انتهیٰ کذا فی الموا هب وروی انه ﷺ کان یقول له عند موته یا عمّ قل لا اله الا اللّٰه کلمة استحلّ لک بها الشفا عة یوم القیا مة فلما رای ابو طا لب حر ص رسو ل اللّٰه ﷺ قال له واللّٰه یا ابن اخی لو لا مخافة قریش انی انما قلتها جزعا لقلتها لا اقولها الا تُسُرک بها فلمّا تقارب من ابی طالب الموت نظر العباس الیه یحرّک شفتیه فا صغیٰ ا لیه با ذ نیه فقال یا ابن اخی واللّٰه لقد قال اخی الکلمة التی امرته بها فقال ﷺ اسمعهٗ کذا فی روایة ابن اسحٰق انهٗ اسلم عند الموت واجیب با نهٗ مخالف لما صحّ من موته علیٰ ملّة عبدالمطلب والکلام فیه طویل واللّٰه یقول الحق وهو یهدی السّبیل . و لما بلغ رسول اللّٰه ﷺ اثنی عشر سنة خرج مع عمه ابی طالب الی الشام حتیٰ بلغ بُصریٰ فرا ه بحیریٰ الرا هب واسمه جرجیس فعر فه بصفته فقال وهو اخذ بیده هٰذا سیّد العا لمین هٰذا یبعثه اللّٰه رحمةً للعالمین فقیل له وما علّمک بذ لک فقال انکم حین اشر فتم به من العقبة لم یبق شجر ولا حجر الا خرّ لهٗ سا جدًا ولا یسجد الّا النبیّ وانی لا عر فه بخا تم النبوّ ة فی السفل غضرو ف کتفه مثل التفا حه وانا نجدله فی کتبنا وتزوّ ج ﷺ خدیجة وهو ابن خمس وعشرین سنة و کانت تد عیٰ فی الجاهلیة بالطاهر ة وکان لها حین تزوجها النبیّ ﷺ ار بعون سنة واصد قها عشرین بکرة وحضرابوبکر ورؤسا مضر فخطب ابو طالب فقال الحمد للّٰه الذی جعلنا من ذریة ابراهیم و ذرع السمٰعیل و ضیفی معدّ و عنصر مضرّ و جعلنا حضنة بیته وسوّ اس حر مه و جعل لنا و بیتا محجوجا وحر ماً ا منًا وجعلنا الحکّا م علی النّا س

ثم انّ ابن اخي هذا محمد بن عبدالله لا يو زى بر جل الازجع به فان كان فى المال قلّ فان المال ظلّ زا ئل وامر حا ئل ومحمّد ممّن قد عرفتم قرا بة و قد خطب خديجة بنت خويلد و بذ لها من الصّداق اما اجله وعا جله من مالى كذا وهو والله بعد هذا له نبأ عظيم و خطو حسيم ولما بلغ رسول الله ﷺ اربعين سنة وقيل واربعين يوما و قيل عشرة ايام وقيل و شهرين يوم الاثنين لثمان من الربيع الاول سنة احدى و اربعين من الفيل بعثه الله رحمة للعالمين ورسولاً الى كافة الثقلين اجمعين فرفع قدره واعلا ذكره فى العالمين فاقام بمكة ثلث عشرة سنين ثم اُمر بالهجرة الى المدينة المُطهرّة فقام بها عشر سنين فجاهد فى سبيل الله ودعا الخلق و نورّ العالم بنور الايمان واليقين ولما كان الحكمة فى بعثه ﷺ هداية الخلق وتيمم مكارم الاخلاق و تكميل المبانىٰ الدين فحين حصل هذا الامر وَ تمّ هذا المقصود رفعه الله اليه فى اعلىٰ عليّين و توفاه الله وهوابن ثلث و ستيّن سنة ﷺ وعلىٰ الٰه وصحبه واتباعه و احزابه اجمعين.

الباب الثانى فى وفاته ﷺ

ونذ كرفيه ما جاء من الاخبار فى اوله والله الموفق ومما وقع قبل موته بشهر ما روى عن ابن مسعود قال نعى لنا نبينا وحبيبنا ﷺ قبل موته بشهر هو بابى وامى ونفسى له الفداء فلما دنا الفراق جمعنا فى بيت اُمّنا عائشةؓ وشد لنا فقال مرحبا بكم حيّا كم الله بالسلام رحمكم الله حفظكم الله حير كم الله رزقكم الله رفعكم الله فنفعكم الله اواكم الله هد كم الله وقا كم الله اوصيكم بتقوى الله واوصى الله بكم واستخلفه عليكم واحذر كم انى لكم نذير مبين ان لا تعلوا على الله فى عباده و بلاده فانه قال لى ولكم تلك الدار الاخرة نجعلها للذين لا يريدون علواً فى الارض ولا فساد او العاقبة للمتقين وقال اليس فى جهنم مثوى للمتكبرين قلنا يارسول الله متى اجلك قال دنا الفراق المنقلب الى الله والىٰ جنة الماوى والىٰ سدرة المنتهى والى الرفيق الاعلىٰ الكاس الاوفى والحوض المصفىٰ اوالعيش المنهىٰ قلنا يا رسول الله من يغلسلك قال رجال اهلى الا دنى فالا دنىٰ قلنا يا رسول الله ففيم نكفنك قال

فی ثیا بی هٰذا ان شئتم اوفی ثیا ب مصرًاوفی حلة یمانیه قلنا یا رسول اللّٰه من یصلّی علیک و بکینا و بکی فقا ل مهلا رحمکم اللّٰه وجزاکم اللّٰه عن نبیئکم خیر اذا انتم غسلتمونی و کفنتمونی فضعونی علی سریری هٰذا علی شفیر قبری فی بیتی هٰذا ثم اخر جوا عنیّ ساعة فان اول من یصلّی علیّ حبیبی وخلیلی جبرئیل ثم میکائیل ثم اسرافیل ثم ملک الموت مع جنود من الملٰئکة باجمعهم ثم ادخلود علیّ فوجاً فوجاً فصلّوا علیّ وسلّموا تسلیماً ولا تؤذونی بترکیته ولا برّنة و یبتدِ بالصّلوٰة علیٰ رجال اهل بیت ثمّ نساؤهم ثم انتم بعد ثم اقرؤا السّلام علیٰ من ناب عنی من اصحابی وا قرؤ ا السّلام علیٰ من یقفی علیٰ دینی من یومی هٰذا الیٰ یوم القیامة قلنا یا رسول اللّٰه من ید خلک قبرک قا ل اهلی مع ملا ئکة کثیرة یرونکم من حیث لا ترونهم وفی انوار التنزیل والمدارک عن ابن عباس انه قال ا خر ا یة نزل بها جبرئیل وا تقوا یوما ترجعون فیه الی اللّٰه ثم توفی کلّ نفسٍ ما کسبت وهم لا یظلمون و قال صنعها فی را س مأتین والثمانین من البقرة وعا ش رسول اللّٰه ﷺ بعدها احدا و عشرین یوما و قیل احدًا و ثما نین یومًاوقیل ثلث ساغات وفی تفسیر الزاهدی و بکی ابن عباس وقا ل ختم الوحی با لوعید .

ذکر ابتدآء مرضہ ﷺ و کیفیّته

روی انه ابتداء به صداع فی اوا خر صفر لیلتین بقیت منه یوم الا ربعاء فی بیت میمونة و قیل لیلة وقیل بل فی مفتتح الربیع الا ول وفی الوفاء مرض فی صفر لعشر بقین منه و توفی ﷺ لا ثنتی عشرة لیلة خلت من الربیع الاول انتهی وذکر رزین عن ابی حا تم شهر الربیع الاوّل من السنة الحادیة عشرو کان ابتدا ء یوم الا ثنین فی بنت میمونة و قیل زینب بنت جحش وقیل ریحانةؓ و ذکر الخطابی ان ابتدا ءہ یوم الا ثنین و قیل السبت و قیل اربعا ء قاله الحاکم و حکی فی الروضة قولین وفی مدته اختلاف قیل اربعة عشرو قیل اثنا عشر یومًا وعلیه

الاکثرون وقیل عشرة وبه جزم سلیمان التیمی وهو احد الثقاة بان ابتداء مرضه یوم السبت الثانی والعشرین من الصفر ومات یوم الاثنین للیتین خلتا من الربیع الاوّل وفی الاکتفاء لما نقل رسول اللّٰه ﷺ من حجة الوداع اقام بالمدینة بقیة ذی الحجة وصفر وضرب علی الناس وبعث اسامة بن زید الی الشام وامره ان یوطی الخیل لحوم البلقاء والداروم من ارض فلسطین فتجهز الناس واوعب مع اسامة المهاجرین الاول وکان اخربعثٍ بعثه رسول اللّٰه ﷺ فبینا الناس علی ذلک ابتداء صلوٰت اللّٰه وسلامه علیه بشکوٰه الذی قبضه اللّٰه تعالیٰ فیه الیٰ ما اراد به من رحمته وکرامته فی لیال بقین من صفرا وفی شهر الربیع الاولیٰ فکان اول ما بدا به رسول اللّٰه ﷺ فیما ذکرانهٗ خرج الیٰ بقیع الغرقد من جوف اللیل فاستغفر لهم ثم رجع الیٰ اهله فلما اصبح ابتداء بوجعه فی یوم ذالک حدث ابو موهیبة مولیٰ رسول اللّٰه ﷺ قال بعثنی رسول اللّٰه ﷺ من جوف اللیل فقال یا ابا موهیبة انی قد امرت ان استغفره هل هذا البقیع فانطلق معی فانطلق معه فلما وقف علیهم قال السلام علیکم یا اهل المقابر لیهین علیکم مااصبحتم فیه مما اصبح الناس فیه اقبلت الفتنة کقطع اللیل المظلم یطبع اٰخرها اولها ثم اقبل علیّ فقال یا ابا موهیبة انی قد اوتیت مفاتیح خزائن الدنیا والخلد فیها ثم الجنة فقال لا واللّٰه یا ابا موهیبة لقد اخترت لقاء ربیّ والجنة ثم استغفرلاهل البقیع ثم انصرف فبدأبه وجعه الّذی قبضه اللّٰه تعالیٰ فیه وقالت عائشة رجع رسول اللّٰه ﷺ من البقیع فوجدنی وانه اجد صداعاً فی رأسی وانا اقول واراساه فقال بل انا واللّٰه یا عائشة اقول واراساه قالت وکان یسلّینی ﷺ بالمزاح علیٰ تجشم منه فقال وما ضرّک لومت قبلی فقمت علیک وکفنک وصلیت علیک ودفنتک فقلت واللّٰه لکانی بک قد فعلت ذٰلک فرجعت الیٰ بیتی فاعرست فیه ببعض نسائک من اٰخر ذلک الیوم فتبسّم رسول اللّٰه ﷺ فتستام به وجعه وهو یدور علیٰ نساءه حتی اشتدّ به وهو فی بیت میمونة فدعا نساء [redacted] یستأذنهن فی ان یمرض فی بیتی [redacted] ذن له فخرج رسول اللّٰه ﷺ یمشی بین رجلین من اهله احدهما لفضیل ابن عباس ورجل اخر عاصبا رأسه یخط قدماه حتی دخل بیتی وعن عباس ان الرجل الاٰخر هو علی بن ابی طالب ثمّ عزّ رسول

لله ﷺ واشتد به وجعه وفی روایة بعد ان قال وار أساه فذهب فلم یلبث الا یسراً حتیٰ جئی به محمو لا فی کساء فدخل علیّ وبعث الی النّساء فقال انی قد اشتکیت وانی لا استطیع ان ادور بیتکن فاذن فلا کن عند عآئشة فکنت اوضیه ولم اوض احدً اقبله وروی ان رسول الله ﷺ کان یتما ل فی مرضہٖ این انا غداً این انا غداً یرید یوم عائشة فا ذن له ازواجه یکون حیث یشاء و کان فی بیت عائشة حتیٰ مات عنها وفی روا یة ان النبیّ ﷺ کان یحمل فی ثوب یطا ف به علیٰ نساء وهومریض یقسم بینهن قا لت عائشة ثم تما دی به وجعه وهو فی ذلک یدور علیٰ نسا ئه حتی اجتمعن رای اهل البیت علیٰ ان یلدوّه وتخو فو ا ان یکون به ذا ت الجنب ففعله اوفی روایة عن عائشة قالت کانت تأ خذ رسول الله ﷺ الخا صرة فاخذته یوماً واغمی علیه حتیٰ ظننا انه هلک فلدد نا ثم فرج عن النبی ﷺ وقد لدوه فقال من صنع لی هذا فهبنه فا عتللن با لعباس فا تخذ جمیع من فی البیت العباس سببا و لم یکن له فی ذالک رأی فقالوا عمّک العباس سببا ولم یکن له فی ذ لک رأی فقالوا عمّک العباس امر بذ لک و تخو فنا ان یکون ذات الجنب فقال انها من الشیطان ولم یکن الله عزو جل لیسلّطها علی ولا لیر منی بها ولکن من هذا عمل النساء لا یقی احد فی البیت الا لدّا لاعمّی عباس فان یمینی لا تنا له فلدوا کلهم ولدت میمو نة و کا نت صا ئمة ثم خرج رسول الله ﷺ الیٰ بیت عائشة وکان یومها بین العباس ولے والفضیل یمسک یظهره ورجلاه تخطان حتیٰ دخل علیٰ عائشة فلم یزل عند ها مغلوبًا لا یقدر علی الخروج من بیتها الیٰ غیره ثم ان وجعه اشتد قالت عائشة جعل یشتکی ویتقلب علیٰ فرا شه فقلت له لو منع هذا بعضنا لو جدت علیه فقال انّ المؤ منین یشتد علیهم انهٗ لا یصیب المؤمن فکبته من شو کة فما فو قها لا رفع الله له بها درجة وحطّ عنه بها خطیئته وقا لت ما رأیت احدًا کان اشتد علیه الوجع من رسول الله ﷺ انه کان لایکاد تقربه علیه من شدة الحمی فقال لیس احد اشدّ بلا ء من الانبیا ء کما یشتد علینا البلا ء کذ لک یضا عف لنا الاجر وعن عبدالله بن مسعود قال دخلت علی النبیﷺ وهو یو عک فقلت یا رسول الله انک لتو عک و عکا شدیدًا قال اجل انی او عک کما یوعک

لدود: طریقہ علاج اور دوائے خاص ۱۲

رجلان منکم قلت ذلک بان لک اجران قال اجل ذلک و کذلک ما من مسلم یصیبه اذی شوکة فما فوقها الا کفر الله بها سیاته کما تحطا الشجرة ورقها رواه البخاری وعن عائشة قالت لما اشتد علیه وجعه قال صبوا علیّ من سبع قرب لم تحلل اوکیتهن لعلّی استریح فاعهد الی الناس قالت عائشة فاجلسناه فی مخضب لحفصة من نحاس و سکبنا علیه الماء حتیٰ طفق یشیر الینا ان قد فعلتن ثم خرج فقام یومئذٍ خطیباً نحمد الله واثنیٰ علیه واستغفر للشهدآء الذین قتلوا یوم احد.

ذکر اشتداد مرضه ﷺ

کانت مدة علته اثنی عشر یوماً وقیل ثمانیة عشر یوماً وقال رسول الله ﷺ فی مرضه سدّوا هذه الابواب الشوارع الی المسجد الاباب ابی بکر فانی لا اعلم رجلا احسن یداً عندی فی الصحابه من ابی بکرؓ و فی روایة سدّوا عنی کل خوخة فی هذا المسجد غیر خوخة ابی بکر وعن ابن عمر جاء ابوبکر فقال یا رسول الله ﷺ ایذن فامرضک واکون الذی اقوام علیک قال یا ابابکر ان لم احمل ازواجی وبناتی واهل بیتی علاجی ازدادت مصیبتی علیهم عظیما وقد وقع اجرک علی الله ومما وقع فی مرضه انه خطب الناس فی مرضه وقال فی خطبته ان الله تبارک وتعالیٰ خیرابدا بین الدنیا وبین ماعنده فاختار ذلک العبد وماعند الله فبکی ابوبکر فعجبنا من ابی بکرٍ ان اخبر رسول الله ﷺ خبر او کان رسول الله ﷺ هو الخیر و کان ابوبکر اعلمنا وانهٔ اعتق فی مرضه علیه السلام اربعین نفساً وروی ان رسول الله ﷺ علیه کان لم یشتک شکوی الاسأل الله تبارک وتعالیٰ العافیة حتیٰ کان فی مرضه الذی توفی فیه فانه لم یدع بالشفاء بل عاتب نفسه وشرع یقول بالنفس مالک تلوذین کل ملاذ ومماوقع فی مرضه انماسرّ الیٰ فاطمة حدیثا فبکت ثم اسرّالیها حدیثا فضحکت قالت عائشة فسألتها عن ذلک فقالت ماکنت الافشی سرّ رسول الله ﷺ حتیٰ اذاقبض سألتها فقالت انه اسرّالی فقال جبرئیل کان یعارضنی بالقران فی کل عام مرّة وانه عارضنی العام مرتین ولااراه الاوقد حضر اجلی وانک اول بیتی لحوقابی ونعم السلف انالک فبکیت لذلک ثم قال الاترضین ان تکونی سیدة نساء هذه الامة اونساء المؤمنین فضحکت لذلک ومما وقع فی مرضه انه ﷺ کان یصلی بالناس فی مدة مرضه وانما انقطع ثلثة

یام وقیل سبع عشرة صلوٰة فلما اذن بالصلوٰة فی اول ماامتنع وعلی صلوٰة العشاء قال مروابابکر فلیصلّ بالناس وعن الزهری قال النبی ﷺ ابن زمعة مروا الناس فلیصلوافخرج عبدالله ابن زمعة فلقی عم ابن الخطاب فقال صل بالناس فصلی عمر بالناس فجهر صوته وکان جهیر الصوت فسمع رسول الله ﷺ صوته فقال الیس هذا صوت عمر فقالوا بلیٰ یارسول الله فقال یابی الله ذلک والمؤمنون لیصلّ بالناس ابوبکر کذافی المنتقی وفی شرح المواقف انّ بلال اذن بالصّلاة فی زمان مرضه فقال النبی ﷺ لعبد الله بن زمعة اخرج وقل لابی بکر یصلّی فخرج فلم یجد علی الباب الاعمرفی جماعة لیس فیهم ابوبکر فقال یاعمر صل بالناس فلما کبّرو کان رجلا صیتا سمع النبی ﷺ فقال یابی الله والمسلمون الاابابکر قاله ثلٰث مرات قال فقال عمر لعبد الله بن زمعةبئس ماصنعت کنت اری انّ رسول الله ﷺ امرک ان تأمرنی قال لاوالله ومامرنی ان امر احدًا ورُوی ان بلالاً اذّن فوقف علی الباب فقال السلام علیک یارسول الله یرحمک الله فقال له مُرابابکر یصل بالناس فخرج بلال ویده علیٰ ام رأسه وهوینادی واغوثاه وانقطاع رجاه وانکسار ظهراه لیتنی لم تلدنی امی واذاولدتنی لم اشهد من رسول الله ﷺ یأمرک ان تتقدم فلما نظرابوبکر خلوالمسجد من رسول الله ﷺ وکان رجلا رقیقًا لم یتمالک ان خرّمغشیا فضجّ المسلمون فسمع رسول الله ﷺ الضجة وقال یافاطمة ماهذا الضجة قالت یارسول الله ضج المسلمون لفقدک فدعایعلی وابن عباس وانکب علیهما وخرج الی المسجد وصلّی ثمّ قال یامعشر المسلمین انتم فی وداع وکنفه والله خلیفتی علیکم بتقوی الله وحفظ طاعته فانی مفارق للدنیا.

وعن عائشة قالت لما ثقل رسول الله ﷺ جآء بلال یؤذنه بالصّلوٰة فقال مروابابکر فلیصل بالناس قلت یارسول الله ان ابابکررجل أسیف وانه متیٰ یقوم مقامک لایسمع الناس فلوامرت عمرفقال مروابابکر فلیصل بالناس قالت فقلت لحفصة قولی له فقالت له حفصة یارسول الله ان ابابکر رجل اسیف وانه متی یقوم مقامک لایسمع الناس فلوامرت عمر فقال ان کنّ صواحب یوسف مروا ابابکر فلیصل بالناس قال فلمروابابکر فلمّادخل الصّلوٰة ووجدالنبی ﷺ من نفسه خفة فقام

يهادى بين رجلين ورجلاه يخطان فى الارض حتىٰ دخل المسجد فلماسمع ابوبكر حسّه ذهب ليتا خرفا وحى اليه رسول الله ﷺ ان قم كماانت فجاء رسول الله ﷺ حتى جلس عن يسار ابى بكر فكان رسول الله ﷺ يصلى بالناس قاعد اوابوبكر قائمايقتدى ابوبكر بصلوٰة النبى ﷺ الناس يقتدون بصلوٰة ابى بكروفى سيرة ابن هشام فلما خرج رسول الله ﷺ تفرج الناس فعرف ابوبكران الناس لم يصنعوا ذلك الالرسول الله ﷺ فنكص عن مصلاه فلفع رسول الله ﷺ فى ظهره وقال صل بالناس وجلس رسول الله ﷺ الىٰ جنبه فصلّى قاعدًا عن يمين ابى بكر فلما فرغوامن الصّلوٰة قال ابوبكر يارسول الله انّى اراك قد اصبحت بنعمة من الله وفضل كما تحب اليوم بنت خارجة انا اتيها قال نعم قال ثم دخل رسول ﷺ وخرج ابوبكر الىٰ اهله بالسّخ والروايات متعارضة على ان الامام كان ابوبكروروى عن ابن عباس انه قال لم يصل النبيّ ﷺ خلف احد من امتهٖ الاخلف ابى بكروصلى خلف عبد الرحمٰن بن عوف فى سفرر كعة واحدة وعن ابى سلمة بن عبد الرحمٰن بن عوف عن ابيه انه كان مع النبى ﷺ فى سفرغزوة فذهب النبى ﷺ فى سفرغزوة لحاجة فاقامواالصّلوٰة وتقدم عبدالرحمٰن فجاء النبى ﷺ وعبدالرحمٰن قد صلى بهم ركعة وصلى مع الناس خلفه واتم الذى فاته وقال ماقبض نبىٌ حتىٰ يصلى خلف صالح من امته كذافى الصّفوة وعن مغيرة بن شعبة انه غزامع رسول الله ﷺ غزوة تبوك قال المغيرة فتبرز رسول الله ﷺ قبل الغائط فحملت معه اداوة قبل الفجر فلمارجع اخذت اُهريق علىٰ يديه من الادواة فغسل يديه ووجه وغليه جبة من صوف فذهب يحسرعن ذراعيه فضاق كمّ الجبة فاخرج يديه من تحت الجُبة والقى الجُبة على منكبيه وغسل ذراعيه ثم مسح ناصيته وعلى العمامة ثم اهويت لانزع خفيه فقال دعهما فانى ادخلتهماطاهريتن فمسح عليهما وفى رواية عن المغيرة قلت يارسول الله انسيت قال بل انت نسيت بهٰذا امرنى ربى وروى هٰذه الرواية ابو داوٗد والدارمى معناه قال المغيرة ثم ركب وركبت فانتهينا الى القوم وقد قاموا الىٰ الصّلوٰة ويصلى بهم عبد الرحمٰن بن عوف وقدركع بهم ركعة فلمااحسّ بالنبى ﷺ ذهب يتاخرفاومى اليه فادرك النبى ﷺ وتمت معه فركعتا الركعة التى سبقناروا ه مسلم ذكره فى المشكوٰة وروى عن

رافع بن عمرو بن عبید عن ابیه انه قال لماثقل النبی ﷺ عن الخروج امر ابوبکر ان یقوم مقامه فکان یصلی بالناس وربما خرج النبی ﷺ بعد مادخل ابوبکر فی الصلوٰة ویصلی خلفه ولم یصل خلف احد غیره الاّ انه ﷺ صلی خلف عبد الرحمٰن بن عوف رکعة واحدة فی سفروفی اسد الغابة عن الحسن البصری عن علی بن ابی طالب قال قلم رسول الله ابابکر وصلیٰ بالناس وانی شاهد غیرغائب وانی لصحیح غیرمریض ولو شاء ان یقلمنی لقد منی فرضینا للنیانا من رضی الله ورسوله للیننا ومما وقع فی مرضه انه ﷺ اشتد وجعه یوم الخمیس فارادان یکتب کتابافقال لعبدالرحمٰن بن ابی بکر ائتنی بکتفٍ اولوح اکتب لابی بکروعن ابن عباس لماحضررسول الله ﷺ وفی البیت رجالٌ منهم عمرؓ بن الخطاب قال النبی ﷺ هل اکتب لکم کتاباًلاتضلوه فقال عمر انّ رسول الله ﷺ قد غلب علیه الوجع وعندکم القران حسبنا کتاب الله فاختلف اهل البیت واختصموامنهم من یقول قلمو ایکتب لکم رسول الله ﷺ کتاباًلاتضلوبعدهٗ ومنهم من یقول مایقول عمرفلما کثر اللغط والاختلاف قال رسول الله ﷺ قوموا عنی فکان ابن عباس یقول ان الرزیة کل الرزیتماحال بین رسول ﷺ وبین ان یکتب لهم ذلک الکتاب من اختلافهم ولغطهم رواه البخاری ومماوقع فی مرضه انه ﷺ کان له سبعة دنانیز فما توفی حتیٰ انفقها عن سهل بن سعد قال کان عند رسول الله ﷺ سبعة دنانیرووضعها عند عائشة فلماکان فی مرضه قال یاعائشة ابعثی باللهب ثم اغمی علیه وشغل عائشة مابه حتیٰ قال ذلک ثلث مرات فبعث بهاالیٰ علیّ فتصلق بها ثمّ امسی رسول ﷺ لیلة الاثنین فی حلید الموت فارسلت عائشةؓ الیٰ امرأة من النساءِ بمصباحها فقالت اقطری لنا فی مصباحنا من عندک السمن فان رسول الله ﷺ فی حلید الموت وفی روایة قال لعائشة وهی مسنلته الیٰ صلرها یا عآئشة مافعلت بذلک اللهب قالت هوعندی قال فانفقیه فغشی علیٰ رسول الله ﷺ وهوعلیٰ صلرها فلماافاق علیه الصّلوٰة والسّلام قال انفقت تلک اللهب یاعائشة قالت لاوالله ففعلا بهاوضعها کلهاومات من ذلک الیوم وممّا وقع فی مرضه انه ﷺ خیر عند موته قالت عائشة کنت اسمع انهٗ لا یموت نبیّ حتیٰ یخیّر بین الدنیا والأخرة فسمعت رسول الله ﷺ یقول فی

اخرمرضہ مع الذین انعمت علیهم من النّبیّن والصّدّیقین والشّهدآء والصّٰلحین وحسن اولٰئک رفیقا فظننت انه خیرّوفی روایة مع الرفیق الاعلیٰ فی الجنّة مع الذین انعم اللہ علیهم من النبین والصّدّیقین والشهداء والصّالحین وحسن اولٰئک رفیقاوممارقع مرضه استعمال السّواک قبل موته روی عن عائشة انها کانت تقول ان من نعم اللہ علی ان رسول اللہ ﷺ توفی فی بیتی وفی یومی وبین سحری ونحری وفی روایة بین حاقنتی وذاقنتی وان اللہ عزوجل جمع ریقی وریقه عند موته وقد دخل علیٰ عبد الرحمٰن بن ابی بکر وبیده سواک وانامستندة رسول اللہ ﷺ فرایته ینظر الیه فعرفت انه یحبّ السّواک فقلت اخذه لک فاشاربالرأس ان نعم فتناولته فاشتد علی وقلت الیّنه لک فاشاربرأسه ان نعم فلیّنتهٗ فاخذه فامره وبین یدیه رکوة اوعلبة یدخل یدیه فی الماء فیمسح بهاوجههٗ ویقول لااله الااللہ ان للموت سکرات ثم یصبّ علیه فجعل یقول فی الرفیق الاعلیٰ حتیٰ قبض ومالت یده واخرج الحاکم وابن سعد من طرق انه ﷺ مات وارأسهٗ فی حجر علیٰ طرقه کلها کماقاله الحافظ ابن حجر لاتخلواعن شیءٍ فلایلتفت الیه ومما وقع فی مرضہ انه کشف الستریوم الاثنین فنظر الی الناس وهم فی صلٰوة الفجر عن انس ان ابابکر کان یصلیّ بهم فی وجع رسول اللہ ﷺ الذی توفی فیه حتیٰ اذاکان یوم الاثنین وهم صفوف فی الصلٰوة وکشف النبی ﷺ سترالحجرة ینظر الینا وهوقائم کانّ وجهه ورقة مصحف ثم تبسم فهمنا ان نفتن من الفرح برؤیة النبی ﷺ فنکص ابوبکر علیٰ عقبه الصف قطن ان النبی ﷺ خارج الی الصلٰوه فاشارالینا النبی ﷺان اتمواصلٰوتکم فارخی السّترفتوفی من یومه ومما وقع فی مرضه ما روی عن ابن عباس وعلیًا خرجا من عند رسول اللہ ﷺ فی مرضہ فلقیهما رجل فقال کیف اصبح رسول اللہ ﷺ یااباالحسن فقال اصبح بریٔا فقال العباس لعلی انت بعد ثلث عبد العصائم خلابه فقال انه بخیل لی انی اعرف وجوه بنی عبد المطلب عند الموت وانی خائف ان لایقوم رسول اللہ ﷺ من وجعہ فاذهب بنااليه فلنساء لنه فان یک هٰذاالامرُ الیٖنا فعلمنا ذلک وان لم یکن الینا امرنا ان نستوخی بناخیرافقال له علیٰ رأیت اذاجئتاه فلم یعطناها اتری الناس یعطونها واللہ لااسألها ایاه ابدًا وممّا جری فی مرضه نزول جبرئیلٌ الیه ﷺ ثلثة ایام قبل موتہٖ

برسالة من الله يقول له كيف تجدک وكان ذلک فی یوم السبت والاحد واثنين واستيذان ملک الموت عليه يوم الاثنين روی عن ابی هريرة ان جبرائيل اتی النبی ﷺ فی مرضه الذی قبض فيه فقال ان الله تبارک وتعالیٰ يقربک السلام ويقول كيف تجدک قال اجدنی وجعاياامين الله وفی بعض الرّوايات اجدنی ياجبرئيل مغمومًا واجدنی ياجبرئيل مكروباثم جآء فی اليوم الثالث ومعه ملک الموت فقال يامحمد ان الله تعالیٰ ان يقرئک السّلام ويقول كيف تجدک قال اجدنی ياامين الله وجعامن هذا معک قال هذا ملک الموت وهذا اخر عهدی بالدنيا بعدک واخرعهدک بها ولن اتی علیٰ هالک من ولدادم بعدک ولن اهبطو الارض الیٰ عهدک بعدک فوجد النبی ﷺ سكراة الموت وعنده قدح فيه ماء فكلما وجد سكرة اخذ من ذلک الماء ومس به وجهه ويقول اللهم اعنی علی سكرة الموت وعن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال فی وجعه الذی مات فيه مازالت اكلة خيبر تعاودنی فالأن اوان انقطاع ابهری وحكی ابن اسحاق انه كان المسلمون ليرون ان رسول الله ﷺ مات شهيدا مع ما اكرمه الله به من النبوة اورده فی الشفاء وعن عائشة قالت كان رسول الله ﷺ يتعوذبهذه الكلمات اذهب الباس رب الناس اشفع انت الشافی لاشفاء الاشفاءک شفاء لايغادر سقمًا متفق عليه قالت فلما ثقل رسول الله ﷺ فی مرضه الذی مات فيه اخذت يده فجعلت امسحه بهاواقولها فنزع يده منی ثم قال رب اغفرلی والحقنی بالرفيق الاعلیٰ وكان هذااخر ما سمعتهٗ من كلامه اخرجاه فی الصّحيحين وقال السهيلی وجدت فی بعض كتب الواقدی ان اول كلمة تكلم بها النبی ﷺ وهومسترضع عند حليمة الله اكبرواخر كلمة تكلم بها الرفيق الاعلیٰ وروی الحاكم من حديث انس ان اخرماتكلّم به ﷺ جلال ربی الرفيع كذافی المواهب اللدنيه وعن عائشة انها قالت اخرما عهد رسول الله ﷺ ان قال لايترک بجزيرة العرب دينان وقالت ام سلمة كانت عامة وصيّة رسول الله ﷺ عند موته الصّلٰوة ومامَلكت ايمانكم حتی جعل يتجلج فی صدره ومايفيض بها لسانه كذافی الاكتفاء وعن انس كانت وصية رسول الله ﷺ حين حضره الموت الصّلٰوة ومامَلكت ايمانكم حتیٰ جعل رسول الله ﷺ يتغرغربها فی صدره ولايفيض بها

لسانه وروی انه استأذن علیه ملک الموت فوقف بین یدیه ﷺ فقال یارسول الله یااحمد ان الله ارسلنی الیک وامرنی ان اطیعک فی کلّ تأمرنی ان امرتنی ان اقبض نفسک قبضتها وان امرتنی ان اترکها ترکتها قال اوتفعل یاملک الموت قال بذلک امرت ان اطیعک فی کل ماامرتنی قال جبرئیل ان الله قد یشتاق الیک قال فامض یاملک الموت لما به قال جبرئیل یارسول الله هذا اٰخر موطئ الارض انما کنت حاجتی من الدنیا فتوفی رسول الله ﷺ وفی الاکفاء قالت عائشة توفی رسول الله ﷺ بین سحری ونحری وفی نوبتی لم اظلم فیه احدًا فمن سفهی احداثة سنّی ان رسول الله ﷺ قبض وهوفی حجری ثم وضعت رأسهٗ علیٰ وسادة وقمت اندب مع النسآء واضرب علیٰ وجهی ولما توفی رسول الله ﷺ جاء رجل التعزیة یسمعون الصوت والحس ولایرون انشخص السلام علیکم یااهل البیت ورحمة الله وبرکاتهٗ کل نفس ذائقة الموت وانما توفون اجورکم یوم القیامة ان فی الله عزاء من کل مصیبة وخلفًا من کل هالک ودرکا من کلّ فائت بالله وایاه فارجوا وانما المُصَاب من حرم الثوب والسّلام علیکم ورحمة الله وبرکاتهٗ فقال علیؓ اتدرون هذا وهو الخضر علیه السّلام کذافی المشکوٰة نقلا عن دلائل النبوة وروی عن انس انه قال لما قبض رسول الله ﷺ اجتمع اصحابه له یبکون فدخل علیهم رجل طویل شعر المنکبین فی ازارورداء یتخبطی اصحاب الله ورسول الله ﷺ حتی اخذ بعضادتی باب البیت فبکی علی رسول الله ثم اقبل علیٰ اصحابه فقال انّ فی الله عزاء من کلّ مصیبة وعوضامن کل فائت الحدیث ثمّ ذهب الرجل فقال ابوبکر علیّ بالرجل فنظرو ایمینا وشمالا فلم یروا احدا فقال ابوبکر لعل هذا لخضرجاء یعزینا ورٰواه ابن ابی الدنیا من حدیث علی ابن ابی طالب وتکلموافیه وقد رواه الشافعیؒ فی الام ولیس فیه ذکر الخضر کذا فی المواهب اللّدنیة.

ذکر سنّه ﷺ

عن ابن عباس قال اُنزل علیٰ رسول الله ﷺ وهوا ابن اربعین واقام بمکة ثلث عشرة سنة وبالمدینة عشر سنین وتوفی وهوا بن ثلث وستین سنة اخرجاه فی الصّحیحین وکذا الصّحیح فی سنّ ابی بکروعمر وعائشةؓ ثلث وستون وعن انس انهٗ توفی وله

ستون سنة وفی روایة خمس وستون سنة وصححه فی تاریخه وفی تاریخ ابن عساکر ثنتین وستون سنة ونصف وفی کتاب ابن ابی شیبة احدی اوثنان لااراه بلغ ثلثاوستین وجمع بین الاقاویل بان من قال خمسا وستین حسب السنة التی ولد فیها والسنة التی قبض فیها ومن قال ثلثا وستین وهو المشهور اسقطهما ومن قال ستین اسقط الکسور ومن قال اثنین ونصف کانه اعتمد علیٰ حدیث فی الاکلیل وفیه کلام لم یکن نبی الاعاش نصف عمر اخیه الذی قبله وقد عاش عیسیٰ خمساوعشرین سنة ومائة ومن قال احدی اواثنین فشک ولم یتیقن وکل ذلک انما نشاء من الاختلاف فی مقام بمکة بعد البعثة واللّٰہ تعالیٰ اعلم کذافی سیرة مغلطائی۔

ذکر وقت وفاته ﷺ

توفی یوم الاثنین بلااختلاف نصف النهار لاثنتی عشرة لیلة خلت من الربیع الاوّل سنة احدی عشرة من الهجرة ضحی فی مثل الوقت الذی دخل فیه وعن ابن عباس ولد ﷺ یوم الاثنین واستبنی یوم الاثنین وخرج مهاجرامن مکة الیٰ المدینة یوم الاثنین ودخل المدینه یوم الاثنین ورفع الحجریوم الاثنین وقبض یوم الاثنین وقبض ﷺ فی کساء ملبد قال ابوبردة اخرجت الینا عائشة کِسَآء ملبد اوازارًا غلیظاً فقالت قبض رسول اللّٰہ ﷺ وارتفعت الرّنّة علیه وسجته الملائکة دهش الناس کماروی عن غیر واحدمن الصحابة وطاشت عقولهم واقمحوا واختلطوا فمنهم من خبل ومنهم من اصمت ومنهم من اقعد الی الارض فکان عمر ممن خبل وجعل یصیح ویقول ان رجالاً من المنافقین یزعمون ان رسول اللّٰہ ﷺ مات وانه واللّٰہ مامات ولکنه ذهب الیٰ ربه کماذهب موسیٰ بن عمران فقد غاب عن قومه اربعین لیلة ثم رجع الیهم بعد ان قیل قدمات وواللّٰہ لیرجعن رسول اللّٰہ ﷺ کمارجع موسیٰ فلیقطعن ایدی رجال وارجلهم زعموان رسول اللّٰہ ﷺ مات وفی بعض الروایات اخذعمر بقائم سیفه وقال لااسمع احدًا یقول مات رسول اللّٰہ ﷺ الاّ ضربته بسیفی هذا واماعثمان بن عفّان فخرس حتیٰ یذهب به ویجاء ولایتکلم الاّبعدالغدواقعد علیؓ فلم یستطع حراکا واضنی عبداللّٰہ بن انیس فمات کمدا ولم یکن فیهم اثبت واجزم من ابی بکروالعباس وفی روایة وکان البتهم ابابکرجاء وعلیناه بتهلان وزفراته تترددوغصصه تتصاعد

وترفع فدخل على النبی ﷺ فاكب عليه و كشف الثوب عن وجهه وقال طبت حياوميتا وانقطع لموتک مالاينقطع لاحد من الانبياء فعظمت عن الصفة وجالت عن البكا ولوان موتک كان اختيارالجد نالموتک بالنفوس اذكرنايا محمد عليه . وسلم ميل حتیٰ نزل فدخل المسجد فلم يتكلم الناس حتیٰ دخل علیٰ عائشة فيتمّم قصررسول الله ﷺ و هومغشی بثوب حيرة فكشف وجهه ثم اكب عليه فقبّله و بكیٰ ثم قال بابی وامی والله لا يجمع الله عليک موتتين الاّ الموتة الاولی التی كتب عليک فقد متهارواه البخاری اختلف فی قول ابی بكرلا يجمع الله عليک موتتين فقيل هوعلی ظاهره واشاربذلک الی الرّدعلی من زعم ان سيجیٔ فيقطع ايدی رجالٍ لانهٔ لوصحّ ذالک للزم ان يموت موتة اخریٰ فاخبرانه اكرم علی الله من انه يجمع عليه موتتين كما جمعها علی غيره كاللذين خرجوامن ديارهم وهم الوف و كالذی مرعلی قرية وقيل ازادأن لايموت موتة اخری فی القبر كغيره ان يحيی يسئل ثم يموت وقيل لايجمع الله موت شريعتک وقيل كنی بالموت الثانی عن الكرب ای لاتلقی بعدكرب هذا اليوم كربا اخرقاله فی الفتح الباریٔ وعن ابن عمران ابابكرخرج وعمريكلم الناس فقال اجلس ياعمر فابی عمران يجلس فاقبل الناس الی ابی بكروتر كواعمرفقال ابوبكرمن كان منكم يعبد محمد افان محمد اقدمات ومن كان يعبدالله فان الله حيی لايموت قال الله تبارک وتعالٰی وما محمد الارسول قدخلت من قبله الرسل الاية قال والله فكان الناس لم يعلموا ان الله انزل هذه الاية حتی تلاهاابوبكروفی صحيح البخاری لماتكلم ابوبكر جلس عمر فحمد الله ابوبكر واثنی عليه وقال الاعنديک ولتكن بيالک وفی رواية لمامات رسول الله ﷺ اختلفوا فی انه هل مات ام لاقال انس لماتوفی رسول الله ﷺ بكی الناس فقام عمر بن الخطاب فی المسجد حفيظاً فقال لااسمعن ان محمدًا قدمات ولكنه أرسل اليه كماارسل الیٰ موسیٰ ابن عمران فلبث عن قومه اربعين ليلة والله لارجوا ان يقطع ايدی رجالٍ وّارجلهم يزعمون انه قدمات قال عكرمة مازال عمرؓ يكلم ويوعد الناس حتیٰ أزيد شدقاة فقال العباس ان رسول الله ﷺ وسلم يأسن كماتأسن الناس وانه

لے پردہ ۱۲۔ ۱۲۔ ۱۲۔ ۱۲۔

قدمات فادفنوا صاحبکم ولما توفی رسول اللہ ﷺ کان ابوبکر غائباً بالسخ یعنی العالیۃ
عند زوجتہ بنت خارجۃ وکان علیہ الصلوٰۃ والسلام قد اذن لہ فی الذھاب الیھا فسل
عمر بن الخطاب سیفہ ویوعد من یقول مات رسول اللہ ﷺ فاقبل ابوبکر من السخ
حین بلغہ الخبر الیٰ بیت عائشۃ فدخل فکشف عن وجہ رسول اللہ ﷺ فحنی یقبلہ
ویبکی ویقول توفی والذی نفسی بیدہ صلوات علیک یارسول اللہ ما اطیبک حیاً
ومیتاً ذکرہ الطبری فی الریاض وفی بعض الروایات فوضع البرد عن وجہہ ووضع
فاہ علی فیہ واستنشی الریح ثم سجّاہ ای شمّ ریح الموت وروی عن عائشۃ ان
ابابکر اقبل علی فرس من مسکنہ بالسنح منازل بنی الحارث بن الخزرج بعوالی المدینہ
بینہ وبین منزل النبیؐ من کان یعبد فان محمدًا محمدًا قدمات ومن کان یعبداللہ فان اللہ
حی لایموت وقال انک میّت وانھم میّتون وقال وما محمد الارسول قدخلت
من قبلہ الرسل الآیۃ قال فنشج الناس یبکون وفی حدیث ابن عمرعن ابی شیبۃ ان
ابابکر مرّبعمرؓ وھو یقول ما مات رسول ﷺ حتیٰ یقتل اللہ المنافقینؐ وفی روایۃ حتیٰ
یفنی المنافقین قال وکانوا اظھروا۔ لاستبشارورفعوار وسھم فقال ایھا الرّجال انّ
رسول ﷺ قدمات الم تسمعوا اللہ یقول انک میّت وانھم میتون وقال وما جعلنا
لبشرمن قبلک الخلدثم اتی المنبرالحدیثؐ وعن انس بن مالک انہٗ سمع عمر بن
الخطاب فی حین بویع ابوبکر فی مسجد رسول ﷺ واستوی علیٰ منبرہ علیہ الصلوٰۃ
والسلام تشھد ثم قال واما بعد فانی قلت لکم امس مقالۃ وانھا لم تکن کما قلت واللہ
انی ماوجدت المقالۃ التی قلت لکم فی کتاب اللہ ولافی عھد رسول ﷺ یدبرنا ای
یکونٰ اخرنا موتا اوکما قال فاختار اللہ عزوجلّ لرسولہ الّذی عندہ علی الذی عندکم
وھذا الکتاب الذی ھدی اللہ بہ رسولہ فخذوا بہ تھتدوا کما ھدی بہ رسول
اللہ ﷺ قال ابو نصر کانہ قال ما قال لعظم ماوردعلیہ وخشی الفتنۃ وظھور المنافقین
فلما شاھد قوۃ یقین الصّدیق الاکبروتفوّھہ بقول اللہ عزّوجلّ کل نفس ذائقۃ الموت
وقولہ انک میّت وانھم میّتون رجع عن قولہ المذکورانتھی ۔ واخرج ابن عساکر عن
ابی ذویب الھذلی قال بلغنا ان النّبیﷺ علیل فاوجس اھل الحی خیفۃ وبت بلیلۃ طویلۃ
حتیٰ اذاکان قرّبہ السّحرتمت فھتف ھاتف وھو یقول ۔ شعر :

خطب اجل اناخ بالاسلام بين الخيل ومقعد الاطام!

قبض النبی محمّد فعیوننا تبای الدموع علیه بالاسجام

فوثبت من نومی فزعاً فنظرت الی السماء فلم اَرالا سعد الذابح فعلمت ان النبی ﷺ قد قبض او هو میت فقدمت المدینة ولاهلها ضجیج بالبکاء کضجیج الحجیج اذا احلوا بالا حرام فقلت مه فقیل قبض رسول ﷺ وفی حیوة الحیوان للدمیری عن الواقدی عن شیوخه انهم قالوا الماشک فی موت النبی ﷺ وضعت اسماء بنت عمیس یدها بین کتفیه فقالت توفی رسول ﷺ قد رفع الخاتم من بین کتفیه و کان هذا الذی قد عرّف به موت النّبی ﷺ اخرج البیهقی وابو نعیم وروی عن اُم سلمة انها قالت وضعت یدی علی صدر رسول الله ﷺ یوم مات فمرّبی جمعُ الطعام واتوضا ماتذهب ریح المسک من یدی واخرج ابونعیم عن علی قال لما قبض رسول الله ﷺ صعد ملک الموت باکیا الی السّماء والّذی بعثه بالحق لقد سمعت صوتا ینادی من السّماء یا محمد اکل المصائب تهون عند هذه المصائب وفی سنن ابن ماجة انه ﷺ قال فی مرضه ایها الناس ان احد امن الناس اومن المؤمنین. لواصیب بمصیبة فلعبر بمصیبتی فی حین المصیبة الّتی تصیبه بعدی فان احد امن امتی لن یصاب بمصیبة بعد اشد علیه من مصیبتی.

ذکر غسله ﷺ

ولما فرغ الناس من بیعة ابی بکرؓ وجمعهم الله ومّما اهتم به اصحابه بعد موته ﷺ وتقرر الامر علیٰ ابی بکرؓ فلمافرغوا من بیعته اقبلوعلی تجهیز النبی ﷺ و الاشتغال به وروی انهٗ سئل ابن عباس کیف کان غسل النبی ﷺ قال ضرب العباسؓ کلة له من ثیاب یمانیه صفات فصارت سنة فینا وفی کثیر من صالحی الناس ثم اذن لرجال من بنی هاشم فعلوا بین الحیطان والکلة ثم دخل العباس الکلة ودعاعلیاً والفضیل اباسفیانؓ بن الحارث واسامة بن زید فلما اجتمعوا فی الکلة القی علیهم النعاس وعلیٰ من وراء الکلة فی البیت فناداهم منادٍ انتهوابه وهو یقول لاتغسلوالنّبیّ ﷺ فان کان ظاهرًا فقال. الایلی وقال اهل البیت صدق فلاتغسلو افقال العباس لاندع سنة بصوت لاندری ماهو وغلبهم النعاس ثانیة فناداهم منادٍ فانتبهوابه وهو یقول اغسلوارسول الله ﷺ فی ثیابه فقال اهل البیت الاقفال الانعم وقد کان العباسؓ حین دخل الکلة

للغسل قعد متربعًا واقعد عليا متربعًا متواجهان واقعد النبی ﷺ علیٰ حجور هما فتودوا ان اضجعوا رسول الله ﷺ علیٰ ظهره ثم اغسلوه واستروه فشاروا عن الصّفیح واضجعاه وغربًا رجل الصفیح وشرقا رأسه ثم اخذوا فی غسله وعلیه قمیصهٗ ومجولهٗ مفتوح الشق ولم یغسلوه الا بالماء القراح وطیبوه بالکافور ثم اعتصر قمیصه ومجوله وجمروه عودًا وترّا ثم احتملوه حتیٰ اوضعوه علیٰ سریره وسجّوه وروی عن ابن عباسؓ انهٗ کان یقول استرونبیکم یستر کم الله قالت عائشة لما ارادوا غسل رسول الله ﷺ اختلفوا فیه فقالوا والله ماندری انجرّد رسول الله ﷺ کما تجرد موتانا او نغسله وعلیه ثیابه فلمّا اختلفوا القی الله علیه النوم حتی مامنهم رجل الاوذقنه فی صدره وکلمهم متکلم من ناحیة البیت لایدرون من هوان اغسلوا النبی ﷺ وعلیه ثیابه فقاموا الیٰ رسول الله ﷺ وغسلوہٗ وعلیه قمیصهٗ وفی المشکوٰة یصبون الماء فوق القمیص ویدلکونه بالقمیص رواه البیهقی فی دلائل النبوّة وکانت عائشة تقول لو استقبلت من امری مااستدبرت فاغسل رسول الله ﷺ الانساء ہ ویروی عن غیر واحد ان الّذین تولوا غسلوا ﷺ ابن عمه علی بن ابی طالب وعمه العباس بن عبد المطلب وابناه الفضل وقثم مؤلاہ اسامة بن زید ومولاه شقران ولما اجتمع القوم لغسل رسول الله ﷺ نادی من وراء الباب اوس بن خولی الانصاری احد بنی عوف بن الخزرج وکان بدریًا علی ابن ابی طالب فقال یاعلی انشدک الله حظنا من رسول الله ﷺ فقال له ادخل فدخل فحضر غسل رسول الله ﷺ ولم یل من غسله شیئاً وقیل کان یحمل الماء قال فاسنده علیؓ الیٰ صدره علیه قمیص وکان العباس والفضلؓ وقثم یقلبونه مع علیؓ وکان اُسامة وشقران یصبان الماء علیه واعینهم معصوبة من وراء الستر لحدیث علیؓ الایغسله احد الاانت وفی روایة امافی رسول الله ﷺ لایغسله غیری فانه لایری احد احد عورتی الاطمست عیناه کذافی سیرة مغلطائی وفی الشفاءؒ علیؓ یغسله بالماء والسدر ولم یر من رسول الله ﷺ شیٔ ممّا یری من المیّت وهو یقول بابی انت وامی ماطیبك حیًا ومیتًا وروی ابن ماجة بسند جیّد عن علی یرفعه اذاانا متّ فاغسلوانی بسبع قرب من بئری بئر غرس قال فی النهایة بفتح الغین المعجمة وسکون الراء والسّین المهملة وکان رسول الله ﷺ یشرب منها

وقدروی ابن النخار انه علیه الصّلوٰة والسلام قال رأیت اللیلة انی اصبحت علیٰ بیرأن الجنة فاصبح علیٰ بئیر غرس فتوضأ وبزق فیها کذافی تاریخ المدینة للسمودی وجعل علیؓ علیٰ یدہٖ خرقة وادخلها تحت القمیص کذا فی سیرة مغلطائی وروی ان الغسلة الاولیٰ کانت بالماء القراح والثانیة بالماء والسلر والثالثة بالماء والکافور وروی ان الغسلة الاولیٰ کانت بالماء القراح والثانیة بالماء والسلرو الثالثة بالماء والکافورورُوی جعفر بن محمد قال کان الماء یجتمع فی جفون النبی ﷺ وکان علیؓ یشربه وفی شواهد النبوة سئل علیؓ عن سبب فهمه وحفظه قال لما غسلت النبی ﷺ اجتمع ماء فی جفونهٖ فرفعته بلسانی وازدرته فاوی قوة حفظی منه ویقال ان علیا والفضل کان غسلا رسولُ الله ﷺ فنودی علیؓ ان ارفع طرفک الی السّماء اورده فی الشفاء۔

ذکر تکفینهٖ ﷺ

فلما فرغوامن غسله جففوه ثم صُنع به ما یصنع بالمیت ثم ادرج فی ثلثة اثواب ثوبین ابیضتن وبُرد حیرة وبالاکفاء قال الترمذی فذکرو العائشة قولین فی ثوبین وبردحیرة قالت قدانی اولکنهم ردّوه ولم یکفنوه فیه وعن عباسؓ ان النبیّ ﷺ کُفّن فی ریطتین وبردنجرانی وعن عائشةؓ قالت کُفّن النبیّ ﷺ فی ثلثة اثواب بیض سحولیة بلدة من الیمن من کرسف لیس فیها قمیص ولا عمامة قال دخلت علیٰ ابی بکر فی مرضهٖ ثم نظرت الیٰ ثوب علیه کان بمرض فیه به ردع من زعفران قال اغسلواثوبی هٰذا وزِیدُ واعلیه ثوبین تکفنونی فیها قلت ماهٰذاخلق قال ان الحیّ احق الجدید من المیت انما هو للمهنته رواه البخاری وفی مؤطا الامام ابی عبد الله مالک بن انس کفن رسول الله ﷺ فی ثلثة اثواب جهر ة وسحاربین ولابی داؤد فی ثلثةاثواب نجرانیة وفی الاکلیل کفن فی سبعة اثواب وجمع فیها بانهٗ لیس فیها قمیص ولاعمامة محسوبا وفی حدیث تفردیزید بن ابی زیادوهو ضعیف وحُظ بکافوروقیل یمسک کذافی سیرة مغلطائی وفی حدیث غروة عن عائشةؓ قالت کفن رسول اللهﷺ فی ثلثة اثواب سحولیّة بیض اخرجهٗ النّسائی من روایة عبدالرزق عن معمر عن الزّهریّ عن عروة واتفق علیه الائمة السنة من طریق هشام بن عروة عن عائشة بزیادة من کرسف لیس فیها قمیص ولاعمامة وفی روایة البیهقی فی ثلثة اثواب

صحولية جلدِ السحُولية بفتح السين وضمها قال النووي والفتح اشهر وهورواية البيهقي والاكثرين فالفتح منسوب الى السحول وهو القصار لانه يسحلها اى يغسلها والىٰ سحول وهي قرية باليمن واما الضمّ فهوجمع سهل وهوالثوب الابيض النقي لايكون الامن قطن وفيه شذوذ لانهٔ نسب الى الجمع وقيل انه اسم القرية هنا بالضم الكاف اسكان الرأوضم السين المهملة والفاء القطن قال الترمذى رُوى فى كفن النبى ﷺ روايات مختلفة وحديث عائشة اصحّ احاديث فى ذالك والعمل عليه عنداكثر اهل العلم من الصّحابة وغيرهم وقال البيهقى في الخلافيات قال ابوعبيد الله يعنى الحاكم تواترت الاخبار عن على بن ابى طالب وابن عباس وعائشة وابن عمرو جابرابن عبدالله وعبد الله ابن مغفلؓ عنهم فى تكفين النبى ﷺ فى ثلثة اثواب ليس فيها قميص ولاعمامة وعن عبدالله ابن محمّد بن عقيل عن ابن الحنفيّة عن علىّ ان رسول الله ﷺ كفن فى سبعة اثواب روى هذاالحديث احمد فى مسنده وفى ذكرابن الحزم ان الوهم فيه من ابن عقيل اومن بعده وقد اختلف فى معنى قوله ليس فيها قميص ولاعمامة فالصحيح ان معناه انه ليس فى الكفن ولاعمامة اصلاً والثانى ان معناه انه كفن فى ثلثة اثواب خرج عن القميص والعمامة قال الشيخ تقى الدين بن دقيق العيدوالاول اظهر فى المراتوذكرالنووى فى شرح صحيح مسلم ان بالاول قال جمهور العلماء وقال هوالصواب الذى يقتضيه ظاهر الحديث وقال الثانى ضعيف فلم يثبت انه ﷺ كفن فى قميص وعمامة انتهىٰ قالو اويترتب علىٰ هذا الاختلاف فى تفسير الحديث اختلافهم فى انه هل يستحب ان يكون فى الكفن قميص لتصير خمسة فذكر الحنابلة انه مكروه وقال الشافعية انه جائزغير مستحب وقال المالكية انه يستحب للرجال والنساء وهوفى حق النساء آكد قالو اوالزيادة الى السبعة غير مكروهة ومازاد عليها سرف وقال الحنفيّة ان الاثواب الثلثة ازاروقميص ولفافة وفى الحديث دلالة علىٰ ان القميص الذى غسل فيه نزع عنه عند تكفينه قال النووى فى شرح مسلم وهذا هوالصوب الذى لايتجه غيره واما الحديث الذى فى سنن ابى داؤد عن ابن عباسؓ ان النبىّ كفن فى ثلثة اثواب الحلة الثوبان وقميصهٔ الذى توفى فيه فحديث ضعيف لايصح الاحتجاج به لان يزيد بن زيد احلوانه مجمع علىٰ ضعفه ولاسيماقد خالف بروايته الثقاة ۔

ذکر الصلوٰۃ علیہ ﷺ

وروی عن محمد وانہ ﷺ بغیر امام وفی روایۃ افراداً لایؤمھم احد یدخل المسلمون زمراً فیصلون علیہ ویخرجون فلما صلی علیہ نادی عمر خلوا الجنازۃ اھلھا وفی روایۃ صلی علیہ علی والعباس وبنو ھاشم ثم داخل المھاجرون ثم الانصار ثم الناس یصلون علیہ افراداً لایؤمھم احد ثم النساء ثم الغمان قیل انہ اوصی بذلک لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اول من یصلی علی ربی ثم جبریل ثم میکائیل ثم اسرافیل ثم ملک الموت مع جنودہ ثم الملائکۃ ثم ادخلوا فوجاً بعد فوج الحدیث وفیہ ضعف بل کانوا یدعون وینصرفون قال ابن الماجشون لما سئل کم صل علیہ صلوٰۃ قال اثنان وسبعون الف صلوٰۃ فقیل من این لک ھٰذا قال من الصندوق الذی ترکہ مالک بخطہ عن نافع عن ابن عمر کذا فی سیرۃ مغلطائی وفی حدیث ابن ماجۃ لما فرغوا من جھازہ ﷺ یوم الثلاثاء وضع علی سریرہ فی بیتہٖ دخل الناس علیہ ﷺ ارسالا یصلون علیہ ثم اذا فرغوا ادخل النساء حتی اذا فرغن دخل الصبیان ولم یؤم الناس علی رسول اللّٰہ ﷺ احد وفی روایۃ ان اول من صلی علیہ الملٰئکۃ افواجاً ثم اھل بیتہ ثم الناس فوجاً فوجاً ثم نساءہ اخروروی انہ لم صل علیہ اھل بیتہ لم یدر الناس مایقولون فسئلوا ابن مسعودؓ فامرھم ان یسئلوا علیاً فقال لھم قولوا ان اللّٰہ وملٰئکتہٗ یصلون علی النبی یاایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما. لبیک اللّٰھم ربنا وسعدیک صلوٰت اللّٰہ البر الرحیم الملائکۃ المقربین والنبیین والصدیقین والشھداء والصٰلحین وماسبح لک من شیء یارب العالمین علی محمد بن عبداللّٰہ خاتم النبیین وسید المرسلین وامام المتقین ورسول رب العالمین الشاھد البشیر الداعی الیک باذنک السراج المنیر وعلیہ السلام ذکرہ الشیخ زین الدین المراغی فی کتابہ تحقیق النصرۃ.

ذکر دفنہ و کیفیۃ قبرہٖ ﷺ

کان فی المدینۃ حفاران احدھما یلحد والاخر یلحد ودعا العباس رجلین. فقال لیذھب احدکما ابی عبیدۃ بن الجراح وھو کان یلحد لاھل مکۃ ولیذھب الاخر الی ابی طلحۃ الانصاری وھو کان یلحد لاھل المدینۃ ثم قال العباس اللھم خر لرسولک فذھبا فلم یجد صاحب ابی عبیدۃ اباعبیدۃ ووجد صاحب ابی طلحۃ فلحد لرسول اللّٰہ ﷺ وروی ان اصحاب رسول اللّٰہ ﷺ اختلفوا فی موضع دفنہ بمکۃ اوبالمدینۃ وفی البقیع او القدس معنی قال ابوبکر سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول لم یقبر نبی الاحیث یموت وفی روایۃ ماقبض اللّٰہ نبیاً الافی الموضع الذی یحب ان یدفن فیہ فاخروا فراشہٖ واحفروا لہ تحت فراشہٖ و نزل فی قبرہ علی بن ابی طالب والعباس والفضل والقثم ابنا العباس وکان اخر الناس عھداً برسول اللّٰہ ﷺ لانہ اخر من صعد من قبرہٖ. واماقصۃ المغیرۃ وطرح خاتمہ فی القبر

ونزوله فیھلاخراجه فغیر صحیح واللہ تعالٰی اعلم وشقران مولی رسول اللہ ﷺوقیل ان اوس ابن خولی قدقال لعلی بن ابی طالب یاعلی انشدک باللہ حظنامن رسول اللہ ﷺفقال لہ انزل فنزل مع القوم وکانوخمسة وفی روایة عن علیؓ نزل فی حفرة النبی ﷺھوالعباس وعقیل بن ابی طالب واسامه بن ابن زید وابن حولی وھم الذین تولوا کعبة والاول اصح وقدکان شقران حین وضع رسول اللہ ﷺ فی خفرتہ اخذقطیفة نجرانیة حمراصابھایوم خیبروکان رسول اللہ ﷺ یلبسھاویفرشھافطرحھا تحته فدفنھا معه فی قبرہ فقال واللہ لایلبسااحدبعدک ونبی فی وقبرہ اللبن یقال تسع لبنات قیل فلمافرغواعن وضع اللبنات اخرجواالقطیفة قال ابوبکروعمروالحاکم قال النووی وقدنصّ الشافعی وجمیع اصحابه وغیرھم من العلماء وعلی کراھة وضع قطیفة اونحوذلک تحت المیت فی القبروقدشذاالبغوی من اصابنا فقال لاباس بذلک لھذاالحدیث والصواب کراھة ذلک کماقال الجمھورواجابواعن ھذا الحدیث بان شقران انفردبفعل ذلک ولم یوافقه احدمن الصحابة وانمافعله شقران لماذکرنا عنه من کراھیة ان یلبسھابعد النبی ﷺ انتھی وقدصح انھااخرجت یعنی القطیفة من القبرلمافرغوامن وضع اللبنات التسع کذافی سیرة مغلطائی ثم ھاتوا التراب علی لحدہ وجعل قبرہ مسطوحًاوفی المشکوٰة عن جابروکان الذی رش الماء علی قبرہ ﷺ بلال بن رباح بقربة بدامن قبل راسه حتی انتھی علی رجلیه رواہ البیھقی فی دلائل النبوة وعن سفیان بن نمازانهٔ راہ مسنمًاوفی صحیح البخاری من حدیث ابی بکربن عیاش انه رأی قبرالنبیﷺ مسنمًاای مرتفعازاد ابونعیم وھو قول ابی حنیفة ومالک واحمد والمزنی وکثیر من الشافعیة وبعض قدماء الشافعیة استحبواالتسطیع ویحتمل ان یکون فی الاول مسطوحًا وقدروی ابوداؤد والحاکم انه کشفت عائشة للقاسم بن محمد قبرہ ﷺ وعن قبرصاحبیه ثلثة قبور لامشوفة ولالاطیئة مطبوعة ببطحاء العرصة الحمداء وفی روایة حمراء وبیضاء ورفع قبرہ من الارض قدرشبروھذا کان فی خلافة معاویة فکانھا کانت فی الاول مسطحة ثم لما بنی جدار القبر فی امارة عمر بن عبد العزیز علی المدینة من قبل الولید بن عبد الملک صیروھا مرتفعه ثم الخلاف فی ان ایھما افضل والاصل الجوازویرجع التسطیع بما رواہ مسلم من حدیث فضالة بن ابی عبیدانه مرّ بقبر فسوّی ثم قال سمعت رسول اللہ ﷺ یأمر بتسویتھا ورسول اللہ ﷺ مقدم وابوبکر عندراسه بین کتفی النبی ﷺ وعمر عندرجلیه ھکذا.

قبرعمرؓ	قبرابی بکرؓ	قبرالنبیؐ

كذا نقله السمودوى في خلاصة الوفا:
وذكر رزين ان رسول الله ﷺ مقدم وابوبكر
خلف رأسه عند منكبيه ﷺ وطالت
رجلاه اسفل وعمر خلف ابى بكرؓ هكذا

قبر النبی ﷺ	قبر عمرؓ
قبر ابی بکرؓ	قبر ابی بکرؓ
قبر عمرؓ	قبر النبی ﷺ

واماصفة القبور الشريفه بالحجرة المنيفة

فقد اختلف فيها على نحو سبع كيفيات ذكرناها في الاصل باولتها والذى عليه الاكثران النبى ﷺ امامها الى القبلة مقدمًا اى لجد ارقبلة كماسيأتى ثم قبرابى بكر عنده حذاء منكبى رسول الله ﷺ ثم قبر عمر عند مكبى ابى بكر وهذه صفته نقل من خلاصة الوفاء بعينها. وفى حديث عائشة قالت قال رسول الله ﷺ فى مرضه الذى لم يقم منه لعن الله اليهود والنصارى، اتخذوا قبور انبياء هم مساجد لولاذلك ابرز قبره غيرانه خشى اوخشى ان يتخذ مسجد اعلىٰ شك الراوى على صيغه المجهول اوالمعلوم فعلى الاول الضمير للشان ومقتضاه انهم فعلوا ذلك باجهادهم والثانى يقتضى ان النبى ﷺ هوالذى امرهم بذلك ومعنى ابرزقبره كشف قبره ﷺ ولم يتخذ الحائل والمراد الدفن خارج بيته وهذا قالته عائشة قبل ان يوضع المسجد ولهذا الماوضع المسجد جعلت حجرتها مثلثة اشكل محدودة حتى لايتاتى لاحدان يصلى جهة القبر الكريم مع استقبال القبلة ونقل اهل السير عن سعيد بن المسيّب قال بقى فى البيت موضع قبر فى السهوة الشريفة يدفن فيه عيسىٰ ابن مريم عليهما السّلام .

ذکر وقت دفنه ﷺ

اختلف فی وقته روی عن عآئشة قالت ماعلمناه بلفن رسول الله ﷺ حتیٰ سمعنا صوت المساحی لیلة الثلثاء فی السّحروفی المؤطابلغ مالکاانه ﷺ توفی یوم اثنین ودفن یوم الثلثاء والترملی فی لیلتها فی مکانه الذی توفی فیه.وروی عن محمد ابن اسحٰق انه قال قبض رسول الله ﷺ یوم الاثنین فمکث ذلک الیوم ولیلة الثلثاء ودفن فی اللیل ای لیلة الاربعاء وقیل یوم الثلثاء وحین زاغت الشمس وفی کفایة الشعبی صلوا علیه ﷺ یوم الاربعاء ثم دفن فان قلت لم اخر دفنه ﷺ وقد قال لاهل بیت اخروادفن میتهم وعجلوادفن میتکم ولاتؤخروه فالجواب لماذکر من علم اتفاقهم علیٰ موته اولاختلافهم فی موضع اللفن اولانهم اشتغلوا فی الخلاف الذی وقع بین المهاجرین والانصار حتیٰ استقرامر الخلافة التی هی اهمّ مهِمّات الدین فبایعوا ابابکر ثم بایعوه بعد بیعة اخری فی ملأمنهم ثم رجعوابعد ذلک الی النبی ﷺ وفی روایة الترملی عنه قال لماکان الیوم الذی دخل فیه رسولُ الله ﷺ المدینة اضاء منها کلّ شیٔ فلما کان الیوم مات فیه اظلم منها کل شیٔ ومانفضنا ایدینا من التراب وانا لفی دفنه حتیٰ انکرنا قلوبنا.

ذکرُ النّدبة علیه ومرثیته ﷺ

ولما دفن ﷺ جآء ت فاطمة فقالت کیف طابت انفسکم ان تحثواعلیٰ رسول الله ﷺ الترب رواه البخاری وفی روایة اخری لما فرغوا من دفنه ﷺ خرجت فاطمة قالت یااباالحسن دفنتم رسول الله ﷺ قال نعم قالت کیف طابت قلوبکم ان تحثوا التراب علی رسول الله ﷺ الیس ذلک نبی الرحمة قال نعم ولکن لامردّ لامرالله تعالیٰ فجعلت تندب علیٰ رسول الله ﷺ وتقول یااتباه وارسول الله ونبیّ الرحمة الأن لایأتی الوحی الأن ینقطع عناجبرئیل اللهمّ الحق روحی بروحه واشبعنی بالنظرالی وجهه والاتحرمنی اجره وشفاعته یوم القیامة وفی روایة اخذت تربت من تراب رسول الله ﷺ وشمّت ثم انشدت . شعر :

ماذاعلی من شمّ تربة احمد — ان لا یشم مدی الزمان غوالیا
صُبّت علیّ مصائب لوانها ا — صبّت علی الایام صِرن لیا لیا

وفی الاکتفاء ممّا ینسب الیٰ علی اوفاطمة شعر :

ماذاعلی من شمّ البیتین   وعن انس قال لما ثقل النبی ﷺ

جعل یتغشاہ الکرب فقالت فاطمة واکرب ابتاہ قال رسول اللہ ﷺ لیس علیٰ ابیک کرب بعد الیوم فلما مات قالت یاابتاہ اجب ربًا دعاہ یاابتاہ جنةالفردوس ماواہ یاابتاہ الیٰ جبرئیل انعاہ فلمادفن قالت یاانس اطابت انفسکم ان تحثواعلیٰ رسول اللہ ﷺ التراب انفرد باخراجه البخاری وزاد الطبرانی یاابتاہ عن ربه ماادناہ وقد عاشت فاطمة بعدہ ﷺ ستة اشهر فما ضحکت تلک المدة ویحق لها مثلی ذلک ویروی عن انس قال مررت علیٰ باب عائشة وکانت تندب النبی ﷺ یامن لم یشبع من خبز الشعیر یامن اختار الحصیر علی السریر یامن لم یتم اللیل کله من خوف السعیر وعن عائشة ان ابابکر دخل علی النبی ﷺ بعد وفاة فوضع فاہ بین عینیه فوضع یدہ علی صدغیه فقال وانبیاہ واخلیلاہ واصفیاہ وفی روایة قالت لما توفی رسول اللہ ﷺ جاء ابوبکر فدخل علیه ورفع الحجاب وکشف الثوب من وجهه فاسترجع فقال مات واللہ رسول اللہ ﷺ ثم تحول من قبل راسه فقال وانبیاہ ثمّ حدر فمه وقبل جبهته ثم رفع راسهٗ فقال واخلیلاہ ثم حدر فمه وقبل جبهتهٗ فقال واصفیاہ ثم حدر ثم قبل جبهتهٗ ثم سجاہ بالثوب ثم خرج وذکر ابوالعباس القصاب فی شرحهٗ لبردة لبوصیری انهٗ لمّا تحقق عمرابن الخطاب موته ﷺ بقول ابی بکر الصّدیق ورجع الیٰ قوله قال وھو یبکی بابی انت وامی یارسول اللہ ﷺ لقد کان لک جذع تخطب الناس علیه فلماکثروا اتخذت منبراً لتسمعهم نحن الجزع بفراقک حتیٰ جعلت یدک علیه فسکن فامتک اولیٰ بالحنین علیک حین فارقتهم بابی انت وامی یارسول اللہ ﷺ لقد بلغ من فضیلتک عند اللہ ان جعل طاعتک طاعته فقال من یطع الرسول فقد اطاع اللہ بابی انت وامی یارسول اللہ ﷺ لقد بلغ من فضیلتک عنده ان بعثک اخرالانبیاء وذکرک فی اوّلهم فقال اللہ تعالیٰ لقد اخذنا من النّبیّن میثاقهم ومنک من نوح بابی انت وامی یارسول اللہ ﷺ لقد بلغ من فضیلتک عنده انّ اهل النار یودّون ان یکونوا مطیعک وهم بین اطباقها یعذبون یقولون یالیتنا اطعنا اللہ اطعنا الرسول وقال ابو الجوزاء کان الرجل من اهل المدینة اذااصابته مصیبة جاء اخوه یصافحه ویقول یاعبد اللہ اتق اللہ فان فی رسول اللہ اسوة حسنة قال قائلهم . شعر :

اصبر بکلّ مصیبة اوتجلد

واعلم بان المرأ لم یخلد غیر مخلد

واصبر کما صبر الکرام فانها نوبٌ تنوب الیوم تکشف فی غد

وَاذااتتک مصیبةٌ تشجی بها فاصبر مصابک بالنبی محمّدٗ

وقال اٰخر شعر:۔

تذکرت لمافرق الدّهر بیننا فعزیت نفسی بالنبیّ محمدٗ

وقلت لها ان المنایاسبیلنا فمن لم یمت فی یومه مات فی غد

وروی ان بـلالاً لما کان یؤذن بعد وفاته ﷺ فاذا قال اشهدان محمّدًا رسول الله(ﷺ) ارتج المسجد بالبکاء والنحیب فلمّا دفن ترک بلال الاذان شعر:۔

لوذاق طعم الفراق رضوی لکان من وجده یمید

قد حملونی عذاب شوق یعجزعن حمله الحدید

ورثّته ﷺ عمته صفیة بمراثی کثیرة فیها قولها شعر :

الایارسول الله کنت رجاء نا وکنت بنابرًا ولم تک جافیا

وکنت رحیمًا هادیًا وّمعلّمًا لیَبک علیک الیوم من کان باکیًا

لعمرک مابکی النبی لفقده ولکن لم اخشی من الهجراٰتیا

کان علی قلبی لذکر محمّد وماخفتُ من بعد النبی المکاویا

افاطم صلی الله رب محمّد علی جدث امسی بیثرب ثاویًا

فدی لرسول الله امی وخالتی وعمی وخالی ثمّ نفسی ومالیا

فلوان ربّ الناس ابقی محمّدًا سورناولکن امره کان ماضیا

علیک من الله السّلام تحیّة وادخلت جنابٍ من العدن راضیًا

ورَثاهٗ ابوسفیان بن الحارث بن عبد المطلب ابن عمه ﷺ شعر:۔

ارقت نبتّ همّی لایزول ! ولیل اخی المصیبة فیه طول

واسعد فی البکاء وذاک فیما اصیب المسلمون به قلیل

لقد عظمت مصیبتنا اوجلت عشیته قیل قد قبض الرسول

واصحت ارضنا مماعراها — تكاد بنا جوانبها تميل
فقد ناالوحی والتنزيل فينا — يروح به ويغذ وجبرئيل
وذاک احق ماسالت عليه — نفوس الناس اوكانت تسيل
نبیّ كان يجلو الشک عنا — بمايوحیٰ اليه ومايقول
ويهدينا فلانخشی ضلالا — علينا والرّسول لنا دليل
أفاطمه ان جزعت فذاک عذر — وان لم تجزعی ذاک السبيل
فقبر ابيک سيّد كل قبر — وفيه سيد الناس الرّسول

ورثا الصّديق بقول شعر :

لما رأيت نبيّنا مستنجدًا — ضاقت علّی بعرضهنّ الدور
فارتاع قلبی عند ذاک بهلكة — والعظر منّی ماجيت كسير
عتيق ويحک ان حبّک قدتوی — فالصبر عنک لما بقيت يسير
ياليتنی من قبل مهلک صاحبی — ايضًا غُيّبت فی جدث علّے صخور
فلتحدثن بدائع من بعده — يعی بهن جوانح وصدور

ورثا ﷺ الصّديق ﷺ ايضًا بقوله : شعر :

ودعنا الوحی اذ وليت عنا — فودّعنا من الله الكلام
سوی ماقد تركت لنا رهينا — تضمنه القراطيس الكرام

وقال الحسّان شعر :

كنت السواد لنا ظری — فعمی عليک الناظر ؛
من شاء بعدک فليمت — فعليک كنت احاذر ؛

ذكر ميراثه وتركته وحكمه فيها ﷺ

ماترک ﷺ عند موته درهماً و لادينا راولا عبدًا ولا شيئاً الاّ بغلته ؛ البيضاء وسلاحهٗ وارضا جعلها صدقةً وفی خلاصة السير ترک رسول الله ﷺ يومًا مات ثوبی حيرة وازارًا يمانيا و ثوبين صحارين وقميصاصحاريا و قميصا سحوليا اوجبة يمنية وخميصًا وكساء ابيض و قلانس صغارًا لاطية ثلثا واربعاً وازارا طوله خمسة اشبارو ملحفة مو دسة وقال رسول الله — نحن معاشر الانبياء

لانورث ما ترکناه صدقة وقال ﷺ لا تقسم ورثتی دینارًا ولا درهمًا ما ترکت بعد نفقة نسائی و مَئونة عیالی فهو صدقة ؎

وعن ابی هریرہؓ قال جاءت فاطمة بنت رسول الله ﷺ الی ابی بکرؓ فقالت من یرثک قال ولدی واهلی فقالت مالی لاارث ابی فقال ابوبکر سمعت رسول الله ﷺ یقول کل مال نبی صدقة الا ماطعمة انا لانورث ولکنی اعول علی من کان رسول الله ﷺ یعول واتفق علیه وعن عائشة سألت ابابکرؓ بعد وفات رسول الله ﷺ میراثه من ترکة رسولؐ الله من خیبروفدک وصدقة بالمدینة فقال ابو بکرؓ ان رسول الله ﷺ قال لانورث ماترکناه صدقة فابی ابو بکرؓ ان یدفع الی فاطمة شیئًا فوجدت فاطمة علی ابی بکر وصلی علیهاؑ علی وکان لعلی من الناس جهة حیوة فاطمة فلما توفیت استنکر علیؓ وجوه الناس فالتمس مصالحة ابی بکر ومبایعته ولم یکن بائع تلک الاشهر فبایعه بعدها کذا فی الصحیحین روی البیهقی عن الشّعبی ان ابابکرؓ عاد فاطمة فی مرضها فقال علی هذا ابوبکرؓ یستاذن علیک قالت اتحب ان اذن له قال نعم فاذنت له فدخل علیها فارضاها حتی رضیت کذا فی الوفاء وفی ریاض النفوته للمحب الطبری دخل ابوبکر علی فاطمة فاعتذر الیها وکلمها فرضیته عنه وعن الاوزاعی قال بلغنی ان فاطمة غضبت علی ابی بکر فخرج ابوبکر حتی اقام علی بابها فی یوم حارثم قال لاابرح مکانی حتی ترضی علیّ بنت رسول الله ﷺ فدخل علیها علیؓ فاقسم علیها لترضی فرضیت عنه واخرج ابن السمان فی الموافقة وقد اختصم علیّ والعباس فی میراث النبی علیٰ

عهد عمر فقال عمر لطلحة والزبیر وعبدالرحمٰن بن عوف وسعد رضی الله عنهم انشدکم الله اسمعتم رسول الله ﷺ یقول کل مال نبی صدقة الا ماطعمة انا لانورث قالوا اللّٰهمّ نعم۔

ذکر زیارة قبره الشّریف علی ساکنه التحیّة والسّلام

زیارة النبی القرشی الهاشمی المکی المدنی ابی القاسم محمّدبن عبد الله بن عبد المطلب بن هاشم خاتم الانبیاء والمرسلین صلوات الله وسلامه علیه وعلیهم اجمعین مستحبة مندوبة من اوکدالمستحبّات و افضل القربات قریبة من الواجب

؎ بخاری میں ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے پڑھائی۔ از مترجم ۱۲۔

فی حق من کان له و قدرة لقوله ﷺ من وجد سعة ولم یغد علی نقد جفانی و فی روایة ما من احد من امتی له سعة و لم یزرنی لیس له عذر عند الله وعنه ﷺ من جاء فی زائرًا لا یهمه الا زیارتی کان حقا علی ان اکو ن له شفیعًا یوم القیامة روا ه الحافظ ابو علی بن السکن وقد قال رسول الله ﷺ من زار قبری وجبت له شفاعتی صححه ابن عبد الحقؒ وعنه ﷺ من زا رنی بعد مما تی فکا نما زارنی فی حیاتی وفی الباب احادیث کثیرة وفیما نقلنا کفا یة فاذا خرج الز ائرو توجه الی المدینة الطیّبة یکثر من الصّلوة علی النبی ﷺ فی الطریق لانهٗ لاعبا دة افضل منها بعد الفرا ئض السالکی هذا الطریق فا ذا وقع بصره علیٰ شجرة المد ینة وحرّها فلیزد فی الصّلوة والسّلام علی النبیّ ﷺ ولیسئل الله تعالیٰ ان ینفعهٗ بز یادته و یسعده فی الدینا والا خرة ولیقل اللهم ان هٰذا حرم رسولک فاجعله فی وقا یة من النار واماناً من العذاب وسوء الحساب و یستحب ان یغتسل لدخول المدینة المطهرة ویلبس افخر ثیابه وا نظفها ویتطیب ویتصدق بما تیسّر ثم ید خلها قا ئلاً بسم الله وعلیٰ ملّة رسول لله ﷺ ربّ ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطٰناً نصیراً فاذا وصل باب المسجد فلیقدم رجله الیمنیٰ فی دخوله قائلاً اللهم اغفر ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک وفضلک ولیقصد الرو ضة الشر یفة المقد سة وهی مابین منبره وقبره من المسجد الّتی هی روضة من ریاض الجنة فیصلی تحیّة المسجد فی مصلی رسول الله ﷺ ان تیسّر والاّ فی غیر ه من الرو ضة اومن المسجد ثم یسجد سجدة شکر الله علی الوصول الیٰ تلک البقعة الشر یفة فی المسجد ة خارج الصّلوة والتلا وة کلام بین العلماء ویسئال اتمام النعمة علیه بقبول زیادته ثمّ یأتی القبر ویقف عند رأ سه مستقبلاً ویکون وقو فهٗ مستد برًا للقبلة ولا یضع یده علیٰ جدار الخطیرة ولا یقبلّها فان ذ لک وامثا له من صنع الجاهلین ولیس من سیرة السلف الصالحین بل ید عوا علی قدر ثلث اذرع واربعة ثم یصلی علی النبی ﷺ وعلی الصدیق و الفاروقؓ ولیقل بحضور قلب وغضّ صوت وسکونُ جوارح السّلام علیک یا سید المرسلین السّلام علیک یاخاتم النبیّین السّلام علیک یاقائد الغرّ المحجلین السّلام علیک یا من ارسله الله رحمة للعالمین السلام علیک وعلیٰ اهل بیتک

وا زواجک واصحابک اجمعین السلام علیک ایها النبی ورحمة الله وبر کاته اشهد ان لااله الا الله وا شهد انک عبدهٗ ورسولهٗ وامینه وخشیر ته من خلقهٖ وا شهد انک بلغت الرّسالة و ادّیت الا ما نة ونصحت الا مة وجا هدت فی سبیل الله حق جها دہٖ وعبدت ربّک حتیٰ اتا ک الیقین فجزاک الله عنّا یارسول الله(ﷺ)افضل ماجزی نبیًا عن امته اللّٰهمّ صلےّ علیٰ سیّدنا محمّد وعلیٰ ال سیّدنا محمد کماصلّیت علی ابراهیم و علیٰ ال ابرا هیم انک حمید مجید وبارک علیٰ سیّد نا محمّد کما بارکت علیٰ ابراهیم وعلیٰ الٖ ابرا هیم انک حمید مجید اللّٰهمّ انک قلت وقولک الحق ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاءوک فاستغفر والله واستغفرلهم الرّسول لو جدوا الله توابًا رّحیمًا اللهم قد سمعنا قولک وا طعنا امر ک وقصد نا نبیک مستشفعین به الیک من ذ نوبنا اللّٰهم فتب علینا واسعد نابزیاد تهٖ وادخلنا فی شفاعته و قد جئناک یارسول الله ظالمین انفسنا مستغفرین لذ نوبنا وقد سما ک الله تعالیٰ بالرؤف الرحیم فا شفع لمن جآ ئک ظا لمًا لنفسهٖ معترفا بذ نبهٖ تا ئبًا الیٰ ربه و قد انشد هذه الابیات بعضهم وذ کرها فی رسائل المناسک :

یاخیرمن دفنت فی القاع اعظمه　　　فطاب من طیبهن القاع والاکم

نفسی الفداء لقبرانت سا کنه　　　فیه العفاف وفیه الجود والکرم

انت الشفیع الذی تر جی شفاعته

عند الصراط اذا مازلّت القدم

ویدعو لنفسه و لوالدیه و لمن احبّ بما احبّ فا لدّعا ء فی حضر ته مستجاب وقد ذکرنااداب الخروج الی المدینة وسلوک طریقها واداب دخولها و زیارته ﷺ وا داب الا قامة بهٰذا البلدة والطّیبة المطیّة بالتفصیل والتکمیل فی تاریخ المدینة المسمیٰ بجذب القلوب الیٰ دیار المحبوب فلیطلب ثمّهٗ .

ولنختم الرّسالة بذکررؤیتهٖ ﷺ فی المنام

وما فیها من الکلام والله الموفق و بیده ازمّة المرام ذکر فی مواهب اللدنیة ان من خصائص النبیﷺ ان من راه فی المنام فقدراه حقًافان الشّیطان لا یتمثل به ففی روایة قتادة عند مسلم من رأنی فی المنام فقدرای الحق وله ایضًا من حد یث

جابرؓ من رای فی المنام فقد رانی انہٗ لا ینبغی الشیطان ان یتشبہ بی وفی حدیث ابی سعید عند البخاری فانؔ الشیطان لایکوّنني ای لا یتکوّن کونی فحذف المضاف واومل المضاف الیہ بالفعل وفی حدیث ابی قتادة عند البخاری لا یترأای بی ومعناہ لایستطیع ان یتمثل بی یعنی ان اللہ تعالیٰ وان مکّنہ فی التصور فی ایّ صورة اراد فانہ لایمکنہ من لاتصور فی صورة النبی ﷺ فذھب جماعة الیٰ ان جحل ذلک اذ اراہ الرأی علیٰ صورة الکریمة التی کان علیھا حتیٰ انہٗ ضیق الا مربعضھم وقال لابدان یراہ علیٰ صورة التی قبض علیھاحتی یعتبرعدد الشعرات البیض التی لم تبلغ عشرین و عن حمّا د بن زُید انہ لما کان محمد یعنی ابن سیرین اذا قصّ علیہ رجل انہٗ رأیت النبی ﷺ قال صف لی الذی رأیتہٗ فان وصف لہ صفت لایو نھا قال قلت لا بن عباس رأیت النبیﷺ فی المنام قال لم ترہ وسندہ صحیح وقد اخرج الحاکم من طریق عاصم بن کلیب حدثنی ابی قال قلت لابن عباس رأیت النبی ﷺ قال صفہ لی قال فذکرت الحسن بن علیؓ فشبھتّہ بہ قال قد رأیتہ وسندہٗ جیّد لکن یعارضہ ما اخرجہ ابن عاصم من وجہ اخر عن ابی ھریرة ؓ قال قال رسول اللہ ﷺ من رأی فی المنام فقد رأنی فانیٔ اریٰ فی کل صورة وفی سندہ ابن التو مة وھو ضعیف لاختلاطہ وھو من روایة من سمع منہ بعد الاختلاط واللہ تعالیٰ اعلم قال القاضی ابو بکر بن العربی رؤیتہ ﷺ بصفاتہ المعلومة ادرک علی الحقیقة و رویتہ علیٰ غیر صفتہ ادراک للمثال فان الصواب ان الانبیاء لا تغیرھم الارض فیکون ادراک فانہ الکریمة حقیقة الصواب ادراک الصفات ادراک للمثال و قال القاضی عیاض لا یحتمل ان یکوُن المراد بقولہ فقد را ی اوفقد رای الحق ان من راٰہ علیٰ صوزة المعرو فة فی حیاتہ کانت رؤیاہ حقًا من راٰہ علیٰ غیرصورتہ کانت رؤیاہ تا ویل انتھیٰ وتعقبہ شیخ الاسلام بن حجر العسقلا نی فقال لم یظھر نی من کلام القاضی ماینافی ذلک بل ظاھر قو لہ انہ یراہ حقیقة فی الحالین فی الاول یکون الرؤ یا مما یحتاج الیٰ تعبیروالثانی ممایحتاج الی التعبیر ویلزم من قول ان لایکو ن رؤیتہ الا علیٰ صورتہ المومتان من راٰہ علیٰ غیر صفتہ یکو ن رؤیا من

اضغاث احلام ومن المعلوم انه يُرى فی النوم علیٰ حالة بخلاف حالة فی الدنیا من الاحوال اللاحقة ولم یمکن للشیطان من التمثل بشیٔ مما کان علیه اوینسب الیه عن ذلک فانه ابلغ فی الحرمة والیق بالعصمة کما عصم من الشیطان فی یقظة فالصحیح فی تأویل هٰذا الحدیث ان مقصودهٗ ان رؤیته فی کل حالة لیست باطلة ولا اضغاثابل هی احق فی نفسها ولورای علیٰ غیرصورته فصورتلک الصّور لیست من الشیطان فی یقظته فالصّحیح لی تأویل هٰذا الحدیث انّ مقصوده ان رؤیته فی کلّ حالة لیست باطلة ولو اضغاثًا بل هی احقّ فی احق فی نفسها ولورای علیٰ غیرصورته فصور تلک الصور لیست من الشیطان بل هو من قبل الله وهٰذا قول القاضی ابی بکربن الطیب وغیرهٗ ویؤیده قوله فقد رای الحق اشار الیه القرطبی وقال شیخ مشائخنا فی الحدیث الحافظ ابن الحجر الهیثمی والصواب کما قدمناه فی رؤیته علیه السّلام التعمیم علیٰ ای حال راٰه الرّائی بشرط ان یکون علیٰ صورته الحقیقة فی وقت ما سواء کان فی شبابه اورجولیته او کهولیته او اٰخرعمره وقد یکون لما خالفه ذلک تعبیر یتعلق بالرّائی کما قال بعض علماء التعبیر انّ من راٰه شبابًا فهو غایه حرب وقال ابو سعید احمد بن محمودبن نصرمن رای نبیاً علیٰ حاله وهیٔته فذلک دلیل علیٰ اصلاح الرائی وکمال جاهه وظفره علیٰ من عاداه ومن راٰه متغیر الحال عابسًا مثلاً فذلک دلیل علیٰ سوء حال الرائی وقال العارف ابن ابی حمزة من راٰه فی صورة حسنة فذلک حسنٌ فی دین الرائی وان کان فی جارحة من جوارحه شیٔ او نقص فذلک الخلل فی الرائی من جهة الدّین وقال هٰذا هو الحق وقد جرّب ذلک فوجد علیٰ هٰذا الاسلوب وبه تحصل الفائدۃ الکبریٰ فی رؤیاه حتیّ یتبیّن للرائی هل عنده من خلل اولانه علیه الصّلوٰة والسلام نورانی مثل المرأة الصّیقلة ماکان فالناظر الیها من حسن اوغیره تصور فیها وفی ذاتها علی احسن حال لا نقص فیها وکذلک یقال فی کلامه علیه الصّلوٰة والسّلام فی النوم انه یعرض علیٰ سنة فما وافقها فهوٌ حق وما خالفها فالخلل فی الرائی فرایا الذات الکریمة حقة والخلل انما هو فی سمع الرائی وبصره قال وهٰذا اخیر ما سمعته ذلک انتهیٰ قال العبد الضعیف اصلح الله حاله سمعت سیده الشیخ العارف بالله

عبدالو هاب بن ولی الله المتقی یقول سمعت سیدی الشیخ العارف بالله عالی بن حسام الدین المتقی یقول جاء من دیار مصر استفتا ء صورته ما تقول سادات العلماء والعرفاء فی رجل رای فی منا مه رسول الله ﷺ یأ مره ویقول له اشرب الخمر بماذا یعبّر ذلک فکتب کلّ من بلغ شیئاً واتی ماسخ من التا ویلات و الاشارات حتیٰ اذ أتی الشیخ العارف بالله المتبع المقتدین محمد بن عراق وکان شیخا قویًا متبعًا فی کمال التباع للسنة کتب فی جواب ان الرائی قد غلط حسّه فانه ﷺ قال له تشرب الخمر فغلطت حاسّته فو قع له انه یقول اشرب الخمر والله تعالیٰ اعلم واعلم انّهٗ قد وردفی حدیث اٰخرمن روا یة مسلم من رانی فی المنام فسیرانی فی الیقظة اوفکانمارانی فی الیقظة بدل قوله سیر انی ومثله وعند ابن ماجة وصححه الترمذی من حدیث ابن مسعودواختلفوافی تفسیر قوله فسیرانی فی الیقظة فقال ابن بطال یرید بقوله فسیرانی فی الیقظة تصدیق تلک الرّیافی الیقظة وصحتها وخروجها علی الحق ولیس المراد انه یراه فی الاٰ خرة لانه سیراه یوم القیامة فی الیقظة جمیع امّته من راٰه فی المنام ومن لم یراهٗ وقال لما ذری ان کا ن المحفوظ فکانمارانی فی الیقظة فمعناه ظا هروان کان المحفوظ فسیرانی فی الیقظة احتمل ان یکون اراد اهل عصرممن لم یهاجر الیه انه اذا راٰه فی المنا م جعل ذلک علامة علیٰ ان یراه بعدذلک فی الیقظة واوحی الله تعالیٰ بذلک الیه ﷺ وقیل معناه سیری تا ویل الرّ ؤیا فی الیقظة وصحتها واجاب القاضی عیاض باحتمال ان یکو ن رؤ یاه له فی النوم علی الصفة التی عرف بها ووصف القریب منه والشفاعة بعلو الدرجة و نحو ذلک من الخصوصیات قال ولا یبعدان یعاقب الله بعد المذ نبین فی القیا مة بمنع رؤیة نبیّه ﷺ وحملهٗ ابن ابی جمر ة علیٰ محمل اٰخر فذکر عن ابن عباسؓ اوغیره انهٗ راٰی النبیّ ﷺ فی النوم فبقی بعد ان استیقظ متفکرًافی هذا الحدیث فد خل علیٰ بعض امهات المؤ منین لعلها خا لته میمو نه فاخرجت له المراٰة الّتی کانت للنبیّ ﷺ فنظر فیهاصورة النبی ﷺ ولم یرصورة نفسه فالحاصل من الاجوابة خمسة

وجوه احدها انّهٗ علیٰ سبیل التشبیه والتمثیل اویدل علیه قوله علیه السلام فکانما
را نی فی الیقظة وثانیها ان معنا ہ سیرانی فی الیقظة تا ویلها بطر یق
الحقیقة و ثالثها انه خاص ّباهل عصره ممن اٰمن به قبل ان یراه فی المراٰة الّتی
کانت له ان امکنه ذلک قال الشیخ الحافظ ابن حجر وهذا من ابعد المحاصل
وخامسها انه یراه یوم القیامة بمزید خصوصیّة واللّٰه واعلم بالصواب والیه
المرجع والماٰب ۔

تذ ییل

فی ذکر نبذة من شهر الربیع الاٰ خرو مما یناسب ان یجعل تلوًا و تذ ییلاً لا حوال هٰذا
اشهر المکرم المفصّل اعنی شهر الرّبیع الاوّل ذکر شهر الربیع الاٰخرحصّنا اللّٰه فیه
بالفیض البا طن والظا هرومافیه من قضیة وفات سیدنا ومولانا قطب الفرد الغوث شیخ
الاسلام والمُسلمین غوث الثقلین الشیخ محی الدّین ابی محمد عبدالقادر الحسنی
والحسینی الجیلانی الحنبلی رضی اللّٰه وارضاہ عنا وذکره نبذة من الاختلاف فی یوم
وصوله الیٰ جناب الکریم المتعال والاشارة لماهو الراجح فیه من الاقوال فنقول قد
ذکر فی بهجة الاسرار الکتاب المشهور فی بیان احوال هٰذا الشیخ الکریم
المختاربروایة الثقاة من المشا ئخ الکبار وبین مصنف هٰذا الکتا ب وبین الشیخ
واسطتا ن فحسب انهٗ مرض فی رمضا ن ایا مًا عنده من المشا ئخ الشیخ علی بن الهیتی
والشیخ ابو احمد النجیب عبدالقا هر السّهروردی وا لشیخ ابُو الحسن الجو سقی
و غیرهم من المشا ئخ فجا ء شخص مهمّی السّمت علیه فقال السّلام علیک
یا ولی اللّٰه ان شهر رمضان جئتک اعتذر الیک مما قدّرعلیک فی ما
ودعک فهٰذا اخر اجتما عی الیک ثم انصرف فمات الشیخ لیلة السبت
تاسع من الرّ بیع الاٰ خر من السّنة الثا نیة ولم یدرک ، رمضا نًا اٰخرانتهیٰ ولقد
ذکرو ا فی منا قبه انه کان تا تی الیه المشهور قبل ان تحلّ فان کان فی قدر اللّٰه
تعالیٰ ان یکون فیه نقمة وسوء جا ء فی صورة منکرة وان کان فی قدراللّٰه تعالیٰ
ان یکو ن نعمة وخیرجاءه فی صورة جمیلة فقدذکرفی بهجة الاسرار
خلاصة المفاخرفی مناقب الشیخ عبدالقادرتالیف الشیخ العالم العارف

الامام عبدالله اليافعي تكمة كتابه روض الديار حسين انه، سيّد السّادات سيف الدّين عبدالوهّاب قالوا كنّا جلوسًا عند شيخنا الشيخ محى الدين عبدالقادر الجيلانى احرّ نهار الجمعه سلخ جمادى الأخر من ستة ستين ومائة وهو يتكلم فجآء شاب حسن الصورة وجلس الى الشيخ وقال السّلام عليك ياولى الله انا شهر رجب جئتك اهليك وما قدر ان يكون فى سوء عا على الناس قال فلم ير الناس فى شهر رجب ذلك الاخير افلما كان يوم الاحد سلخه جاء رجل كريه المنظر ونحن ايضاً عندهٔ فقال له السلام عيلك ياولى الله انا شهر شعبان جئتك وقد قدّر فى ان يكون فناء بغداد وغلاء بالحجاز وسيف بخراسان وكان كما قال قلت فبهذه الرواية يكون عرسهٔ تاسع الرّبيع الاخر وهٰذا هو الذى ادركنا عليه سيدنا الشيخ العالم العارف الكامل الشيخ عبدالوهاب القادرى المتقى المكى فانه قدس سرّهٗ كان يحافظ يوم عرسهٖ هٰذا التاريخ امّا اعتمادًا علىٰ هٰذا الرواية اوعلىٰ مارأى من شيخه الشيخ الكبير على المتقى ومن غيره من المشائخ رحمهم الله تعالىٰ وقد اشتهر فى ديارنا هٰذا اليوم الحادى عشر وهو المتعارف عند مشائخنا من اهل الهند من اولاده كذا ذكر شيخنا وسيّدنا السيّد البهى الرضى الوصى ابو المحاسن سيّدى الشيخ موسىٰ الحسنى الجيلانى بن الشيخ الكامل العارف المعظم المكرّم ابى الفتح الشيخ حامد الحسنى الجيلانى نقلا من الاولاد القادرية تصنيف المخدوم الاعظم الاكرم الامجد الافخم ولى الله بالاتفاق الذى يقال له المخدوم الثانى والشيخ عبد القادر الثانى قدس الله روحه ممّا نقل فيها عن ابائه الكرام رحمة الله تعالىٰ عليهم اجمعين وذكر الشيخ الامام عبدالله اليافعىؒ فى كتاب خلاصة المفاخر وفى تاريخه المشهور المسمّى بمرأة الجنان انّ وفاته فى شهر الربيع الأخر من سنة سيتن اواحدى وستين وخمس مائة ولم يعيّن اليوم وذلك اما لعدم علمه بذلك اول اختلاف وقع هنالك وقد يقال ان وفاته فى اليوم السابع عشر ولا اصل له والله تعالىٰ اعلم فان قلت هل

لهذاالعرف الذی شاء فی دیارنا فی حفظ اعراس المشا ئخ فی ایا م وناتهم
تهم اصل فان کان عندک علم بذلک فاذکره قلت قدسألت عن
ذلک شیخنا الامام عبد الوها ب المتقی المکی فاجا ب بان ذلک من
المشائخ عادا تهم لهم فی ذلک نیّات قلت کیف تعین ذلک الیوم دون
سائر الایّام فقال الضیافة مسنونة علی الاطلاق فاقطعوا النظرعن تعیین الیوم وله
النظائر کمصافحة بعض المشا ئخ بعد الصّلوة و کالا کتحال یوم عاشوراء فا نهٗ
سنة علی الاطلاق وبدعة من جهة الخصوصیّة ثم قال وقد ذکربعض
المتاخرین من مشائخ المغرب انّ القوم الذی وصلّوافیه الی جناب الغرّة
وخطائر القدس یرجیٰ فیه من الخیروالکرامة والبرکة النورانیة اکثراوفرمن
سائرالایام ثم طرق ملیّاثم رفع رأسهٗ فقال لم یکن فی زمن السّلف شئ من
ذلک وانّماهومن مستحسنات المتاخرین وَاللهُ تَعَالیٰ اَعْلَمْ ۔



شہر رجب

فی القاموس رجب فلانًاهابه وعظمهٗ رجبًاورجوبًا ورجبه وارجبه وٗمنه رجب لتعظیمهم
ایاه والجمع ارجاب ورجوب ورجبات محرکة والترجیب ذبح النّسائک فیه انتهیٰ
وفی النّهایة للجزری والترجیب التعظیم من رجب فلان مولاه عظمهٗ ومنه شهر رجب
لانهٗ کان یعظم ومنه رجب مضر الّذی بین جمادی وشعبان اضافوا الیٰ مضر لانهم
عظموهٗ و قوله بین جمادیٰ وشعبان تاکیدًا لانهم کانوا ینسئون ویؤخرون من شهر الیٰ
شهر فیتحول عن موضعه والعتیرة الرجبیّة ذبیحةٌ یذبحونها فی رجب انتهیٰ ویقال لهٗ
اصم فی القاموس الاصم رجب لانهٗ لا ینادی فیه یا فلان ویا صاحباه والنهایة وشهر
الله الاصم رجب اذ لا یسمع فیه صوت السّلاح لکونه شهرًا حرامًا وٗصف بوصف
الانسان الذی لا یسمع مجازًا قال العبد المؤلف عفا الله عنه وامّا المشهوربین بعض
الناس من انه انمایقال له الاصم لانهٗ یتصّمم نفسه یوم القیامة ولایشهدعلی النا س
مافعلوافیه من المعاصی والقبائح ویقول انهٗ اصم لا اسمع شیئاً ولذلک یقال شهرالله
لکونه مختلفًا بخلقهٖ سبحانهٗ وهوسرالعیوب علی العبادٗ فال اصل له ولاهومعقول لان
الاتصاف بصفة السّتاریة لایقتضی الاختصاص باصم لان ذلک انماهوفی ستر
الاقوال فقط والله اعلم ولم نجدفی جامع الاصول من واحلمن الصحاح السّت
حدیثاً واردًا فی فضل رجب الا انهٗ قد ذکر فی الجامع الکبیراحادیث فی فضلهٖ وفضل
العمل فیه وهی هذهٖ رجب شهرالله وشعبان شهری ورمضان شهر امتی رواه ابوالفتح بن
الفوارس فی امالیة عن الحسن مرسلاًان رجب شهر عظیم تضاعف فیه الحسنات من
صام یومًامنه کان کصیام سنة الرافعی عن سعید انّ رجب شهر اللّٰهٖویُدعی الاصم وکان
اهل الجاهلیة اذادخل رجب یعطلون اسلحتهم ویضعونها فکان الناس یامن السّبیل
ولایخافون بعضهم بعضاً حتیٰ ینقضی رواه فی شعب الایمان عن عآئشةؓ وقال رفعه
منکررجب شهر عظیم یضاعف الله فیه الحسنات فمن صام یومًا من رجب فکانما صام
سنّة ومن صام فیه سبعة ایام غلّقت علیه سبعة ابواب جهنم ومن صام منه ثمانیة ایام

فتحت له ثمانية ابواب الجنة ومن صام منه عشرة ايام ويسأل اللّٰه شيئاً الا اعطاه ومن صام منه خمسة عشر يومًا نادى منادٍ من السّمآء قد غفرلک مامضى فاستانف العمل ومن زادزاده وفى رجب حمل الله نوحًا فى السّفينة فصام رجب وامر من معه ان يصوموا فجرت بهم السفينة ستة اشهر اخر ذلک يوم عاشورا اهبط على الجودى فصام نوحٌ ومن معه والوحش شكرالله عزوجلّ وفى يوم عاشوراء فلق اللهالبحر لبنى اسرائيل وفى يوم عاشوراء تاب الله علىٰ ادم وعلىٰ يُونس وفيه ولدابراهيم رواه الطبرانى عن سعيد بن ابى راشلوفى رجب ويوم ليلة من صام ذلک اليوم وقال تلک الليلة كان لمن صام الدهر مائة سنة وقام مائة سنة وهولثلث بقين من رجب وفيه بعث الله تعالىٰ محمداًعليه الصلوٰة والسلام رواه البيهقى فى شعب الايمان وقال منكرعن سلمان الفارسى وعن خرشة بن الحرقال رأيت عمر بن الخطاب يضرب اكف الرجال فى صوم رجب حتىٰ يضعوهافى الطعام ويقول رجب ومارجب شهر يعظمه الجاهلية فلماجاء الاسلام ترک رواه ابن ابى شيبة والطبرانى فى الاوسط وعن ابى قلابة قال فى الجنة قصّر لوصام رجب رواه ابن عساكروعن عامر من شبل الجرمى قال سمعت رجلاًيحدّث انه سمع انسٌ بن مالک يقول فى الجنة قصر لايدخله الاصوّام رجب رواه ابن شاهين فى الترغيب ان فى الجنة نهرايقال له رجب اشد بياضامن اللبن واحلى من العسل من صام يومًا من رجب سقاه الله من ذلک النهررواه الشيرازى فى الالقاب وروٰه البيهقى فى شعب الايمان عن انسٌ صوم اوّل يوم رجب كفارة سنين والثانى كفارة سنيتين والثانى كفارة ستة ثم كل يوم شهرروٰه ابو محمد الخلال فى فضائل رجب عن ابن عباس وفى رجب ليلة تكتب للعامل فيها حسنات مائة سنة وذلک لثلث بقين من رجب فمن صلى اثنتى عشرركعة يقرأفى كل ركعة فاتحة الكتاب وسبحان الله والحمد لله ولااله الا الله والله اكبر مائة مرة ويستغفرالله مائة مرة ويصلى على النبى عليه الصلوٰة والسلام مائة مرة ويدعو النفسه ماشاء من دنياه واٰخرته ويصبح صائما فان الله تعالىٰ يستجيب دعاءه كله الاان يدعوافى معصية رواه البيهقى فى شعب الايمان عن ابان عن انس وقال هو اضعف من الذى قبله وعن انسٌ انّ رسول الله عليه الصلوٰة والسلام كان اذا دخل رجب قال اللهم بارک لنافى رجب وشعبان وبلغنا رمضان رواه ابن

عساکرفی تاریخه وابن النجار و زادابن عساکر و کان اذا کانت لیلة الجمعة قال لیلة غراء واذاکان یوم الجمعة قال هذا یوم ازهر وفی تنزیل الشریعة فی الاحادیث الموضوعة حدیث فضلُ رجب علیٰ سائر الشهور کفضل القران علیٰ سائر الکلام رواه الدیلمی عن انس ولم یبیّن علّته وفیه من لایعرف وفی تبیین المحب للحافظ ابن حجر هذا الحدیث بزیادة اللفظ فضل رجب علیٰ سائر الشهور کفضل محمّدﷺ علیٰ سائر الانبیاء علیهم السلام وفضل رمضان علیٰ سائر الشهور کفضل الله تعالیٰ علی عباده قال الحافظ ابن حجر رواه السّلفی واسانیده ثقاة الاهبة الله السقطی فهو الأیة والله تعالیٰ اعلم حدیث فی یوم ولیلة من صام ذلک الیوم وقام تلک اللّیلة کان له الاجر کمن صام مائة سنة وهی لثلث بقین وفیه بعث الله محمّداﷺ رواه الدیلمی عن سلمان فیه خالد بن هیاج متروک له احادیث مناکیر کثیرة والحمل فیه علیٰ ابن خالد فهو الأفة فی هذه الحدیث وفی فوائد هنادالنسفی باسناد منکر عن انسؓ مرفوعاً بعث نبیًّافی السابع والعشر بن من رجب من صام ذلک الیوم ودعاعن افطاره کانت کفارة عشر سنین وفی جزع ابی محاذ الشاة المروزی فی فضائل رجب لعبد العزیز الکتانی من ضمرة عن ابن شورب عن مطر الورّاق عن شهر بن حوشب عن ابی هریرةؓ موقوفاً من صام یوم سبع وعشرین من رجب کتب الله له صیام ستین شهر والیوم الذی هبط فیه جبرئیل علی محمدﷺ بالرسالة وهذا مثل ماوردفی هذا المعنی حدیث من صام یوم من رجب وقام لیلةمن لیاله بعثه الله تعالیٰ امناً یوم القیامة ومرّعلی الصراط وهویهلل ویکبر الحدیث رواه الدّارمی عن جابر من طریق اسمٰعیل بن یحییٰ التیمی حدیث من احیاء لیلة من رجب وصام یوما منه اطعمه الله تعالیٰ من اثمار الجنة وکساه الله تعالیٰ من حلل الجنة وسقاه الله تعالیٰ من الرحیق المختوم رواه الدارمی عن الحسین بن علیٰ فیه حصین بن مخارق حدیث رجب من الاشهر الحرم وایامه مکتوبة علیٰ ابواب السّماء السّادسة فاذاصام الرجل منه یوماوجودصومه بتقوی الله نطق الباب ونطق الیوم فقالا یارب اغفرله واذالم یتم صومه بتقوی اللّٰهلم یستغفرله وقال خلعتک نفسک رواه ابن شاهین والدارمی عن ابی بهنعید وفیه اسمٰعیل التیمی حدیث رجب شهرالله الاصم المنثر الذی افرده الله نفسه فمن صام فیه یوماً ایماناً

واحتسابًا استوجب رضوان الله الاكبر وشهر رمضان شهر امتی ترمض فيه ذنوبهم فاذا صام عبد مسلم ولم يكذب ولم يغتب وفطره طيب خرج من ذنوبه كما تخرج الحية من سلخها رواه الحاكم فی تاريخه عن ابی سعيد فيه ابو هارون العبدی وعصام ابن طليق ليس بشیء قلت لعل الأفة ابو هارون فانهم كذبوه حتیٰ قال بعضهم هو اكذاب من فرعون حديث عن ابی الدكاء قد سأله رجل عن صيام رجب فقال سألت عن شهر كانت الجاهلية تعظمه ومازاده الاسلام الافضلاً وتعظيماً ومن صام منه يومًا تطوعًا محتسبا به ثواب الله عنه يبتغی لوجه الله مخلصًا اطفأصومه ذلك اليوم غضب الله تعالیٰ عليه واغلق عنه بابًا من ابواب النار ولو اعط ملأ الارض ذهبًا ماكان ذلك جزاء له ولا يستكمل اجره بشیء من الدنيا دون يوم الحساب وله اذا امسی عشر دعوات مستجابات فان دعاه بشیء من عاجل الدنيا اعطاه له وادخر له الخير كا فضل مادعا داع من اولياء الله واحبائه واصفيائه ومن صام يومين كان له مثل ذلك وله مع ذلك اجر عشرة من الصديقين فی عمرهم بالغة مابلغت ومن صام ثلثة ايام كان له مثل ذلك وقال الله عزوجل عند افطاره لقد رجب حق عبدی هذا وجبت له محبتی ولايتی اشهدكم يا ملائكتی انی قد غفرت له ماتقدم من ذنبه وماتاخر ومن صام اربعة ايام كان له مثل ذلك ويبعث يوم القيامة ووجهه مثل القمر ليلة البدر ويكتب له عدد من عالج حسنات ويدخل الجنة ويقال تمن علی الله ماشئت ومن صام ستة ايام كان له مثل ذلك ويعطی نورا يستضیء به اهل الجمع يوم القيامة ويبعث فی الأمنين حتیٰ يمرّعلی الصراط بغير حساب ويعافی من عقوق سبعة ايام كان له مثل ذلك وتغلق له سبعة ابوب جهنم وحرمه الله علی النار واوجب له الجنة يتبوّامنها حيث يشاء ومن صام ثمانية ايام كان له مثل ذلك ورفع كتابه فی اعلیٰ علّيين ويبعث يوم القيامة من الأمنين ويخرج من قبره نور ووجه يتلألا يشرق لاهل الجمع حتیٰ يقولون هذا نبی مصطفیٰ فان ادنی مايعطی ان يدخل الجنة بغير حساب ومن صام عشرة ايام فبخ بخ له مثل ذلك وعشرة اضعافه وهوممن يبدل الله سياته حسنات ويكون فی المقربين لله بالقسط كمن عبد الله الف عام صائمًا قائماً صابراً محتسبًا ومن صام عشرين يومًا كان له مثل ذلك وعشرون ضعف وهو ممن يزاحم ابراهيم عليه السّلام فی قبته

ویشفع فی مثل ربیعة ومضر کلهم من اهل الخطایا والذنوب ومن صام ثلثین یوما کاملا کان له مثل ذلک وثلاثون ضعفًا وناداه منادمن السماء ابشریاولی الله بالکرامة العظمیٰ وانظر الیٰ وجهه الله الجلیل فی المرافقة النبیّن والصّدیقین والشهدآء والصّالحین وحسُن اولئک رفیقا طوبیٰ لک طوبیٰ لک ثلث مرّات غدًا اذاکشف العطاءُ فافضیت الیٰ ختم ثوب زبک الکریم فاذانزل به الموت سقاه ربه عنده خروج نفسه بشربة من حیاض الفردوس حتیٰ لا یجد للموت المًا فظّل فی قبره ریان حتیٰ یردحوض النبی ﷺ فاذاخرج من قبره اتاه سبعون الف ملک معهم النّجاتب من الدّروالیاقوت ومعهم ظرائف الحلی والحلل، فیقول یاولی الله التجاالیٰ ربک الّذی اظمات له نهارک وانحلت له جمسک فهواول الناس دخولاجنات علیٰ یوم القیامة مع الفآئزین الّذین روضواعنه وذلک هوالفوز العظیم فان کان لکل یوم یصومه صدقة علیٰ قدرقوته فتصدّق فیها فهیهات لواجتمع جمیع الخلائق علیٰ ان یقدروا قدرمااعطیٰ ذلک العبدمن الثواب رواه ابن شاهین فی الترغیب عن مکحول وفی اسناده ظلمات بعضها فوق بعض وفیه داؤد بن المحبروهوالمتهم به وسلیمان بن الحکم ضعفوه والعلاٰ بن الکثیر مجمع علیٰ ضعفه قال الحافظ ابن حجر فی تبیین العجب هذاحدیث موضوع ظاهراً الوضع قبح الله من وضعه فوالله لقد قف شعری من قراءته فی حال کتابته والمتهم به عندی داؤد بن المحبروالعلاء ابن خالد فکلاهما قد کذب ومکحول لم یدرک اباالدّرداء ولایم الله ماحدث به مکحول قط

حدیث عن انس قال خطب بنا رسول الله ﷺ قبل رجب بجمعة فقال یا ایّها الناس انه قد اظلکم شهر عظیم رجب شهر اللّٰہ الاصم تضاعف فیه الحسنات وتستجاب فیه الدعوات وتفرّج فیه الکربات لایودللمؤمن فیه دعوة فمن اکتسب فیه خیراً فضوعف له فیه اضعافامضاعفة والله یضاعف لمن یشاء فعلیکم بقیام لیله وصیام نهاره فمن صلی فی یوم فیه خمسین رکعة ماتیسر من القران اعطاه الله من الحسنات بعددالشفع والوتر وبعددالشعروالوبر ومن صام فیه یوما کتب الله له به صیام سنة ومن خون فیه لسانه لقنه الله حجة عند مسألة منکرونکیر وَمن تصدق فیه بصدقة کان بها فکاکه من فتنة النارومن وصل فیه رحمة وصلی الله فی الدنیا والأخرة ونصره علیٰ اعدائه ایام

حیاته ومن عادفیه مریضا امر الله کرم ملائکته بزیارته والتسلیم علیه ومن صلی فیه علیٰ جنـاز ة فکـانما احییٰ مؤودة ومن اطعم فیه مؤمنافیه طعامًا اجلسه الله یوم القیامة علیٰ مائدة علیها ابرهیم علیه السّلام ومحمد ﷺ ومن سقیٰ فیه شربة من ماء سقا الله تعالیٰ مـن الرحیق المختوم ومن کسا فیه مؤمنًا کساه الله الف حلة من حلل الجنة ومن اکرم یتیـمًا وامـره یـده علـیٰ راسـه غـفـر الله له بعدد کل شعرة مستها یدهٗ ومن استغفر الله عـزوجـل فیـه مرّ ة واحـدة غفر الله لهٗ به ومن سبح الله فیه تسبیحه اوهلّلة تهینه کتب عـندالله من الذاکرین الله کثیراً والذاکرات ومن ختم فیه القرآن مرة البس هووالده کل واحـد منـهـم تـاجـامـکـلّـلا بـالـلـؤلـووالـمـرجان وامن من فزع یوم القیامة رواه ابن عسـاکـروقال منکر بمرة وفی تبیین العجب هوموضوع انتهی فهٰذه احادیث ذکرت فیـما حضرعندنا من الکتب ولم یصح منها علیٰ ما قالوا شئ وغایتها الضعیف وجلّها مـوضوع والله تعالیٰ اعلم وممّا اشتهرفیما بین الناس فی هٰذا الشهر لیلة الرغائب وهی اول لیـلة جـمـعة مـنـه وللمشائخ فیها صلوٰة مشهورة فیما بینهم والمحدثون انکروها اشـد الانـکـار حتـی قـال الامـام محی الدین النووی وهٰذه عبارته واماصلوة الرغائب وصٰلوة لیلة النصف من الشعبان فلیستٰا بسنتین بل هما بدعتان قبیحتان مذ مومتان ولا تـغـتـر بـذکـرابی طالب المکی لهما فی قوت القلوب ولا بذکرحجة الاسلام الغزالی لهـمافی احیاء علوم الدین ولابالحدیث المذکورین هما فان ذلک باطل وقد صنف عبـد الـعـزیـزبـن عبـد الـسـلام کتاباً نفیساً فی ابطالها فا حسن فیه واجاد واطال الامام الـمـذکور فی فتاواه ایضاذ مهما تقبیحهماوانکارهما فقال وینبغی ترکهما والاعراض عـنهـمـا والانکار علیٰ فاعلیهما وعلیٰ ولیّ الامروفقه الله سبحانه منع الناس فی فعلهما فانه راعٍ وکل راع مسؤل عن رعیته وصنف بعض العلماء کتبا فی انکار هما وذمهما وتسفیة فـاعـلیـهـمـا وقـال الشیـخ شهـاب الدّین احمد بن حجرالمکی الهیثمی هذا مذهبنا و مـذهـب الـمـالـکیة واخرین من الا ئمة ومذهب اکثر علماء الحجاز و مذهب فقهاء الـمـدینة وقـد صـنف الشیـخ الـمـذکور کتابا فی هذا الشان وفیه حدیث من صلی لیلة سبع وعشـریـن مـن رجـب ثنتی عشرة رکعة وذکر کیفیها ثم اصبح صائما ثم ذکر انها اللیلة التی بعث فیها محمّد ﷺ حدیث مـوضوع وله طرق اخری فیه زیادة وفی سندها متهما ان

بالكذب وفيه حديث رجب شهر الله وشعبان شهرى ورمضان شهر امتى وان رجب شهر مخصوص بالمغفرة وحقن الدمآء وان من صامه استوجب مغفرة جميع ماسلف الىٰ غير ذلک من الفضائل حديث كذبٌ موضوعٌ مختلف وقد جمع الشيخ فيه كثيراً من الصلوٰت التى ليست من السنته فى شئ بل هى بدعٌ منكرة وزعم العوام انها سنة والاصل المعوّل عليه فى هذا الباب ماصح عنه ﷺ لاتخصّوا ليلة الجمعة بقيام من بين الليالى ولاتخصوا يوم الجمعة بقيام من بين الايام الاان يصوم احدكم بورديوامثاله ممّايدل علىٰ انهابدع منكرة مخالفة لماتقرّر عليه السنة والله تعالىٰ اعلم قال العبدالضعيف اصلح الله حاله وجعل الىٰ كل خيرماله هذا ماذكره المحدثون علىٰ طريقهم فى تحقيق الاسانيد ونقل الاحاديث وعجبًا منهم ان يبالغوا فى هذاالباب هذه المبالغة ويكفيهم ان يقولوا لم يصح ذلک عندنا واعجب من الشيخ محى الدين النووى مع سلوكه طريق الانصاف فى الابواب الفقيهة وعدم تعصبه مع الحنيفية كماهوداب الشا فعية فمانحن فيه اولىٰ بذلک لنسبته الى المشائخ العظام والعلماء الكرام قدس الله اسرارهم هذاوقد ذكر صاحب جامع الاصول فى كتابه حديثًا من كتاب رزين مع ان موضوع ذلک الكتاب لجمع احاديث الكتب الستة المسماة بالصحاح الستّ واذالم يجد فى هذه الكتب حديث فى ذلک اوردهٗ من كتاب اٰخر استيفاء وتكميلا وقال عن انس ان رسول الله ﷺ ذكر صلوٰة الرغائب وهى اوّل ليلة جمعة من رجب فصلى فيها بين المغرب والعشاء ثنتى عشر ركعة بست تسليمات كل ركعة بفاتحة الكتاب والقدر ثلثاوقل هوالله احد ثنتى عشرة مرة فاذافرغ من صلوٰ ة قال اللهم صلى علىٰ محمّد ن النبى الامى وعلىٰ اله بعد ماسلم سبعين مرة ثم سجد سجدة وقال فى سجوده سبّوح قدوس رب الملائكة والرّوح سبعين مرّة ثم رفع راسهٗ وقال رب اغفر وارحم وتجاوزعماتعلم انک انت العلىّ الاعظم وفى رواية اخرىٰ الاعز الاكرم سبعين مرّة ثم سجدوقال مثل ماقال فى السّجدة الاولىٰ ثمّ سال الله وهوساجد حاجته فان الله لايردسائله قال صاحب جامع الاصول وهذا مماوجدته فى كتاب رزين ولم اجده فى واحد من الكتاب الستة والحديث مطعون فيه وقدوقع فى كتاب بهجة الاسرار ذكر ليلة الرغائب فى ذكرسيدناوشيخنا القطب ربانى

والغوث الصمدانی الشیخ محی الدین عبدالقادر الحسنی الجیلانی قدس سره قال اجتمع المشائخ وکانت لیلة الرغائب الیٰ اٰخر ماذکر من الحکایة ایضاً انه نقل عن الشیخین القلوتین الشیخ عبد الوهاب والشیخ عبد الرزاق انهما قالا بکر الشیخ بقابن بسطو صبیحة یوم الجمعة الخامس من رجب سنة ثلث واربعین وخمس مائة الیٰ مدرسة واللدنا الشیخ محی الدین عبد القادر وقال لنا الاٰ سالتمونی عن سبب بکوری الیوم انی رأیت البارحة نوراً اضاءت به الاٰفاق وعم اقطار الوجود ورأیت اسرار ذوی الاسرار. فمنها ما یتصل به ومنها مایمنعه مانع من الاتّصال وما اتّصل به سر الا تضاعف نوره فتطلبت ینبوع ذلک النور فاذاهو صادر عن الشیخ عبد القادر فاردت الکشف عن حقیقته فاذاهو نور شهود قابل نور قلبه وتقارح هذان النوران وانعکس ضیاء هما علیٰ مرة حاله واتصلت اشعة المتقادمات من محط جمعه الیٰ وصف تفرقته فاشرق بها الکون ولم یبق ملک نزل تلک الیلة الا اتاه وصافحهٗ واسمهٗ عندهم الشاهد والمشهود قالا فاتیناهٗ وقلناله اصلیت اللیلة صلوٰة الرغائب فانشد.شعر:

اذانظرت عینی وجوه حبائبی ! فتلک صلوٰتی فی لیالی الرغائب
وجوه اذامااستبصرت عن جمالها اضاءت له الاکوان من کل جانب
ومن لم یوف الحب مایستحقه فذلک الذی لم یأت قطّ بواجب

وذکر فی تنزیه الشریعة فی الاحادیث والموضوعة حدیث انس بن مالک مرفوعًا رجب شهر الله وشعبان شهریؐ ورمضان شهر امّتی قیل یارسول الله مامعنی قولک رجب شهر الله قال لانه مخصوص بالمغفرة الحدیث وفیه لاتغفلوا عن اوّل لیلة جمعة من رجب فانها لیلة تسمیة الملائکة الرغائب وفیه لاتغفلوا عن اوّل لیلة جمعة من رجب فانها لیلة تسمیة الملائکة الرغائب وفیه مامن احد یصوم یوم الخمیس من رجب ثم یصلیّ فیما بین العشاء والعتمة یعنی لیلة الجمعة ثنتی عشرة رکعة وسباق الحدیث فی صفة الصلوٰة قال وفیه علی ابن عبد الله قال ابن الجوزی اتهموه به ونسبوه الی الکذب وسمعت شیخنا یقول رجالًا مجهولون فقتشت عنهم جمیع الکتب فمادونهم وزادبل لعلّهم یخلقوا قال الحافظ العراقی فی امالیه قد تساهل الحافظ ابو الفضل محمدبن ناصر السلامی فی ایراده هذا الحدیث فی المجلس الرابع

عشر من امالی ابن حسین وقوله انه حسن غریب؛ حدیث انسؓ مرفوعًا من صلی
المغرب اول لیلة من رجب ثمّ صلی بعدها عشرین رکعة الحدیث واخره وجاز علی
الصراط کالبرق بغیر حساب ولاعذاب رواه الجوز قانی وفیه مجاهیل حدیث من
صام یومًا من رجب وصلی فیه رکعتین یقرأفی اول رکعة مائة مرّة اٰیة الکرسی وفی
الرکعة الثانیة مائة مرّة قل هو اللّٰه احد لم یمت حتیٰ یری مقعده من الجنة قال ابن الجوزی
فیه مجاهیل ومتروک وحدیث من صلی لیلة سبع وعشرین من رجب ثنتی عشرة
رکعة یقرأفی کل رکعةٍمنها بفاتحة الکتاب وسورة فاذا فرغ من صلوٰة قرأفاتحة
الکتاب سبع مرات وهو جالس ثم قال سبحان اللّٰه والحمدللّٰه ولااله الاّ اللّٰه واللّٰه اکبر
ولاحول ولاقوّة الاباللّٰه العلیّ العظیم اربع مرّات ثم اصبح صائما حط اللّٰه عنه ذنوب ستین
سنة وهی اللیلة الّتی بعث فیها محمّدﷺ هٰذا الحدیث عزاه ابن حجر الی موضوعات
ابن الجوزی ولایوجد فیهافلعلـه فی بعض المسخ دون بعض وقال الحافظ ابن حجر
روینا من حدیث انس مرفوعًا فی رجب لیلة یکتب للعامل فیها حسنات مائة سنة
وذلک لثلث بقین من رجب فمن صلّی فیها اثنتی عشرة رکعة یقرأفی کل رکعة
فاتحة الکتاب وسورة من القراٰن یتشهدفی کل رکعتین ویسلم فی اٰخرهن ثمّ یقول
فی اٰخرهن سبحان اللّٰه والحمد للّٰه ولااله الااللّٰه واللّٰه اکبر مائة مرّة ویستغفرمائة مرة
ویصلی علی النبیﷺمائة مرّة ویدعوابماشاٰء من امر دنیاه ویصبح صائمًافان
اللّٰهیستجیب دعاه کله الاّ ان یدعوه فی معصیته رواه البیهقیّ ومتهمان اعلم انهٗ قداشتهر
فیما بین الناس بدیار العرب ان معراجهﷺ کان لسبع وعشرین من رجب وموسم
الرجبیة فیه متعارف بینهم قریباً من موسم الحج یأتون لزیارة النبیﷺ من البلاد النائیة
ومن کل واد بعید وفجّ عمیق ویقال ان هٰذاالقول غیرصحیح انه کان لسبع عشرة من
رمضان اومن الربیع الاول بمکة فی السنة الثانیة من البعثة عشرمن البعثة ثم اعلم
انالم نجد فی کتاب الاحادیث الااثباتاً ولانفیاًما اشتهر بینهم من تخصیص
الخامس عشر من رجب بالتعظیم والصوم والصّلوٰة وتسمیته بیوم الاستفتاح
وتسمیته بمریم روزه واللّٰه تعالیٰ اعلم. ومما کان ابتداء الاسلام ثم نسخ علیٰ
قول الجمهور والعتیرة بفتح العین المهملة وکسر المثاة الفرقانیة علیٰ وزن

الکریمۃ والعتیرۃ شاۃ تذبح فی شھر رجب وکان فی صدر الاسلام ثمّ نسخ ونقل الطیبی ان ابن سیرین کان یذبح العتیرۃ فی شھر رجب وھٰذا یشعر بان المنسوخ وجوبھا واللہ اعلم اخرج البخاری ومسلم عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ وقال لافرع ولاعتیرۃ قال الراوی الفرع اوّل وفی حدیث الترمذیّ وابی داؤدو النّسائی وابن ماجۃاتی رسول اللہ ﷺ بعرفۃ فسمعتہ یقول یاایّھا الناس ان علیٰ کلّ اھل بیت فی کل عامٍ اضحیتہ وعتیرۃ ھل تدرون ماالعتیرۃ ھی التی تسمونھا الرجبیۃ قال الترمذی ھٰذا حدیثٌ غریبٌ ضعیفٌ الاسنادوَقال ابو داؤدو العتیرۃ منسوخۃ وقد جاءت العتیرۃ بمعنی الذبیحۃ التی تذبح للاصنام والمرادھناالمعنی الاوّل۔



شہر شعبان

فی القاموس شعبان شہرًامعروف الجمع شعبانات وشعابین من تشعب تفرق کانشعب وفی الحدیث انما سمی شعبان لانہ تشعب فیہ خیر کثیر للصآئم فیہ حتیٰ یدخل الجنّۃ رواہ الرافعی فی تاریخہ عن انسؓ والکلام فی ھٰذا الرسالۃ علیٰ ثلٰث مقالات.

المُقالۃ الاُولیٰ

فیماوردفی فضل شہر شعبان والصّیام فیہ مطلقًا من غیر تخصیص بلیلۃ النصف منہ احادیث الکتب السنۃ شعبان بین رجب وشہررمضان یغفل الناس عنہ یرفع فیہ اعمال العباد فاحب ان لایرفع عملی الاواناصائم رواہ البیہقی فی شعب الایمان عن اسامۃ شعبان شہریؐ و رمضان شہر اللّٰہ رواہ الدیلمی فی فردوس الاخبار عن عآئشۃؓ وعن انسؓ قال کان رسول اللّٰہ ﷺ اذادخل رجب قال اللھم بارک لنا فی رجب وشعبان وبلّغنا رمضان رواہ ابن عساکر وابن النجاروعَن عآئشۃ قالت کان رسول اللّٰہ ﷺ اذادخل رجب یصوم حتیٰ نقولُ لایفطرویفطرحتیٰ نقول لایصوم ومارأیت رسول اللّٰہ ﷺ استکمل صیام شہر قط الاّ رمضان ومارأیتہ فی شہر اکثر منہ صیامًا فی شعبان وفی روایۃ ابی سلمۃ قال سئلت عائشۃ عن صیام رسول اللّٰہ فقالت کان یصُوم بیوم شعبان الاقلیلا اخرج الاولیٰ البخاری ومسلم والمؤطاوابوداؤدواخرج الثانیۃ مسلم والنسائی وفی روایۃ الترمذیؔ قال مارأیت النبیؐ ﷺ فی شہر اکثر صیامامنہ فی شعبان کان یصومہٗ الاقلیلاً بل کان یصومہ کلّہٗ فی روایۃ اخری لابی داؤد قالت کان احب الشہورالی رسول اللّٰہ ﷺ ان یصومہ شعبان یصلہ برمضان واخرج النسائی ایضاً روایۃ الترمذی وابوداؤد وللنسائی ایضاً قالت کان رسول اللّٰہ ﷺ یصوم شعبان وفی روایۃ اٰخری لہ کان رسول اللّٰہ ﷺ یصوم حتیٰ نقول لایفطر ویفطر حتیٰ نقول لایصوم وکان

يصوم شعبان اوعامة شعبان اوعامة شعبان وفی روایة أخری له کان رسول الله ﷺ یصوم حتیٰ نقول الاقلیلاً وفی روایة اخریٰ کان یصوم شعبان کلہ وفی روایة البخاری ومسلم قالت لم یکن النبی ﷺ یصوم شهر اکثرمن شعبان فانه کان یصوم کلـه وکان یقول خذوامن العمل ماتطیقون فان الله لایملّ حتیٰ تملّوا الحدیث وعن ابی هریرة نحوه وقال ابوداؤد دنادابو هریرهؓ کان یصومهٗ الاقلیلاً بل کان یصومه کله وعن ام سلمةؓ قالت مارأیت رسول الله ﷺ یصوم شهرین متتابعین الاشعبان ورمضان اخرجه الترمذی وعندابی داؤدلم یکن یصوم من السنته شهرقامة الاشعبان کان یصله برمضان واخرج النسائی الروایتین وله فی أُخری مارأیته یصوم شهرین متتابعین الاانه کان یَصل شعبان برمضان وعن اسامة قالت کنت یارسول الله لم ارک تصوم من شهر من الشهوز ما تصوم من شعبان قال ذلک شهر یغفل الناس عنه بین رجب ورمضان وهو شهر یرفع فیه الاعمال الیٰ رب العالمین فاحب ان یرفع عملی واناصائم اخرجه النسائی احادیث من غیرهامن الکتب وفیه احادیث ابوالحسن البکویؒ شعبان بین رجب ورمضان یغفل الناس عنه برفع اعمال العباد فاحب ان لایرفع عملی الاوانا صائم رواه البیهقی فی شعب الایمان وعن عطاء ابن یسارقال لم یکن رسول الله ﷺ فی شهر اکثر صیامامنه وفی شعبان وذلک انه تنسخ فیه اجال من یموت فی السنة وعن اسامة شعبان شهری ورمضان شهرالله رواه الدیلمی فی مسند الفردوس وعن عائشة ان امرأة ذکرت لها انها تصوم رجب فقال ان کنت صائمة شهر لامحالة فعلیک بشعبان فان فیه الفضل رواه ابن زنجویة وعنها قالت لم یکن رسول الله ﷺ فی شهر اکثر صیامامنه فی شعبان لانه تنسخ ارواح الاحیاء فی الاموات حتی ان الرجل یتزوج وقد وقع اسمه فیمن یموت وان الرجل لیحج وقد وقع فیمن یموت وعنها ان النبی ﷺ کان یصوم شعبان کله فسألته قال ان الله یکتب فی شعبان کل نفس میتة تلک السنة فاحب ان یأتی اجلی واناصائم والمعنی یأتی کتابة اجلی وفیه ان کتابة اجله اذا کانت فی زمن عبادة تلبس بها لمکتوب اجله یرجی الموت علی خیروان اولی تلک العبادات الصو

كذاقاله الشيخ الامام ابوالحسن البكری یدل علیه ماروی عنها انها قالت کان رسول اللہ ﷺ یصوم شعبان کلـه حتیٰ یصلـه برمضان ولم یکن یصوم شهـرًا تامًا الاشعبان فقلت یارسول اللّٰہ ان الشعبان لمن احبّ الشهور الیک قال یاعـائشة انـه لیـس نـفـس تـموت فی سنة الاکتب اجلها فی شعبان فاحب ان یکتـب اجلـی وانـافی عبادة ربی وعمل صالح وعنها ایضاً قال النبی ﷺ انه یکتـب فیـه یعنی شعبان لملک الموت من یقبض فاحبّ ان لا ینسخ اسمـی الاوانـا صائم وقدروی عن عائشة ان النسخ یکون فی لیلة النصف ولیس اللیل محل الصّوم فالمعنی ان اللّٰہ یعید برکة علی برکة الصوم علیٰ وقت الکتابة من اللـیـل ویـحتمل ان یکون الکتابة نهاراًوتسلم الصّحیفة للملک لیلا کماجاء فی حدیث اخررواه ابن ابی الدنیا وعن عطاء ابن یسار قال اذاکان لیلة النصف مـن شعبـان دفع الیٰ ملک الموت صحیفة فیقال اقبض من فی هٰذه الصحیفة فـان العبد لیفرش الفراش وینکح الازواج ویبنی البنیان وان اسمه قد نسخ فی الـموتیٰ وروی الدیلمی عن ابی هریرةؓ تقطع الاجال من شعبان الیٰ شعبان حتی ان الـرجـل لیـنـکح ویولد له وقد خرج اسمه فی الموتی وروی عن عثمان بن المغیرة بن الاخنس مثله.

المقالة الثانية

فیـمـاورد فـی فضل لیلة النصف من شعبان بخصوصها عن عکرمة فی قول اللّٰہ سبحانه فیها یفرّق کل امرٍ حکیمٍ قال فی لیلة النصف فی شعبان یبرم امر السنة ویـنـسـخ الاحیاء ویکتب الحاج فلایزادفیهم احد ولاینقص منهم احدرواه ابن جریروابن المنذر وابن ابی حاتم ذهب اکثر اهل العلم الیٰ ان ذلک یکون فی لیلة القـدر والابتـداء فیـه یـکون من اللّیلة النصف من شعبان وعن القاسم بن محـمّـد ابی بـکـر الـصدیقؓ عن ابیه وعن عمه عن جده ابی بکر الصّدیقؓ عن النبی ﷺ قـال یـنـزل اللّٰہ تـعالیٰ الی السّماء الدنیا لیلة النصف من شعبان فیغفر لـکـل شیٔ الالـرجـل مشـرک اوفـی قلبه شحناء رواه البیهقی وعن علیؓ عن النبی ﷺ اذاکـان لیـلة الـنـصـف من شعبان فقومو الیلها وصوموا نهارها فان اللّٰہ

ينزل فيها الغروب الشمس الى السّماء الدنيا فيقول الامن مُستغفرٍ فاغفرله الامن مُسترزقٍ فارُزقه الامن متبلى فاعافيه الا كذاالا كذاحتىٰ يطع الفجررواه ابن ماجة والبيهقى قال العبد الضعيف نزول اللّٰہتعالیٰ الى السماء الدنيا يكون فى كل ليلة ولٰكن يختص ذلك بالثلث الاخيروفى ليلة النصف من شعبان يكون من غروب الشمس الى الفجرولاينحصر ذلك فى الثلث الاخيروهٰذا من فضل هٰذه الليلة وفى الحديث ان الله اعدلعباده فى هٰذه الليلة عطاء عظيمالم يعلمنابه لقوله ﷺ الا كذاالا كذاحتى يطلع الفجر كذاقالوا وعن نوفل البكالى ان عليا خرج ليلة النصف من شعبان فاكثرالخروج فيها ينظرالى السّماء الدنيا فقال انّ داؤد عليه السلام خرج ليلة فى مثل هٰذه السّاعة يفظر الى السّماء فقال ان هٰذه السّاعة مادعا الله فيها احد الااجابه و الااستغفره احد فى هذه الساعة الاغفرله مالم يكن عشارًا اوساحرًاو كاهنااوعريفا اا وشريطيًا اوجابيا اوصاحب كوبة اوعرطبة قال نوفل الوكبة والعرطبة التنبور اللهم ربّ داؤداغفرلمن دعاك فى هٰذہ الليلة اواستغفرك فيها وفيه ان ليلة النصف من شعبان معروفة بالفضل فى غير هٰذه الليلة ايضاً ان الله تعالیٰ ليطلع فى ليلة النصف من شعبان فيغفر لجميع خلقه الالمشرك اومشاحن اوقاطع رحم رواه ابن ماجة عن ابى موسیٰ مامن ليلة بعد ليلة القدرافضل من ليلة النصف من شعبان ينزل الله فيها الى السّماء الدنيا فيغفرلعباده كلهم الالمشرك اومشاحن اوقاطع رحم رواه سعيد بن منصور عن عطاء بن يسار يطلع الله ليلة النصف من شعبان فيغفرلجميع خلقه الالمشرك اومشاحن رواه البيهقى عن معاذ بن جبل فى ليلة النصف من شعبان يوحى الله تعالیٰ الى ملك الموت يقبض كل نفسٍ يريد قبضها فى تلك السنة رواه الدينورى فى المجالسة عن راشد بن سعد مرسلايفتح الله الخير فى اربع ليال ليلةالاضحیٰ والفطروليلة النصف من شعبان تفتح فيها الأجال والارازق ويكتب فيها الحاج فى ليلة عرفة الى الاذان اتانى جبرئيل فقال هٰذه ليلة النصف من شعبان ولله فيها عتقاء من النار بعدد شعرغنم كلب رواه البيهقى وعن عائشة قالتفقدت

النبیﷺ ذات لیلة فخرجت اطلبه فاذاھو بالبقیع رافعًا رأسه الی السّماء فقال یاعائشة اکنت تخافین ان یحیف اللّٰه علیک ورسوله قلت ومالی من ذلک ولکنی ظننت انک اتیت بعض نسائک فقال ان اللّٰه عزوجل ینزل لیلة النصف من شعبان الی السماء الدنیا فیغفرلاکثرمن عددشعرغنم کلب رواه ابن ابی شیبة والترمذی وابن ماجة والبیهقی قال فی جامع الاصول وزادرزین ممن استحق النارولیس فیه حدیث فی الباب الاهذاوجاء نحوه بطرق متعددة اذاکان لیلة النصف من شعبان اطلع اللّٰه تعالیٰ الی خلقه فیغفرُ للمؤمنین والمؤمنات ویملی للکافرین ویدع اهل الحقدبحقدهم حتی یدعوه رواه البیهقی وابن قانع عن ابی ثعلبة الخشنی لاینظر اللّٰه فیها یعنی فی لیلة النصف من شعبان الیٰ مشرک ولاالیٰ مشاحن ولاالی قاطع رحمٍ ولاالی مسبل و لاالیٰ عاق لوالدیه ولا الیٰ مدمن خمرروه البیهقی فی شعب الایمان وضعفه عن عائشة اذاکان لیلةالنصف من شعبان نادی منادهل من مستغفرٍ فاغفرله هل من سائل فاعطیه فلایسئل احد شیئًا الاواُعطیٰ الالزانیة بفرجها اومشرک رواه البیهقی عن عثمان بن العاص وروی عن کعب ان اللّٰه تعالیٰ یبعث جبرئیل الی الجنة لیلة النصف من شعبان لیأمرها ان تزین ویقول ان اللّٰه قد اعتق فی لیلتک هٰذه عدد نجوم السّماء وعدد ایام الدنیا ولیالیها وعددورق الشجر وعدد الجبال وعدد الرمال وعن عطاء ابن یسار اذاکان اوّل لیلة من شعبان ینسخ لملک الموت کل من یقبض روحه فی تلک السنة الیٰ مثلها من العام المقبلة وان الرجل لینکح الازواج ویهبنی ویغرس وبظلم ویفجرومالہ اسمه فی الاحیاء رواه ابن زنجویة ۔

شرح الفاظ

فی القاموس الشحناء الشحنة بالکسرالعداوة شاحنه باغضه والمشاحن المذکور فی الحدیث صاحب البدعة التارک للجماعة انتهیٰ وفی النهایة یغفر اللّٰه لکلّ عبد ماخلا مشرکااومشاحنااي معادیاوالشحنا العداوة قال الاوزاعی اراد بالمشاحن هنا صاحب بدعة مفارق جماعة وقال الطیبی الشحناة العداوة

والشمل والحقدولعل المراد مایقع بین المسلمین من النفس الامارة لااللذین کانہ یشحن قلبه بغضاله وفی ناظر عین الغریبین شحنت السّفینة ملأتها وفی القاموس عشر اخذواحد من عشرة وعشرهم اخذ ثلث اموالهم العشارقابضه وقال فی النهایة عشرة ماله وعشرته فانه عاشرومعشروعشارًا مااخذعشرة وفی الحدیث ان لقیتم عاشرًافاقتلوه ای ان وجدتم من یأخذ العشرعادة الجاهلیة مقیماً علی دینه فا قتلوه لکفره اولاستحلاله له ان کان مسلما واخذه مستحلاله تارکاًلفرض الله ربع العشر لامن یأخذه علیٰ فرض الله کیف وقد عشر جماعة للنبیﷺوللخلفاء بعده وسمی عاشرالاضافة مایاخذه الی العشر کربع العشراو نصفه کیف یاخُذ العشر جمیعه فیما سقته السماء وعشر اموال اهل الذمة فی التجارات انتهی وقال الطیبی الاساحرًا اوعشارًااستثناء تشدیدًاعلیهما وانهما. کالأنسین من رحمته والعریف هوالعرف والمرادهنا المنجم اماالذی یدعی علم الغیب فی الحدیث من اتی عرافاًاو کاهنا فصدّقه بمایقول فقد کفربما انزل علیٰ محمّد کذافی النهایة قال الطیبی هوقسم من الکهان یستبدل علیٰ معرفة المسرُوق والضالة بکلام اوفعل اوحالة والکاهن یخبرعن کهائن فی المستقبل والشرطیة بالضم واحد الشرط کصردٍ وهم طآئفة من اعوان الولا ة وهو شرطی کترکی وجهتی سموابذلک لانهم اعلموا انفسهم بعلامات یعرفون بها کذلک فی القاموس النهایة نجة اصحابه الذی یقدمهم علیٰ غیرهم من جنده وقیل هم الشرط والنسبة شرطی کذافی النهایة وقال الکرمانی صاحب الشرط بضم الشین وفتح الراء جمع الشرط وهواول الجیش ممن یتقدم بین یدی الامیر التنقید اوامره انتهیٰ والمراد بالشرطی هنانائب الظلمةومن هو من اعوانهم والجابی من الجبابة بالکسروهو استخراج المال من مطانها کذاوقال النوویؔ وفی القاموس جبی الخراج کرمی سعی جبایة وجباوة انتهیٰ فالمرادبالجابی الساعی عند السلطان والأتی بالاموال المحرمة والکوبة بالضمّ هی النرداو الطبل والبرۭ اقوآل ذکرها الجزری فی النهایة وفیؔ الحدیث ان الله حرم الجمروالکوبة ومنه

امرنابكسر الكوبة وفى شرح جامع الاصول هو طبل صغير مختصر ذوالرأسين والعرطبة العودوالطنبور اوالطبل اوطبل جشة كذا فى القاموس وقال فى النهاية حديث يغفر لكل مذنب الالصاحب عرطبة وكوبة هى بالفتح والضم العود وقيل الطنبور والمسبل وهومن يطوّل ثوبه ويرسل الى الارض اذامشى كبرا وقال عياض فى مشارق الانوار حديث ثلثة لايكلمهم الله فذكر المسبل ازاره وهو الّذى يجره خيلاء يقال اسبل ثوبه وشعره اى ارخاه انتهىٰ وفى صحيح مسلم وعن ابى ذرعن النبى ﷺ قال ثلثة لايكلمهم الله يوم القيامة ولاينظر اليهم ولايزكيهم ولهم عذاب اليم قال فقرأها رسول الله ﷺ ثلث مرارقال ابوذر خابواوخسروامن هم يارسول الله قال المسبل والمنان بما اعطىٰ والمتفق سلعته بالحلف الكاذب وقال الامام النووى فى شرح مسلم المسبل ازاره معناه المرخى له الجاز خيلاء طرفه جاء مسفرافى الحديث الأخر لاينظر الله الىٰ من جر ثوبه خيلاء والخيلاء الكبروهٰذا التقييد بالجرخيلاء مخصّص عموم المسبل ويدل على ان المرادبالوعيد من جرّه خيلاء وقدرخص النبى ﷺ لابى بكر الصّديقؓ فى ذلك وقال لست منهم اذاكان جره خيلاء وقال الامام ابوجعفر محمّد بن جرير الطبرى وغيره وذكراسبال الازاروحده لانه كان عامة لباسهم وحكم غيره من القميص وغيره وحكمه قلت وقد وجد ذلك مبينا منصوصًا عليه من كلام رسول الله ﷺ من رواية سالم بن عبد الله بن عمرعن ابيه عن النبى ﷺ قال الاسبال فى الازاروالقميص والعمامة من جرّ شيئًا خيلاء لم ينظر الله اليه يوم القيامة رواه ابوداؤد والنسائى وابن ماجة باسناد حسن انتهىٰ كلام النووى قلت وقدوردفى اكثرطرق الحديث الّذى نحن فيه مطلقًا وفى بعضها المسبل ازاره ولعله قيّده بعض الرواة علىٰ حسب فهمه من جهة شيوع استعمال الازار وشهرته فى الازار والله تعالىٰ اعلم .

المقالة الثالثة

فى قيام ليلة النصف من شعبان وصيام يومها اوما ثبت فيها من الادعية والاذكار عن على بن ابى طالبؓ قال قال رسول الله ﷺ اذاكان ليلة النصف من

شعبان فقوموا ليلها وصوموا يومها الحديث عن عآئشة قالت كانت ليلة النصف من شعبان ليلتي وكان رسول الله ﷺ عندي فلما كان في جوف الليل فقدته فاخذني مايأخذالنساء من الغيرةفتلففت وبمرطي[1] فطلبت في حجر نسائه فلم اجده فانصرفت الىٰ حجرتي فاذاانابه كالثوب الساقط وهويقول في سجوده سجد لك خيالي وسوادي وأمن بك فؤادي فهٰذه يدي ماجنيت بها علىٰ نفسي ياعظيم يُرجى لكل عظيم. اغفرالذنب العظيم سجد وجهي للذي خلقهٗ وصوّره وشق سمعه وبصرهٗ ثم رفع رأسهٗ ثمّ عادساجدًا فقال اعوذبرضاك من سخطك واعوذبعفوك من عقابك منك لااحصي ثناء عليك انت كمااثنيت علىٰ نفسك اقول كماقال اخي داؤد اُعفرّوجهي[2] في التراب لسيّدي وحق له ان يسجد ثم رفع رأسه فقال اللهم ارزقني قلبًا تقيًّامن الشرك ونقياالافاجرًاولاشقيًا ثم انصرف ودخل معي في الخميلة ولي نفس عال فقال ماهٰذه النفس ياحميراء فاخبرته فطفق يمسح بيديه علىٰ ركبتي ويقول وليس[3] هاتان الركبتان مالقينا في هٰذه الليلة النصف من شعبان ينزل الله فيها الى السماء الدنيا فيغفر لعباده الالمشرك اولمشاحن رواه البيهقي قال الشيخ الا مام العارف بالله ابو الحسن البكري ومن اولي ما يدعىٰ به في هٰذا الليلة اللهمّ انك كريم تحب العفوفا عف عني اللّٰهمّ انيّ اسأ لك العفو والعافيه والمعافاة الدائمة في الدنيا والا خرة لورودذلك في ليلة القدر وهٰذه افضل الليالي بعد ها كما مرّ ومن اولىٰ مايُدعىٰ به ماروواه جمع بسند لاباس به عن ابي برذه قال قال رسول الله ﷺ لماهبط اٰدم الى الارض طا ف اسبوعا بالبيت وصلےّ خلف المقام ركعتين ثم قال اللهم انك تعلم سرّي وعلا نيتي فاقبل معذرتي وتعلم حا جتي فاعطني سئولي وتعلم ما في نفسي فاغفرلي ذنوبي ا سا لك ايما ناً يباشر قلبي و يقيناً صادقاً حتىٰ اعلمه انه لا يصيبني الاماكتبت لي ورضا تك قسمت لي فا وحي الله اليه يا اٰدم انك دعو تني بدعاء فاستجبت لك ولن يد عوني به احد من ذر يتك من بعد ك الا

---

[1] اونی کمبل [2] غبار آلودہ کرنا

[3] مہربانی کرنے اور اپنے بچوں کو بہلانے کے لئے یہ کلمہ "ویس" بولتے ہیں۔ از مترجم ۱۲-۱۲-۱۲

ستجبت له و غفر ت له ذنبه وفرجت همّه وغمّه واتجرت له من وراء تجارة
كل تاجر واتيته الدنيا وهی راغمة وان لا یر ید ها واختلف الآثار فی احیاء هٰذ ه
الليلة وقال به من التا بعين خالد بن معد ان و مکحول ولقمان بن عا مرؔو
خالف فی ذلک عطاء ابن ابی ملیکة و غیر هما وعلیه اصحاب مالک
الشافعی وکان خالد بن معدان ولقمان بن عا مرو وافقهمااسحق بن راهو یه
یحییٰ هٰذه اللیلة بجماعة فی المسجد وکان خالد ولقمان یلبسان فیها احسن
الثیاب ویکتحلان و یقو مان فی المسجد تلک اللیة فاذا احیاءه الر جل
لنفسه فا لظاهر ند به للاحادیث السابقة و مثلها یعمل به فی ا لفضا ئل و قال
به الا وزا عیؔ وروی عن عمر وابن عبد العز یز انه کتب لعا مله با لبصرة
علیک باربع لیال من السنة فان الله یفر غ فیه الخیر ا فراغاً اوّل لیلة من
رجب وَلیلة النصف من شعبان و لیلة الفطر ولیلةمن رجبؔ ولیلة النصف
من شعبانؔ و لیلةالفطرؔ ولیلة الاضحیٰ لکن النظر فی صحته ع ؔ وقال
الشافعی ا ن ا لدّ عاء یستجاب فی خمس لیال لیلة الجمعة و العیدینؔ و
اول لیلة من رجب و نصف شعبان و لانصّ للا مامه ا حمد فی احیاها عنه
روایتان من احیی لیلةالعید ین انتهیٰ وممّا بثت من فعله صلے الله علیه
وسلم انه اتی المقبرة لیلة النصف من شعبان لیستغفر للموء منین و
المؤ منات و الشهد اء عن عاؔ ئشة قال دخل علیّ رسول صلی الله علیه
وسلّم فو ضع عنه ثو بیه ثم لم یستتم ان قامه فلبسهما فاخذ تنی غیرة
شد ید ة ظننتْ انه یا تی بعض صو احباتی فخرجت اتبعه فا در کته
بالبقیع بقیع الغرقد یستغفر للمؤ منین و ا لمؤمناتؔ والشهداء فقلت
بابی انت وامی فی حاجة ربک وانا فی حاجة الدنیا فا نصرفت فد خلت
فی حجرتی ولی نفس عال لحقنی رسول ﷺ فقال ماهذاالنفس یاعائشة فقلت
بابی انت وامّی اتیتنی فوضعت ثوبیک ثم لم تستم ان قمت فلبستهما فاخذتنی
غیرة شدیدة وظننت انک تأتی بعض صوحباتی حتیٰ رایتک بالبقیع تصنع
ماتصنع قال یاعاؔئشة اکنت تخافین ان یحیف الله علیک ورسوله بل اتانی

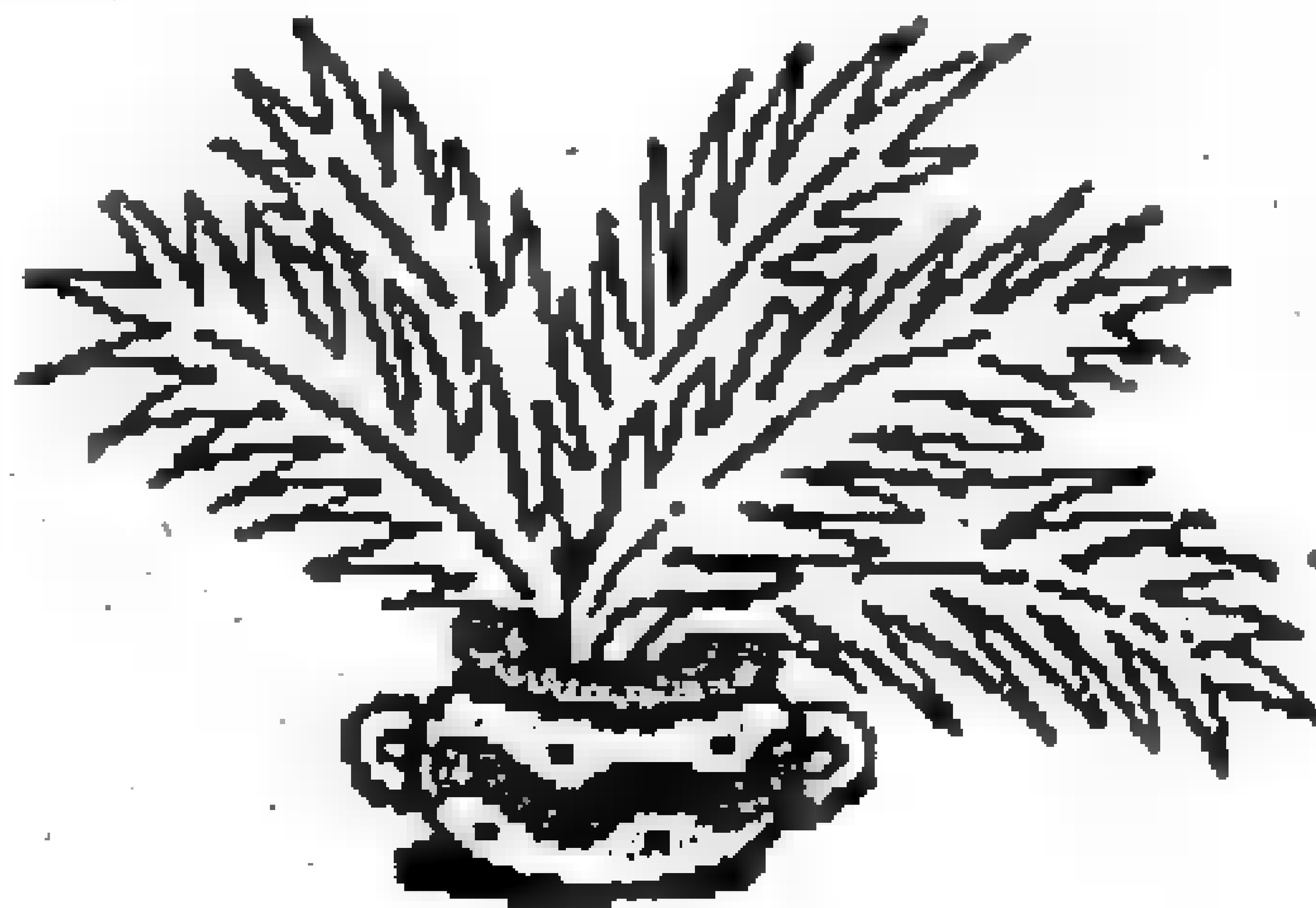
جبرئیل علیہ السّلام فقال ھٰذہ اللیۃ لیلۃ النصف من شعبان وللہ فیھاعتقاء من النار بعدد شعرغنم کلب ولا ینظراللہ فیھاالی مشرک ولا الیٰ قاطع رحمہ ولا الی مسبل ولا الیٰ عاق والد یہ ولا الیٰ مدمن خمرقالت فوضع ثو بیہ فقال یا عائشۃ تأذنین قیامہ ھٰذہ اللّیلۃ فقلت نعم بابی انت وامی فقام فسجدطویلا حتیٰ ظننت انہ قبض فقمت التمسہ ووضعت یدیٰ علیٰ بطن قدمیہ فتحرک ففرحت وسمعتہٗ یقول فی سجودہ اعوذبعفوک من عقابک واعوذ برضاک من سخطک واعوذ بک منک جل وجھک لااحصی ثناء علیک انت کما اثنیت علیٰ نفسک فلمااصبح ذکرتھن لیلۃ فقال یاعائشۃ تعلّمیھن وعلمّیھنّ فان جبرئیل علیہ السّلام علمیھن وامرنی ان اُردوھنّ فی السّجوددرواہ البیھقی وعنھاقام رسول اللہ ﷺ من اللیل یصلے فاطال السجود حتیٰ ظننت انہ قدقبض فلمّارأیت ذلک قمت حتیٰ حرکت ابھامہ فتحرک فرجعتفلمارفع رأسہٗ من السّجودوفزع من صلوٰۃ قال یاعائشۃ اویاحمیراء أظننت ان النبی قدخاسربک فقلت لاواللہ یارسول اللہ ولکنتی ظننت انک قبضت لطول سجودک فقال أتدرین ایّ لیلۃ ھی قلت اللہ ورسولہ اعلم قال ھٰذہ لیلۃ النصف من شعبان ان اللہ یصلح علی عبادہ فی لیلۃ النصف من شعبان فیغفرللمستغفرین ویرحم للمترحمین ویؤخر اھل الحقد کما ھم رواہ البیھقی وممّا یروی یروی من الصلوٰۃ فی ھٰذہ اللّیلۃ عن علےِ مرتضی قال رأیت رسول اللہ ﷺ فی لیلۃ النصف من شعبان قام فصلّی اربعۃ عشررکعۃ ثم جلس بعد الفراغ فقرأبام الکتاب اربع عشرمرۃ وقل ھواللہ احد اربع عشرمرّۃ وقل اعوذ برب الفلق اربع عشر مر ۃ وقل اعوذبرب الناس اربع عشر مرّۃ وایۃ الکرسی مر ۃً ولقدجاء کم رسول من انفسکم الا یۃ لما فرغ من صلوٰۃ سألت عمّارأیت من صنعہٖ قال من صنع مثل الذی رأیت کان کعشرین حجۃ مبرور ۃ وصیام عشرین سنۃ مقبو لۃ فان اصبح فی ذلک الیو م صا ئما کان لہٗ کصیام سنتین سنۃ ما ضیۃ وسۃ مستقبلۃ رواہ البیھقی فی شعب الایمان

وقال يشبه ان يكون هٰذا الحديث موضوعًا فی روایة مجهولين وهو منكر واخرجه الجوزقانی فی اباطيل وابن الجوزی فی الموضوعات وقال موضوع واسناده مظلم وفی تنزیة الشریعةفی الاحاديث للموضوعة حديث علی انّ النبیّ ﷺ قال یا علی من صلےٰ مائة ركعة فی ليلة النصف من شعبان يقرأ فی كل ركعة بفا تحة الكتاب وقل هو الله احدعشر مرات الحديث اخر ويأمر الكاتبين ان لا نكتبوا علیٰ عبدی سیّئة واكتبواله الحسنات الی ان يحول عليه الحول ومن صلےٰ هٰذه الصّلوٰة فالرب يجعل له نصيبًا من عنده تلك الليلة قال ابن الجوزی فيه مجاهيل وضعفاء حديث من قرأليلة النصف من شعبان الف مرّة قل هوالله احد فی مائة ركعة لم يخرج من الدّنيا حتیٰ يبعث الله عليه فی منامه مائة ملک ثلثون يبشرونه بالجنة وثلثون ينسونه من النار وثلثون يعصمونه من ان يخطی وعشرة يكذبون من عاداه قال ابن الجوزی فيه مجاهيل ومُتهَمون حديث علی رضی الله تعالیٰ عنه رأيت رسول اللهﷺ ليلة النصف من شعبان فصلّےٰ اربع عشر ركعة الحديث واسناده مظلم وقال البيهقیّ يشبه ان يكون موضوعًا ومن البدع[1] الشنيعة ما تعارف الناس فی اكثر بلاد الهند من ايقادالسّرج ووضعها علی البيوت والجدران وتفاخرهم بذلک واجتماعهم اللهوواللعب بالنّارواحراق الكبريت فانّهٗ ممّا لااصل له فی الكتب الصّحيحة المعتبرة ولم يرو فيها حديث لا ضعيف ولاموضوع ولايعتاد ذلک فی غيربلادالهندمن الديارالعربية من الحرمين الشريفين زادهما اللهٰتعالیٰ تعظيما وتشريفًاولافی غيرهما ولافی البلاد العَجَميّة ماعدابلاد الهند بل عسی ان يكون ذلک وهوالظن الغالب اتخاذا من رسوم الهنود فی ايقاد السّرج للدوالی فان عامةالرسوم البدعية الشنيعة بقيت من ايام الكفر فی الهند وشاعت فی المسلمين بسبب المجاورة والاختلاط واتخاذهم السراری والزوجات من النساء الكافرات قال بعض المتاخرين

---

[1] والا يقاس عليه مايفعل المؤمنون فی ابتهاج الولادة منه ۱۲ . ۱۲ . ۱۲

من العلماء ان استحداث السّرج الكثيرة فى الليالى المخصوصة مامن البدعة الشنيعة فان كثرة الوقيدزيادة على الحاجة لم يرد ماستحبابه اثرفى الشرع فى موضع[ل] قال قال على ابن ابراهيم واوّل حدوث الوقيد من البر امكة وكانوا عبدة النار فلمااسلموا ادخلوافى الاسلام مايموهون انه من سنن الهدى ومقصودهم عبادة النيران حيث سجدوا مع المسلمين الىٰ تلك السرّج وقد جعلها جهلة ائمة المساجدنحو صلوة الرغائب شيكةً لجمع العوام وطلب الرياسة والتقدم وملأ بذكرها القصاص مجالسهم ثم انه تعالىٰ اقام ائمة الهدى فى سعى ابطال امثال هذا المنكرات فتلاشى امرها وتكامل ابطالها فى البلادالمصرية والشامية فى اوائل المائة الثانية قد انكر الطرطوسى الاجتماع ليلةالختم ونصب المنابرا ختلاط الرّجال وَا لنّسآء والتلاعب بينهم حتى يكون مايكون كذا فى التذكرة.



ل اما فى ختم التراويح وفى يوم الميلاد ، اتخاذ السّروج وايقادها مستحسن عند المتاخرين من الفقهاء لاالحنفيّة وغيرهم ١٢ . ١٢ . ١٢

شَهْرَ رَمْضَا نْ

واما شهر رمضان ففيه صيام وقيام والمراد بالقيام التراويح ونذكر هٰهنا احكامها والمسائل المتعلقةبها اعلم انه قد اختلف العلماء فی التراويح هل تسمى سنة فقال بعضهم لاهی من النوافل وتسمّی مستحبة وقال بعضهم تسمی مستحبة وقال بعضهم تسمّی سنة وهو الاصح وهی سنة مؤكدة للرجال والنساء توا رثها الخلف عن السلف وانقطع الخلاف لرواية الحسن عن ابی حنيفةؒ انها سنة لا ينبغی تركها وهٰذا لان النبیﷺ قد اقامها بعض الليالی ثم تركها وبين العذرفی ترك المواظبة وهو خشيةان يكتب علينا ثم واظب عَلَيْهَاالخلفاء الراشدون خصوصًا امير المؤ منين عمرؓ اجمعين كما جاء فی الاحاديث وقد قال النبیّﷺعليكم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين من بعدی وذكر بعض كتب الفقهية لوترك اهل البدعة التراويح قا تلهم الامام علیٰ ذلك ويروی انه كانت عائشةؓ عنها تقوم خلف زكوان مولی لهاوكذلك ام سلمة كا نت تقوم بجماعة النساء امتها مولاتها امّ الحسن البصری وبذكر الكلام فيها فی عدةفصول.

الفصل الاوّل فی عدد ركعاتها

فعندنا عشرون ركعة لما روی البيهقی باسناد صحيح انهم كانو ايقومون علیٰ عهد عمرؓ بعشرين ركعة وفی عهد عثمان وعلیؓ مثله وروی عن ابن عباسؓ انہٗ رسول الله ﷺ صلی عشرركعة فی رمضان ثم اوتربعدها بثلث لكن المحدّثين قالوا انّ هٰذا الحديث ضعيف والصّحيح ماروته عائشة انهٗ صلّی احدی عشرة ركعة كما هوعادته فی قيام اللّيل وروی انه كان بعض السّلف فی الامر فی عهد عمربن عبدالعزيز يصلون باحدی عشرة ركعة قصد التشبيه

برسول اللهﷺ والذی استقر الامر واشتهر من الصّحا بة والتابعین ومن بعدھم ھو العشرون وما روی انھا ثلث و عشرون فلحساب الو ترمعھا وقال مالک ویروی عن الشافعی ایضًا انھا ست وثلثون او تسع و ثلثون مع الوتر فھو عمل اھل المدینة خاصة وقالواسبب ذلک ان اھل مکة یطو فون بالبیت اسبوعاویصلون رکعتی الطواف بین کل ترو یحتین واھل المدینة لما بعدوامن ادراک ھذہ لفضیلة صلوابین ذلک اربع رکعات ویسمونھا الست عشریة واستوعادتھم علیٰ ذلک انی الاٰن وقد یروی عن عمر وعلیؓ لکنه غیر مشھور عنھما فان صلی غیرھم ایضًا لا بأس ویستوی فیه الامام وغیرہ وینبغی ان یُصلّوافرادی لان التنفل بالجماعة والتنفل بالجماعة لا یکرہ عندھم قال الشیخ قال الحنفی من متاخری علماء مصر التنفل بالجماعة مکروہ لانه لو کان مستحبا لکا نت افضل کا لمکتوبات ولو کانت افضل لکان المتھجدون القائمون باللّیل یجتمعون فیصلون جماعة طلبا للفضیلة فلما لم یزو ذلک عن رسول اللهﷺ ولا عن اضحا بهؓ علم انهٗ لا فضل فی ذلک .

اَلفصلُ الثّا نی

المستحبّ ان یجلس بین کل ترویحتین مقدار ترویحة و کذابین الخامسة والوتر وھو المروی من ابی حنیفةؒ ولان التراویح مأ خوذ من الرّاحة ففیه تحقیق اسمھا ھو المروی عن السلف واھل الحرمین کانوامجتمعین علیٰ ذلک اما اھل مکة فانھم یطوفون اسبوعًا اھل المدینة یصلون اربعًا و کذا ھل کل بلد من بلاد المسلمین ثم ھوبالخیار ان شاء سبّح اَوْ ھلّل اوصلّی اوقرأالقران اوسکت ولوترک الاستراحة بین کلّ ترویحتین فقیل لابأسُ به وقیل لایستحب لانه یخالف عمل اھل الحرمین الشریفین زادھما الله تشریفًا وتعظیمًا قال العبد الضعیف صلح الله حاله وأحسن مبداہٗ مآله ان الانتظار بین الترویحتین علیٰ ماتعارف بین الحفاظ فی ھٰذہ الزمان من تطویل القرأة فی التراویح صعب علی المصلین بل یمکن ان یقضی اللّیل وبھٰذایظھران تطویل القراءة غیر مُستحسن لاستلزامه قرات ھٰذا العملُ المُستحبّ للتوارث من

السّلف ينبغي رعاية الاعتدال فی القراءة كما يتيسّر الترويحات وسيأتی حكم القراءة فی التراويح والاستراح مقدار اربع ركعات بقرأة معتدلة دون قدرماصلی الترويحة لكفی ان شاء الله ونرجوامن الله القبول.

الفَصلُ الثّانی فی نيّة التّراويح

فان نوی التراويح اوسنة الوقت او قيام الليل فی رمضان جازوان نوی صلٰوة مطلقة اونوی تطوعاً فحسب اختلف المشائخ فيه حسب اختلافهم فی اداء السنن الرواتب ذكر بعد المتقدمين ان الاصح ان لايجوزلانها سنة والسنة لاتتادی بنية مطلق الصّلٰوة كماروی الحسن ابی حنيفة فی ركعتی الفجر وهٰذالانهاصلٰوة مخصوصة كالمكتوبات فيجب مراعات الصّفة فلاتتادی بمطلق النيّة لانهانوافل والنوافل تتادی بمطلق النيّة والاحتياط ان ينوی الصلٰوة متابعة لرسول الله ﷺ ليكون ابعد عن الاختلاف ثم قيل هل يحتاج لكل شفع من التراويح علیحدة ان ينوبها اولا يحتاج اذالكلّ بمنزلة صلٰوة واحدة.

الفصل الرّابع فی قدر القرآءة فی التّراويح

اختلفوافيه فقيل يقرأ مقدار مايقرأ فی المغرب لانها اخفّ من اخفّ المكتوبات وهٰذا غيرسديد لانهٔ لايقع بهٰذا القدر الختم فی رمضان وقال بعضهم يقرأ كما يقرأ فی العشاء لانها تبع للعشاء فی وقتها وروی الحسن عن ابی حنيفة انه يقرأ فی كلّ ركعة عشرايات ونحوها لانه يقع به الختم مرّة لان عدد ركعات التراويح ست مائة وايات القران ستة الاٰف فيكون فی كلّ ركعة عشرايات تقريباً وبعضهم يقرأفی كلّ ركعة عشرين الیٰ ثنتين لماروی عن عمربن الخطاب انه دعا ثلثة من الائمة فامراحدهم يقرأفی كل ركعة عشرين الیٰ ثلثين اية وامر الثانی ان يقرأخمسًاوعشرين اية وامر الثالث ان يقرأعشرين اية فی كل ركعة فما قالهٔ عمر فضيلة وماقاله ابوحنيفة سنة وهٰذالانهم اتفقواعلیٰ ان السنة الختم مرة والفضيلة مرّة والفضيلة الختم مرتين والافضيلة الختم ثلث مرّات والختم يقع مرّة بماقاله ابو حنيفة ومرّتين اوثلث

مرات بما امر عمرؓ کذا قال اومنهم من المستحسن الختم فی اللیلة السّابعة والعشرین رجاء ان ینالو افضیلة لیلة القدر اذاالاخبار تظاهرت و کثرت علیٰ انها هی لیلة القدرولذاجعل المشائخ بُخار القرآن خمس مائة واربعین رکوعاواعلموا المصاحف بها لیقع الختم فی اللیلة السابعة والعشرین ومن المتقدمین من مشائخنا من قال الفضل ان یقرأفی کلّ رکعة ثلثین اٰیة ویختم فی کل عشرختمة لان کل عشر من الشهر متمیز مخصوص وقد جاء فی الحدیث انه شهراوله رحمة واوسطه مغفرة واخره عتق من النارورُوی عن ابی حنیفة انهٗ کان یختم فی شهر رمضان احدی وستین ختمة ثلثین فی اللیالی وثلثین فی الایام وواحدة فی التراویح وقدروی فی مواهب اللدّانیة مثل ذلک وعن الشافعی ثم قالوا الفضل تعدیل القراٰن بین التسلیمات کماروی الحسنؒ عن ابی حنیفة وجاء عن عمروان خالف فلاباس به واَمّا التسلیمة الواحدة فانه لایستحب تطویل القراءة فی الثانیة بلاخوف کمافی سائر الصّلوت وان طول القراء ة فی الاولی علی الثانیة فلابأس واما المختار فان یجب ان یکون علی الاختلاف عند ابی حنیفة وابی یُوسف فان عند هما یکون المختار التسویة بین الرکعتین ویکون المختار عند محمّد تطویل الرکعة الاولیٰ علی الثانی کمافی الصّلوات المفروضة **مسئلة** اذاغلط فی التراویح فترک سورة اواٰیة وقرأما بعدهافا لمستحبّ ان یقرأالمتروکة ثم المقروئیة لیکون علی الترتیب **مسئلة** واذافسد شفع من التراویح وقد قرأفیه هل یعید لان المقصود هو القرأة وقیل یعید فیکون الختم فی الصّلٰوة الصّحیح وحکم الفتح علیٰ ماعرف فی الأخریٰ من الاختلاف فیه والفتوی علیٰ عدم الفساد وقیل لااختلاف فی التراویح لمکان الضرور ة وقالوا الاختلاف فی التراویح لمکان الضرورة وقالوا لاینبغی للقوم ان یقدموافی التراویح. الخوشوان ولکن یقدموا الدرستخوان فان الامام اذاکان یقرأبصوت حسن یشغل عن الخشوع والتدبروالتفکر و کذا اذاکان لحاناً لاباس بان یترک مسجده کذافی سنن الهدی ولوکان الفقیه قاریاً فالافضل له ان یصل بقرأة نفسهٗ ولایقتدی بغیره ولا ینقص تسبیحات

الرکوع والسجود عن الثلثة ولایترک ثناء الاستفتاح والصلوٰت علی النبیٰ ﷺ ایضاً لانها سنن وقد یذکر فی بعض کتب الفقه خلافه وَالصحیح هو الاول ومـاباقی الدعوات فان علم من حال القوم ان لایثقل علیهم یأتی بها والاّولا واذاقرأفی الشفع الاخیر فی الرکعة الاولیٰ المعوذتین قیل قرأفی الثانیه فاتحة الکتاب وشیئاً من البقرة فیکون حالاً مرتحلاً وقیل یعید قل اعوذ برب الناس ولایقرأشیئاً من البقرة مراعاة للنظم والترتیب والمسنون المعمول علیه فی الحرمین وسائر دیار العرب التکبر عند الختم من والضحٰی الیٰ اٰخر القرآن والمختارفیه لااله الا الله والله اکبر ولواکتفی بالله اکبرصح ولولم یکن الامام حافظ القراٰ ن فقیل الافضل ان یقرأسورة الاخلاص فی کل رکعة وقیل الافضل ان یقرأفی کل رکعة سورة من القصار وهٰذا حسن لئلا یشتبه علیه عددرکعات ولایشتغل فیه بحفظها فیفرغ للتدبر والتفکر والتعارف فی هٰذا الزمان الحرمین ودیارالعرب ان یقرأفی الرکعة الاولیٰ من الشفع الثانی سوره لایلاف وفی الثانیه قل هوالله احد وهٰکذا حتیٰ یقرأفی الشفع الثامن قل هو الله احدٌ فی الرکعتین وفی التاسع قل هوا لله احد وقل اعوذبرب الفلق وفی العاشر قل هوا الله احد وقل اعوذبرب الفلق.

الفصلُ الْخامِسُ فی ادآء التّراویح بجماعة

من ترک التراویح بجماعة وصلاهافی البیت ففیه اختلاف المشائخ منهم من قال یکون تارکاللسنة وهومُسیٔ لماروی عن النبی ﷺ انه قرمن صلی التراویح بالجماعة وهکذانقل عن اصحابه وعلیه اتفاق فقهاء الامصارومنهم من قال یکون تارکاً للفضیلة ولاباس به لماروی عن بعض السّلف ذلک ولانه النبی ﷺ بعد ماترک القیام بالقوم ترکهم یصلون فی بیوتهم کیف شاؤواوکان الامر علیٰ عهند ابی بکر وصدر من خلافة عمرؓ هٰکذاثمّ استقرالامر علی الجماعة وهوافضل قال الشیخ قاسم الحنفی والصحیح ان اقامتها بالجماعة سنة علی الکفایة حتیٰ الوتر کاهل المسجد کلهم علی

الجماعة فقد تركوا السنة واساء وافى ذلك وان اقيمت التراويح بالجماعة فى المسجد فمن تخلف عنها من افراد الناس وصلى فى بيته فقد ترك الفضيلة ولم يكن مسئيا وان صلوها بالجماعة فى البيت اختلف فيه المشائخ والصحيح ان للجماعة فضيلة وللجماعة فى المسجد فضيلة اُخرىٰ فهٰذا قد حازا[1] احدى فضيلتين وترک الأخرى وهٰكذا فى المكتوبات انتهىٰ وقيل هى كسائر السنن تصلى فرادى اذ هو اقرب الى الاخلاص وابعد من الرّياء وقدور دفى الصحيح افضل صلوٰة المرأة فى بيته ماعد المكتوبة اقول وهٰذا القول غير مختار لانه انما يكون فى غير ماورد فيه الجماعة والتراويح قدورد فيها الجماعة كما ذكرنا وعن ابى يُوسف انه ان امكنه اداء ها فى بيته مع مراعات سنة القراءة واشباهها فيصليها فى بيته الاان يكون فيها كبيرًا يَقْتَدِى به ويكثر الجمع بحضرته فلا ينبغى له ترک الجماعة مسئلة يكره ان يستاجروا رجلاً يؤمهم اذا ستيجار الامام فاسد مسئلة لو اقاموا التراويح بامامين فصلى كل امام بتسليمة فالصحيح انه لايستحب وانما يستحب ان يصلى كل امام ترويحة وعلىٰ هٰذا يجوز ان يصلى الفريضة احدهما والأخرة التراويح مسئلة لو صلى امام واحد التراويح فى مسجدين فى كل مسجد على المكان اختلف فيه فقيل يجوز لاهل المسجدين كمالو اذن المؤذن واقام وصلى ثم صلى فى المسجد اخر وصلى معهم فانهٗ لايكره.

اَلْفَصْلُ السَّادِسُ

اذا صلى التراويح قاعدًا من غير عذر فالكلام فيه فى موضعين فى الجواز والاستحباب اما الكلام فى الجواز فقد اختلف المشائخ فيه منهم من قال لايجوز قاعدا من غير عذر لايجوز[2] قال هذه سنة تشابهت ركعتى الفجر ومن قال هٰذه نافلة لم نختص بزيادة توكيد مثل سنة الفجر فصارت كسائر السنن

---

[1] حاز بمعنى جمع کرلیا پالیا۔۱۲۔ [2] التراويح.

والنوافل والدليل[1] رواية ابى سلمان عن ابى حنيفة وابى يوسف ومحمد ولم يفصلوابين العذروغير العذرواماالكلام فى الاستحباب فالصّحيح انه لايستحب لانه يخالف المتواتر من عمل السلف واذا صلى الامام قاعدًا التراويح بعذر اوبغير عذروالقوم قيام فالكلام فى هٰذا الفصل ايضاً فى الموضعين فى الجوازوالاستحباب امّا الكلام فى الجواز فاختلف المشائخ فيه منهم من قال جازعند ابى حنيفة وابى يوسف ولم يجز عند محمّد اعتبارا بالفرض وقال بعضهم يجوز عندهم جميعًا وهو الصحيح لانهم لوقعدو اجاز فاذاقاموا كان بالجوازاولى واما الكلام فى الاستحباب فعند ابى حنيفة وابى يُوسف رحهما الله تعالىٰ المستحب ان يقوم الالعذرلانه جازلهم القعود والقيام فالقيام افضل لامحالة وعند محمّد المستحب ان يقوم لان هٰذاالاختلاف معتبر عنده حتّٰى منع الفرض من الجواز فكذا يمنع النفل من الاستحباب

مسئلة يكره للمقتدى ان يقعد فى التراويح فاذاارادالامام ان يركع يقوم لان فيه اظهار التكاسل فى الصّلٰوة والتشبه بالمنافقين قال الله تعالىٰ واذاقاموا الى الصّلٰوة قامو اكسالىٰ وكذااذاغلبة النوم يكره ان يصلى مع النوم بل ينصرف حتى يستيقظ لان فى الصّلٰوة مع النوم تهاوناوغفلة وتركا للتدبر وكذا لوصلى على السطح لاجل الجر كذافى الخلاصة وقد قال الله تعالىٰ قل نارجهنم اشد حرًّا لوكانو يفقهون.

اَلْفَصْلُ السَّابِعُ

الافضل[2] ان يوتربجماعة فى رمضان فقط وعليه اجماع المسلمين واختلفوا فى الفضل فقال بعضهم الافضل الجماعة وقال الأخرون الافضل ان يوترفى منزلة اوهو المختارلان الصّحابةلم يجمعواعلى الو تربجماعة كاجماعهم على التراويح كذافى التبيين وشرح الهداية لابن الهمام والعناية وفى رواية

---

[1] بغیر عذر بیٹھ کر تراویح پڑھنے کے جواز کی دلیل یہ ہے ۔ ۱۲۔۱۲۔ [2] گھر میں تنہا وتر ادا کرنے کی بہ نسبت ماہ رمضان میں جماعت سے وتر پڑھنا افضل ہے والصحیح یجوز کمافی الغرائب ۔۱۲۔۱۲۔۱۲۔

يوتر بعده بجماعة الان يكون له التهجد فيجعل الوتر بعدهٗ ويجهر الامام فی الوتر فی رمضان فی الثلث والمنفرد بالخيار واختلفوافی ارسال اليدين حال القنوت والاعتماد واختلفو افی المقتدی فی الوتر فقيل يقنت الیٰ قوله بالکفار ملحق وحنيئذٍ يسکت وقيل يؤمن وقيل هو بالخياران شاء امّن وان شاء قنت وفی التبيين ويتبع المؤتم فانت الوترفی قنوته ويخفی لانهٗ دعاء وقيل يجهر وقيل عند محمّد يقنت الامام دون المؤتم کمالايقرأوالصّحيح الاوّل **مسئلة** اذاقانته ترويحة اوتر ترويحتان وقام الامام فی الوتر اختلف فيه فقيل يوتر مع الامام ثم يقضی مافاته وقيل بقدم القضاء **مسئلة** لورکع الامام فی الوتر قبل ان يفرغ المقتدی من القنوت فانهٗ يتابعه لان القنوت ليس بموقف ولامقدر .**مسئلة** المسبوق فی الوتر اذاقنت مع الامام لايقنت فی قضاء مافاته **مسئلة** اذاشکواانهم صلوا تسع تسليمات اوعشرًااختلف المشائخ فيه قال بعضهم اعادوابتسليمة واحدة بالجماعة احتياطا وقال بعضهم لايزيدون لان الزيادة علی التراويح بالشک لايجوزوالصحيح انهم يصلون تسليمة اخری فرادی حتی يقع الأحتياط فی فعل السنة باتمامها ويقع الاحترازعن اداء النافلة بجماعة غير التراويح **مسئلة** اذاصلّی الترويحة الواحدةٗ امامان کلو احد بتسليمة اختلفوافيه قيل لاباس به والصحيح انه لايستحب ذلک ولٰکن کلّ ترويحة يؤديها امام واحد وعليه عمل اهل الحرمين وغيرهم ويکون تبديل الامام بمنزلةالانتظار.

الفصل الثامن فی وقت التراويح

اختلف المشائخ فيه قالت جماعة من اصحابنا الحنفة ومنهم الشيخ اسمٰعيل الزاهد الليلة کلها الیٰ طلوع الفجر وقت لهاقبل العشآء اوبعد ها وقيل الوتر اوبعد ▪ لانهاقيام الليل وکان شرطها الليل فحسب فقال عامة مشائخ بخاراوقتها مابين العشاء والوتر فلوصلها قبل العشاء اوبعد الوتر لم يؤدها فی وقتها لان آلاثارقدوردت هٰکذا اوانما يتبع التراويح الأثاروالصحيح ان وقتها مابعد العشاء الیٰ طلوع الفجر حتیٰ لوصلها بعد الوتر جازولو صلها قبل

العشاء لاتجوز لانها نوافل سنة بعد العشاء فاشبهن التطوّع المسنون بعد العشاء فی غیر رمضان وتجوز الصّلوٰة بعد الوتر غایته ان الافضل ان یکون الوتر اخر صلوٰة اللیل کما حقوق فی موضعهٖ المستحب تاخیر ها الیٰ ثلث اللیل اونصفه وقیل یکره اداء هابعد النصف تشبیها بتاخیر العشاء والصحیح انه لایکره لانها صلوٰة اللیل وبعضهم والافضل فیها اٰخره وفی فتاوٰی قاضی خان ویستحب تاخیر التراویح الیٰ مابعد نصف اللیل وبعضهم قالوا به وهو الصحیح وفی الخلاصة الافضل فی التراویح استیعا ب اکثر اللیل بالصّلوٰة والانتظار والاستراحة ولواخروها الیٰ اٰخرا للیل الصحیح انهٗ یجوز من غیر کراهة . **مسئلة** اذافاتت التراویح هل تقضی بعد وقتها بالجماعة اوبغیر الجماعة فالجواب لاتقضی بجماعةٍ واما القضاء بغیر جماعة فاختلف المشائخ فیه قال بعضهم تقضی مالم یمض شهر رمضان وقالٌ بعضهم لاتقضی اصلاوهو الصحیح لانها لیست باکدمن السنة بعد المغرب والعشاء وتلک لاتقضی بجماعة بالاجماع ولو کانت تقضی .لقضیت کمافاتت فان قضاها منفردًا کان مستحباً کسنّة المغرب اذا قضاها کذا قال الشیخ قاسم الحنفی ونقل فی السّنن الهدی عن الواجبة لوقضاها منفردًا لکان فعلاً حسناً ثم مسائل التراویح .



مسئلة ولوتذکرالتسلیمة بعداٰن صلوٰة الوتر قال محمد بن الفضل لایصلونها بجماعة وقال الصدر الشهید یجوز ان یصلوها بجماعة یشتغل بالوتر ان یصلّی مافات منه التراویح کان لویفتی الشیخ الامام ظهیر الدین وکذافی الخلاصة ولوصلی الوتر مقتد یابمن یصلّی مکتوبة وترًا اونافلة لایصح الاقتداء به لانهٗ مکروه مخالف لهٗ کذا فی الفتاویٰ علمگیریه والحق ان صلی الفرض بجماعة یصلی الوتر بجماعة کما هو الحق والعلم عند الملک العزیز.

شَهُر شوال

شهرشريف من اوائل شهرالحج ويسمى شهرالفطر وفيه يوم العيد يوم مغفرة الذنوب وقدورد فى الحديث[1] عن انس انه اذاكان يوم العيد باهى الله تعالىٰ بعباده الصّالحين ملا ئكته فقال ياملائكتى ماجزاء اجيرو فى عمله قالواربناجزاءه ان يوفى اجره ياملٰئكتى عبيدى وامائى قضوا فريضتى عليهم ثم خرجوايعجّون[2] الى الدعاء وعزتى وجلالى وكرمى وعلوىّ وارتفاع مكانى لاجيبنهم فيقول ارجعو اقد غفرت لكم وبدلت سياتكم حسنات قال فيرجعون مغفوراً لهم رواه البيهقى فى شعب الايمان ومن السّنّة فى يوم عيد الفطر قبل ان يخرج الى المصلّى وكان رسُول الله ﷺ يأكل تمراتٍ وتز اهكذاجآء فى رواية البخارى عن انس وروى الحاكم عن عتيبة بن حميد كان يأكل ثلٰثا اوخمساً اوسبعًا اواقل اواكثر وقالواالحكمة فى استحباب اكل التمرحلاوته والحلاوته تقوى البصر بضعفه الصّوم وايضًا الحلّويرفق القلب ويوافق مزاج الايمان ولذاورد المؤمن حلوىٌ رأى احد فى منامهٖ انهٗ كان يأكل حلواكان تعبيره ان يكون له نصيب من لذ ة الايمان ولهٰذا كان الافطار بالحلوِافضل كالعسل والتّمر مع مافى التمرمن خواص خصوصًا فى تمرالمدينة علىٰ ماذكر فى موضعه ثلٰثا اوخمسًا اوسبعًا ثمّ يخرج الى المصلّىٰ وممّا صح فى هٰذا الشهرصيام ستة ايام فقد روى مسلم فى صحيحه اتبعه ستةً من شوال كان كصيام الدّهر وهٰذا اذاصام مدة عمره واما اذا صام فى شهر كان كصيام سنةٍ وقدوردفى هٰذاالمعنى ايضاً حديث ثوبان رواه ابن ماجة وفى رواية فاتبعه بالفاء وليس المراد التعقيب الحقيقى لاستلزامه صوم يوم العيد فيصح من اوّل الشهروبعدلو المختار عند الشافعى من اول

---

[1] اول الحديث عن انسؓ اذا كان ليلة القدر نزل جبر ئيل فى كبكبة يصلون علىٰ كل عبدقائم اوقاعديذكر الله تعالىٰ فا ذا كا ن يو م عيد هم با هى الله بهم ملا نكة فقال يا ملائكتى الحديث ۱۲ ۔مشکوٰۃ شریف ۱۲

[2] یعجّون بمعنی بہ آواز بلند لبیک کہتے ہیں۔اور تلبیہ پڑھتے ہیں۔۱۲۔۱۲۔۱۲

الشهر متتابعة وعندنا اعم و كذاعنداحمد بل كانوا يقومون ماعندنابعد من الكراهة والتشبيه بالنصٰرى وقد حكم الفقهاء بسنة الغسل يوم العيدين وطريق اثباتها قياسه على الجمعة بعلة الاجتماع وقد يروى فی ذلک حديث عن فاكهة ابن سعد وكان له صحبة ولم يعرف له سوى هٰذا الحديث انه قال كان رسول الله ﷺ يغتسل يوم الفطر ويوم النحرويوم عرفة رواه ابن ماجة فی سننه والطبرانی فی معجمه والبزار فی مسنده كذاقال الشمنی وقال الشيخ ابن الهمام هٰذاالحديث ضعيف كذاذكر النووی وغيره وفی شرح كتاب الحربّی روی هٰذا الحديث وقال كان فاكهة بن سعد يامر اهله بالغسل فی هٰذه الايام وقال رواه عبد الله بن احمد فی المسندوابن ماجة واورده السيوطی فی جمع الجوامع عن الشعبی عن زيادبن عياض الاشعریّ قال لقوم رايت منكم كلّ فعل رأيته من رسول الله ﷺ الاانكم لاتغتسلون فی العيدين رواه ابن مندة وابن عساكر وقال صحيح عن عياض وقوله زياد غير محفوظ وقد حكم بعض المحدثين بضعف هٰذا الحديث ايضاً ولم يوجد فی الكتب السّتّة حديث فی هٰذا الباب سوى اثرعن ابن عمرؓ انهٗ كان يغتسل يوم الفطر قبل ان يخرج الی الصّلٰوة.قالواوشدة مبالغته فی متابعة السّنة تقتضی ان يصح الحديث فيه والجهر بالتكبير فی طريق المصلّی سنة عند الائمة الثلثة وعند ابی يوسف ومحمد رحمهما اللّٰہتعالیٰ اما ان الخلاف فی اصل التكبيروقديروی عن ابی حنيفةؒ فهوسنة فی عيد الاضحیٰ دون الفطر والخلاف فی الجهراماان الخلاف فی اصل التكبيروقديروی عن ابی حنيفةؒ الجهر ايضاكذا فی شرح ابن الهمام وتمسّک الائمة بحديث رواه الدّار قطنی عن ابن عمر قال كان رسول الله ﷺ يكبر يوم الفطر اذاخرج الی المصلی وقال الشمنی فی رفع هٰذا الحديث كلام والصحيح انه موقوف علی ابن عمرؓ وقال الشيخ ابن الهما م هٰذا الحديث ضعيف من جهة موسیٰ بن محمد بن عطاء احد رواته وايضاً هو لايدل علی الجهروقول الصحابی لايعارض عموم الأية ودون الجهرمن القول وروی عن ابن عباس انه سمع الناس يكبرون فسال من كان يقودجملة هل كبرالامام قال لاقال ادر. مثل هٰذا اليوم مع رسول

اللهﷺ ولم يكن احدمنا يكبر قبل الامام وقال ابوجعفر لايمنع العامة من ذلك لقلة رغبتهم فی الخيرات انتهىٰ ومن السنة ان يخالف فی الطريق يوم العيد بان يخرج من طريق ويرجع من اخرىٰ فقد روى البخارى عن جابر قال كان النبی ﷺ اذا كان يوم عيد خالف لطريق وروى الترمذی والدارمی عن ابی هريرةؓ قال كان رسول الله ﷺ اذاخرج يوم العيد من طريق رجع من غيره وقد ذكرو افی هٰذا الفعل نكاتٍ واسرارًا ذكرناها فی شرح سفر السّعادة وقد اختلف فی انه للامام خاصة اولجميع الناس ومما ينبغی ان ينته عليه بيانِ حكم الصّلوٰة قبل صلوٰة العيد وبعدهٗ روى البخارى ومسلم وابوداؤدو الترمذی والنّسائی عن ابن عباسؓ ان رسول الله ﷺ خرج يوم العيد فصلى ركعتين ولم يصل قبله ولابعده الحديث وقال الترمذی عن عبد الله ابن عمرؓ وابی سعيدؓ والعمل علىٰ هذا عند بعض اهل من اصحاب النبی ﷺ ومن بعدهم وجوز طائفة من اهل العلم الصّلوٰة قبل صلوٰة العيد وبعد ها والاول اصح انتهی وقال فی شرح كتاب الحربی فی مذهب الامام احمد بن حنبل استخلف علیؓ ابا مسعود الانصارى على الناس فخرج يوم العيد وقال ايها النّاس ليس من السنة ان يصلى قبل الامام رواه النسائی وروى ابن مسعودؓ وحذيفة قاما ونهيا الناس ان يصلوايوم العيد قبل خروج الامام الى المصلى رواه سعيد وقال الزهری ماسمعت من علمائنا ان احدًا من اسلاف هٰذه الامة صلّی قبل صلوٰة العيداوبعد ها والخلاف فی ان هٰذا مخصوص بالمصلى اوشامل للمصلیٰ والبيت فقال بعضهم ان صلّی فیٰ غير المصلى فلاباس به وروى عن ابی سعيد خدری ان رسول الله ﷺ كان لايصلی قبل صلوٰة العيد فاذارجع الیٰ بيته صلّی ركعتين رواه ابن ماجة واحمد وقال فی الهداية ولايتنفل فی المصلّی قبل صلوٰة العيد فالكراهة فی المصلی خاصة وفی شرح هٰذاالنفی باطلاقه يتناول الامام والقوم جميعاً وقال الشافعیؒ كره للامام دون القوم وقيل المراد من هٰذاالنفی انهاغيرمسنونة لانها مكروهة وقال فی فتح البارى المنع عن الصّلوٰة العيد وبعدها يحتمل ان يكون المرادبه منع التنفل اومنع الراتبة وعلى المنع عن التنفل اماان يكون لكراهة فی الوقت

اواعم منها وعلیٰ کلّ تقدیر مخصوصة بالمصلیٰ اوشاملة للمصلی والبیت واختلف السّلف فی الجمیع فالکو فیون یقولون یصلی بعده لاقبله وهو مذهب الاوزاعی والثوری والحنیفة وقال البصریون یصلی قبله لابعده وهو مذهب الحسن البصری وجماعة اخری وقال اهل المدینة لایصلی قبله ولابعدهٔ وهو مذهب الزهری وابن الجریج واحمد ونقل بعض المالکیة الاجماع علیٰ عدم التنفل للامام فی المصلی ومن جوز قال انهٔ وقت لمطلق الصّلوٰ ة لاکراهة فیه ومن منع قال لم یصل رسول الله ﷺ ومن اقتدی فقد اهتدی والحاصل انه لم یثبت ا لصلوٰة العید سنة لاقبله ولابعده الا عند البعض قیاسًا علی الجماعة وامامطلق التنفل فلم یثبت المنع عنها بدلیل خاص الاّ فی وقت الکراهة انتهٰی ثمّ اعلم انهم اختلفوافی صلوٰة العید بعد مافات وظاهرا لمذهب عند الحنیفة انه لاقضاء لصلوٰة العید لان هٰذا لصلوٰة لم تثبت اّلا بهٰذه الخصوصیّة فی بعض شروح الهدایة ان شاء صلی رکعتین اواربع رکعات مثل الضحیٰ کما یصلّی فی سائرالایّام ونقل عن المحیط وفتاویٰ قاضی خان ان من جاء المصلّی ولم یدرک الصلوٰ ة مع الامام ان شاء یرجع الیٰ بیتهٖ وان شاء صلیّ ثم انصرف والافضل ان یصلی اربع رکعات لیکون له صلوٰة الضحیٰ کما نقل عن ابن مسعود باسناد صحیح انه قال من فات عنه صلوٰة الغید صلّی اربع رکعات کذافی فتح الباری وقرأفیهافی الرکعة الاولیٰ سبح اسم ربک الاعلیٰ وفی الثانیة والشمس وضحٰها وروی ابن مسعودؓ فی هٰذا من رسول الله ﷺ وعدٗ اجمیلاً واجرً اجزیلاً وجاء مثل هٰذا فی مذهب احمد وذکرواهٰذاالاثرعن ابن مسعودؓ وقال احمد ویقوی هٰذاماجاء عن علی انه امررجلا ان یصلی بضعفاء القوم اربع رکعات بلا تکبیر وخطبة وذکر البخاری فی ترجمة باب ان انسؓ جمع اهله وولده فی زاویة موضع علی فرسخین من البصرة وصلی صلوٰة العیدمع الامام قال مالک والشافعی رحمهما الله تعالیٰ یصلی رکعتین وقال احمد اربع رکعات وخیرعند ابی حنیفة ان شاء صلّی وان شالم یصلّی وعلیٰ تقدیر ان یصلّی خیّرالرکعتین واربع رکعات والله تعالیٰ اعلم۔

شَہرذِی الُحِجّة

عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ مامن ايام العمل الصّالح فيهن احب الى الله من هٰذه الايام العشر قالوا يا رسول الله ولا الجهاد فى سبيل الله قال ولاالجهاد فى سبيل الله الارجل خرج بنفسه وماله فلم يرجع من عشر ذى الحجة قال العلماء لونذر احد صيام افضل ايام السنة انصرف الىٰ هٰذه الايام نذر الصوم يوم افضل من سائرالايام فالىٰ يوم عرفة وان نذر يوم من الاسبوع فالىٰ يوم الجمعة والمختار ان ايام هٰذه العشرة افضل وقد جاء فى صيام عشر ذى الحجة وفضيلته واستحبابةايضاً احاديث اى فى تسعة ايام منه فقدروى ابو داؤد والنّسائى عن بعض ازواج النبى ﷺ انه يصوم تسعة فى ايام ذى الحجة ويوم عاشوراء وثلٰثة ايام من كل شهر ومن اول الاثنين فيه ومن اول خميس فيه وفى رواية اخرٰى كان يصوم يوم العشر وثلٰثة ايام من كل شهر وماروى مسلم والترمذى وابوداؤد وعن عائشةؓ قالت مارأيت رسول الله ﷺ صائما فى العشرقط فلاينافيه لانها انما اخبرت عن علم رؤيتها فلعلها لم تطلع علىٰ صيام رسول الله ﷺ اوكان له مانع منه من مرض اوسفر اوغير هماهٰذا ويلزم مماورد فى فضل مطلق عمل الصالح فى هٰذه العشرة فضل الصّوم ايضاومن السّنن التى تركها الناس ان من اراد ان يضحى فرضا كان اونفلا فلا ينبغى ان يأخذ من شعره وظفره حتى يضحى فقد روى مسلم عن ام سلمة انها قالت قال رسول الله ﷺ اذا دخل العشر واراد بعضكم ان يضحّى فلا يمسّ من شعره وبشره شيئًا وفى رواية فلاياْ خذن شعرًاولا يقلمّن ظفر اوفى رواية من رأى هلال ذى الحجةواراد ان يضحىّ فلاياْ خذ من شعره ولامن اظفاره وفى جامع الاصول من حديث مسلم عن عمروبن مسلم بن عماد الليثى قال كنافى الحمام قريبا من يوم الاضحىٰ فطلاء يعنى تنور جماعة فقال بعض اهل الحمام قد يمنعون من هذا ثم لقيت سعيد بن المسيّب فذكرت له قول

حمامی فقال یاابن اخی هذا حدیث نسیه الناس وترکوه حدثتنی ام سلمة
ج النبی ﷺ من رای هلال ذی الحجة الحدیث واما یوم عرفة اختلف فی
ة افضل اویوم الجمعة فقیل عرفة افضل ایام السنة والجمعة افضل ایام
سبوع والدلائل باسرها مذکورة فی کتاب سفر السعادة فی باب الجمعة
صوم یوم عرفة والجمهور علیٰ انه سنة وقیل سنة لغیر الواقفین بعرفة وعن ام
لفضل بنت الحارث انّ ناسًا تماروا عندها یوم عرفة فی صیام رسول اللہ ﷺ
قال بعضهم وهو واقف علیٰ بعیره فشربة متفق علیه وقدروی نحوهٰذا
حدیث عن میمونة وقال الترمذی وفی الباب عن ابی هریرة وابن عمرؓ
قدروی عن ابن عمرؓ قال حججت مع النبی ﷺ فلم یصمه یعنی یوم عرفة
ومع ابی بکرفلم یصمه ومع عمر فلم یصمه وانا لااصومه ولاآمر به ولاانهیٰ
عنه والعمل علیٰ هٰذا اکثر اهلُ العلم انّهُم یستحبون الافطار بعرفة لیتقوی به
الرجل علی الدعاء وقد صام بعض اهل العلم یوم عرفة انتهٰی وقد ورد فی
فضل یوم عرفة انهٗ یکف السنة التی بعده والّتی قبله فالمختار ان صوم عرفة
مستحب لاللحاج اذلم یقوموا علی الدعأوالاجتها دفیه واللہ تعالیٰ اعلم
وممایـنبغی ان ینبه علیه بیان حکم التعریف الّذی یفعله بعض الناس فی البلاد
فاعلم انه قد ذکر بعض علمائنا الحنفیة التعریف وهو ان یَجتمع النّاس یوم عرفة
فی بعض المواضع تشبها بالواقفین بعرفة لیس بشیٔ وعن ابی یوسف و محمد
فی غیر روایة الاصول انه لایکره لماروی عن ابن عباس انه فعل ذلک
بالبصرة کذا فی التبیین ومن الجامع الصغیر البرهانی ان قولهم التعریف الذی
یصنعه الناس لیس بشیٔ لم یرد به نفی الشرعیة لانهٗ دعاءٌ وتسبیح وتضرع
الی اللہ تعالیٰ وانما ارادُوبه نفی وجوبه ونفی کونه ستة کذافی فتاوی نجم
الدین البلخی وفی الجامع الصغیر والتعریف الذی یصنع الناس لیس بشیٔ
وذاک ان جمع الصلحاء والعارفین یجتمعون فی یوم عرفة فی کلّ بلدة
ویهللّن ویکبرون شبه الحاج فی عرفات فذلک لیس بشیٔ یعنی لیس بشیٔ
من السنة ولکن هو فی نفسه من جملة الدّیانات والخیرات واستباق الخیرات

وذكر فى الكافى وقيل يستحب لانه تشبه باهل الطاعة فيكون لهم ثوابهم هكذانقل فى سنن الهدى ولايخفى ان الذكر والتسبيح والتهليل والدّعاء لابأس به لانها مشروعة فى كلّ الامكنة والازمان ولكن الكلام فى لباس الاحرام ولتلبية وسائر اداب الحج الّتى يفعل .الواقفون فى ذلك المقام فان الظاهر اختصاصهابهم والله تعالىٰ اعلم بحقيقة المرام هٰذاو اماسائر العبادات والادعية والاحكام فمذكورة فى كتب الفقه ورسائل المناسك فليطلب ثم ولٰكن هٰذا اٰخر ماقصد ناايراده فى هٰذه الرسالة واٰخر دعونا ان الحمد لله ربّ العالمين وامام المتقين وقائد الغر المحجّلين محمّد وّاٰله واصحابه واتباعه هُداة طريق الحق ومحى علوم الدين الىٰ يوم الدين .

اٰمين . اٰمين ثم اٰمين ط

تمت بالخير

ہر قسم کی دینی کتابوں کا واحد مرکز

دَارُ الْاُشَاعت

مُتصل اُردو بازار۔ کراچی نمبرا

مومن کے ماہ و سال

اردو ترجمہ مع عربی متن

ما ثبت بالسنة فی ایام السنة

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس تعلیمات کی روشنی میں ہر مسلمان کے لئے
اعمال و اشغال، نماز و روزہ، دعا و استغفار کا ایک مکمل دستور العمل

عارف باللہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ

دار الاشاعت کراچی